UNIVERSAL LIBRARY

OU_222068

UNIVERSAL LIBRARY

خذ ما صفا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

بعد حمد خداوند ذوالجلال بے عیب و بے شریک و نعت رسول خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و جمیع دیگر انبیاء و رسولوں اور منقبت ان سب کی آل اور سب کے اصحاب کے بندۂ ناچیز اسمٰعیل جمع و ترتیب کنندہ اوراق ہذا گزارش پرداز ہے کہ اس عرصہ میں مجھکو یہہ خیال پیدا ہوا کہ وہ علمی و تاریخی مضمون جو اخبارون مین چھپا کرتے ہین (اور جو غالباً بوجہ اس کے کہ اخبارون کے قابل نہین رکھے جاتے اور رکھے جاتے ہین تو یہہ مضامین بہت سے رطب و یابس تحریرون مین ناپدید رہتے ہین) اگر ایک جگہ جمع کر دئے جایا کرین تو بہت مفید اور کارآمد لٹریچر بآسانی مہیا ہو جایا کرے۔ لہذا چند مہینون کے مختلف اُردو اخبارات سے اور وہ بھی بالکل سرسری طور پر ان مضامین کو مین نے چن لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر چھاپے خانے والے حضرات ایسا ہی کیا کرین تو وہ اپنے واسطے ایک دلچسپ شغل اور پبلک کے واسطے فائدہ رسان کتابین بغیر دماغ سوزی کے پیدا کر سکتے ہین۔ بلکہ اگر ان مضامین کے سہ ماہی رسالے نکلنے لگین تو بہت سے اڈیٹرون کے لئے اس طریقہ سے پسندیدہ کام بھی ایک ڈھیر مل جائیگا۔

بہرحال ان ہی خیالات کی بنا پر مین یہہ مجموعہ نمونتاً پیش کرتا ہون اور نام اس کا خذ ما صفا رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے بادشاہ ہز امپیریل مجسٹی جارج پنجم قیصر ہند و بادشاہ انگلینڈ کی عمر اور اُن کے اقبال مین ترقی دے۔ اور انگریزی سلطنت کا راج ہندوستان مین قائم و دائم رکھے۔

اسمٰعیل ۱۵ دسمبر 1910ء

جمع کنندہ اوراق ہذا

آگرہ

اکرموا عزیز قوم ذل

ماخوذ از وکیل امرت سر، اپریل ۱۹۱۵ء

(از مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز)

یہ ایک فرمان رسالت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی معزز شخص ذلیل ہو جائے تو اس کی عزت کرو۔ انقلابات عالم نے صدہا ایسے واقعات پیش کئے ہین۔ جو مایۂ عبرت ہین اور جن کو دیکھ کے بڑے بڑے سنگدل لوگون کے دل تھرا اُٹھتے ہین۔ مگر افسوس ہمارے دل ایسے سخت ہو گئے ہین کہ ہمین کسی چیز سے عبرت نہین ہوتی۔ ہم خاندان تیموریہ کی بیسیون یادگارون اور اگلے دولت مند گھرانون کے بہت سے باقیات الصالحات کو حد سے زیادہ تباہی و مفلوک الحالی اور انتہا سے گزری ہوئی ذلت و مسکنت مین دیکھتے ہین اور دل نہین پسیجتا۔

مگر ہم ہمیشہ ایسے بے حس نہ تھے۔ عبرتناک واقعات کا ہم پر اثر ہوتا تھا اور نوعی فلاح اور قومی وقار کو شخصی جذبات پر ہم قربان نہین کیا کرتے تھے۔

جب بنی اُمیہ کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس بدنصیب خاندان کے تمام لوگ چُن چُن کے مار ڈالے گئے۔ نئی خلافت عباسیہ کے دو تاجدار کامرانی واطمینان سے حکومت کر کے دنیا سے بخیر و خوبی رخصت ہو گئے اور بنی امیہ کا مشرق مین کہین نام و نشان نہ تھا تو تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے زمانے کا واقعہ ہے کہ اسکی لونڈی خیزران (جسے خاص محل کا رتبہ حاصل تھا۔ سارے حرم کی مالک اور ولی عہد سلطنت کی مان تھی) ایک دن محل مین شان و شوکت سے بیٹھی حکومت کر رہی تہی۔ کہ ایک لونڈی نے آکے ادب سے عرض کیا۔ خدا ملکۂ عالم کو سلامت رکھے۔ ڈیوڑھی پر ایک حسین عورت کھڑی ہے اور باریابی کی امیدوار ہے۔ ہزار پوچھا نہ اپنا نام و نشان بتاتی ہے نہ نسب و خاندان کا پتہ دیتی ہے اور نہ یہ کہتی ہے کہ غرض کیا ہے۔ "عبد اللہ بن عباس کی پر پوتی زینب بنت سلیمان جو خاتونان بنی عباس مین صاحب ذہن رسا مانی جاتی تہین۔ پاس بیٹھی تہین۔ خیزران نے اُن سے کہا۔ "تم اس عورت کے بارے مین کیا کہتی ہو؟ آنے دون یا نہ آنے دون؟" زینب نے کہا بلوا لیجئے۔ کوئی مفید ہی بات ہوگی۔ اس مشورے کے مطابق لونڈی کو حکم دیا گیا کہ "جاؤ بُلا لاؤ"۔

چند منٹ گزرے ہونگے کہ اُس لونڈی کے ساتھ ایک نہایت ہی حسین و صاحب جمال۔ مگر فلاکت زدہ اور شکستہ حال عورت شریف زادیون کے انداز سے آئی۔ مگر خیزران کا سامنا ہوتے ہی

دروازے کے دونون پٹون کے درمیان ہی ٹھٹھک کے کھڑی ہو گئی - اور وہین سے کہا - اے ملکہ عالم آپ کی خدمت مین آداب عرض کر کے التماس ہے کہ مین آخری تاج دار بنی امیہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہون" یہ نام سنتے ہی جیسے خیزران کے تن بدن مین آگ لگ گئی اور جھنجھلا کے کہا تیرے سے نہ مرحبا ہے اور نہ سلام کا جواب - خدا تجھے غارت کرے - وہ گھڑی بھی تجھے یاد ہے - جب ابراہیم بن محمد عباسی کی لاش بے گور وکفن پڑی تھی اور بنی عباس کی بوڑھی عورتون نے تیری خدمت مین حاضر ہو کے اتنی التجا کی تھی کہ اپنے باپ سے سفارش کر کے اُن کے دفن کی اجازت دلوا دے - لیکن بجائے ترس کھانے کے تو غصے سے اُنھین مار نے کو دوڑی - اُنھین گالیان دین اور اپنے محل سے نکلوا دیا ؟ خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس نے اپنی نعمت تجھ سے چھین لی - اور تجھے ذلیل و خوار کر کے اس دہاڑے کو پہنچا دیا - خیزران کی زبان سے یہ طیش کا جواب اور یہ کلمات غیظ اور غضب سنکے مزنہ نے بجائے اس کے کہ ڈرے یا کچھ مرعوب ہو - زور سے ایک قہقہ لگایا - اور بولی "بہن آپے سے باہر نہ ہو - اچھا یہ تو بتاؤ کہ میری اس بدسلوکی پر خدا نے مجھے جو جو ایذائین دی ہین اُن مین سے تمھین کون سی سزا پسند ہے - جو میرا ہی سا سلوک تم بھی میرے ساتھ کر رہی ہو ؟ تم جو کچھ کہتی ہو سچ ہے - خدا کی قسم مین نے یہی کیا تھا - اور اُس کی سزا یہ ملی کہ خدا نے مجھے ذلیل و خوار اور ننگا بھوکا کر کے تمھارے سامنے لا یا ہے کہ جو سلوک چاہو کرو - اُس وقت تم نے میرے اُس سلوک پر جو صبر و شکر کیا تھا اس کا انعام تمھین یہ ملا کہ ملکہ عالم ہو اور مین تمھارے سامنے عاجز و خوار بنی کھڑی ہون" اتنا کہتے ہی مزنہ نے کہا "بہن خدا حافظ" اتفاق ہاتھ ہین" اور پیٹھ پھیر کے چلی کہ جھپٹ کے محل سے نکل جائے -

اس کی ان باتون کا خیزران کے دل پر کچھ ایسا اثر پڑا تھا کہ بے تحاشا دوڑی - لپک کے روکا اور چاہا کر گلے لگا لے - مگر مزنہ نے دونون ہاتھون سے الگ کر کے کہا "مین اس قابل ہی نہین ہون کہ تم سی ملکہ مجھے گلے لگائے - چیتھڑے لگائے ہون ، اور ان کپڑون مین ایسی تعفن آ رہی ہے کہ آپ کا دماغ خراب ہو جائیگا -" یہ سُنکر خیزران نے لونڈیون کو حکم دیا کہ فوراً انھین حمام مین لیجا کے غسل کراؤ اس کے بعد پر تکلف جوڑا پہنا کے اور عطر مین بسا کے لے آؤ -"

یہ کہہ کے خیزران چلی آئی - اور محل کی لونڈیون نے نہایت ہی تعظیم و تکریم سے مزنہ کو نہلایا - کپڑے پہنائے - عطر لگایا - اور خوب بنا چنا کے لے آئین - صورت دیکھتے

ہی خیزران اس کے سینے سے لپٹ گئی۔ پھر اپنے برابر مسند پر جہان خود خلیفہ مہدی آ کے بیٹھا کرتا تھا۔ بٹھایا۔ اور پوچھا۔ "دسترخوان بچھواؤن؟" مزنہ نے صاف صاف کہا۔ آپ پوچھتی کیا ہین؟ شاید مجھ سے زیادہ بھوکا سارے اس محل مین کوئی نہو گا۔ فوراً دسترخوان بچھا قسم قسم کے کھانے لاکے چن دئے گئے۔ اور مزنہ نے خوب سیر ہو کے کھایا۔ خواصون نے ہاتھ دھلوائے۔ اور جب ہر طرح کی خاطرداریون سے فراغت ہولی۔ تو خیزران نے کہا۔ اب بہن بتاؤ تمھارا خبرگیران کون ہے؟ بولی خبرگیران! جو کچھ قرابت ہے اسی گھر سے ہے۔ اس کے سوا مین ساری دنیا مین کوئی عزیز قریب نہین رکھتی" یہ جواب سن کے خیزران بولی۔ تو پھر تم یہین رہو۔ چلو مین اپنے محل تمھین دکھاتی ہون۔ اُن مین سے جو محل پسند آئے لے لو اور اسی مین رہو۔"

اس تجویز کے مطابق خیزران نے اسے اپنے سارے محل دکھائے۔ جن مین سے ایک خوبصورت وسیع اور پرفضا قصر اس نے پسند کیا۔ خیزران نے وہین کھڑے کھڑے فرنیچر سے اُسے خوب آراستہ کرایا اور ہر طرح کا سامان زندگی فراہم کرا کے کہا۔ لو بی تم یہان آرام سے رہو سہو۔ آج سے مجھ مین تم مین بہنایا ہو گیا۔ جب تک جیتے ہین ساتھ نہ چھوڑین گے۔ مزنہ نے شکریہ ادا کیا۔ اور خیزران اُسے وہان چھوڑ کے اپنے محل مین آئی۔ پھر دل مین کہنے لگی۔ کبھی اس عورت کی جو کچھ شان و شوکت تھی۔ لیکن زمانے نے سرد مہری کی۔ اور دل شکستہ ہو گئی۔ اب اس کے دل کی کلفت صرف دولت سے دور ہو سکتی ہے۔ یہ خیال کرتے ہی پانچ لاکھ درہم اس کے پاس بھجوا دئے۔

خیزران ان کامون سے فارغ ہو کے بیٹھی ہی تھی کہ اس کا صاحب تاج و تخت شوہر خلیفہ مہدی آ گیا۔ اور حالات پوچھنے لگا۔ خیزران نے مسکرا کے کہا۔ آج عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک لونڈی دوڑتی آئی۔ اور کہا کہ کوئی عورت اندر آنا چاہتی ہے۔ مین نے بلوا لیا۔ کیا دیکھتی ہون کہ ایک جوان اور خوب رو مگر نہایت ہی شکستہ حال عورت ہے۔ آتے ہی اس نے مجھے ملکۂ عالم کے لقب سے خطاب کر کے سلام کیا اور بتایا کہ مروان بن محمد کی بیٹی مزنہ ہے۔ نام سنتے ہی مین مارے غصہ کے آپے سے باہر ہو گئی۔ خوب گالیان دین۔ اور کہا۔ وہ وقت یاد کرو۔ کہ ابراہیم بن محمد کی لاش پڑی تھی اور عباسی گھرانے کی بڑھیون نے تجھ سے تجہیز و تکفین کی اجازت دلوانے کی درخواست کی تو تو انھین مارنے کو دوڑی۔ خوب ہوا۔ جو خدا نے تجھے

اس رہائے کو پہنچا دیا۔ یہ سن کے وہ قہقہہ مار کے ہنسی اور کہا۔ مین نے بیشک یہی کیا تھا۔ اور خدا سے اس کا بدلہ بھی پایا۔ اب کیا تم بھی خدا سے ایسا ہی بدلہ لینا چاہتی ہو جو میرے ساتھ یہ سلوک کر رہی ہو؟" یہ کہہ کے وہ واپس چلی۔

خیزران یہین تک کہنے پائی تھی کہ مہدی کو زیادہ سننے کی تاب نہ رہی۔ بات کاٹ کے بولا۔ "افسوس۔ خدا نے تمہین ان نعمتون پر شکرگزار ہونے کا موقع دیا تھا۔ مگر تم نے غفلت کی اور ایسے اچھے موقعہ کو ہاتھ سے کھو دیا۔ میرے دل مین تمہاری اس قدر محبت نہ ہوتی تو قسم کھا کر کہتا ہون کہ تمہاری اس حرکت پر پھر کبھی زندگی بھر تم سے بات نہ کرتا۔"

خیزران نے کہا۔ "امیر المومنین۔ آپ سنین تو سہی۔ مین نے یہ سن کے اس سے بے انتہا معذرت کی۔ روک کے اسے حمام مین نہلوایا۔ اچھے کپڑے پہنائے۔ عطر لگایا۔ کھلایا پلایا۔ پھر راضی کر کے اس سے بہناپا کر لیا۔ اور اپنے سارے محل دکھا کے جس محل کو اس نے پسند کیا۔ اس کے حوالہ کیا۔ اس کو آراستہ اور ضروری سامان سے مرتب کر دیا۔ یہ وعدہ کر کے آئی کہ اب زندگی بھر تمہارا ساتھ نہ چھوڑون گی اور یہان آتے ہی خرچ کے لئے اس کے پاس پانچ لاکھ درہم بھیج دئے۔"

یہ سن کے مہدی بہت خوش ہوا۔ خیزران کے حسن سلوک کی تعریف کی اور اپنے ایک خادم کو بلا کے حکم دیا کہ اسی وقت جا کے اشرفیون کے سو توڑے میری طرف سے بھی اسے دے آؤ۔ میرا سلام کہو۔ اور کہو کہ تمہاری خدمت کرنے کی وجہ سے جس قدر خوش مین آج ہوا ہون کبھی زندگی بھر نہ ہوا تھا۔ کہنا تمہاری قدر و منزلت کرنا امیر المومنین پر واجب ہو گیا ہے۔ اور اگر تمہارے ناراض ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو وہ خود تمہارے سلام کو حاضر ہوتے۔ یہ پیام سنتے ہی مزنہ خود چلی آئی۔ ادب سے سلام کیا۔ خیزران کے احسانات بیان کر کے اس کی محبت شرافت کی تعریف کی اور بولی۔ "مین بھلا حضور سے کیا ناراض ہونگی؟ میری حیثیت ہی کیا ہے؟ محل کی لونڈیون مین سے ایک مین بھی ہون۔" مہدی اس پر بہت خوش ہوا اور مزنہ اپنے قصر مین واپس گئی۔

اس کے بعد مزنہ ہمیشہ خیزران ہی کے ساتھ رہی۔ یہان تک کہ مہدی کے سفر آخرت کے بعد اس کے پہلے بیٹے ہادی کے عہد خلافت مین بھی اسی سے وابستہ تھی۔ پھر جب خیزران کے دوسرے اقبال مند فرزند ہارون رشید کا عہد شروع ہوا تو رشید بھی مزنہ کی

بھی خاطر داشت کرتا تھا۔ جو پاس خاطر تمام عباسیہ اور ہاشمیہ خاتونوں کا تھا وہی اس کا بھی تھا اور خلافت رشید کے اوائل مین جب مزنہ کا انتقال ہوا تو رشید اسکے جنازے پر زار و قطار رویا اور شاہانہ کر و فر سے جنازے کو قبرستان مین لے گیا۔

آہ! خدا کی نعمتون کا شکر ادا کرنے مین کبھی ہمارا یہ سلوک دشمنون کے ساتھ تھا۔ کاش اب اتنا نہین تو اُس کا عشر عشیر دوستون ہی کے ساتھ ہوتا۔ مگر نہین۔ اب ہم نفس کے بندے ہین۔ صرف اپنے نفس کو دیکھتے ہین۔ اور نہین پتہ لگتا کہ ہم مین اور بہایم مین کیا فرق رہ گیا ہی؟ –

سائنس کی بلند پروازی

ماخوذ از وکیل امرتسر ۷ اپریل ۱۹۱۵ء

آج روئے زمین پر علم برق کا سب سے بڑا ماہر مسٹر ایڈیسن کا شاگرد نکولا ٹسلا ہے وہ کہتا ہے کہ یہہ بات بلا کسی شبہ کے عملی طور پر ممکن ہے کہ ہم بجلی کو اتنی دور بھیج سکین کہ آسمان کے قریبی ہمسائیون یعنی مریخ و عطارد وغیرہ۔ ان ستارون پر ظن غالب یہہ ہے کہ ذی روح اور عقلمند مخلوق بستی ہے۔ ستارون کے باشندون سے بات چیت کر سکین۔ ہم ستارون تک پیغام بھیج سکتے ہین۔ اور یہ امر ممکنات سے ہے اگرچہ یقینی نہین۔ کہ وہ ہمین جواب دین وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آبشارون مین بجلی کی طاقت کا جو غیر محدود خزانہ ہے جیسا کہ ابھی بمبئی مین مسٹر ٹاٹا کا کارخانہ قوت برق مکمل ہوا ہے۔ جس سے بہت کارخانہ بلکہ ریل بھی چل سکے گی۔ لیکن ٹسلا کا خیال ہے۔ یہہ طاقت بغیر کسی تار کے دنیا کے ہر حصہ مین انسان کی خدمت کے لئے منتقل ہو سکتی ہے تارون کے ذریعہ تو اب بھی اس کو سو پچاس میل تک لے جا سکتے ہین۔ لیکن جس طرح خبرین بغیر تار کے بھیجی جاتی ہین نکولا کا خیال ہے کہ اسیطرح برقی قوت جہان چاہین بغیر کسی تار کے پہنچا سکتے ہین۔ اور دور دراز کے فاصلے پر اس سے کام لے سکتے ہین۔ اس لئے جس ملک مین آبشار زیادہ ہون گے۔ وہ مالا مال ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ برقی قوت کو دوسرے ملکون کے ہاتھ قیمتاً بیچین گے۔ اس خیال سے ہندوستان کی دولت بیشمار ہے۔ کیونکہ دریاؤن کی کثرت کی وجہ سے یہان متعدد آبشار ہین۔ پس چین۔ جاپان مین۔ کابل یا ایران مین بلکہ ممالک یورپ مین کارخانے چلانے اور روشنی کرنے اور آبپاشی کرنے یا پنکھے چلانے کے لئے

ہم کشمیر یا جنوبی ہند کے آبشاروں کی برقی طاقت کو ہوا کے ذریعہ بغیر تار کے بھیج سکتے ہیں
ہم یہاں بیٹھے ہوئے سائبریا کے جنگلوں۔ تاتار کی بنجر زمینوں کو شاداب کر سکین گے۔ اور
کنوؤں اور چشموں سے آبپاشی کرنا بہت آسان ہو جائیگا۔ ویران بیابان اور صحرا ہاے
تختہ گلزار بنجائین گے۔ اور انسانی زندگی زیادہ پر لطف ہوگی۔ ٹسلا کہتا ہے۔ بھاپ اور بجلی
کی طرح شعاع آفتاب سے خدمت لینا بھی ممکن ہے۔ چنانچہ ایسے انجن بنائے گئے ہین
جن مین آتشی شیشے لگے ہین اور حرارت آفتاب کے مجتمع ہونے سے چلتے ہین۔ چنانچہ سعر مین
اس قسم کا ایک انجن امریکہ سے بھیجا گیا ہے۔ اس مین زیادہ ترقی ہونے سے ایک اور عنصری
خدمتگار انسان کے ہاتھ آجائیگا۔ جس وقت حرارت شمس کا بڑا ذخیرہ حاصل ہونے لگا۔ تو
بجلی کی طرح اس کا جہان دل چاہے منتقل کرنا آسان ہوگا۔ اور دنیا مین کوئلہ اور لکڑی کا خرچ
نہ رہیگا۔ ٹسلا کہتا ہے کہ اس طرح سے انرجی (طاقت) اتنی سستی ہو جائیگی۔ کہ غریب سے
غریب کارخانہ دار بہت ہی نام خرچ پر جو سیسٹم سے بہت ہی کم ہوگا۔ استعمال کر سکے۔ تمام ریلین اور
جہاز آفتاب کی شعاعون سے چلین گے اور غریب سے غریب آدمی اس طاقت سے مستفید ہوگا
کیونکہ کھانا پکانے۔ روشنی اور حرارت پہنچانے کا تمام کام دھوپ سے لیا جائیگا۔ لیکن یہہ تمام
دعاوی ٹسلا کے اس خواب کے سامنے کہ وہ دنیاؤن کا بنانا اور فنا کرنا انسان کے حیطہ استطاعت
مین خیال کرتا ہے۔ محض بے حقیقت نظر آتے ہین۔ لارڈ کیلون کی تھیوری پر ٹسلا نے اپنے خیال
کی بنیاد قائم کی ہے۔ اور اجرام فلکی کا پیدا کرنا وہ انسان کے لئے ناممکن نہین سمجھتا۔ لارڈ کیلون کا
یہ خیال ہے کہ تمام مادہ کی اصلیت ایتھر ہے۔ جو ہوا سے بدرجہا زیادہ لطیف اور نظر نہ آنے
والی شے ہے۔ ایتھر تمام غیر محدود خلا مین پھیلا ہوا ہے۔ دوسری چیزون اور ایتھر کے ذرون مین
یہ فرق ہے کہ وہ ہر وقت گردش مین رہتے ہین۔ اور ایتھر کے ذرے ساکن رہتے ہین۔

مادہ متحرک ایتھر ہے۔ ایتھر مین قوت کے داخل ہونے سے اس کے ذرون مین حرکت
پیدا ہوتی ہے۔ اور حرکت سے ذرون مین اتصال نمودار ہوتا ہے۔ اور ذرون کے اجتماع سے
بڑے بڑے اجرام فلکی بنجاتے ہین۔ جن مین پانی۔ ہوا معدنیات وغیرہ ظہور مین آجاتے ہین
مادہ کی تمام شکلین صرف تموج کی کمی بیشی کی وجہ سے مختلف صورتین اختیار کر لیتی ہین۔ ورنہ ہے اصل
مین ایک ہی ایتھر اور اس کی بدلی ہوئی شکلین۔

جسوقت مادہ کے ذرون کی حرکت بند ہو جائے تو ہر ایک شے پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے

یعنی ایتھر بنجاتی ہے اور اس کا نام قیامت ہے - پس اگر کسی آسمانی کرہ کی حرکت فوروں کو نہایت درجہ کی سردی پہنچا کر بند کردی جائے تو وہ ایتھر کی شکل میں ہو کر نظروں سے مخفی ہو جائیگی - اور اگر ایتھر میں حرکت پیدا کی جائے تو مادہ ظہور میں آئیگا اور طرح طرح کے کرے بنجائیں گے - یعنی بجلی یا حرارت کا کافی ذخیرہ اگر انسان کے قبضہ میں ہو تو وہ ایتھر سے جس قدر چاہے اجرام فلکی ظہور میں لاسکتا ہے - اور جب دل میں آئے اسے مٹی کے کھلونے کی طرح توڑ پھوڑ کر غائب کرسکیگا - ٹسلا نے کہا کہ یہ خیال اگرچہ حیرت انگیز ہے - لیکن اہل سائنس کے نزدیک مادہ کے غیر فانی ہونے کے اصول کے خلاف نہیں اور ممکنات میں سے سمجھا جاتا ہے - یہ بات ذہن میں لانے کے لئے تخیل سے زیادہ کام لینے کی ضرورت نہیں کہ آفتاب کی حرارت پر قبضہ کرنے کے بعد عالموں کا ظہور میں آنا اور فنا ہونا شاید انسان کی دست اندازی کے بغیر خود بخود وقوع میں آئے - اگر انسان ایسا ہی کرسکا تو اس کی طاقتیں فرشتوں کی سی ہونگی - کیونکہ وہ ہر ایک قسم اور مقدار کا مادہ پردہ اخفا سے ظہور میں لاسکیگا - اور ہر ایک غیر مرئی شئے کو اس کی اصلی حالت میں منتقل کرسکیگا حکماے یونان کو طلسمات میں کہاں تک دخل تھا - پرانی روایتوں سے پتہ چلتا ہے - جن پر اب کوئی یقین نہیں کرتا - ممکن ہے کہ وہ حرکت دیکر حسب دلخواہ باغ اور مکانات بنا لیتے ہوں - اور جب دل چاہے غائب کر دیتے ہوں - ممکن ہے کہ وہ علوم اب پھر ظاہر ہو جائیں -

کیا ہم نیند کے بغیر جی سکتے ہیں

ماخوذ از اودھ اخبار مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۹۱۵ء

امریکہ کے مشہور و معروف موجد مسٹر ایڈیسن کا قول ہے کہ عام طور پر آدمی اس سے دُگنا وقت سوتا ہے - جتنا کہ اُسے سونا چاہیئے - ۲۴ گھنٹوں میں صرف چار گھنٹے ایک شخص کو نیند کی بیہوشی کے سپرد کرنا چاہیئے - لیکن مستقبل میں ایک انسان بجلی کی روشنی کی مدد سے اِس عادت کو آہستہ آہستہ کم کرکے ایسا بن جائیگا کہ وہ بالکل ہی نہ سوے - مسٹر ایڈیسن کا یہ حیرت انگیز خیال صرف وہمی نہیں بلکہ ان کے اپنے تجربہ کی بنا پر ہے - کیونکہ سالہا سال سے وہ اس کوشش میں ہیں کہ حتی الوسع کم از کم سوئیں - کیونکہ ان کی راے ہے کہ زیادہ سونا دماغ کو کند کر دیتا ہے - آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص بہت زیادہ سوتا ہے - اُس کا کسی طرح پر نقصان تو بہت ہوتا ہے - لیکن نفع کچھ بھی نہیں ہوتا جو اوسطاً سات یا آٹھ یا نو گھنٹے سوتا ہے وہ دن بدن

سست اور کاہلی بالوجود ہوتا جاتا ہے۔ مین ضرورت سے زیادہ کبھی نہین سویا اور جہان تک میری یادداشت کام کرتی ہے اپنی زندگی مین مجھے کبھی بُرا یا بھلا خواب نہین آیا۔ انسانی کمال کے لئے سونے سے زیادہ سوا‌ے منشیات کے اور کوئی شے خطرناک نہین ہے۔

مسٹر ایڈیسن کا قول ہے کہ نیند کے بڑے اسباب مین سے ایک تو دور ہوگیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہین کہ اتبک انسان روشنی مین تو کام کرتا تھا اور اندھیرے مین سوتا تھا لیکن بجلی کی روشنی اور بجلی کی ریلوے نے بنی نوع انسان کے دن کو وسیع کردیا ہے۔ انسان نے اندھیرے مین سونے کی صرف اس لئے عادت ڈالی تھی کہ اندھیرے مین وہ کام نہین کرسکتا تھا لیکن بجلی نے آہستہ آہستہ لیکن یقینی طور پر رات کو دن کردیا ہے کہ آیندہ زمانہ کا آدمی موجودہ زمانہ کے آدمی کی نسبت بہت کم وقت بستر پر صرف کیا کریگا۔ جیسا موجودہ زمانہ کا آدمی گزشتہ زمانے کے آدمی کی بہ نسبت سونے مین کم وقت خرچ کرتا ہے

مالتھس کا مسئلہ اقتصاد

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۰۔ اپریل ۱۹۱۵ء

جناب شیونندن سنگھ بی۔اے زمانہ مین لکھتے ہین۔

مالتھس صاحب فرماتے ہین کہ دنیا کے ہر متنفس مین قدرت نے یہ طاقت عطا کی ہے کہ اس کے لئے جتنی خوراک موجود ہو اس کی تعداد مین اس مناسبت سے زیادہ افزایش ہوتی ہے۔ خوراک چاہے کتنی ہی زیادہ کیون نہ پیدا کی جاے۔ لیکن کھانے والے استنے زیادہ بڑھ جاتے ہین کہ وہ ان کے لئے کافی نہین ہوتی۔ اُن کی کثرت سے ہمیشہ کمی ہی رہتی ہے۔ المختصر خوراک تھوڑی اور کھانے والے زیادہ پیدا ہوا کرتے ہین۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ خلقت پر اس قانون کا کیا اثر پڑتا ہے

فرانکلن صاحب نے خوب غور و خوض کے بعد یہ طے کیا ہے کہ درختون اور پرندون کی ترقی کی کوئی حد نہین۔ جب وہ استنے زیادہ ہو جاتے ہین کہ انہین کافی خوراک و جگہ نہین ملتی تو وہ خود ہی اپنی ترقی کے مانع ہو جاتے ہین۔ اگر اس روئے زمین پر مختلف انواع و اقسام کے درخت نہ ہوتے اور قدرت نے صرف ایک ہی درخت پیدا کیا ہوتا تو زمین صرف اسی قسم کے درختون سے بھر جاتی بالآخر اُس کی بھی ترقی رک جاتی اور وہ استنے گھنے ہو جاتے کہ زمین اُن کے خوراک کا بندوبست نہ کرسکتی

لینس صاحب فرماتے ہین کہ اگر ایک درخت مین صرف دو بیج ہر سال پیدا ہون (دنیا کے کسی درخت مین ہر سال دو سے کم بیج پیدا نہین ہوتے) تو محض ۲۰ سال مین اس ایک درخت سے

دس لاکھ درخت ہو جائین گے ۔

دُنیا کے مشہور معروف ڈارون صاحب اپنی کتاب آوریجن آف سپیشز مین لکھتے ہین کہ بے شبہ اگر حیوانات کی ترقی نہ روکی جائے تو صرف ایک جوڑے جانور کے بچون سے تمام دُنیا بھر جائے ۔

دُنیا کے تمام جانورون مین ہاتھی سب سے کم بچے پیدا کرتا ہے ۔ ہاتھی کی عمر پانچسو سال کی ہوتی ہے ۔ تیس سال کی عمر سے ۹۰ برس کی عمر تک تقریباً ۶ بچے ہوتے ہین ۔ ۷۵۰ برس مین ایک جوڑے ہاتھی سے اٹھارہ کروڑ ہاتھی ہو جائین گے ۔

آسٹریلیا و امریکہ کے جنگلی گھوڑے اس بات کا چشمدید ثبوت ہین ۔ کچھ پالتو گھوڑے وہان کے جنگلون مین بھاگ گئے تھے ۔ وہان خوراک وغیرہ کی سہولیت ہونے سے اُن کی اس قدر جلد ترقی ہوئی کہ اگر یہ آنکھون کی دیکھی بات نہوتی تو عوام کو اس حیرت انگیز ترقی پر ہرگز یقین نہوتا ۔

گلاب ملک فارس سے آلو امریکہ سے اور تمباکو یورپ سے لا کر ہندوستان مین لگائے گئے ہین ۔ یہ تینون غیر ملک کی چیزین کوہ ہمالیہ سے راس کماری تک ہر جگہ خوب کثرت سے پیدا ہوتی ہین

حیوانات کی ترقی نسبت ضعفی سے ہوتی ہے ۔ یعنی ۱ سے ۲ - ۲ سے ۴ - ۴ سے ۸ اور ۸ سے ۱۶ - اور نباتات کی ترقی نسبت عددی سے ہوتی ہے (یعنی ۱ سے ۲ - ۲ سے ۳ - ۳ سے ۴ - اور ۴ سے ۵)

ڈاکٹر رسل لکھتے ہین ۔ عام طور سے پرند سالانہ ۶ سے ۱۰ تک بچے پیدا کرتے ہین ۔ اگر یہی بچے ہر برس رکھ لئے جائین اور اگر وہ صرف ۴ سال تک بچے دین تو ایک جوڑہ پرند سے ۱۵ سال مین ایک کروڑ پرند ہو جائین گے ۔

بعض جاندار ایک سال مین چوگنے ہو جاتے ہین ۔ اگر ایک سال کے بجائے ۵ سال مین چوگنے ہون تو دو سو سال مین ایک جوڑے جانور سے ۲۵ لاکھ جانور ہو جائین گے ۔ بہت سے اشجار ایسے ہین کہ جن مین ایک ہزار سے بھی زیادہ بیج پیدا ہوتے ہین ۔ ان ایک ہزار بیجون سے اگر وہی نئے پیڑ پیدا ہون تو ۴ سال مین ایک درخت سے ۱۶ ہزار درخت پیدا ہو جائین گے ۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہین کہ دُنیا کے تمام حیوانات اور نباتات مین افزائش نسل کی فطری طاقت ہوتی ہے ۔

آدمی کی ترقی بھی قوانین مندرجہ بالا کی پابند ہے ۔ مالتھس صاحب نے ثابت کیا ہے کہ اگر کھانے پینے کا معقول انتظام ہو تو ہر ملک کی مردم شماری ہر پچیسوین سال دو چند ہوتی جائے گی ۔ ہندوستان کی موجودہ مردم شماری ۳۱ کروڑ ہے ۔ اگر غذا کی بہم رسانی مین کوئی خلل نہ واقع ہو تو ۲۵ سال کے

آخر مین یہہ تعداد المضاعف ہو جائیگی - اسی طرح ۵۰ سال کے آخر مین ۱۲۰ کروڑ - ۷۵ سال کے بعد ۲۴۰ کروڑ -

غلہ کی پیداوار نسبت خطی سے نہین بڑہتی - کوئی اچھا کھیت اگر نئے طریقہ سے جوتا بویا جائے اور اس مین کھاد وغیرہ بھی خوب ڈالی جائے تو اس کی پیداوار کچھہ بڑھ جائے گی - لیکن ہر پچیسوین برس دوچند ہرگز نہین ہو سکتی -

کسی نے آج تک یہہ مشاہدہ نہ کیا ہوگا کہ جس ایک بیگہ کھیت مین ایک صدی پیشتر تیس من غلہ پیدا ہوتا تھا آج اس کھیت مین دو سو چالیس من غلہ پیدا ہوتا ہے - اگر صرف ۲۵ سال کے زمانہ پر خیال کرین (جس کا ہمکو عملی تجربہ ہے) تو بھی کوئی نہین کہہ سکتا کہ پچیس سال قبل جس ایک بیگہ کھیت مین تیس من غلہ پیدا ہوتا تھا - آج اسی ایک بیگہ مین ساٹھ من غلہ پیدا ہوتا ہے - یہہ بات خوب اچھی طرح پر سمجھہ لینا چاہیئے کہ انسان جیامیٹریکل ریشیو - (نسبت خطی) سے بڑہتا ہے یعنی ۲ سے ۴ - ۴ سے ۸ و ۸ سے ۱۶ ہو جاتا ہے - لیکن غلہ کی پیداوار ارتھمیٹیکل ریشیو (نسبت عددی) سے ایک ایک کرکے بڑہتی ہے یعنی ۱ سے ۲ - ۲ سے ۳ - ۳ سے ۴ - ۴ سے ۵ - ۵ سے ۶ -

متذکرہ صدر حساب - مندرجہ ذیل نقشہ سے اچھی طرح سمجھہ مین آجائیگا - فرض کیجئے کسی ملک کی مردم شماری ۲ - کروڑ ہے - اور وہان اشیاء خوردنی دو ارب من پیدا ہوتی ہین - جو کل آبادی کے لئے فی الحال کافی ہوتی ہے - پس دیکھنا چاہیئے - کہ وہان کی مردم شماری کی ترقی و نیز غلہ کی پیداوار مین کیا تفاوت واقع ہوتی ہے اور اس کا کیا انجام ہوتا ہے -

مردم شماری سنہ ۱۹۰۰ع	سنہ ۱۹۲۵ع	سنہ ۱۹۵۰ع	سنہ ۱۹۷۵ع	سنہ ۲۰۰۰ع
۳۰ کروڑ	۶۰ کروڑ	۱۲۰ کروڑ	۲۴۰ کروڑ	۴۸۰ کروڑ
پیداوار غلہ ۲ ارب من	۳ ارب من	۴ ارب من	۵ ارب من	۶ ارب من

اس نقشہ سے صاف ظاہر ہے کہ ۲۵ سال کے بعد ۳۰ کروڑ آدمیون کو غذا نہ مل سکے گی اور وہ بیماری یا اور کسی حیلہ سے بھوکون مرجائین گے - یعنی جب غلہ کی کمی ہوگی تو لوگ انواع و اقسام بیماریون یا قحط وغیرہ مین مبتلا ہو نگے - جن لوگون مین قوت بازو و مردانگی زیادہ ہوگی وہ کمزورون کو دبا کر زندہ رہین گے اور لاغر و نحیف پامال ہو کر اس جہان فانی سے کوچ کر جاینگے -

ڈارون مسئلہ تنازع للبقا کا قائل ہے - اگر کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو تو ایک ہزار سال مین انسان کو ایک دوسرے کے سر پر کھڑا ہونے کی جگہ نہ ملے - آبادی کی ترقی ہر ایک ملک مین اسباب اور

ضروریات زندگی کی آسانی کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً امریکہ کو لیجئے اس ملک کی آبادی تقریباً ہر بیسوین یا پچیسوین سال دونی ہوتی چلی گئی ہے۔ یہان محنتی لوگ از سر نو جا کر بسے ہین۔ کاشت اور روزگار سے اچھا نفع ہے۔ ملک امریکہ کی سرکاری رپورٹ سے یہ امر بخوبی واضح ہو جائیگا

سنہ ۱۸۰۰ء مین ... ۵۳ لاکھ
سنہ ۱۸۱۰ء مین ... ۷۲ لاکھ } یعنی ۲۰ سال مین ڈہائی گنی ہو گئی۔
سنہ ۱۸۲۰ء مین ... ۹۶ لاکھ

سنہ ۱۸۳۰ء مین ... ۱۲۸ لاکھ
سنہ ۱۸۴۰ء مین ... ۱۷۰ لاکھ } بیس سال مین دونی ہو گئی۔
سنہ ۱۸۵۰ء مین ... ۲۳۱ لاکھ

سنہ ۱۸۶۰ء مین ... ۳۱۴ لاکھ
سنہ ۱۸۷۰ء مین ... ۳۸۵ لاکھ } ۳۰ برس مین دونی ہوئی
سنہ ۱۸۸۰ء مین ... ۵۰۱ لاکھ
سنہ ۱۸۹۰ء مین ... ۶۲۹ لاکھ

سنہ ۱۹۰۰ء ۷۶۰ لاکھ
سنہ ۱۹۱۰ء[۱] ۹۱۲ لاکھ

یعنی تقریباً ہر پچیسوین سال ملک امریکہ کی آبادی برابر دونی ہوتی گئی ہے۔ ٹھیک اسی طرح ہر ملک کی آبادی مین ترقی ہو سکتی ہے۔ صرف اشیاء خوردنی کی آسانی ہونی چاہیئے۔ جس ملک مین اس کی کمی ہے۔ وہان کی آبادی بھی اسی حساب سے کم بڑہتی ہے۔ ڈاکٹر ڈرسیڈیل صاحب کے حساب سے ملک ناروے کی آبادی ۸۳ سال مین۔ پروشیا کی ۴۲ سال مین۔ برطانیہ عظمیٰ کی ۵۲ سال مین۔ روس کی ۶۶ سال مین۔ فرانس کی ۱۶۰ سال مین اور آسٹریا کی ۱۹۴ سال مین دونی ہو جائیگی۔ پرانی دنیا کے مقابلہ مین نئی دنیا کی آبادی زیادہ تیزی سے بڑہ رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پرانی دنیا مین جس قدر کاشت کے قابل زمین تھی سب کھیت ہو چکی۔ اور وہان خورونوش و آرام و آسایش کا وہ سامان باقی نہ رہا۔ جو نئی دنیا والون کو میسر ہے۔ لیکن یہ رفتار ترقی نئی دنیا مین بھی ہمیشہ قایم نہین

[۱] اس مین نئے داخلون کا یہ حساب ہے۔ سنہ ۱۸۴۶ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک ۴۲٫۶۶ - ۴۰٫۱۰ - ۱۰٫۸۲ -
۶٫۵۶ - ۲٫۲۹ - ۶٫۴ - ۱۰٫۴۶ - ۵٫۸۴۹ -

رہ سکتی۔ وہ زمانہ نزدیک ہے۔ جب کل زراعت کے قابل زمین زیر کاشت ہو جائیگی۔ نئے جنگلوں کو کاٹ کر کھیت بنانے کی گنجایش نہ رہیگی۔ اس وقت وہان کی آبادی کی ترقی بھی پرانی دنیا کی طرح کم ہو جائیگی۔

اس سے یہ نتیجہ نکال لینا چاہیئے۔ کہ جس ملک کی آبادی زیادہ عرصہ مین ترقی کرتی ہے وہان کے باشندون مین مردانگی۔ طاقت حیوانی یا اولاد پیدا کرنے کی قوت کم ہوتی ہے۔ یہ قوت ہر ملک کے باشندون مین قریب قریب یکسان پائی جاتی ہے۔ اگر جملہ ممالک مین خورونوش کی اشیاء کی آسایش یکسان ہو تو آبادی ایک ہی حساب سے اور ایک ہی وقت مین برابر دونی ہو جایا کرے گی۔ جس ملک کے باشندون کو غلہ میوے اور دودہ وغیرہ با فراغت میسر ہوتے ہین۔ اُن کی اولاد تندرست رہکر زمانہ دراز تک زندہ رہتی ہے۔ اور اس کے قواے جسمانی دماغی مضبوط ہوتے ہین۔ لیکن جس ملک مین خوراک کی کمی ہے اور لوازمات زندگی بمشکل تمام میسر ہوتے ہین۔ وہان اولاد تو ضرور پیدا ہوتی ہے مگر زیادہ دن تک زندہ نہ رہکر ایام طفولیت ہی مین ہر طرح کی پریشانی و تکلیف اُٹھا کر اُس جہان فانی سے کوچ کر جاتی ہے۔ جو بچے زندہ بھی رہتے ہین وہ نحیف۔ پستہ قد اور پست ہمت ہوتے ہین۔ اُن سے زیادہ قوت رکھنے والی قومین اُن پر فتح حاصل کرکے اُنہین دبا ڈالتی ہین۔ رفتہ رفتہ اُن کے وجود کا نشان مٹ جاتا ہے۔ ملک آسٹریلیا بھی امریکہ طرح نو آباد شدہ ملک ہے۔ اور وہان کی آبادی کی رفتار ترقی بھی اتنی ہی تیز ہے۔ ہنری فاسٹ صاحب لکھتے ہین" اکثر ملکون کی آبادی ہر بیسوین برس دو چند ہو گئی ہے۔ انسان مین افزایش نسل کی ایسی تیز قوت ہے۔ کہ اگر اس کی ترقی مین رکاوٹ نہ پڑ جایا کرتی تو روے زمین کی آبادی موجودہ آبادی سے کہین زیادہ ہوتی۔ صرف ایک جوڑہ مرد و عورت کی اولاد سے ساری دنیا بھر جاتی۔

جان اسٹوارٹ مل فرماتے ہین کہ تیس سال قبل اس سریع ترقی کا یقین دلانے کے لئے نہایت پر زور دلایل پیش کرنے کی ضرورت پڑتی۔ لیکن اب اتنے زیادہ درخشندہ ثبوت موجود ہین کہ مالتھس کا اصول دربارہ ترقی انسان بالکل صحیح مانا جاتا ہے۔

تمام دنیا کی مہذب قومین اسے راست مانتی ہین۔ اور ہنوز کسی لایق شخص نے اس اصول کو رد کرنے کی جراُت نہین کی اور نہ کسی عالم و فاضل نے اس پر اعتراض یا شک و شبہ تک ظاہر کیا ہے حتی کہ اب یہ اصول بالکل اقلیدس کا اصول موضوعہ بنگیا ہے اس کو راست

ثابت کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔

لیکن ساتھ ہی ہم یہ بھی دیکھتے ہین کہ مالتھس صاحب کی تحریر کے مطابق نہ تو اس قدر جیا ہوتا ہے مین اور نہ انسان کہ انہین ایک دوسرے کے سر پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہو اس لئے اب غور اس بات پر کرنا ہے کہ قدرت نے ذی روحون کی تعداد کو اعتدال پر رکھنے کے لئے کون کون سے ذرائع اختیار کئے ہین۔ کون کون سے وجوہ حائل ہو جاتے ہین۔ جن سے ترقی تعداد مسدود ہو جاتی ہے۔

بھامون

ماخوذ از اودہ اخبار ۱۳ اپریل ۱۹۱۵ء

ملک چین سے ملحق ایک مقام بھامون کے نام سے مشہور ہے۔ دریا سے وادی کے اس پار گورنمنٹ برطانیہ کا راج ہے اور دریا کے اُس پار بادشاہ چین حکمران ہے۔ وہان سے سو میل کے فاصلہ پر جنگل کے درمیان ایک غار ہے جس سے آٹھون پہر دھوان نکلتا رہتا ہے۔ لیکن آج تک کسی شخص نے غار کا عمق معلوم نہین کیا۔ کئی جانور مثلاً بکری۔ بلی۔ کتا وغیرہ رسیون سے باندھکر نیچے لٹکایا گیا۔ لیکن جب واپس باہر کھینچا گیا۔ تو جانور غائب ہوتا ہے۔ زیادہ تعجب اس بات کا ہے کہ گرہ ایسی معلوم ہوتی ہے۔ گویا کسی نے ہاتھ سے کھولی ہے۔ نہ معلوم وہ جانور کہان جاتے ہین کہ ان کی آواز سنائی نہین دیتی اور ان کو کون کھول لیتا ہے۔

چاندگہن

چاندگہن کے متعلق ایک عجیب امر دریافت ہوا ہے کہ ہر ۱۹ سال گیارہ دن کے بعد چاندگہنون کا نیا دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ مثلاً آج سے لیکر ۱۹ سال گیارہ دن تک کے تمام چاندگہنون کا وقت اور کیفیت نوٹ کرلی جائے تو آج سے اتنا ہی عرصہ پہلے روز اتنا ہی بعد کے چاندگہن اسی ترتیب و وقت کے مطابق ہونگے۔

جاپان

جاپان کے کاریگرون نے کاغذون کے نہایت نفیس اور مضبوط برتن ایجاد کئے ہین۔ جن پر آگ مطلقاً اثر نہین کرتی۔ علاوہ ازین ہلکے دیرپا اور بہت سستے ہین۔ دیکھنے مین بھی بہت خوبصورت ہین۔

دنیا مین سب سے پرانی تاریخ

اٹلی کے ایک عجائب گھر مین سیاہ پتھر کا ایک صاف چمکدار ٹکڑا رکھا ہے - پتھر جسمین بہت ہی چھوٹے حروف کھدے ہوئے ہین - حال مین ہی مصر سے ملا تھا - چنانچہ اس تپھر پہ مصر کے زمانۂ قدیم زمانہ کی جو مصوری تحریر ہے - اس مین وہ تاریخ لکھی ہے - جو دنیا مین سب سے پرانی کہی جا سکتی ہے - کیونکہ یہہ کہانی تقریباً بارہ ہزار برس تک جاری رہی تھی - گویا یہہ تاریخ اس زمانے کے بھی بہت پہلے سے شروع ہوئی تھی - جبکہ مصر کے مشہور مینار بنے تھے اور حضرت موسیٰ کے وقت سے اتنے پہلے ختم ہو گئی تھی - جتنا زمانہ کہ اب حضرت موسیٰ کو گزر چکا ہے -

اس تاریخ کی خلاصہ کیفیت یہہ ہے کہ اس مین سب سے پہلے تو اُن بادشاہون کے نام لکھے ہین جو مصر کی ایک قوم ہونے سے پہلے شمالی مصر مین حکومت کرتے تھے - لیکن جب سے تمام مصر ایک بادشاہ کے تحت مین آگیا تھا - اُس وقت سے اس مین ہر سال کے بڑے - بڑے واقعات بھی لکھہ دیے ہین - پھر اُن لڑائیون کا ذکر ہے - جو حبشیون اور اُن لوگون مین ہوتی رہتی تہین - جو دریائے نیل کی دلدل مین رہتے تھے - پھر ایک قسم کے دریائی گھوڑون کے شکار کا مندرون کی عمارتون کے بننے کے اور اُن تہوارون کا ذکر ہے - جو مصری دیوتاؤن کے لئے منائے جاتے تھے - اس تاریخ مین شروع ہی سے دریاے نیل کے چڑھاؤ کا ٹھیک ٹھیک حساب بھی ہر سال کا لکھا ہوا ہے - پہلے پہل تو حساب انگلیون سے ہی لگایا گیا تھا - لیکن بعد مین اس قدر باریک کر دیا گیا کہ ایک انگل کے ۱/۱۶ حصہ تک کا بھی حساب رکھا گیا - اس تاریخ سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خراج جمع کرنے کی غرض سے ہر تیسرے سال مصر کے تمام مویشی کا باقاعدہ شمار ہوتا تھا - اور اس تاریخ کے آخری زمانہ مین - اور دوسری قیمتی چیزین بھی شمار مین آنے لگی تہین -

مصر مین جہازون کے بننے کا بھی ذکر ہے - چنانچہ لکھا ہے کہ ایک سال ۱۰۰ فیٹ یا اس سے کچھہ زیادہ لمبے ۶۰ جہاز بنائے گئے تھے اور ان جہازون مین سب سے بڑا جہاز ۱۷۰ فیٹ لمبا تھا - اور ۴۰ جہاز ملک شام سے مصر کو لائے گئے تھے - جنکے ذریعہ سے سوڈان مین ایک مہم بھیجی گئی تھی -

ابو نصر فارابی معلم ثانی

ماخوذ از ذو القرنین بدایون ۱۴ اپریل ۱۹۱۵ء

(مولانا راغب جیلانی - بدایونی کے قلم سے)

ابونصر لقب اور محمد ابن محمد ابن اوزلغ بن طرخان نام تھا۔ فاراب[1] اُس کا وطن آبائی تھا۔ یہ ایک کمانڈر کا ہونہار لڑکا تیسری صدی ہجری کے وسط مین پیدا ہوا۔ مدت تک بغداد مین رہا۔ پھر شام مین جا بسا اور مرتے دم تک وہین رہا۔ معلم ارسطو کے فلسفہ کو اسی نے اہل اسلام کے سامنے پیش کیا۔ اور اس صلہ مین علمی دربار سے خطاب معلم ثانی حاصل کیا۔

اگرچہ ابونصر سے پہلے مسلمانون کو یونانی فلسفہ سے دلچسپی پیدا ہوگئی تھی مگر ارسطو کی نکتہ آفرینیون اور دقیقہ سنجیون کو ایک دوسری زبان درکار تھی۔ قدرت کے اسرار ایک ترجمان کی ضرورت محسوس کر رہی تھی۔ اُس وقت تک یونانی فلسفہ عربی مین نہایت بھدے اور ناموزون ترجمون کے لباس مین تھا۔ جن سے فائدہ اُٹھانا معلوم۔ بے جان الفاظ کے پیکرون مین۔ روح معانی کے جلوے سے نگاہ تصور کو بھی نظر نہ آتی تھی۔ تخیل ساذج تو کیا باریک بین عقول بھی مصنوعی فہم وادراک کا دعوی کرنا اپنی موت سمجھتی تھین کہ یہہ نامور وجود خاک پاک پارس سے اُٹھا اور حقائق اشیاء کے اظہار کا چمکتا آفتاب تمام عالم افکار مین روشن کر دیا۔ جس کی کرنین عرب وعجم بلکہ یورپ وامریکہ کے فلاسفرون کے خلوت کدہ تخیل مین پہونچ گئین۔ اُس نے فلسفہ کی تجلیون کو دیکھا اور وہ اس کے فیض نظر سے ایسی ہوگئین کہ آج ہم سب دیکھ سکتے ہین۔

ارسطو جو حقیقت مین یونانی فلسفہ کا موجد گزرا ہے۔ اگرچہ قدما کی طرح فلسفہ کی عام تعلیم کا مخالف تھا کہ سوا خاص شاگردون کے اور کسی کو ایسی قیمتی جواہر کی طرف نگاہ کرنے کی بھی اجازت نہ دیتا۔ اور ہمیشہ رمز و اشارات کے صندوقون مین محفوظ رکھتا۔ مگر اُس کے بسیط مضامین بھی معمولی ذہنون کی چار دیواری تنگ مین سما سکتے تھے۔ اُس نے گو افلاطون الٰہی کی طرح تعلیم فلسفہ کے لئے اپنی ہیکل کے دروازہ پر یہہ نہین لکھدیا تھا کہ جو علم ہندسہ نہ جانتا ہو ہمارے پاس نہ آئے لیکن اُس کا تسلسل خیالات اور مقدمات تمہیدیہ کا سلسلہ بھی فہم وخرد مین ابھی نہ آنے پاتا تھا کہ مخاطب کثرت غور وخوض سے مجنون ہو جاتا تھا۔

ابونصر نے ارسطو کی کتابون پر کثرت سے تعلیقات لکھے۔ اُس کے مجمل بیانون کی تشریح اور کندی وغیرہ مترجمین کی اغلاط کی تصحیح کر دی۔ جس سے عربی خزانہ افکار مین یونانی جواہر کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ یونانی فلسفہ عام ہوگیا۔ اور عام و خاص اُس سے مستفید ہونے لگے۔ ابونصر ایک خود ساختہ غریب و فقیر تھا۔ وہ ابتدا مین ایک باغ سے تعلق رکھتا تھا۔ مگر اسپر بھی اُس نے اپنے تمام

[1] فاراب ترکستان مین نہر سیحون کے پرے بلاساغون کے قریب ایک شہر ہے جو طول مین ایک دن کی مسافت رکھتا ہے ۱۲

مشاغل فلسفہ کے لئے وقف کر دئے ہتے - ارسطو کی کتابین بڑی گران تہین - اور ابونصر تنگدستی کی وجہ سے مول نہین لے سکتا تہا - کہ اتفاق سے ایک اجنبی ارسطو کی تمام کتابین اُس کے پاس چہوڑ گیا - اب کیا تھا - ابونصر نے اُن کتابون کے دیکہنے کا حق ادا کر دیا - کثرت غور و خوض سے وہ اُن کے تمام مطالب پر حاوی ہو گیا - وہ مطالعہ و تصنیف کی ضرورت سے رات بھر جاگتا رہتا تھا اتنی استطاعت کہان تھی کہ دمڑی کا تیل چراغ مین ڈالتا اور ایک گوشہ مین بیٹھکر مطالعہ مین مشغول ہوتا - غریب ساری رات اپنے گھر سے نکلکر چوکیدارون کی لالٹینون کی روشنی مین پڑہتا پھرتا تھا - خدا نے اُسے ایسا ذہین کیا تھا کہ تھوڑے ہی دنون مین وہ فیلسوف اعظم شمار کیا جانے لگا - فلسفہ مشک سے بڑھکر خوشبو ہے وہ اگرچہ فلسفی کی نافۂ دماغ مین محفوظ رہتا ہے مگر فلاسفر کی ہر نفس نفحات طیبہ بنکر مشام سامع کو معطر کرتے رہتے ہین - یہی سبب تھا کہ ابونصر تو ایک گوشہ مین تھا - مگر اُس کی باتین جہان مین تہین -

غرض اُس کے علم و فضل کے دور دور چرچے ہونے لگے - ہر وقت شاگردون کے جمگھٹے رہتے تھے - حلقۂ درس مین بڑے بڑے جلیل القدر امرا مسائل فلسفہ کی دلچسپ تقریرین سننے کے لئے شامل ہوتے تھے - رفتہ رفتہ یہ خبر امیر سیف الدولہ کو پہونچی - سیف الدولہ بڑا جوہر شناس اور علم دوست تھا - اوس کا دربار علم و فضل کا دربار تھا - جسنے متنبی کے دیوان مین سیفیات کو پڑھا ہے - وہ سیف الدولہ کی عظمت و شان کا کچھہ اندازہ کر سکتا ہے - غرض سیف الدولہ نے ابونصر کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور فدیانہ تعلب کے اس مغرور امیر کو ابونصر کے فضائل کا اعتراف کرنا پڑا - دربار کے ارکین ابونصر کو دیکھہ لینے اور اُس کے ساتھ گفتگو کر لینے کو فخر سمجھنے لگے - ادہر سیف الدولہ کے خزانے ادہر ہی تاک مین تہے کہ جس طرح ہو اُس کے نگہ بلند کو اجسام ترابیہ کی طرف مائل کرین اور فانی لذتین غلبہ پاکر اسے منازل نفوس یافتہ دور کر دین - مگر وہ جو آزادانہ منظر اقدس کو دیکھہ رہا ہے اور عالم اعلیٰ کی ورتار حریت کے نغمون پر کان لگائے ہوئے - عناصر اربعہ کی چار دیواری کا ہو کر نہین رہ سکتا - دنیا دنی کی پست آوازین اُس کے عالم سامع تک نہین پہونچ سکتین -

ابونصر نے بھی اپنے کمال سیرچشمی کو ظاہر کیا - اور ان مذموم علائق سے منہ پھیر لیا - اگرچہ عموم کونیہ سے مطلقاً نجات پاتا - اور اُن کے اسباب دفع سے قطعاً اغماض کرنا فطرت انسانیہ کے خلاف ہے - ابونصر نے بقدر ضرورت صرف چار درم یومیہ لینا منظور کیا - اور سیف الدولہ کے

یہان سے یہی روزینہ مقرر ہو گیا۔ ابو نصر فرشین کا دلدادہ یا دنیاوی طرز معیشت کا مقلد نہ تھا بلکہ وہ خود انسانی زندگی کا ایک کامل نمونہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ اگر ایسی جد وجہد حیات کے نمونے آج ہمارے پیش نظر ہوتے تو ہم وہی تھے جو ہمین ہونا تھا۔ ابو نصر راہبون کی طرح ایک ہستی بیکار نہ تھا بلکہ اُس کا زہد اختیاری دنیاوی جاہ ومنزلت کی ناقدری اور بے ثباتی کا بہت بڑا واعظ تھا۔ وہ اپنے قول وعلم سے نہین بلکہ عمل وفعل سے ابناے دہر کا روحانی معلم تھا۔ وہ نہین بتاتا تھا۔

(رشیب) ؎

کیون تم نے کیا ہے اپنی ہمت کو ذلیل — دنیاء دنی اور یہ شوق تحصیل
کہتا ہے خدا متاع دنیا ہے قلیل — سمجھو تو سہی کس کے عوض بکتے ہو

ابو نصر کی زاہدانہ زندگی کی حد ہو گئی۔ اُس نے آخر دم تک کسی منزل ومکسب کی طرف مستقل توجہ نہین کی۔ وہ اگرچہ ابتداءً قاضی ہو گیا تھا۔ مگر جب اُس پر معارف کھل گئے۔ اُس نے فوراً استعفاء داخل کر دیا۔ اور ہمہ تن تحصیل فلسفہ مین مشغول ہو گیا۔ اُس نے ایک شخص یوحنا بن حیلان نامی سے زمانہ خلافت مقتدر مین فلسفہ آخر کتاب البرہان تک پڑھا۔ کتاب البرہان کا آخری حصہ درس مین نہ تھا۔ مگر ابو نصر کے زمانہ سے درس مین داخل ہو گیا تھا۔ افسوس ہے البرہان کا آخری حصہ تو کیا۔ البرہان بھی ہمارے درس فلسفہ مین داخل نہین۔ اور آج ہمارے طلباے فلسفہ اُس کی زیارت سے بھی محروم ہین۔ ابو نصر کے زمانہ تحصیل فلسفہ مین ایک شخص ابو بشر متی بن یونان فلسفی بھی تھا۔ اس نے ابراہیم[۵] مروزی سے فلسفہ پڑھا تھا۔ متی اگرچہ پڑھا ہو گیا تھا۔ مگر مسائل فلسفہ مین ابو نصر کی طرح ژرف نگاہی اُسے نصیب نہ تھی اور نہ وہ ابو نصر کی برابر ذہین وفہیم تھا۔ متی ایام خلافت راضی مین ۳۲۳ ہجری لغایت ۳۲۹ ہجری کے دوران مین انتقال کر گیا۔ پھر تو ہر جگہ ابو نصر ہی ابو نصر تھا۔ شروع مین ابو نصر کو نحو اچھی نہین آتی تھی۔ اُس نے ابو بکر بن سراج نحوی سے نحو پڑھنا شروع کی۔ اور اس کے معاوضہ مین اُسے منطق کا درس دیا۔

ایسے علم وفضل پر بھی اُس کا یہ عالم تھا کہ جب کسی نے پوچھا کہ تم زیادہ فلسفی ہو کہ ارسطو۔ تو اُس نے صاف الفاظ مین کہدیا کہ اگر میرے زمانہ مین ارسطو ہوتا تو مین اُس کے ایک شاگرد سے بڑھکر نہ تھا۔

ابو نصر فلسفہ کا امام تھا۔ اور تمام متاخرین اُس کے مقتدی۔ اُس نے محققانہ بلکہ مجتہدانہ انداز سے فلسفہ کی تمام شعبون مین اپنے کمالات ادراک کا ثبوت دیا ہے۔ یہان تک کہ وہ موسیقی کا

۵ ابراہیم مروزی اور یوحنا ابن حیلان نے فلسفہ کی تحصیل ایک مرو کے رہنے والے فلاسفر سے کی تھی ۱۲

بیمثال اوستاد تسلیم کیا گیا۔ اُس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا تھا۔ جسکے نغمے جذبات سامع مین آگ لگاتے تھے۔ حلقہ سماع مین ہنسنا رونا سو جانا سُننے والے کے اختیار مین نہ تھا۔ بلکہ ابونصر کے ارادہ اور اُسکے آلہ کی الحان معجزہ کے اشارہ مین تھا۔ خلکان نے لکھا ہے کہ ابونصر جب سیف الدولہ کے علمی دربار مین پہونچا۔ ترکانہ انداز تھا۔ اور اسیطرح سیف الدولہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ سیف الدولہ نے کہا بیٹھو۔ فرمایا کس حیثیت سے۔ حیث آنا۔ ام حیث انت۔ سیف الدولہ نے کہا حیث انت۔ سنتے ہی آگے بڑھا اور مسند شاہی تک پہونچکر سیف الدولہ سے بھڑ گیا۔ یہان تک کہ وہان سے ہٹایا گیا۔ سیف الدولہ کے پیچھے اُس کے مسلح غلام کھڑے رہتے تھے۔ جن کے اسلحہ آداب دربار کی بڑی زبردست نگران اور اُن کے ابروئے شمشیر بادشاہ کی ادا فہم نگہبان تھے۔ سیف الدولہ ایک خاص زبان مین اونہین احکام دیتا تھا۔ اب بھی اُس نے اُسی زبان مین اُن سے کہا کہ اگرچہ اس بڈھے نے آداب شاہی کا لحاظ نہین کیا مگر مین اس سے کچھ پوچھتا ہون۔ اگر جواب نہ دے سکے تو اس کے تم ٹکڑے اڑا دینا۔ ابونصر نے یہ سُنکر فوراً بادشاہ سے کہا کہ صبر کیجئے۔ مرد آخر بین مبارک بندہ است۔ سیف الدولہ یہ سنکر بڑا متعجب ہوا۔ اور اُس سے کہا۔ کیون جی تم یہ بھی زبان جانتے ہو۔ اُس نے کہا جی ہان مین ستر سے زیادہ زبانین جانتا ہون۔ پھر علمائے حاضرین سے ابونصر کی گفتگو ہوئی۔ اور اُس نے ہر فن مین علما کا ناطقہ بند کر دیا۔ علما کو چپ کر دینے کے بعد اُس نے خود تقریر شروع کی اور لوگون نے قلم دوات سنبھالے پھر سیف الدولہ نے پوچھا کہئیے کچھ کھائیے گا۔ اُس نے کہا نہین۔ پینے کو پوچھا تو بھی انکار رہا سیف الدولہ نے کہا اچھا کچھ سنو گے۔ اب کا جواب اثبات مین تھا۔ سیف الدولہ کے حکم سے محفل سماع منعقد ہوئی۔ اب کوئی سازندہ یا نوازندہ ایسا نہ تھا جسے ابونصر نے نہ ٹوکا ہو۔ اور اُن کے آلات طرب طبلہ سارنگی مین عیب نہ نکالا ہو۔ سب نے اپنا اپنا کان پکڑا اور ہاتھ جوڑکر یا اوستاد ٹھیک ہے۔ جی حضور بجا ہے۔ کہکر چُپ ہو گئے۔ پھر ابونصر نے خود ایک تھیلی مین سے چند لکڑیان نکالین اور اُنہین ترکیب سے ایک آلہ بنا لیا۔ پھر جب اُسے بجایا تو محفل کی محفل ہنستے ہنستے لوٹ گئی۔ پھر دوبارہ ترکیب دیا اور بجایا تو سارے دربار کا روتے روتے غیر حال ہو گیا۔ تیسری دفعہ نئی ترکیب دیکر جب اُس نے بجایا ہے تو اہل مجلس خواب راحت مین تھی۔ دربان تک سو گیا۔ اور ابونصر سب کو سوتا چھوڑ کر چلدیا۔ خلکان نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابونصر شام کے آبشارون اور باغون مین اوقات بسر کرتا تھا اور وہین تصنیف و تدریس کا سلسلہ رہتا تھا۔

وہین اُس کے حواری اُس سے فیض پاتے تھے۔ اسی بے سروسامانی کے باعث اُس کی کتابین اکثر ناقص رہ گئی ہین۔ جب اسی برس کی عمر ہوئی ۳۳۹ ہجری مین دمشق مین وفات پائی سیف الدولہ نے چار ارا کین کے ساتھ نماز پڑھی۔ بیرون دمشق باب صغیر کے باہر دفن کیا گیا بعض بزرگون نے لکھا ہے کہ ابونصر نے ۳۳۸ ہجری مین مصر کا سفر کیا اور وہان سے لوٹ کر دمشق مین سکونت اختیار کی اور وہین رجب ۳۳۹ ہجری مین انتقال کیا۔ اس زمانہ مین خلافت عباسیہ پر خلیفہ راضی کا نام تہا سیف الدولہ نے پندرہ خواص کے ساتھ نماز پڑھی۔ واللہ اعلم۔

آم مریضون کے لئے

ماخوذ از اودھ اخبار مطبوعہ ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء

آم کی فصل مین کوئی ایسا مریض نہین ملتا۔ جسے ہم لوگون کو یہ مشورہ نہ دینا پڑے کہ تم آم کھا سکتے ہو یا نہین۔

پکے آم کی کیمیائی نفع کے نہ جاننے کے باعث ہم کچھ نہین کہہ سکتے تھے کہ آم کا جسم پر کیا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے مریضون کو مشورہ دینے کے وقت ہمین ٹال مٹول کرنی پڑتی تھی۔

اس اصول پر اب ہم یقین کرتے ہین اور اپنے مریضون کو صاف طور پر مشورہ دیتے ہین۔ اور دعا ہے خواص و عام فائدے کے لئے ہم اسی کو نیچے درج کرتے ہین۔

مشہور ڈاکٹر گھوسال مہاشہ نے کلکتہ کے بازار مین جو لنگڑا دمبئی وغیرہ آم ملے۔ انہین لیکر کیمیاوی امتحان کیا۔ اور ان ہی آمون کو آدمیون کو کھلا کر بھی دیکھا کہ اُن کے جسم پر اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ جن آمون کا امتحان کیا گیا تہا۔ انہین ہم آیور ویدک اصطلاح مین پال کا پختہ اور باسی پختہ کہہ سکتے ہین۔ ان آمون کے غذائی جزو کو ۱۰۰ حصہ مان کر مندرجہ ذیل کا پتہ ملتے ہین۔

(۱) حصہ گودا۔	۱/۲۰	(۴) نمک۔	۱/۲۲
(۲) ،، روغن	۰/۰۶	کیلسم اکسلیمٹ بالکل نہ تھا۔	
(۳) چاول کا جزو	۱۶/۵۸	(۵) پانی	۷۵/۵۰
(الف) گلوکوس قسم میٹھا۔	۵/۹	اور سیلو سوز کم و بیش پایا گیا۔	۳/۷۵
(ب) شکر	۱۱/۶۸		

پختہ آم مین جتنا زیادہ ریشہ ہوگا اُتنا ہی زیادہ سیلولوز اس مین ملیگا۔ ریشہ ہی آم کا فضلہ ہے۔اس مین کسی قسم کی طاقت نہین ہوتی۔سواے اس کے دانتون مین اٹک رہے یا شکم مین گرانی پیدا کرے۔
لنگڑا و بمبئی وغیرہ آمون مین ریشہ بہت کم ہوتا ہے۔اس سے ہمارے امتحان مین سیلولوز کم ملا۔ دوسرا آم ہوتا تو غالباً زیادہ ریشہ پایا جاتا ہے۔

ڈاکٹر کی عدم موجودگی مین طاعون کے مریض کا علاج

ماخوذ از وطن اخبار لاہور ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء

(۱) مریض کو گھر کے سب سے زیادہ کھلے اور ہوادار کمرے مین کھڑکیان اور دروازے کھولکر باہر سامنے مین اگر مطلع صاف ہو نہایت آرام سے بستر پر لٹا دو اور اسے بالکل بستر سے اٹھنے نہ دو۔
(۲) مریض کو ہلکی غذا دو۔ مثلاً دودھ۔ پتلی کھچڑی۔ مونگ کی دال کا پانی۔ چنے کا رس۔ جوشاندہ وغیرہ
(۳) مریض کو جب پیاس لگے۔سادہ اور ٹھنڈا پانی کثرت سے پلاؤ۔ پیاسے طاعون کے بیمار کو پانی نہ دینا غلطی ہی نہین بلکہ ظلم ہے۔
(۴) مریض کو ایک قطرہ ٹنکچر آیوڈین سوا تولہ پانی مین ملاکر ہر دو گھنٹے کے بعد پلاتے جاؤ۔ سوئے ہوئے مریض کو دوائی پلانے کے لئے ہرگز نہ جگاؤ۔
(۵) گلٹی کے اوپر ٹنکچر آیوڈین صبح و شام دو دفعہ لگاؤ۔ اور کوئی دوائی اور نہ دو یہ دوائی پلیگ افسرون اور سب شفاخانون سے مفت مل سکتی ہے۔

طاعونی علاج کے متعلق وہ مختصر اور نہایت ہی سہل ہدایات او پر درج ہین جن کو لفٹننٹ کرنل ڈی۔ ٹی۔ لین صاحب چیف پلیگ و ملیریا میڈیکل افسر پنجاب نے انگریزی۔ اردو گورمکھی و ہندی مین ایک لاکھ کی تعداد مین چھپوا کر صوبہ پنجاب مین تقسیم کیا ہے اور حال ہی مین صاحب موصوف کے قابل و ہر دلعزیز اسسٹنٹ جناب ڈاکٹر باوا ہرنام سنگھ صاحب بھلا نے اخبارات سے بھی ان کو افادہ عام کے لئے شائع کر دینے کی خواہش کی ہے۔ باوا صاحب کا ذکر خیر چند مرتبہ ان کالمون مین ہو چکا ہے۔ لاہور کے باشندے بوقت ضرورت ان سے رجوع کرین تو مناسب ہوگا۔ ٹنکچر آیوڈین بہت سستی دوائی ہے۔ جہان کوئی شفاخانہ

قریب نہ ہو وہان شہرون کے باشندے اسے احتیاطاً ہر رکی خرید کر ہر وقت گھرون مین رکھین اور اہل دیہات مین سے کم از کم نمبردار اور پٹواری بھی لو ل تو سرکاری افسرون سے لیکر ورنہ روپیہ آٹھ آنہ کی دوائی کسی متصلہ قصبہ سے منگوا کر گاؤن مین موجود رکھا کرین یہ دوائی کئی مہینون تک خراب نہین ہوتی اور بفضلہ تعالیٰ اگر طاعون کا موسم بخیریت گذر جائے تو یہ دوا درد - اور چوٹ کے موقعہ پر ملنے کا کام دیجائیگی - بیکار نہین جائیگی

لا غالب الا اللہ

ماخوذ از وطن لاہور ۱۶ ؍ اپریل ۱۹۱۵ء

پچھلے ہفتہ مجھے برائٹن جانے کا اتفاق ہوا - اور اس ہفتہ لندن کے ایک بڑے گرجہ مین لکچر دینے کا - دونون کے متعلق چند سطور عرض کردیتا ہون -

مقام برائٹن جو جنوبی ساحل انگلستان پر واقع ہے - ہندوستانی زخمی سپاہیون کی رہائش کے لئے پسند کیا گیا ہے - تین مختلف جگہون مین ہمارے بھائیون کا علاج معالجہ ہو رہا ہے - ان مین سے ایک بالخصوص قابل ذکر ہے - اس کا ذکر کرنے سے پیشتر یہ عرض کردون کہ ان مقامات پر مستقل مسجدین نہین بنائی جاسکین - کیونکہ وہ جگہ اور زمین سرکاری نہین - بلکہ پرائیوٹ ہین - اگر آج وہان مسجدین بنادی جاوین تو سپاہیون کے وہان سے چلے جانے پر وہ مسمار کردی جاوینگی - اس لئے مین نے مناسب نہین سمجھا کہ مستقل مسجد کا معاملہ گورنمنٹ کے سامنے پیش کیا جائے - ہان عارضی طور پر تینون ہسپتالون مین بطیب خاطر کمانڈنگ افسرون نے مسلمانون کی نماز کا انتظام کرنے کا اقرار کیا ہے - جو انشاءاللہ چند روز مین ظہور پذیر ہو جائیگا -

وہ ہسپتال جو قابل ذکر ہے - وہ ایک شاہی محل ہے - جسمین اس وقت ہمارے بھائی فروکش ہین - اس کی دلکش عمارتین - اس کا سہانا باغ - اس کی نازک دلفریب روشین اس کی عجیب پھول وکیاریان - اس کی زندہ زمین جسکے قطعات پر قدرت نے مخمل سے زیادہ خوبصورت سبز فرش بچھا رکھا ہے - نہایت پر فزا اور راحت بخش ہے - اور زخمیون کے اندمال کے لئے خواہ جسم کے ہون یا دل کے نہایت موزون ہے - لیکن جس چیز نے مجھے وہان خوش کیا ہو وہ

لا غالب الا اللہ

کا جاہ ہے جو ۱۸۲۱ء سے وہان لکھا ہوا چلا آتا ہے - اس کو دیکھکر میرے دل مین وہی کیفیت

پیدا ہوئی - جو آپ لوگوں کے دلوں میں اس کے متعلق پڑھکر پیدا ہوگی - یہہ جملہ ایک دفعہ نہیں دو دفعہ لکھا ہوا ہے اور سفید براق موٹے حروف میں اور سرخ زمین پر لکھا ہوا ہے - وہ اس لئے اور بھی روشن نظر آتا ہے - علاوہ بریں لکھا ایسی جگہ ہے کہ ناظر مجبور ہے کہ اسپر پڑے - دو بلند ستون ہیں جن کا رنگ نہایت سرخ ہے - یہہ ستون کہاں ہیں اور کس عمارت کا جزو ہیں؟ - یہہ اس حصہ شاہی محل میں جسپر ہندوستان کو فخر ہے - اور جس حصہ کے نام سے وہ تمام جگہ موسوم ہے -

یہہ دو ستون منجملہ اُن بیشمار ستونوں کے ہیں - جنپر ایک نہایت شاندار اور بلند گنبد یا قبہ کھڑا ہوا ہے - جسکے نیچے کا رقبہ سات ہزار مربع فیٹ ہے - اور جسکے نیچے تین ہزار آدمی کے بیٹھنے کا سامان ہے - ہر نو فٹ کے فاصلہ پر ایک سرخ رنگ ستون ہے اور ہر ستون کو ایک سنہری ہلال مثل مجلی ستارہ کے مزین کرتا ہے - لیکن وہ ستون جو قبلہ کی طرف کھڑے ہیں - ان پر بڑے موٹے اور واضح الفاظ میں یہہ روشن کلمہ لکھا ہے "لا غالب الا اللہ" اس کی تاریخ میں نے پڑھی ہے - ہسپانیہ کے مسلمانوں نے اس عمارت کو تعمیر کیا تھا - اب یہہ عمارت شاہی قبضہ میں نہیں ہے بلکہ فروخت ہو چکی ہے -

گرجا میں لیکچر کے متعلق یہہ عرض ہے کہ اس ملک میں فرقہائے موحدین کے گرجوں میں اسلامی توحید کے لیکچروں کا ہونا کوئی تعجب انگیز نہیں - لیکن کانگری گیشنل چرچ جو چرچ آف انگلینڈ کی شاخ ہے - مجھے تکرار سے لکھنا ہے کہ ضرور بالضرور ہمارے گرجا میں لیکچر دو - یہہ کچھہ کم اچنبھے اور خوشی کی بات نہیں - اس گرجا کا ہال طول میں ایک سو پچاس فیٹ کے قریب ہے اور اوپر تین طرف ڈھلان دار گیلری ہے - وعظ ممبر پندرہ فیٹ سے زیادہ اونچا ہے - اس پر بندہ کھڑا ہوا اور قرآن کریم کی آیات بینات کی تلاوت کی - نہایت بلند آواز کے ساتھ - پس پہلی خوشی کی غائت قرآن کریم کا وہاں پڑھا جانا تھا - مضمون اسلام کا عالمگیر مذہب ہونا تھا -

مجمع اعلی طبقہ کے لوگوں کا تھا - ان کی نکتہ چینی سے بھی لطف آیا - نکتہ چینی اور اعتراضات کے جوابات کے لئے تیس منٹ مجھے دئے گئے - اس کے بعد مجمع برخواست ہوا - گرجا کے دونوں افسر نہایت ادب اور فراخ دلی سے پیش آئے - ان میں سے ایک نے یہہ وعدہ کیا ہے کہ مسجد ووکنگ میں مزید گفتگو کے لئے آؤں گا - اللہ تعالی اپنے کام میں خود برکت دے -

اور ان قلوب مین اسلام کی پاک اور معقول تعلیم کی محبت پیدا کرے - آمین -

امریکہ کی سربلندی کا راز

شاہان زر کے بچے مزدوری کرتے ہین

ماخوذ از وکیل امرتسر - ۲۱ر اپریل ۱۹۱۵ء

ہندوستان مین دولتمندون کے گھر پیدا ہونا - دولت کو پانی کی طرح بے حقیقت سمجھنا اور کاہلی کے مدرسے مین تعلیم پاتا ہے - اگرچہ دولتمند لوگون کی تقسیم اوقات تمام ملکون مین قریباً یکسان ہی ہوا کرتی ہے - تاہم مہذب ممالک کی راحت اور غیر مہذب یا نیم مہذب ممالک کی راحت مختلف ہے -

مہذب ممالک کے امیر ایسے کامون مین لگے رہتے ہین - جو خود ان کے اور ان کے اہل وطن کے لئے منفعت بخش ہوتے ہین - مثلاً غیر ممالک کی سیر کرنا مین پڑھنا - یا تصنیف کرنا - قابل دید مقامات کی سیر کرنا - سائنٹیفک ایجادین کرنا - مفید عام کامون مین امداد دینا وغیرہ - لیکن نیم مہذب ممالک کے امرا ایسے کامون مین راحت محسوس کرتے ہین - جو بہت قلیل عرصہ تک سکھ دیتے ہین - اور جن سے مستقل فائدہ کچھ نہین ہوتا - مہذب اور غیر مہذب ممالک مین راحت و شادمانی کے معیار مین جو اختلاف نظر آیا ہے اس کا سب سے بڑا سبب تعلیم ہی ہے - ہندوستان مین امیر لوگ عموماً بیوپاری (پارسی - مارواڑی - گجراتی - بھاٹئے - بنئے - بوہرہ - وغیرہ) - سردار - زمیندار - راجا - مہاراجہ وغیرہ ہوتے ہین - ان لوگون کی تعلیم نسلاً بعد نسل ایک ہی طریق پر ہوا کرتی ہے - البتہ پارسی اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہین - مغربی ممالک کے لوگ غیر ممالک کی سیر کے ساتھ ہی مختلف ممالک کے روپیہ کمانے کا ڈھنگ بھی سیکھ لیتے ہین - لیکن ہندوستان کے بیوپاری غیر ممالک مین رہ کر بھی کچھ نہین سیکھتے - اور اگر کچھ سیکھتے بھی ہین تو بہت مشکل سے اور بری طرح -

اقتصادی ترقی کے لئے سست رفتار تعلیم حاصل کرنا کسی ملک کے لئے بھی باعث فخر نہین رہ سکتا - ہندوستان کے بیوپاریون کو مغربی ممالک کے بیوپاریون کی طرح تمام دنیا کے طریق ہائے تجارت سے واقف ہونا چاہیئے - اگر ہندوستان کی مفلسی دور کرنی منظور ہے - تو تجارتی کامون مین ترقی ہونی چاہیئے - چنانچہ اس وقت ہندوستان کو تجارتی اور

صنعتی تعلیم کی ازحد ضرورت ہے۔

پانڈورنگ کھان کھوجے۔ امریکہ سے لکھتے ہین کہ ان امور کی تعلیم دینے کے لئے امریکہ کے گاؤن گاؤن مین تجارتی کالج کھلے ہوئے ہین۔ دیگر قسم کے کالجون اور اسکولون مین بھی یہ تعلیم دی جاتی ہے۔ امریکن امیرون کے لڑکے انہی کالجون اور سکولون مین تعلیم حاصل کرتے ہین تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ چھوٹے چھوٹے کامون مین لگ جاتے ہین۔ اور اپنی لیاقت اور قابلیت سے خود امیر ہو جاتے ہین۔ ایک اور امر قابل غور ہے کہ امریکہ مین راجون مہاراجون کی کوئی علٰحدہ جماعت نہین ہے۔ یہان جتنے دولتمند لوگ ہین۔ سب بیوپاریون مین ہی شامل ہین۔ اس ملک مین کوئی شخص نوکری کرکے دولتمند یا صاحب جائداد نہین ہوسکتا۔ ہندوستان کی طرح اس ملک مین دولتمندون کی کوئی جماعت نہین ہے۔ بلکہ دولتمند ہونا ایک شخص کی قابلیت پر منحصر ہے۔ آج جو شخص مفلس ہے۔ کل کو وہ امیر ہوسکتا ہے۔ مشہور منعم و فیاض کارنگی۔ راک فیلر۔ ٹامس ایڈیسن وغیرہ اشخاص پہلے مفلس ہی تھے۔ لیکن اس وقت وہ اپنی دولت کی وجہ سے یوروپ کے راجون اور مہاراجون پر بھی اپنا رعب وداب جما سکتے ہین۔ ماناکہ ہندوستان اس وقت مفلس ہے۔ لیکن اس مین شک نہین کہ اگر ہم لوگون کو تجارت و صنعت کی مناسب تعلیم حاصل ہو تو ہم بھی امیر ہو سکتے ہین۔ یہ تعلیم عملی ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جن ذرائع سے دولت کمائی جاسکتی ہے اور اچھی طرح پیٹ بھرا جاسکتا ہے۔ اس کا سبب تعلیم ہی ہے۔ خواہ بڑھئی کا کام ہو۔ خواہ کاریگری اور کسان کا کام ہو۔ تمام کامون مین تعلیم کی ضرورت ہے۔ سکولون اور کالجون مین دیگر ممالک کے کالجون کی نسبت تجارتی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ لیکن اس ملک کے امیر آدمی اپنے لڑکون کو تجارتی تعلیم مین ماہر بنانے کا بندوبست خود ہی کر لیتے ہین۔ جونہی لڑکے تجارتی کالج سے تعلیم پوری کرکے اپنے گھر آتے ہین۔ فوراً ہی انہین چھوٹے چھوٹے تجارتی کام سونپ دئے جاتے ہین۔ اس طرح عملی تجربہ حاصل کرکے تجارتی کامون مین بہت جلد نہایت قابل ہوجاتے ہین۔ کوئی کام ہو اسے اپنے ہاتھ سے اچھی طرح کر سکنا ہی تجارتی علم کا بڑا بھاری نشان ہے۔ ہندوستان کے بیوپاریون کے لڑکون کو نہ تو سائنٹفک تعلیم ملتی ہے اور نہ اقتصادی و تجارتی امور کی تعلیم ہوتی ہے۔ البتہ نسلاً بعد نسلٍ جو طریقہ تعلیم چلا آتا ہے اسی کے مطابق صرف برائے نام کچھ تعلیم مل جاتی ہے۔ عوام مین تو منطقی تعلیم کی ہی قدر کی جاتی ہے۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے ہی کو لوگ قدر کی نگاہون سے دیکھتے ہین۔ لیکن یہ تعلیم نوکری کے سوا اور کسی کام کی

نہین- ہندوستانیون کو تجارتی اور صنعتی تعلیم کی طرف خاص طور پر توجہ مبذول کرنی چاہیئے- اِس مین شک نہین کہ اس وقت ملک کو عالم اور تعلیم یافتہ لوگون کی بہت ضرورت ہے لیکن زیادہ ضرورت تجارتی اور صنعتی تعلیم کی ہے-

اب کچھ ایسی مثالین دیجاتی ہین- جن سے معلوم ہو سکیگا- کہ امریکہ کے امرا اپنے لڑکون کو کس طرح عملی تعلیم دیتے ہین- اور امید ہے کہ ان مثالون سے ہندوستان کے امیرون کو کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوگا-

(۱) ۱۹۰۹ء مین گرمی کی چھٹیون مین ایک دیہاتی لکڑی کے کارخانہ مین ایک امیرزادہ مزدوری کرتا تھا- وہان مجھے وزنی بورے اپنے کندھون پر اُٹھا کر ایک اونچی جگہ پر رکھنے پڑتے تھے- میری ساتھ امریکہ کا ایک نوجوان بھی اسی کارخانہ مین مزدوری کرتا تھا- کچھ دنون تک اکٹھے کام کرنے کے باعث ہم دونون مین واقفیت ہوگئی تھی- تب معلوم ہوا کہ یہ نوجوان اسی کارخانہ کے مالک کا لڑکا ہے- مین حیران ہوگیا- آہستہ آہستہ ہم دونون مین دوستی ہوگئی- آخر کارخانہ کے مالک کو یہ معلوم ہوا- کہ مین یونی ورسٹی کا طالب علم ہون تو وہ بہت خوش ہوا- ایک دن موقعہ پاکر مین نے مالک سے پوچھا- صاحب آپ جیسے امیر آدمی کا لڑکا میرے ساتھ کارخانہ مین مزدوری کا کام کرتا ہے- یہ کیا بات ہے؟ آپ اس سے یہ کام کیون کراتے ہین- مالک نے جواب دیا کہ لڑکے کو جس قدر آرام چاہیئے اتنا دیا گیا ہے- ہائی اسکول کا امتحان وہ اعلیٰ درجہ مین پاس کر چکا ہے- لیکن اسکول کی پڑھائی سے لڑکے نازک ہوجاتے ہین اور انہین کاروباری علم حاصل نہین ہوتا- اس لئے ہر سال چھٹیون مین مَین اپنے لڑکے کو کارخانہ کا کام سکھاتا ہون- سخت مزدوری کرتے کرتے اُسے جسمانی تعلیم کے ساتھ ساتھ کاروباری علم بھی حاصل ہوجائیگا- اب مین اسے انجنیئرنگ کا کام سیکھنے کیلئے کالج بھیجونگا- کالج کی تعلیم اور کارخانے کے عملی کام مزدوری سے انجنیئری تک اُسے بہت فائدہ دین گے اور وقت [illegible] پر اس کارخانہ کا حصہ دار ہوجائیگا- کیا ہمارے ہندوستانی امیر اس طریقہ تعلیم کی طرف متوجہ ہونگے؟

(۲) ایک دفعہ مَین شہر کارنوالس مین چولہے کے کارخانے مین کام کرتا تھا- یہان کا کام متذکرہ بالا کارخانے کے کام سے بھی زیادہ مشکل تھا- یہان بھی میرے ساتھ ایک لڑکا مزدوری کرتا تھا- یہ لڑکا مشقت پسندی اور کاریگری مین مجھسے کہین بڑھکر تھا- یہ بھی اسی کارخانہ کے مالک کا بیٹا تھا- جب مین نے مالک سے پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ میرا لڑکا ہائی اسکول کا امتحان پاس کر چکا ہے- وہ کالج مین پڑھنے کی نسبت چولہے کا کارخانہ چلانا زیادہ بہتر سمجھتا ہے- اس لئے وہ کام بہت جلدی اور اچھی

طرح سیکھ رہا ہے - تھوڑے ہی دنون مین وہ منیجر کا کام کرنے لگیگا - اگر وہ اس کام مین کامیاب ہوا تو مین مالی امداد کرکے اسے دوسرا کارخانہ کھول دونگا - جس سے ہماری دولت دگنی چوگنی ہو جائیگی اور لڑکا آزاد ہوکر کاروبار کریگا -

(۳) کالج کا امتحان پاس کرنے کے بعد مین نے واشنگٹن کے زراعتی کالج مین دو سال تک بطور ریسرچ کے کام کیا - یہان کام کرنے کے باعث امریکہ کے کئی کسانون سے میری واقفیت ہوگئی - اس کالج مین ایک رئیس کسان (بڑے زمیندار) کا لڑکا پڑھتا تھا - اس کے ذریعہ اس کے باپ سے میری جان پہچان ہوگئی - ایک دن باپ بیٹے نے مجھے اپنے گاؤن مین مدعو کیا - میرے جانے پر تمام اہل بیت میرے استقبال کو آئے - کھانا کھانے کے بعد ادہر ادہر کی باتون کے سلسلہ مین زراعت کے متعلق گفتگو ہوئی - کسان نے کہا مجھے افسوس ہے کہ مجھے آپ لوگون کی طرح زراعت کا سائنٹیفک علم حاصل نہین - لیکن یہ بات مین یقینی طور پر کہہ سکتا ہون کہ میرا بیٹا سب سے اعلیٰ کسان ہوگا - وہ اس وقت آپ کے کالج مین فن زراعت کی سائنٹیفک تعلیم حاصل کر رہا ہے اور عام تعلیم مین نے اسے اپنے کھیتون مین ہی دیدی ہے - خوشی کی بات ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین اس نے اپنے کالج کی تعلیم سے بڑا فائدہ اٹھایا - اس نے ہمارے ہان کئی منفعت بخش اصلاحین کی ہین - اب ہم کرز ور گھوڑون کی ٹمٹم کے بجائے موٹر پر سوار ہوتے ہین -

ہندوستانیون کے کرنے کے کام

صنعتی کانفرنس گورکھپور کے فاضل میر مجلس کی تقریر کے بعض ضروری حصون پر ہم اس سے پیشتر تبصرہ کرچکے ہین - ذیل مین چند نہایت ضروری مضمون مثلاً شکر سازی - کاغذ سازی - شیشہ گری وغیرہ کے متعلق اُن کے خیالات درج کئے جاتے ہین -

" بعض حرفتین ایسی ہین جو ہماری خاص توجہ کی مستحق ہین - ان مین سے ایک شکر سازی ہے یہ ایک طرفہ تماشہ ہے کہ ہندوستان ایسا ملک اور خصوصاً یہ صوبجات جو نیشکر کی کاشت کا گھر ہین - شکر کے لئے غیر ممالک سے درآمد کے محتاج ہو جائین - حرفت شکر پر جنگ کا بہت زیادہ اثر پڑا ہے - اور یہ اثر اس وقت تعجب خیز نہین رہتا جب یہ تحقیق ہوتا ہے کہ دنیا بھر کی ضرورتون کی نصف شکر اُن ملکون مین بنتی ہے - جو آج کل ہمارے حریف پیکار ہین - پس اس وقت ہندوستان مین شکر سازی کو فروغ دینے کا بے نظیر موقع ہے - ہمین اس کام کے لئے نہ صرف بہترین کلون کی

استعمال کرنا چاہیئے۔ بلکہ نیشکر بھی عمدہ اور بہتر قسم کا پیدا کرنے کا گر سیکھنا چاہیئے۔ ان صوبجات مین اس وقت کم از کم نیشکر کے دو فارم پوری قوت کے ساتھ کام کر رہے ہین۔ ایک اور ڈپٹی ڈائرکٹر زراعت صرف نیشکر ہی کی غور پرداخت کے لئے مقرر ہوئے ہین۔ اور خاص گورکھپور مین نیشکر ایک فارم عنقریب قایم کیا جائیگا۔ جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ چھوٹا سا جزیرہ جاوا قریباً ۴ لاکھ ایکڑ زمین مین نیشکر بوتا ہے اور ہمارے اس اکیلے صوبہ ہی مین ۱۵ لاکھ ایکڑ رقبہ مین نیشکر بویا جاتا ہے۔ اور باایں ہمہ جاوا کی شکر نے ہندوستان کی شکر کو مات دی ہے تو ہمین بجز آنکھین ملنے کے اور کچھہ نہین سوجھتا۔ اب وقت ہے کہ گورنمنٹ اور رعایا باہم ملکر اس حرفت کو فروغ دینے کی کوشش کرین۔

حرفت کاغذ سازی کا معاملہ کسی قدر مختلف بنیاد پر مبنی ہے۔ ہندوستان مین کاغذ کا کل خرچ ۷۰۰۰۰ ٹن سالانہ ہے۔ اور اس مقدار مین تعلیمی ترقی اور نئی تہذیب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اس مقدار مین سے صرف ۲۵۰۰۰ ٹن کاغذ ہندوستان مین بنتا ہے اعلیٰ قسم کا کاغذ خط نویسی۔ بنک اور بل کا کاغذ۔ پارچہ کا کاغذ بہی کھاتہ کا کاغذ۔ روغنی کاغذ۔ ریشے کا کاغذ۔ نقشہ دار۔ لفافے۔ پیکیٹ کا کاغذ وغیرہ وغیرہ تمام اقسام کے کاغذ اور قلم یورپ سے آتے ہین۔ ذیل مین شمار و اعداد دیئے جاتے ہین۔ جن سے معلوم ہو جائیگا کہ سنہ ۱۹۱۳ع مین آسٹریا۔ اور جرمنی سے کس کس قسم کا کتنا کتنا کاغذ آیا تھا۔

نام کاغذ	جرمنی		آسٹریا ہنگری	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
	ہنڈر ویٹ	پونڈ	ہنڈر ویٹ	پونڈ
پیکیٹ بنانے کا کاغذ	۳۰۳۱۷	۱۰۵۵	۱۶۷	۱۳۳
چھپائی کا کاغذ	۹۳۰۸۶	۶۵۴۶۳	۳۹۰۵۱	۱۸۶۱۴
خط نویسی و لفافہ	۰۰۰۰	۲۵۳۷۹	۰	۳۸۴۴۰
دیگر اقسام	۶۶۴۴۲	۵۹۷۰۶	۱۵۰۳۰	۱۶۶۰۳

آب یہ کاغذ اس منڈی مین نہین آتا اور ہماری کوشش یہہ ہونا چاہیئے کہ اگر ہم مقدار بالا تمام تر

نہ سہی تو کم از کم اس کا ایک جزو تو ضرور بنانے لگیں۔ آغاز جنگ سے ہندوستانی ملون نے بلاشبہ اس تجارت کے ایک حصہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ان کے راستہ میں ایسی ایسی مشکلات حائل ہیں جن کو وہ خود بہ کامیابی رفع نہیں کر سکتی تھیں۔ مثلاً وہ کیمیائی مرکبات اور رنگون کی کافی مقدار مہیا نہیں کر سکیں۔ حالانکہ یہ رنگ کاغذ کی صنعت میں لازمی جزو ہیں۔ اور ان رنگون کا اس ملک میں بنانا تو خارج از بحث ہے۔ اگر گورنمنٹ ضروری امداد دے تو اس شعبہ کی ترقی کا وسیع میدان موجود ہے۔ ہم اس کی ابتدا اپنے نوجوانون کو غیر ملکون میں اس فن کے سیکھنے کے لئے بھیجنے سے شروع کرنا چاہتے ہیں۔ وہ وہاں جا کر نہ صرف کاغذ بنانا اور اس کے مختلف اجزاے ترکیبی کا تیار کرنا سیکھیں۔ بلکہ یہ بھی سیکھیں۔ کہ غیر ملکی کاغذ کو ہندوستان سے کس طرح خارج کر سکتے ہیں۔ ہمارے سرمایہ دارون اور متمول لوگون کو ان طلبہ کی تعلیم و تربیت میں مالی امداد کرنا چاہیئے۔ اگر گورنمنٹ ہماری دیسی حرفتون کو مدد دینے کی خواہشمند ہے تو ہمیں گورنمنٹ سے فریاد و التجا کرنا چاہیے۔ کہ وہ اپنی آزاد تجارت کی پالسی میں ضروری ترمیمات کر دے۔ اب بجاے کاغذ سازی اور کارخانے بڑھانے کے ضروری یہ ہے کہ ہندوستان میں ان جنگلون کے قریب پلپ (لگدی) کے کارخانے قائم کئے جائیں۔ جہان بائب گھاس اور لکڑی کی لگدی کا مصالحہ وافر دستیاب ہوتا ہے۔ ہمیں گورنمنٹ سے یہ بھی درخواست کرنا چاہیئے کہ وہ ماہرین فن کو اس بات کی تحقیقات کرنے کے لئے متعین کرے کہ آیا ہندوستان میں کاغذ سازی کے دیگر اجزا بھی کفایت سے بن سکتے ہیں یا نہیں ٭

جنگ میں سفید جھنڈی کی اہمیت

ماخوذ از وکیل امرت سر ۲۱ اپریل ۱۹۱۵ء

عوام الناس میں یہ خیال کس قدر غلط پھیلا ہوا ہے کہ دوران جنگ میں اگر طرفین میں سے ایک فریق سفید جھنڈا کھڑا کر دے تو تخاصمین عارضی صلح پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ناظرین کو واضح رہے کہ یورپ کے بین الاقوامی قانون میں علم سفید ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ برطانیہ کے بحری اور بری قوانین میں سفید جھنڈا کھڑا کرنا جبکہ دشمن سامنے ہو جرم قرار دیا گیا ہے۔ اور ایسے مجرم کا نہایت سنگین کورٹ مارشل کیا جاتا ہے۔

عام طور پر سفید جھنڈا بلند کرنا ذلت آمیز شکست سے کم تصور نہیں ہوتا۔ اور اس کی سزا

موت سے کم نہین۔ لیکن اگر کسی افسر کے پاس کافی وجوہات ہون کہ کسی خاص قلعہ۔ چوکی۔ جنگی پوزیشن کی محافظت ہر نقطہ نگاہ سے ناممکن ہو گئی ہے۔ اور اس پر دشمن ملک الموت کی طرح یلغار کرتا آرہا ہے۔ اس حالت مین سفید جھنڈے کو بلند کر دینے مین کوئی جرم نہین سمجھا جاتا۔ لیکن اس قلعہ یا جنگی چھاؤنی کی تسخیر کے بعد افسر کو ثابت کرنا ہوگا کہ سفید جھنڈے کا استعمال انتہائی ضرورت کے وقت ہی کیا گیا تھا۔

جنگ روس و جاپان کے دوران مین جب جاپانی افواج قلعہ پورٹ آرتھر کے نواح مین منڈلا رہی تھین اور قلعہ کا چارج بہادر روسی جرنیل سٹوسل کے ہاتھ مین تھا۔ اس وقت سفید جھنڈے کا استعمال کیا گیا تھا۔ علم بلند کرنے کے ساتھ ہی جرنیل سٹوسل نے مع محصورین کے ہتھیار ڈال دئے۔ جب تسخیر قلعہ کے بعد اس اصلیت کا انکشاف ہوا کہ قلعہ مین ابھی تین چار ماہ کے لئے سامان رسد و آلات حرب موجود تھے تو جرنیل سٹوسل کا کورٹ مارشل کیا گیا اور وہ اسی سزا مین مرگیا۔ وہ سائبیریا کی کانون مین قیدیون کا کام کرتا رہا۔

جب جھنڈا بلند کیا جائے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہین کہ ایک فریق اپنے فریق مخالف سے پوچھنا چاہتا ہے کہ کیا تم ہمارا پیغام موصول کرنے کے لئے رضامند ہو۔ یہ ضروری نہین سفید جھنڈا دیکھتے ہی فریق مخالف اپنی نقل و حرکت بند کر دے۔ لیکن سفید جھنڈا بلند کرنے والی جماعت کے لئے لازمی ہے کہ وہ متحرک توپخانہ کو ساکن کر دے اور تمام سپاہی جواب آنے تک اپنے ہتھیارون کو سرنگون رکھین۔ ورنہ جھنڈا بلند کرنے کا کچھ اثر نہوگا۔ ۱۹۰۴ء عیسوی مین معرکہ پورٹ آرتھر کے دوران مین جب ایک قلعہ سے سفید جھنڈا نمودار ہوا تو بھی جاپانی جرنیل بیرن نوگی نے گولہ باری کو جاری رکھا اور جب تک ایک مستحکم پوزیشن پر نہین جا پہنچا۔ اس نے فریق مخالف کو کوئی جواب نہین دیا۔ اگر طرفین کو اپنے اپنے مجروح سپاہی اٹھانے منظور ہون اس وقت بھی جھنڈا ہر دو فریق کی طرف سے نمودار کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات ایسے حالات مین جو فریقین کی کارزاری نقل و حرکت مین مخل ہون۔ مثلاً شدید سردی مسلسل برف باری یا خوفناک طوفان وغیرہ۔ اس وقت بھی اس جھنڈے کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور جب تک حالات معمولی روش پر نہ آجائین۔ دونون طرف سے سفید جھنڈا لہراتا رہتا ہے۔

اس کے بعد پھر متخاصمین مصروف پیکار ہو جاتے ہین۔

کیا مساجد کی زینت ایثار کے منافی ہے؟

لا واللہ

ماخوذ از علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۴ اپریل ۱۹۱۵ء

آج کل علیگڈہ کالج کی مسجد پر بعض اطراف سے اعتراضات ہونے شروع ہوئے ہین اس کے بیرونی والان کے دروازون پر جو کواڑین چڑہانے کی تجویز ہے۔ اس کو خلاف شرع بتلایا جاتا ہے (جسکی نسبت اسی اشاعت مین دوسری جگہ کسی قدر زیادہ تفصیل سے لکھا گیا ہے) اس سے بھی بڑہکر کچھ حضرات ایسے بھی ہین۔ جن کا خیال ہے کہ کالج کے اندر ایسی عمارتون کے ہونے سے جیسے کہ اس کے اکثر بورڈنگ ہوس وغیرہ ہین۔ اور بالخصوص جیسی کہ اب اس کی مسجد تعمیر ہوئی ہے۔ مسلمانون کی نوخیز نسلون مین ایثار کا مادہ پیدا نہین ہوسکتا۔ مگر یہ ایک ایسا دعویٰ ہے۔ جسکو نہ درایت تسلیم کرتی ہے۔ نہ روایت اس کی موئد ہے۔

تمام اقوام کی قدیم وجدید تاریخ کی سیر کرجائیے۔ مسلمانون اور صرف مسلمانون کی ایک واحد مثال ایسی ملے گی۔ جن کی حقیقی ترقی کی بنیاد مذہب کی مستحکم چٹان پر قائم ہے۔ اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ مسلمان نہ صرف بہت سے علوم کو زندہ کرنے اور زندہ رکھنے والے ہین۔ بلکہ وہ متعدد مستقل علوم کے موجد ہین۔ مگر ابتدا مین یہ ساری کدوکاوش محض اس لئے تھی کہ اُن کو قرآن پاک کا صحیح علم حاصل ہوسکے۔ جو اسلام کی بنیاد اول ہے۔ علیٰ ہذا۔ انہون نے نہ صرف وہ عمارتین بنائین۔ جو آج تک سیاحان عالم کو محو حیرت کئے ہوئے ہین بلکہ انہون نے ایک ایسے طرز تعمیر کی بنیاد ڈالی۔ جو بعد کی تعمیرون کے لئے ایک نمونہ قرار پائی۔ اور یہہ بتانے کی غالباً ضرورت نہین ہے۔ کہ اس طرز تعمیر کی خشت اول جہان نصب کی گئی تھی وہ مسجد تھی۔

اگرچہ مسلمانون کا خدا ایسا بے نیاز ہے کہ اسے اپنی مخلوق کی عبادت کی مطلق پروا نہین ہے۔ اگرچہ اُس کی نظر اس قدر تیز ہے کہ وہ تاریک سے تاریک تہخانون کا حال بھی معلوم کرسکتا ہے اگرچہ وہ خود اس قدر منزہ اور پاک ہے کہ عبادت گاہون کی رونق وصفائی اس کی ان صفات کے اندر ایک ذرہ بے مقدار کے برابر بھی فرق نہین ڈال سکتی۔ اگرچہ وہ اس قدر قوی ہے کہ مخلوق کا کوئی بڑے سے بڑا اجتماع بھی اس کو مرعوب نہین کرسکتا۔ تاہم

اس غنی اور بصیر و خبیر اور منزہ اور قوی و قدیر خدا نے انسان کو اس فطرت کا نہایت شدت
کے ساتھ پابند کر دیا ہے۔ جو خود اسی کی بنائی ہوئی ہے " فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل
لخلق اللہ۔ ذلک الدین القیم "

اور فطرۃ انسانی کا عین مقتضا یہ ہے کہ اس خالق فطرۃ کی عبادت کی جاسے۔ اور خلوت و
جلوت مین کی جاسے۔ اور ایک خاص شان و عظمت کے مکان مین کی جاسے۔ اور وحدت و
کثرت کے ساتھ کی جاسے۔ اور بلاشبہ یہ جملہ مقتضیات ایسے ہین۔ جن پر خود انسان کی
صلاح و فلاح کا مدار ہے " من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا۔ وما ربک بظلام للعبید

یہہ موقع اس فلسفہ پر بحث کرنے کا نہین ہے کہ کیون فطرت انسانی ایسی واقع ہوئی
ہے۔ ہان یہہ راز ضرور غور طلب ہے کہ انسانی فطرۃ اور نظام اسلام کے مابین خالق عسلام
ذوالجلال والاکرام نے کس قدر تطابق رکھا ہے " تبارک اللہ احسن الخالقین "

مسلمانون نے صفحۂ ہستی پر عمارتون کی شکل مین اپنے جو نشانات چھوڑے ہین۔ اُن مین
اکثر حصہ مساجد و مقابر کا ہے۔ اور یہہ واقعہ ہے کہ مسلمانون کے اسلاف جیسے مقابر مین
دفن ہین۔ آج اُن کے اخلاف کو ویسی عمارتین زندگی بسر کرنے کے لئے بھی نصیب نہین
ہین۔ پس کیا وہ نسل لائق تقلید نہین ہے۔ جس کا جینا اور جس کا مرنا دونون اس قدر
شان دار تھے۔ ؎

از نقش و نگار در و دیوار شکستہ — آثار پدید است صنادید عجم را

اگر یہہ واقعہ ہے کہ اسلام تمام اخلاق فاضلہ کا بہترین مجموعہ ہے۔ اور آنحضرت صلعم اور اُن کے
متبعین اُن اخلاق کا کامل ترین نمونہ تھے۔ تو اس کا منطقی نتیجہ یہہ ہوگا کہ اُن بزرگون کی تقلید اُن
اخلاق کی اعلیٰ درجہ کی پیروی ہے۔ پس اس اصول کے مطابق ہمین دیکھنا چاہیئے کہ مساجد
کی تزئین کے متعلق اُن کا کیا طریق عمل تھا۔ اور اگر یہہ ثابت ہو جائے کہ تزئین مساجد کے باوجود اُن
سے زیادہ ایثار کی مثال کوئی قوم پیش نہین کر سکتی۔ تو ہمکو موجودہ فقدان ایثار کی تلافی کے لئے
مفروضہ اسباب کے علاوہ دیگر اسباب کی تلاش کرنی پڑے گی۔

جن مقدس ہاتھون نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اُن کے ایثار کا نمونہ ذیل کا واقعہ ہے

عن خباب بن الارت قال ہاجرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبتغی وجہ اللہ تعالی فوقع اجرنا
علی اللہ فمنا من مضی لم یاکل من اجرہ شیئا منہم مصعب بن عمیر قتل یوم احد فلم یوجد ما یکفن فیہ

الا نمرۃ فکلنا اذا غطینا راسہ خرجت رجلاہ واذا غطینا رجلیہ خرج راسہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غطوا بہا راسہ واجعلوا علی رجلیہ من الاذخر ومنا من اینعت لہ ثمرتہ فہو یہدبہا حضرت خباب ابن ارت رض فرماتے ہین کہ ہمنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت محض خدا کے لئے کی تھی۔ جس کا اجر خدا نے ہمین دیدیا۔ مگر ہم مین بعض ایسے بھی تھے جو اس دنیا مین کوئی اجر پائے بغیر ہی چل بسے۔ ازان جملہ ایک مصعب ابن عمیر تھے۔ جو غزوہ احد کے روز اس حالت مین قتل ہوئے کہ کفن کے لئے کپڑا بھی نہ تھا۔ آخر ایک چادر ملی سو وہ بھی ایسی کہ اگر پاؤن ڈھکتے تھے تو سر کھل جاتا تھا اور سر ڈھکتے تھے تو پاؤن کھل جاتے تھے۔ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سر اس چادر سے ڈھک کر پاؤن پر اذخر گھاس ڈالدی گئی۔ اور بعض ہم ہی مین وہ لوگ بھی ہوئے کہ ان کے پھل پکے جن سے وہ شیرین کام ہوئے۔

یہ ایسی مثال ہے جسکے ہوتے ہوئے ہمین چیونٹی کے پاس اس غرض سے جانے کی احتیاج نہین ہے کہ اُس سے اُس ایثار کا سبق حاصل کرین۔ جو فلاللجنس کے لئے چیونٹی کو ازروئے فطرت مجبور کرتا ہے۔

مسلمانون کی اسی ایثار روالی نسل باقی تھی اور مساجد اپنی رونق وشان کے اعتبار سے وہ ترقی حاصل کر رہی تھین کہ حضرت مولا علی علیہ السلام نے ایک بار فرمایا تھا کہ خدا عمر رض کی قبر مین روشنی کرے۔ جسنے ہماری مساجد مین روشنی کی،،۔

کوئی شبہ نہین ہے (اور معترض اصحاب اس پر بجائے خود غور کرین) کہ افراد اور اقوام کو روزانہ زندگی مین اپنی حیثیت کو قائم رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ پس اسی قبیل سے معابد ہین کہ اگر ان کو شایان شان نہ بنایا جائے تو نہ اُس مذہب کی قرار واقعی عظمت خود اس کے پیروون کی نگاہ مین ہوسکتی ہے۔ اور نہ اُس کی وقعت دوسرون کی نظر مین ہوسکتی ہے۔ اور اس کا جو نقصان ہوسکتا ہے۔ وہ محتاج بیان نہین ہے۔ اس اصول کو پیش نظر رکھنا عین فطرۃ اور عین قانون قدرت ہے۔ اور دنیا مین صرف وہی افراد یا اقوام فائز المرام ہوتی ہین۔ جو فطرۃ اور قانون قدرت کی کما حقہ رعایت کرتی ہین۔ چنانچہ تاریخ اسلام کا مندرجہ ذیل واقعہ (منجملہ بہت سے دیگر واقعات کے) ثابت کرتا ہے کہ مسلمانون نے بھی اس اصول کے تتبع مین کبھی ایک لمحہ کے لئے تساہل نہین کیا تھا۔ مشہور محدث حضرت ابو داؤد عکرمہ کی روایت سے حضرت ابن عباس (رض) کا قول نقل کرتے ہین:۔

کان الناس مجہودین یلبسون الصوف ویعملون علی ظہورہم وکان مسجدہم ضیقا مقارب السقف انما ہو عریش فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم حار وعرق الناس فی ذلک الصوف حتی ثارت منہم ریاح اذی بذلک بعضہم بعضا فلما وجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلک الریاح قال یا ایہا الناس اذا کان ہذا الیوم فاغتسلوا ولیمس احدکم افضل ما یجد من دہنہ وطیبہ ثم جاء اللہ بالخیر ولبسوا غیر الصوف وکفوا العمل ووسع مسجدہم وذہب بعض الذی کان یوذی بعضہم بعضا من العرق

(مسلمانوں مین بعض لوگ ایسے تھے جو مشقت پیشہ تھے۔ موٹا کپڑا پہنتے اور بوجھے لادتے تھے۔ اُن کی مسجد بھی تنگ اور نیچی تھی اور سوا ے چھپر کے اور کچھ نہ تھا۔ گرمی کے موسم مین ایک روز حضور اقدس صلعم وہان تشریف لے گئے۔ جب لوگون کو پسینہ آیا تو اس کی بدبو سے ایک دوسرے کو سخت اذیت ہوئی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج (جمعہ) کے روز نہا کر جو خوشبو میسر آئے وہ مل لیا کرو۔ (اس عمل کے بعد کی حالت ملاحظہ ہو کہ) اس کے بعد خدا نے اُن کو اتنا مالدار کر دیا کہ وہ باریک کپڑے پہننے لگے۔ اور اپنے ہاتھ کا کام کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اور یہہ بھی کیا کہ) اپنی مسجد کو فراخ کر لیا اور ان کے پسینہ کی اذیت وہ بدبو بھی جاتی رہی۔

ہمارے جو دوست تزئین مساجد کو ایثار کے منافی قرار دیتے ہین وہ درحقیقت عورشائیدا ور ایثار و رہبانیت کے درمیان فرق نہین کرتے۔ بلاشبہ اسلام کے بہت سے اصول اور در حقیقت خود حکمت کے بہت سے اصول) ایک دوسرے کے صریح متضاد و متغایر نظر آتے ہین۔ ایک طرف نخوت وغرور سے بچنے کا حکم ہوتا ہے اور اسی مقابلہ مین کبھی تکبر و تبختر کی سخت تاکید ہوتی ہے اور اس کو شعار اسلام مین داخل کیا جاتا ہے۔ علی ہذا القیاس کبھی ایک جماعت کی صفت مین وارد ہوتا ہے کہ "یوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ" (یعنی وہ ایسے لوگ ہین جو تنگی کے وقتون مین بھی دوسرون کی ضروریات کو مقدم رکھتے ہین۔ مگر ایک گروہ ہے کہ اُسے ہدایت ہوتی ہے کہ "علیکم انفسکم" (پہلے اپنی خیر لو) لیکن اصل یہہ ہے کہ خدا نے اسلام کو ایک درمیانی مذہب بنایا اور مسلمانون کو "امت وسطا" اور "امت مقتصدہ" بنایا ہے۔ اور وہ احکام جن کو نظاہر متغایر و متباین سمجھا جا سکتا ہے وہ فی الحقیقت مختلف موقع کے مناسب حال ہوتے ہین۔ اور موقع و محل کو سمجھنا اور اس کے مطابق کاربند ہونا یہی وہ قوت ایمانیہ ہے۔ جسکو "فراست" قرار دیا گیا ہے۔ اور جسکی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ "اتقوا فراسۃ المومن" (مرد مومن کی کامن سنس سے ڈرتے رہو) اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ ایک فعل کو کہ ایک شکل مین اگر یہہ ایثار اور اتفق ہے تو اس کے خلاف

دوسری صورت مین وہی فعل بذر و اسراف ہے۔

اس کے بعد ایک اور سوال جو پیدا ہوتا ہو وہ یہ ہے کہ اگر مساجد کی تزئین ایثار کے منافی نہین ہے۔ تو دوسرے لفظون مین اس کے معنی یہ ہین۔ کہ آج کل بھی مسلمانون کے قلبون مین بہت کچھ دین کی محبت اور اس کا احترام باقی ہے۔ مگر پھر کیا وجہ ہے کہ اُن کے اخلاق ردی ہین اور وہ اس درجہ پر نہین ہین۔ جس پر اُن کے قرون اولیٰ کے اسلاف تھے ؟ ۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو چیز انسانون کی تباہی کا موجب ہوتی ہے وہ خدا سے غفلت اور اس کے احکام سے نفرت ہوتی ہے۔ حدیث شریف مین وارد ہو کہ ایک روز حضرت مصعب ابن عمیر ایک قیمتی چادر اوڑھے ہوئے دربار رسالت مین حاضر ہوئے۔ جسے دیکھکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا:۔

کیف بکم اذا غدا احدکم فی حلۃ وراح فی حلۃ ووضعت بین یدیہ صحفۃ ورفعت اُخری وسترتم بیوتکم کما تستر الکعبۃ فقالوا یا رسول اللہ نحن یومئذ خیر منا الیوم نتفرغ العبادۃ ونکفی المونۃ۔ قال لا انتم الیوم خیر منکم یومئذ ،، (تمھاری اس وقت کیا حالت ہوگی جب تم صبح وشام کپڑے بدلوگے۔ تمھارے دسترخوانون پر پے درپے کھانے چنے جائین گے۔ تمھارے گھر دن بہ دن کعبہ کے پردون کی مانند ہو نگے۔ لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہماری حالت آج سے بہتر ہوگی۔ ہم اطمینان سے عبادت کرسکین گے اور بال بچون کے خرچ کی طرف سے ہمین بیفکری ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہین اُس روز سے آج تم اچھے ہو۔ (کیونکہ اس وقت تنعم وتمول کی وجہ سے لوگ خدا کو بھول جاوین گے)

لہذا اعلاصہ اصل اصول خدا کو اور اس کے احکام کو بھول جانا یا خدا کو اور اس کے احکام کو یاد رکھنا ہو نہ کہ زیبا وزینت یا دیگر ضروریات پر صرف نہ کرنا یا کرنا ہے

چیست دنیا ؟ از خدا غافل بدن   نہ قماش و نقرہ و فرزند وزن

لہذا اصلی سبب جو ہماری پستی کا ہے (جس سبب کو ہمارے دوست فقدان ایثار سے تعبیر کرتے ہین) وہ مساجد یا عمارات کی رفعت وزینت نہین ہے۔ بلکہ مساجد کو تعمیر کرنا۔ اُن کو نقش ونگار اور مختلف الوان وسامان سے آراستہ کرنا اور پھر اُن کو غیر آباد رکھنا ہے۔ اور یا رفیع البنیان مکانون مین بیٹھکر خدا کو بھول جانا۔ چنانچہ ہمارے اس بیان کی تائید خود مخبر صادق علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان سے ہوتی ہے۔ جو یہ ہے:۔

"یوشک ان یاتی علی الناس زمان لایبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدہم عامرۃ وہی خراب من الہدیٰ علماءہم شر من تحت ادیم السماء من عندہم تخرج الفتنۃ وفیہم تعود۔" (شاید لوگوں پر ایسا بھی زمانہ آجائے کہ اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہ جائے اور قرآن صرف کاغذ پر لکھا رہ جائے مسجدیں مرتفع اور شاندار ہونے کے باوجود ویران ہوں۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے کی ساری مخلوق سے بُرے ہوں انہیں سے فتنے برپا ہوں اور انہیں پر لوٹ کر پڑیں) ہمارے دوست اگر اپنے سکون قلب اور فرصت کے گھنٹوں میں غور کریں گے تو یقین ہے کہ ضرور اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اسلاف اور اخلاف کے مابین فرق فارق جو ہے وہ دراصل مساجد کو تعمیر کرکے غیر آباد رکھنا ہے۔ اور اسی پر دیگر احکام اسلام کو قیاس کرلینا چاہیئے۔ ورنہ رہبانیت کجا اسلام تو سرنگونی اور مردہ دلی تک کو جگہ دینے سے انکار کرتا ہے۔ حضرت عمر (رض) نے ایک شخص کو سر جھکائے ہوئے دیکھکر فرمایا تھا کہ:-

"ارفع راسک فان الاسلام لیس بمریض" (سر اونچا رکھو۔ کیونکہ اسلام مریض نہیں ہے)

ایک اور شخص کو مردہ اور پژمردہ صورت بنائے ہوئے دیکھکر فرمایا:-

"لاتمت علینا دیننا۔ اماتک اللہ" (خدا تجھی کو موت دے۔ ہمارے دین کو ہمارے لئے مردہ نہ بنا)

حضرت عائشہ (رض) نے ایک بار ایک شخص کو دیکھا کہ مارے خوف کے قریب المرگ ہوگیا ہے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ ماشاءاللہ آپ قاری ہیں۔ اور خشیت الٰہی نے آپ کو اس حال کو پہنچا رکھا ہے۔ ام المومنین نے یہ سُنکر فرمایا کہ:-

"کان عمر سید القراء وکان اذا مشا اسرع واذا قال اسمع واذا ضرب اوجع" (حضرت عمر تو قاریوں کے سردار تھے۔ مگر اُن کی یہ کیفیت تھی کہ جب چلتے تھے تو تیزی اور تیزی سے چلتے تھے۔ بات کہتے تھے تو اس طرح کہ دوسرا سُن سکے۔ اور جب سزا دیتے تو ایسی کہ مجرم کو ذرا تکلیف بھی ہو۔

وہ ثواب جو اسلام سے قبل کی اقوام ترک دنیا کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی متمنی تھیں اس کا نعم البدل اسلام نے صرف تھوڑی سی دیر کی تکلیف سے کردیا۔ چنانچہ ایک بار بعض اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ترہب یعنی مشاغل دنیا کے ترک کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا۔ "ان ترہب امتی الجلوس فی المساجد انتظار الصلوٰۃ" (میری امت کی رہبانیت بس

اتنی قدر کافی ہے کہ وہ دنیا کے کام دہندے چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لیے مسجد مین نماز کے انتظار مین بیٹھ جایا کرین)

اگر معترضین انصاف کو کام فرمائین تو ہم سمجھتے ہین کہ مندرجہ بالا سطور مین ہم جو کچھ کہہ چکے ہین وہ کافی ہے۔ اور اگر صرف اعتراض ہی مقصود ہے تو ع

قیل ان الرسول قد کہن | قیل ان الالہ ذو ولدٍ
من لسان الوریٰ فکیف انا | مانجی اللہ والرسول معاً

چند قدیم یہودی زباندان

ماخوذ علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۲۸ اپریل ۱۹۱۵ء

(نوشتہ پروفیسر ایچ۔ ایم لیون۔ ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایل۔ ایل۔ ڈی۔ ایف۔ ایس۔ بی۔ جنرل سیکرٹری انٹرنشنل سوسائیٹی آف فائلالوجی)

اس وقت جبکہ فلسطین مین یہودی اپنی ایک جدا یونیورسٹی قایم کرنے کی کوشش کر رہے ہین غالباً بیموقع نہوگا۔ اگر بنی اسرائیل کی گزشتہ تاریخ سے اُن کے چند علما کے حالات نقل کیے جائین جنہون نے میدان علم مین کارہائے نمایان کرکے اپنی قوم کی شہرت و عظمت مین مزید اضافہ کیا۔ مین نے مشہور یونانی فلاسفر افلاطون کی تقلید مین بجائے عالم کے "زبان دان" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس سے افلاطون کی مراد اُس فرد سے ہوئی ہے۔ جسکو ادب۔ معانی۔ عروض۔ تاریخ۔ طبعیات وغیرہ وغیرہ ادب و علم کے مختلف شاخون سے شغف یا مناسبت ہو۔

چونکہ مجوزہ یہودی یونیورسٹی اسلامی قلمرو مین قائم ہونے والی ہے۔ اس لیے مین مناسب سمجھتا ہون کہ قدیم یہودی زبان دانون کے حالات کو صرف انہین علما تک محدود رکھون جنہون نے اسلامی فرمانروا‌ؤن کی سرپرستی مین ترقی و شہرت حاصل کی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ بنی اسرائیل تقریباً علی العموم بہ نسبت عیسویت کے اسلام کے ماتحت زیادہ آزاد رہے ہین۔ اس بحث پر پروفیسر ایچ گریٹز نے اپنی غیر فانی تصنیف تاریخ بنی اسرائیل کی جلد سوم باب چہارم مین بیان کیا ہے۔ کہ قرون اولی کے مسلمانون نے اُن کے ساتھ دوستون اور حلیفون کا برتاؤ کیا تھا۔ اور دشمنی کی حالت مین بھی اُن کے ساتھ دلچسپی رکھی تھی یہی وجہ تھی کہ ایشیا و مصر کے یہودیون نے مسلمانون کو بمقابلہ عیسائیون کے نجات دہندہ سمجھا اور مشہور اسرائیلی

منبروش جو یہودیون مین ولی سمجھا جاتا ہے اس کے ملفوظات مین اسلام کے عروج کی پیشنگوئی درج ہے - اس سے ایک دعا بھی منقول ہے - جسکے الفاظ یہہ مین "اُے خدا کیا ظالم بنی اسرائیل (رومیون کی عیسائی سلطنت سے مراد ہے) کے ماتحت ہم پر کافی مصیبت نہین آئی ہے - پس اسے خدا ہمارے لئے بنی اسمٰعیل کی حکومت بھیج - اس دعا کے جواب مین فرشتہ میطاطروس جو یہودیون کے نزدیک ملائکہ مقربین مین سے ہے کہتا ہے - اسے فرزند آدم خوف نہ کر خدا صرف بنی اسمٰعیل کی حکومت قایم کرے گا - تا کروہ تمہین ظالم بنی اسرائیل کے پنجہ سے نجات دے - وہ اُن مین سے ایک پیغمبر پیدا کرے گا - جو اُن کے لئے فتح کرے گا - " غرض مسلمانون کے عروج کے وقت یہودیون کے اس قسم کے خیالات تھے -

بہت سے قدیم خلفائے اسلام علم کی بیحد قدر کرتے تھے - اور وہ علما کو بھی اتنی ہی فیاضی سے انعام و اکرام عطا کرتے تھے جتنا کہ اپنے سپاہیون کو - اور اس طرح اپنے پیغمبر کے اس ارشاد کی عملی تعظیم کرتے تھے - کہ علما کی سیاہی خون شہدا سے بہتر ہے "

جو بنی اسرائیل اسلامی ممالک مین کاروبار یا پیشون - یا دوسری ضرورتون کی وجہ سے مقیم تھے - انہون نے عربی کو اپنی مادری زبان بنا لیا - ایک مصنف لکھتا ہے - عربون کو اپنی زبان کے ساتھ جو غیر معمولی الفت و دلدادگی تھی وہ محتاج بیان نہین ہے - مگر انہہ تنزل کی چہہ صدیون کے اندر یہودی زبان کی صفائی و سلاست کو یک قلم خیر باد کہہ چکے تھے - اُن کا کلام نہایت نامکمل اور غیر مربوط ہوتا تہا - لغت کے اعتبار سے بھی اُن کی زبان عبرانی - کلدانی اور یونانی زبانون کا خلط مبحث تہا - اس لئے ظاہر ہے کہ اس قوم کے اندر بجائے خود کسی علم کے پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کی قابلیت نہ تھی - لیکن یہ عربون ہی کا طفیل تہا کہ وہ علم و فضل مین عیسائیون کی صف سے نکلکر خود مسلمانون کے دوش بدوش چلنے لگے - اور عربون کے قبضہ فلسطین و ایران کو پچاس سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ بصرہ کے ایک یہودی طبیب نے طب کی ایک کتاب شامی زبان سے عربی مین ترجمہ کی اور اس کے بعد سے یہودی (نیز شامی عیسائی) مثل اُن چھوٹے چھوٹے چشمون کے بن گئے - جو مختلف وادیون سے پانی لاتے اور اس کو ایک جگہ جمع کر کے بحر ذخار بنا تے ہین -

اسی کے ساتھ ساتھ یہودیون نے اپنا ایک قومی لٹریچر بھی عبرانی زبان مین پیدا کر لیا جس کی شاعری کا جزو اعظم خدا کی توجیہ کے راگ اور بنی اسرائیل کی فلاکت و مذلت کے مرثیہ تھے[۵]

۵ اگر عیسائی دنیا نے یہودیون پر زیادتی کی تو یہودیون کی اُس گستاخی کی سزا ہوگی جو وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیساتھ کرتے تھے - اڈیٹر افادہ -

چونکہ ان دونوں یہودیوں کو سوائے عبادت کے چند ان اور کوئی کام نہ ہوتا تھا۔ اور سوائے اپنی ہم قوموں اور اہل مذہب کے اور کوئی اُن کا مخاطب نہ تہا۔ اس لئے قدرتی طور پر اُنکی شاعری مناجاتوں اور مرثیوں تک محدود ہوتی تھی۔ اس دور کے شاعروں میں حیثم نامی یہودی شاعر خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس شاعر کے زمانہ اور قومیت کا ٹہیک ٹہیک پتہ چلنا تو دشوار ہے البتہ اس کی شاعری کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس سے عبرانی شاعری کے قالب میں ایک نئی رُوح پھونکی تھی۔ اس کی سب سے مشہور نظم ایک قصہ کی شکل میں ہے۔ جس میں یہودیوں کی گزشتہ عظمت۔ موجودہ پستی اور آیندہ کے توقعات کا بیان ہے۔ ایک اور شاعر سمن بن کیف ہے۔ رفتہ رفتہ عبرانی شاعری پر عربی شاعری کا رنگ چڑہتا گیا۔ یہان تک کہ اس میں بھی مثل عربی شاعری کے بحر کا لحاظ ہونے لگا۔ اور جہان تک معلوم ہے۔ اسحٰق فلسطینی پہلا عبرانی شاعر ہے۔ جسنے عربی کی بحروں کو عبرانی شاعری میں اول اول رواج دیا۔ مگر اس کے اشعار سکتوں کی بھرمار کی وجہ سے کانوں کو نہایت ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ فارسی و ترکی شعراء کے تتبع میں اس نے اپنی نظموں میں اپنا تخلص بھی درج کیا ہے۔ اسحٰق کا جانشین اور متبع العنذ نامی شاعر ہے۔ مگر اپنے استاد کی طرح اس کی شاعری میں بھی نقائص ہیں اور دسویں میں سے چند ہی نظمیں اس کی ایسی ہیں۔ جو کوئی شاعرانہ اہمیت رکھتی ہیں۔ اسمین تہواروں کے لئے کئی نہایت مقبول مناجاتیں لکھی ہیں۔ اس کے بعد عقبہ نامی شاعر ہوا جسکو عربی شاعری میں بھی درک وافی حاصل تہا۔ المقتدر خلیفہ بغداد کے دربار میں اس کو بڑا رسوخ حاصل تہا۔ مگر اپنے ایک ہمعصر کی رقابت اور درانداز یون کی وجہ سے اُسے اپنے عہدہ سے علیحدہ اور دارالخلافہ سے جلاوطن ہونا پڑا۔ مگر بالآخر اس کی ایک نظم سے خوش ہوکر خلیفہ نے اسے پہر بحال کردیا۔

اسلامی ماحول سے متاثر ہوکر یہودیوں نے شاعری ہی میں اپنا نام روشن نہیں کیا۔ بلکہ فلسفہ اور دیگر علوم کے دلکش اور وسیع ابواب بھی اُن کے لئے کشادہ ہوگئے تھے اور خصوصاً عباسی خلفاے بغداد اور خلفا سے اندلس کے عہد میں وہ آسمان علم کے روشن ستارے بنکر چمکے۔ جس زمانہ میں بغداد اور قیروان اور مرو علم کے مرکز بن رہے تھے۔ یہودیوں کا فضل وکمال بھی پورا اوج وعروج پر تہا۔ تاریخ اسلام کے صفحات کثیر التعداد یہودی علما کے ناموں سے مزین ہیں۔ پروفیسر جے۔ کے ہوسا اپنی دلچسپ کتاب داستان یہودیان میں لکھتے ہیں۔ تہذیب اُن

لوگون کی (یہودیون کی) کس قدر ممنون ہے۔ جنکو عیسائیون نے اس قدر ظلمون کے ساتھ ملک بدر کیا تہا۔ وہ اگرچہ ایک تجارت پیشہ قوم تہے مگر نہ بالکل ہے۔ ایک زمانہ مین اُن کے اندر علم و فضل درجہ کمال موجود تہا اور یہ انہین کا طفیل تہا۔ کہ کثیر التعداد علمی کتابین یونانی سے ترجمہ ہوکر عربی زبان مین آئین اور عربی سے یورپ کی زبانون مین منتقل ہو کر وہان نو خیز یونیورسٹیون کے نصاب تعلیم مین داخل ہوئین۔ انہین کے وسیلہ سے یونانی علم طب زندہ ہوا اور اس طرح بہت سے دوسرے علوم و فنون کی ترقی و ترویج کا باعث بنا۔ تراجم اور تالیفات اور کتابت کی خدمت علی العموم اُن کے ہاتھ مین ہوتی تہی۔ مونٹ پلیر (فرانس) ملرنو (اٹلی) اور سنیرل (اسپین) کے کالج اُن لوگون اور اُن کی علمی تحقیقاتون سے معمور تھے۔ ایک خاص امر قابل لحاظ یہ بھی ہے کہ یہ یہودی علما بخلاف اپنے دوسرے ہم مذہبون کے اوہام پرستی سے بالکل بیرا ہوتے تھے۔

علم طب مین خصوصاً یہودیون نے ید طولی حاصل کیا تہا۔ خلیفہ ہارون رشید عادل (۷۸۶-۸۰۹) کا مشہور درباری طبیب جبرئیل یہودی المذہب تہا۔ یہ واقعہ تاریخ کے ہر طالب علم کے علم مین ہوگا کہ اسحاق یہودی اس سفارت مین شامل تہا۔ جو خلافت بغداد سے شارلی مین (شاہ فرانس) کے پاس گئی تھی۔ اور درحقیقت اُس زمانہ مین مسلمان ہارون رشید اور عیسائی شارلی مین (جو مشرق و مغرب کے اس وقت زبردست فرمان روا تھے) اُن مین باہم نامہ و پیام کے معزز و ممتاز عہدہ پر ایک یہودی المذہب شخص کا تقرر ہونا (جسکی قوم اور جس کے مذہب کی عیسائیون کے نزدیک ایک پرکاہ کی برابر بھی وقعت نہ تہی) ایک عجوبہ روزگار واقعہ تہا۔ اور شاید اس تقرر مین یہی نکتہ مضمر ہو کہ جس فرمان روا کے عدل و انصاف کا درجہ اس قدر بلند ہو۔ اس کی ہمسری کا دعوی کوئی آسان کام نہین ہے۔

اس کے بعد شارلیمین کی خاص درخواست پر ہارون رشید نے ایک بلبلی یہودی ماشر نامی کو فرانس بہیجا۔ جو وہان کی ایک مشہور علم دوست نسل کا مورث اعلیٰ ہوا۔ غالباً اسی کا اثر تہا۔ کہ چارلس اول شاہ فرانس کا درباری طبیب حذقیہ اور اس کا معتبر مشیر یہودا یہودی مذہب تھے حذقیہ کی حذاقت کا یہ عالم تہا کہ اس کے علاجون کو سحر و کہانت کا نتیجہ قرار دیا جاتا تہا۔

سہل ربانی باشندہ طبرستان (۸۰۰-۸۷۰) نہ صرف ایک مشہور طبیب تہا۔ بلکہ بہت بڑا ریاضی دان بہی تہا۔ اُس نے بطلیموس (مشہور یونانی فلک دان) کی کتاب مجسطی کا ترجمہ عربی مین کیا۔ اور سب سے پہلے انعکاس النور کا نظریہ قایم کیا۔ اُس کا بیٹا ابوسہل علی اُن

لوگوں مین ہے جنھوں نے علم طب کو بیش قرار ترقی دی رضی اور ایک مشہور مسلمان طبیب کا استاد بھی ہے۔ ایک اور نامی یہودی عالم اسحاق بن سلیمان اسرائیلی (۸۴۵-۹۴۰) تھا۔ جو طبیب فلاسفر اور مشہور عبرانی دان تھا۔ وہ مصر مین پیدا ہوا تھا اور تقریباً ۹۰۴ء مین قیروان کے دربار مین طلب کیا گیا۔ جب خاندان بنی فاطمہ کے بانی عبید اللہ نے (جس کی ماں کو یہودی المذہب بتایا جاتا ہے) افریقہ مین ایک وسیع سلطنت کی بنیاد ڈالی تو اس وقت اسرائیلی کی شہرت نصف النہار پر پہونچی ہوئی تھی اور اُس کے شاگردوں کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ بقول گریز اس نے خلیفہ عبید اللہ کی درخواست پر طب کی آٹھ کتابین تصنیف کین۔ جن مین رسالہ حیات اپنی قسم کا بہترین ہے۔ اس کی طبی کتابوں کے عبرانی۔ لاطینی اور اسپینی زبانون مین ترجمے ہوئے۔ ایک مشہور عیسائی طبیب نے سرقہ کرکے اسرائیل کی کئی تصانیف کو اپنے نام سے منسوب کر لیا۔ اس کی تقریر اس کی تحریر سے بھی زیادہ موثر تھی۔ اس کا ایک مسلمان شاگرد ابو جعفر الجذر طب کے اسانید مین شمار ہوتا ہے۔

سائنس کا مسئلہ انتشار قوت اور قیامت

مسئلہ انتشار قوت

طبیعات مین ایک نہایت عجیب وغریب اور نہایت مشہور مسئلہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اجسام کی قوت عمل طبعی سے رفتہ رفتہ خارج ہو رہی ہے۔ اور آخر کار وہ بوجہ اخراج قوت مردہ اور بیکار ہو جائین گے۔ یہ عالمگیر عمل ہے

لارڈ کیلون کی رائے

لارڈ کیلون اس کے مخترع تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ عالم محسوسات کے اندر عام طور پر یہ دیکھنے مین آتا ہے۔ کہ قوت اجسام کے اندر سے نکل نکلکر خارج ہو رہی ہے۔ جو بیجان مادی عمل جاری ہین۔ اُن کے وسیلہ سے اس اخراج قوت کی تلافی نہین ہوتی۔ ذرون کے اجتماع اور ارتباط سے بھی (قوت ضائع ہونے کا) یہ خسارہ پیدا نہین ہوتا۔ چاہے یہ عمل اجتماع نباتی زندگی سے بہرہ یاب ہو یا کسی جاندار کی مرضی کے تابع ہو۔ ،، جس کے معنی یہ ہین کہ خواہ نباتات کے اندر قدرتی عمل جاری ہو یا خوراک وغیرہ کے وسیلہ سے ہم کام کرنے کی قوت اپنے اندر پیدا کرین۔ مگر عمل انتشار سے جو قوت برباد ہو جاتی ہے

وہ پوری نہیں ہوسکتی - آخرکار ہم مرجاتے ہین - انجن رات دن چلتا رہتا ہے اور کچھہ مدت کے بعد اتنا فرسودہ اور بیکار ہوجاتا ہے کہ مرمت سے بھی کام نہیں دیتا - نباتات بھی کچھہ عرصہ کے بعد مرجھا اور سوکھہ جاتی ہین -

ایک وہ زمانہ تھا کہ کرہ ارض انسان کے رہنے کے قابل نہ تھا - ایک زمانہ آیندہ ایسا آئیگا کہ وہ جانداروں کی بود و باش کے قابل نہ رہیگا - تا وقتیکہ انسان کا موجودہ ڈھچر اور قوائے جسمانی و ناعی اور روحانی بدل نہ جائین - یا قوانین مین تغیر عظیم واقع نہو - جو اس وقت عالم کے اندر موجود ہین -

ہربرٹ اسپنسر کی راے

عالم کی آخری حالت کی بابت ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے - "جو عمل ہر جگہہ ہورہے ہین - اُن کا یہہ انجام ہوگا - کہ ہر جگہ شہر خموشان کی سی خاموشی چھاجائیگی - سب کام معطل ہوجائینگے ہم سب ہلاکت کے اس گڑھے مین جا گرین گے - جو منہ کھولے ہڑپ کرنے کو تیار ہے" مشہور عالم فلکیات رچرڈ پراکٹر کہتا ہے - "سورج سے دس لاکھہ اکائیان حرارت خارج ہوتی ہے - جس کا صرف ۲۲۷ وان حصہ سیارون کے حصہ مین آتا ہے - باقی خلا مین جاکر غائب ہوجاتا ہے -"

سر آلیور لاج کی راے

آپ طبیعات کے نہایت ہی مشہور عالم - مانچسٹر یونیورسٹی کے پرنسپل کئی کتابون کے مصنف - خدا کے قائل - دیندار اور نیک آدمی ہین - آپ کو ڈاکٹر ڈیلس کی طرح روحانیت سے دلچسپی ہے - آپ کی راے ناطق سمجھی جاتی ہے - آپ انتشار قوت کی بابت لکھتے ہین - "وہ قوت جسے قابو مین کرکے ہم ایک جسم سے دوسرے جسم مین منتقل کرسکتے ہین - اور اس سے خاص کام لے سکتے ہین - وہ کار آمد قوت کہلاتی ہے - کیونکہ اُس سے اپنے حسب منشا کام لیا جاسکتا ہے - گو انتقال سے قوت کی مقدار کم نہین ہوتی - مگر بار بار منتقل ہونے سے اس کے کار آمد ہونے مین فرق واقع ہوجاتا ہے - کیونکہ اس عمل مین اس کا کچھہ حصہ زائل ہوجاتا ہے - اور ذراتی حرکت (حرارت) بن جاتی ہے - اور اس طرح وہ ہمارے قبضہ اختیار سے باہر ہوجانے سے کار آمد ثابت نہین ہوسکتی - یہہ بظاہر ناگزیر عمل ہے - جو آپ سے آپ ہوتا رہتا ہے

اسی نام کا انتشار قوت ہے - تمام بیجان عملوں سے انتشار لاحق ہوجاتا ہے اور یہہ عمل سب جگہہ اور چیزون مین کم و بیش پایا جاتا ہے - جاندار ہستیان اس عمل کی ہدایت کر سکتی ہین -

پروفیسر ٹیٹ و اسٹرارٹ کی راے

مشہور و معروف علماء طبیعات پروفیسر جی - پی - ٹیٹ اور بالفور اسٹرارٹ نے اپنی مشہور کتاب "دی ان سین یونیورس" مین حرارت کے اخراج سے عالمون کی بربادی کی بابت حسب ذیل تحریر کیا ہے -

حرارت کا میلان عام مساوات ہے - سچ پوچھو تو حرارت اس عالم کے اندر مساوات کا درجہ قایم کرنے والی اور عدم مساوات کی دشمن ہے - اس سے اس عالم کا بلا شبہ خاتمہ ہو جائیگا اس عالم کو ایک عظیم الشان انجمن ہاؤس سے تشبیہ دی جاسکتی ہے - یہی وجہ ہے کہ جابجا ہم نے انجمنون کی مثالون سے کام لیا ہے - ہماری دنیا بلکہ تمام نظام شمسی کی حرارت کا سرچشمہ آفتاب ہے جسطرح آسمان کے دیگر ستارے دیگر نظام ہاے شمسی کی گرمی کا مصدر ہین - جو قوت ہماری ہستی کے لئے لازمی و لابدی ہے - وہ اس حرارت سے حاصل ہوتی ہے - جو سورج سے خارج ہوکر آتی ہے - اور وہ قوت اس گرمی کا ایک نہایت ادنی جزو ہے - گو سورج ہمین قوت بہم پہنچاتا ہے - مگر وہ خود سرد ہوتا جاتا ہے - آخر کار ایک ایسا وقت آئیگا - جبکہ اخراج حرارت سے جو خلا مین ہوتی رہتی ہے - سورج زندگی کو سہارا دینے والی اُس قوت سے محروم ہو جائے گا جو اُس وقت اس کے پاس موجود ہے - یہہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ سورج کے سرد ہونے کے ساتھ ایتھر کی رگڑ سے ہمارا کرہ ارض اور دیگر سیارے گھومتے گھومتے آفتاب کی طرف کھینچ جائینگے - اور آخر کار اس کی سطح پر جاکر برباد ہو جائینگے - اس سے تدریجاً ایک قسم کا تصادم ہوگا - جس سے حرارت اور قوت پیدا ہوگی - اور کچھہ عرصہ کے لئے سورج کی قوت بحال ہو جائے گی - مگر بالآخر یہ بھی ختم ہو جائیگی - اور آفتاب حرارت و روشنی سے بالکل محروم ہو جائیگا حتی کہ کبھی ہمسایہ سے ایتھر کی رگڑ سے ٹکرا کر اس کی ہستی تحس نحس نہ ہو جائے -

اس مسئلہ پر زیادہ بحث کرنے کی چندان ضرورت نہین ہے - گو زندگی (جہان تک اس کا تعلق طبعی حالات اور قوی سے ہے) قوت کی تسخیر اور نئی صورتین اختیار کرنے پر موقوف ہے یہ امر بھی یقینی ہے کہ زمانہ بزمانہ اس قسم کی تغیرات کا امکان کم ہوتا جاتا ہے - اور جو کچھہ ہمین عالم کے قوانین اور قوی کے عمل کی کیفیت معلوم ہے - اس کی بنا پر ہم یہہ کہہ سکتے ہین کہ عالم کی

آخری صورت یہ ہوگی کہ قوت بازو کے زائل ہونے اور قوت مخفی کے عملاً بیکار ہو جانے سے تمام مادہ ایک ہولناک انبار بن جائیگا۔ اور اس مجموعہ کا درجۂ حرارت و برودت مساوی ہوگا۔ مگر نظام شمسی کی قوت مخفی اتنی وسیع ہے جیسے ہم اپنی لاچاری کی وجہ سے غیر متناہی قرار دیتے ہیں کروہ بے انتہا صدیون تک زندگی کی طبعی ضروریات کو پورا کرتی رہے گی۔ اگر قوانین قدرت موجودہ صورت مین جاری ہے۔ تو بیشمار زمانون کے بعد مردہ آفتابون کے ہمارے آفتاب سے ٹکرانے کا سخت احتمال ہے۔ ان کے جسمون کا بڑا حصہ باریک خاک مین تبدیل ہو جائیگا۔ اور اس کے وسیلہ سے بڑے بڑے سیارے اور آفتاب نئے سرے سے بنین گے۔ الغرض موجودہ نظام شمسی سے زیادہ شاندار اور وسیع نظام شمسی قایم ہو جائیگا۔ مگر شمار مین اراکین شمسی کم ہو نگے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد قوت ختم ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ حرکت بھی بند ہو جائیگی۔ اور عالم کے چارون طرف دائمی سکون اور خاموشی ہو گی۔ جیسے سیارون کی آیندہ حالت ہو گی۔ ویسے ہی وہ کچھ زمانہ پیشتر بھی تھے۔ ان کا ہیولی سفید خاک ایسا تھا۔ جو گردش کر رہا تھا۔ آخرکار اس مین انقلاب پیدا ہوا۔ اور سرد ہو کر گرے اور سیارے بننے گئے۔ موجودہ عالم کی ابتدا ہوئی تھی۔ اور انتہا بھی ہوگی۔ اسے ہمیشگی اور استمرار نصیب نہین۔ اسے فنا سے بالا سمجھنا غلطی ہے۔

(جے۔ ایم۔ آر۔ اے "ویل۔")

کہانت

کہانت کے لغوی معنی (مولانا "شرر" دل گداز مین بتاتے ہین کہ) فال گوئی کے ہین اور اسی لئے اُس شخص کو جو غیب کی باتین بتائے اور اپنے آپ کو مخفی اسرار سے واقف ظاہر کرے "کاہن" کہتے ہین۔ اسلام سے پہلے تمام مذاہب کے حالات پر غور کیجئے۔ تو صاف نظر آتا ہے کہ دینی پیشوائی اور مقتدائی کے لئے کہانت لازمی تھی۔ مصریون کے مقتداؤن نے مذہب کو نامعلوم اسرار و رموز کا خزانہ بنا رکھا تھا۔ قوم بتون۔ مگرمچھون۔ بلیون۔ بیدانون وغیرہ کی پرستش کرتی تھی۔ لیکن الٰہیات کے مسائل رموز باطنی کی طرح صرف مقتداؤن تک محدود تھے۔ جو آداب مذہبی کی تعلیم کے ساتھ غیب کی باتین بھی بتادیا کرتے۔ بابل والون نے رمل اور نجوم کے فن کو ہندؤن کی طرح جزو دین بنا لیا تھا۔ جس کی مدد سے

وہ ہر امر مین آیندہ کی بابت حکم لگایا کرتے۔ اُن کی اسی دینی جستجو نے علم ہیئت کو مدون کیا۔ کواکب کے اثرات اور اُن کے افعال و خواص مقرر کئے۔ اجرام فلکی کے نام رکھے۔ اُون کی حرکتون کا پتا لگایا اور دنیا کو باور کرادیا کہ نجوم کے ذریعہ سے جو الٰہیات سے وابستہ تھا۔ انسان غیب کی باتون کو بتا دیا کرتا ہے۔ ہندؤن اور بابلیون کے قدیم مسائل بہت ملتے جلتے ہین۔ اور نجوم و الٰہیات کے لحاظ سے ضرور ماننا پڑتا ہے کہ یا تو نجوم و ہیات کو بابلیون نے ہندؤن سے لیا۔ یا ہندؤن نے بابلیون سے حاصل کیا۔ لیکن چونکہ یہہ امر تاریخ کا ایک مُسلّمہ مسئلہ ہوگیا ہے کہ آریہ لوگون نے سمٹک لوگون (یعنی سام) کے بعد ترقی کی۔ اس لئے زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ بابل والون کے علوم ہیات و نجوم بعد کے زمانہ مین پورے پورے ہندؤن مین منتقل ہوآئے اور اسی وجہ سے دونون کی کہانت بھی ایک ہی قسم کی ہے۔

ہندو پنڈت پتر دیکھ کے اور زائچہ کھینچ کے جس طرح بعد والی باتین بیان کرتے ہین۔ اسیطرح بابل کے پوجاری اور مرتاض لوگ بھی بتایا کرتے تھے۔ آتش پرستون مین بھی کہانت تھی۔ اور غالباً اُسی قسم کی ہوگی جیسی کہ اہل بابل مین تھی۔ اگرچہ اُن کی کہانت کے زیادہ مشرح حالات ہمین نہین معلوم ہوسکے۔ یونانیون مین بھی کہانت تھی۔ مگر بابل والون کی کہانت سے بہت ادنیٰ درجہ کی۔ اگرچہ انھون نے بھی ہیات و نجوم کو حاصل کرلیا تھا۔ مگر جہان تک پتہ لگایا جاتا ہے۔ یہہ فنون اُن کے دین کے اصلی عنصر نہین بننے پائے تھے۔ اُن کے کاہن بڑے بڑے مندرون کے پوجاری تھے۔ اور اُن کی کاہنہ عورتین وہ کنواری لڑکیان تھین۔ جن کی زندگی بت خانون اور مندرون کی نذر ہوجاتی۔ اپالو کے مندر مین جو قدیم یونانیون کا سب سے بڑا مندر رہتا۔ لوہے کی ایک تپائی پر یہہ لڑکیان برہنہ کرکے بٹھائی جاتین اور نیچے کچھ بخور سلگا دئے جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس لڑکی کے دماغ پر کچھ ایسا اثر پڑتا کہ حواس مختل ہونے لگتے۔ اور بیہوشی کے عالم مین وہ بکنا شروع کرتی۔ اس کے الفاظ پر مجذوبون کی بڑ کی طرح غور کیا جاتا۔ اُن مین طرح طرح کے معنے پہنائے جاتے اور لوگ اپنی آرزؤن اور مرادون کے موافق یا مخالف جواب حاصل کرلیا جاتا۔ یہی یونانیون کی وہ فالین تھین۔ جن کا اگلے دنون بڑا شہرہ تھا۔ اور جن کے صحیح ثابت ہونے اور پورے اُترنے پر اکثر قدیم مورخین عقیدت مندانہ حیرت ظاہر کرتے ہین۔

رومی چونکہ علوم و فنون کی طرح مذہب مین بھی یونانیون کے پیرو تھے اور اپنے دیوتاؤن

کی کہانیون - اُن کے حالات و خیالات اور واقعات کو یونانی دیوتاؤن کے موافق ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے - اس لئے ان کی کہانت بھی یونانیون کی کہانت سے ملتی ہوئی تھی - یہہ بات لطف سے خالی نہین ہے کہ مشرق - مغرب کی کہانت مین ایک نمایان فرق تہا - مشرق مین بابل والون - ایرانیون اور ہندؤن سب مین کہانت کا دارومدار ایک باضابطہ فن نجوم پر تہا - اور کسی برکت و نعمت کے حاصل کرنے یا کسی مصیبت و آفت کے دور کرنے کی تدبیرین بھی یہہ مشرقی لوگ انہین فنون کے اصول کی پابندی مین کیا کرتے تھے برخلاف اس کے یونانیون اور رومیون کی کہانت کو مجذوب پرستی سے زیادہ وقعت نہین حاصل تھی -

بنی اسرائیل مین بھی کہانت تھی - مگر اُن کی کہانت بالکل جداگانہ تھی - اُن مین حضرت ابراہیمؑ اور جناب موسٰیؑ کی تعلیمات نے نبوت کی ایک خاص شان پیدا کر دی تھی - حضرت موسٰیؑ کے بعد سے اُن مین نبیون کے پیدا ہونے کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا تہا - جو عابد و زاہد نیک نفس و پاک باطن لوگ ہوتے اور ریاضت و اتقا کے ذریعہ سے تزکیہ نفس کیا کرتے - اُن لوگون کو مراقبہ مین مکاشفہ ہوتا اور جو باتین اُن سے پوچھی جاتین اُن کا جواب گویا وہ خدا سے پوچھ کے دیا کرتے - اور اپنے آپ کو اسرار باطن اور رموز ربانی سے واقف ظاہر کرتے - انہین انبیا کا طریقہ اُن کے کاہنون نے بھی اختیار کیا - اور جب انبیا ہوتے یا بعد کے ایام مین جب نبیون کے مبعوث ہونے کا سلسلہ موقوف ہو گیا - تو ہر جگہہ اور ہر زمانہ مین اُن کے مرتاض و نفس کُش مقتدا آنکھین بند کر کے عالم ملکوت کی سیر کرتے اور قوم کو اُس کے خیالات و عقائد کے مطابق عجیب قسم کے حکمانہ لہجے اور انوکھے دل چسپ الفاظ مین بتا دیا کرتے کہ اُس معاملہ مین یہہ ہو گا - اور یہہ بات یون ہونیوالی ہے اس قسم کی کہانت دوسری قدیم قومون مین بھی تھی - بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ ساری مشرقی و مغربی قومون مین اسی قسم کے غیب دان اور اسرار باطنی جاننے والے کاہن ریاضت و مجاہدہ نفس کے ذریعہ سے پیدا ہوا کرتے تھے - ادہر بابلیون اور ہندون مین بھی جہان نجومیون اور اجرام فلکی کے اثر جاننے والے پنڈتون کا زور تہا - وہان ایسے مرتاض اور تارک الدنیا اشخاص بھی موجود تھے - جن کے لہجے اور طرز گفتگو سے ظاہر ہوتا کہ مبداء فیاض کی طرف سے غیب کی باتین اور مشکل سے مشکل مسائل کے حل اُن کے دلون پر القا ہو جاتے

ہین اور الہام کے ذریعہ سے اُن کو معلوم ہو جایا کرتا ہے۔ کہ آیندہ یہہ ہونے والا ہے۔ اور فلان شخص کی قسمت مین یہہ لکھا ہے۔ علی ہذا القیاس۔ یونانیون اور رومیون مین بھی مندرون کے معمولی پوجاریون کے علاوہ اس قسم کے رموز باطن جاننے والے راہبون اور عزلت گزینون کا پتا چلتا ہے۔ لیکن سچ یہہ ہے کہ اس قسم کی کہانت کا آغاز تاریخی طور پر بنی اسرائیل کے انبیا اور کاہنون ہی سے شروع ہوا اگرچہ آخر مین یہہ معلوم ہوتا ہے کہ بابل کے صابی لوگون کی کہانت بنی اسرائیل کے خیالات پر غالب آگئی تھی۔ اسی کا ایک کرشمہ یہہ تھا کہ سحر بابل کی ساری دنیا مین شہرت ہو گئی۔ اور عیسائی حضرت مسیح کی پیدائش سے پیشتر ہی اُن کی آمد کے منتظر اور اُنہین ایک ستارے کے ذریعہ سے پہچان کے ایمان لانے والا عینہ بابلی کاہنون ہی کو بتاتے ہین۔ جیسا کہ انجیل مین مذکور ہے۔

یہہ کہنا کہ یہہ زاہد و مرتاض لوگون کی کہانت کس قوم سے شروع ہوئی۔ اور اُسے کس ملک نے کس سے لیا فضول ہے۔ اس لئے کہ یہہ ایک فطرتی چیز تھی۔ انسان کی فطری کرشمہ پرستی اُسے ہر جگہ پیدا کر لیتی تھی۔ یہہ پرانا خیال کہ روح چونکہ لطیف اور مخفی شے ہے۔ اس لئے وہ ہر مخفی راز کا پتہ لگا سکتی ہے اور اسرار سرمدی کے ہر حرم مین پہنچ سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس کا تزکیہ کیا جائے جسمانی نقصون سے مبرا کر لی جائے اور اس مین خلوص پیدا ہو جائے اس کے ساتھ انسان کی فطرت ہے کہ جس جگہ وہ اپنی تدبیرون مین عاجز آتا ہے۔ نا معلوم ذرائع ڈھونڈنے لگتا ہے اور بڑی بے صبری کے ساتھ جویا ہوتا ہے کہ کوئی اس مشکل کا دفعیہ بتا دے۔ لہذا ہر وحشی سے وحشی قوم مین نوع انسانی کے اس فطری تقاضہ نے کہانت کو کسی نہ کسی عنوان سے ضرور پیدا کر دیا۔

عرب کے بت پرستون سے جاہل کون ہو گا جنکی بت پرستی نہایت ہی مزخرف اور بے اصول طریقہ کی تھی۔ مگر اُن مین بھی ہر جگہ کاہن موجود تھے۔ پھر اس کے بعد جزیرہ نمای عرب مین بیرونی مذاہب کا ہجوم روز بروز بڑھتا گیا۔ پارسی بھی تھے۔ یہودی بھی تھے۔ عیسائی بھی تھے۔ اور تو اور بابل کے مذہب بت پرست جو اپنے آپ کو سب سے بڑا موحد خیال کرتے ساری دنیا مین فنا کر دئے گئے تھے۔ اور عراق مین اُن کا نام و نشان بھی نہین رہا تھا مگر ارض حجاز مین وہ بھی موجود تھے۔ اور ان سب کے کاہن عرب مین ہر جگہ موجود تھے اور کہانت کا کام اختیار کرتے تھے۔ وہ مذہب کی طرف سے کچھ ایسے غیر متعصب ہو جاتے کہ

سب قومین عام اس سے کہ کسی مذہب سے وابستہ ہون بلالحاظ مذہب اپنی مشکلین لیکے
اُن کے سامنے آئین اور وہ اُن کو ایسے جواب دیتے کہ اُن کی تسلی وتشفی ہوجاتی - اور اپنے نزدیک
کامیاب اور بامراد ہوکے اپنے گھرون کو واپس جاتین - اُن دنون عرب کی اصلی حکومت
اگر سچ پوچھئے تو انہین کاہنون کے ہاتھ مین تھی - جن کے سامنے نہ کسی سردار قبیلہ کی چلتی
اور نہ کسی تاجدار و فرمان روا کی -

جاہلیت عرب کے کاہنون کے احکام والفاظ اگر ایک جگہ جمع کردئے جائین تو ایک
عجیب قسم کا پر لطف لٹریچر بن جائیگا - جن کے الفاظ مین غیر معمولی لطافت - معنی خیزی - فصاحت و
بلاغت - قافیہ بندی اور پیغمبرانہ حکومت ہوتی ہے - اور ایسا معلوم ہوتا کہ جس شخص کی
زبان سے وہ الفاظ سنے جاتے ہین وہ نہین بول رہا ہے - بلکہ اس کے جسم کے اندر سے
فرشتہ باتین کر رہا ہے - اس قسم کے صدہا کاہن اور صدہا کاہنہ عورتین ارض عرب
کے مشہور مقامات مین پھیلی ہوئی تھین - جن کے پاس دور دور سے بڑے بڑے قافلے اپنی آرزوئین
اور تمنائین لیکر آیا کرتے اور شاد کام و مطمئن واپس جاتے - جس طرح یونانی مندرون کی
فالون کی نسبت بتایا جاتا ہے - کہ وہ ہمیشہ پوری اُترین - اس سے زیادہ ہم حیرت سے دیکھتے ہین
کہ عرب کے کاہنون اور کاہنائون کے احکام پورے اُترا کرتے تھے - اور بعض موقعون پر تو
اُنھون نے ایسے سچے حکم لگائے اور اس طرح غیب کی باتین بیان کر دین کہ اگر اُن واقعات
کو سچ تسلیم کر لیا جائے تو اُن غیب کی باتین بتانے والون کی غیب دانی کی کوئی توجیہ نہین ہوسکتی
اگلی دنیا چونکہ ان تمام واقعات کو باور کرتی تھی - لہذا ادنی اعلی جاہل و عالم سب نے تسلیم
کر لیا کہ انسان کسی ذریعہ یا کسی ریاضت سے ایسا کمال حاصل کر لیا کرتا ہے کہ غیب کی
باتین بتا دے اور جب یہہ مان لیا گیا تو ہر شخص اپنے مذاق و خیالات کے مطابق اُس کی
توجیہین بھی کرنے لگا - چنانچہ یونانیون اور رومیون نے باوجود فلسفہ و منطق مین اعلی نمو و کمال
کرنے کے اس امر کو قبول کر لیا کہ انسان غیب کی باتین بتا سکتا ہے - بعض نے اس کی یہہ
توجیہ کی کہ نفوس انسانی تصفیہ باطن کے ذریعہ سے اسرار فطرت سے واقف و آگاہ ہوجاتے
ہین - اور جیسا وہ چاہتے ہین ویسا ہی ہوجایا کرتا ہے - اس لئے کہ اُنکے خیال مین تمام اشیاء
کی صورتین عالم کلی مین موجود تھین - جہان تک بار پانے کے بعد انسان اُن پر تصرف بھی کرسکتا تھا
یہہ تو اعلی درجہ کے نازک خیال علمائے روحانی کا خیال تھا - مگر بعض نے کہدیا کہ روحین جو

جسمون کے قفس سے آزاد ہین - اور نیز اجنہ اُن کے بس مین ہوکے اُنکے موکل بن جاتے ہین اور وہی اُنہین رموز غیب سے آگاہ کر دیتے ہین -

عیسائیون نے جو قرون وسطی مین کہانت کے تماشے اور ولایت کے کرشمے سب سے زیادہ دکہایا کرتے تھے اپنے کاہنون کی غیب دانی اور اُن کے تصرفات باطنی کا یہہ اصول قرار دیا کہ حضرت مسیح خدا ہونے کی وجہ سے غیب کی باتین جانتے تہے - لہذا اُن کا نفس ربانی جس پر اثر کرے - وہ بھی اُن رموز باطنی سے واقف ہو جاتا ہے - قطع نظر اس کے مسیحون مین علم کا دیوتا یا خدا روح القدس ہے - اور جسے کچھ بھی معلوم ہو یا کسی قسم کا علم حاصل ہو - اس کی نسبت سمجہا جاتا ہے کہ اس پر روح القدس نے آکے اپنا کمال دکہایا ہے - اور اگلے دنون چند روز تک یہے اور خالص العقیدہ مسیحون پر روح القدس کے آنے کی بھی شان رہی جو شان کہ کسی کے سر پر کسی جن یا پریت کے آنے کی ہوتی ہے - اس لئے غیب کی باتین بھی مسیحون کے خیال کے مطابق روح القدس آکے مقدس لوگون کی زبان سے ظاہر کر دیا کرتا تہا -

صابئی لوگون مین غیب دانی و کہانت کی یہہ تہیوری تہی کہ ازریامیس اور اواس اول و دوم جن سے مراد ہرمس اور اغافیمون ہین - اصلی دانایان غیب تہے - اُن کو صابئی لوگ اپنے مذہب کے پیغمبر بتاتے تہے - انہین کی توجہ و برکت سے اور لوگ بھی غیب کی باتین جانتے ہین - خلاصہ یہہ کہ یہی لوگ ان کے روح القدس تہے - جن کا فیض بعد والون کو بھی غیب دان بنا دیا کرتا اس سے اُن کو قطعاً انکار رہا کہ اجنہ یا موکل ارواح آکے انسان کو غیب کی باتین بتاتی ہین - بلکہ اُن کا یہہ خیال تہا کہ مذکور پیغمبرون کو مجاہدہ اور تزکیہ باطن کے ذریعے سے ایسی صفائی قلب حاصل ہو گئی تہی - کہ اسرار غیب سے مطلع ہو گئے تہے -

کہانت کا سکہ قدیم الایام مین اس قدر بیٹھا ہوا تہا کہ اس عہد کے فلسفی اور علمائے طبیعی بھی کاہنون کی غیب دانی کے قائل تہے - اور اس کی توجیہ یہہ کرتے کہ کہانت ایک لطیف جذبہ نفسانی ہے جو صفائے قلب اور نفسانی قوۃ اور حسی لطافت سے انسان مین پیدا ہو جاتا ہے بعض نے اسے علم نجوم اور آثار فلکی سے وابستہ کر کے کہا جو بچہ ایسے طالع مین پیدا ہو کہ عطارد محل شرف پر ہو - اور باقی سیارات ستہ بھی اچھے عقد مین ہون اور عمدگی سے ایک دوسرے کی طرف ناظر اور متوازی واقع ہون وہ لڑکا ان ستارون کے اثر سے

طور پر کاہن اور غیب دان ہوتا ہے۔

سب سے زیادہ اس کے طرف دار اور ماننے والے علماے روحانین تھے۔ جن کا بیان تھا کہ نفس ناطقہ انسانی جب قوی اور زبردست ہوتا ہو تو وہ طبیعت کو مغلوب کر کے دبا دیتا ہے۔ اور انسان پر لطیف راز کو آشکارا کر کے ہر رموز معنوی سے واقف کر دیتا ہے۔ یہہ کہتے ہین کہ انسان مین دو چیزین ہین۔ روح اور جسم۔ جسم روح کے کوئی چیز نہین۔ جب روح نہ ہو تو اسمین نہ قوت ہوتی ہے اور نہ عقل و فہم۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہو کہ حس و حرکت اور ادراک و فہم سب چیزین روح مین ہین اور روحون کی مختلف حالت ہے۔ بعض مین حس زیادہ ہوتی ہو بعض مین جلا اور روشنضمیری بڑھی ہوتی ہے۔ لہذا جس روح مین روشنضمیری زیادہ ہو۔ اس پر عجیب عجیب انکشاف ہوتے ہین۔ اور اسرار غیب کو معلوم کر لیتی ہے۔

بہرحال دنیا انہین خیالات مین پڑی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ طرح طرح کے خرافات بڑھتے اور پھیلتے چلے جاتے تھے۔ جن کو انسانی عقل کی کمزوری اور بڑھا رہی تھی اور بجاے اس کے کہ تحقیق و تنقید سے کام لے کے کوئی نتیجہ حاصل کیا جاے۔ لوگ اس کی توجیہین کرتے اور طرح طرح کے معنی پہنا کے کہانت کو اور چمکاتے جاتے تھے۔

یہان تک کہ دنیا مین نور اسلام چمکا۔ اور خدا نے ہر چیز کو ایک نئی روشنی مین دکھا کے تمام اگلی غلط خیالیون کو دور کر دیا۔ اسلام نے صاف کہہ دیا کہ غیب کو سواے خدا کے کوئی نہین جانتا اور غیب دانی کے جو کچھہ دعوے کئے جاتے ہین۔ سب لغو اور مہمل اور بے سروپا ہین اس طریقہ سے اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھ ہی نجوم و کہانت کا چراغ گل کر دیا۔ اور اس قسم کے مدعیان غیب دانی کا زور کلیتہً توڑ دیا گیا۔ یہہ اصلاح سچ یہ ہے کہ اسلام کے اولیات مین سے ہے۔ یعنی ایسے وقت مین جبکہ سارے عالم پر کہانت کی حکومت تھی اور دینی پیشوائی کا لازمی جوہر غیب دانی تھا اور دنیا مین کسی کی نظر اس کے جلال کی طرف نہین گئی تھی۔ یک بیک اسلام کی طرف سے اس بات کا ڈھونڈرا پٹ گیا کہ عالم الغیب سوا خدا کے کوئی نہین اور جو کوئی اس کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔

بیشک خود جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چند غیب کی باتین بتادین یا بعض پیشینگوئیان فرمائین۔ لیکن اُن کی نسبت صاف طور پر بتا دیا گیا کہ خدا نے فرشتہ کو بھیجکر اپنے پیغمبر کو اُن سے آگاہ کر دیا۔ دراصل وہ خدا کی غیب دانی کا جلوہ تھا۔ اِس سے

حضرت رسالت کی غیب دانی ہرگز نہین کہہ سکتے۔ اور جب آن حضرت کی وفات کے بعد جبرئیل کے آنے کا سد باب اور سلسلہ نبوت کا اختتام ہوگیا۔ تو پہر کوئی وجہ ہی نہین باقی رہی کہ دنیا مین کوئی شخص اسرار غیب سے واقف ہونے اور آئیندہ کی باتین بتانے کا دعویٰ کرسکے۔ بہرحال اسلام نے نجوم و کہانت کو بیخ و بنیاد سے اُکھاڑکے پہینک دیا۔ مگر افسوس چند ہی روز بعد اسلام کے زہاد و عباد نے اسلامی مذاق کے سادے بے ریا اور غیر مضر زہد و تقویٰ کو چھوڑکے قدیم مذاق کے شعرفانہ زہد و عبادت کو اختیار کرلیا۔ ولی اللہ کا عام لفظ جو ہر دیندار کے لئے تہا۔ عباد و زہاد کے ایک خاص گروہ کے لئے مخصوص کردیا گیا۔ اور اُن مین نیک نفسی و اتقا اور اعمال و افعال کے بدلے کرامات اور غیب دانی کے کرشمے ڈہونڈہے جانے لگے۔ اور مجذوبون کے الفاظ مین معنی پہنائے جانے لگے تو وہی کہانت جسکے استیصال کے لئے اسلام آیا تہا۔ خود اسلام مین پیدا ہوگئی۔ اور جاہل تو جاہل اکثر پڑہے لکھے مسلمان بھی صوفی سالکون اور مجذوبون کے پاس انہین مقاصد و اغراض کو دل مین لے کر جانے لگے۔ جن کے واسطے اگلی قومین اپنے کاہنون نجومیون اور بتخانون کے پوجاریون کے پاس جایا کرتی تہین۔

اصل یہ ہے کہ بعد کی آمیزشون نے نہ اسلام ہی کو وہ اسلام باقی رکہا جسے حضرت رسالت (روحی فداہ) لائے تھے۔ اور نہ اس کے مقتداؤن ہی کو ویسا رہنے دیا۔ جیسے مقتدا کہ اسلام کے لئے ہونے چاہیئے تھے۔ افسوس!!!۔

لوئی پاسٹر

فرانس کا مشہور اور محسن النسان سائینس دان

کسولی اور ہندوستان کے بعض دیگر مقامات کے ہسپتالون کا نام جن کو "پاسٹر انسٹیٹیوٹ" کہتے ہین اور جہان سگ گزیدگان کا علاج تقریباً صد فی صدی کامیابی کے ساتھ ہوتا ہے) اکثر لوگون نے سُنا ہوگا۔ لیکن اِن ہسپتالون کی وجہ تسمیہ شاذونادر ہی لوگون کو معلوم ہوگی۔ بقول نامہ نگار ہمالیہ یورپ کے سب سے بڑے فاتح فرانس کے بادشاہ نپولین بوناپارٹ کی فوج مین ایک بہادر سپاہی بنام لوئی پاسٹر تہا۔ جب آخر نپولین اکیلا سارے یورپ کے برخلاف لڑتا ہوا گرفتار ہوگیا تو لوئی پاسٹر کا روزگار چھن گیا۔ پس پاسٹر فرانس کے شہر ڈول مین چلا گیا۔ اور وہان چمڑا صاف کرنے کی دوکان کھولی۔ پاسٹر کی

بیوی بڑی خوبصورت اور عقلمند تھی ۱۸۲۲ء مین اس لڑکی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کا نام بھی انہون نے اس کے باپ کی طرح لوئی پاسٹر رکھدیا۔ پہلے ایک لوئی پاسٹر تھا۔ اب دو ہو گئے۔ اس لڑکے نے جو جو کام کئے وہ ہمیشہ فرانس کی تاریخ مین ہیرون اور جواہرات کی طرح چمکتے رہین گے۔

جب یہ چھوٹا لوئی ذرا سیانا ہو گیا۔ تو اس کے والدین نے اس کو اسکول مین بٹھا دیا۔ اگرچہ بچارے بڑے غریب تھے۔ تاہم جس طرح ہو سکا۔ اس کی فیس ادا کرتے رہے مگر بچپن مین لوئی کو کھیل کود کا بڑا شوق تھا اور فرصت کے وقت مین وہ تصویرین بنایا کرتا تھا۔ لیکن ایک دن جب لوئی کو معلوم ہوا کہ اس کے والدین بڑی مشکل سے اس کی فیس ادا کرتے ہین۔ اور بڑے غریب ہین۔ تو لوئی نے دل لگا کر محنت کرنی شروع کر دی۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات جب لوئی کے اُستاد نے سُنا کہ اس کا باپ اس کو پروفیسر بنانا چاہتا ہے۔ تو اس نے لوئی سے کہا کہ لوئی تو بڑا ذہین لڑکا ہے اور مین پیشینگوئی کرتا ہون کہ تو ایک نہ ایک دن پیرس کی بڑی یونیورسٹی مین پروفیسر بن کر رہیگا۔ لوئی کو علم کیمیا کیمسٹری کا بڑا شوق تھا۔ پس جب وہ اس چھوٹے اسکول مین اپنی تعلیم ختم کر چکا تو ایک بڑے اسکول مین داخل ہو گیا۔ اور علم کیمیاگری مین بڑے تجربہ حاصل کرنے لگا اور اوستاد سے اس قدر سوالات پوچھنے لگا۔ کہ اُستاد دنگ رہ گیا اور کہنے لگا سوال مجھے تم سے پوچھنے چاہئین نہ کہ تمہین مجھ سے۔ بات یہ تھی کہ لوئی اپنے استاد سے بھی زیادہ سیکھ گیا تھا اور فرصت کے وقت مین وہ ایک کیمیاگر کی دوکان مین جا کر سبق عملی لینے لگا تھا۔

جب امتحان ہوا تو پاسٹر سب مین چودھوین نمبر پر رہا۔ لوئی پاسٹر چونکہ سمجھتا تھا۔ کہ مین اول نکلونگا۔ اس لیٔے وہ بہت اداس ہوا۔ مگر خیر اگلے سال پھر امتحان ہوا اور اس کا نمبر چوتھا تھا۔ اب لوئی پاسٹر ان باپ سے اجازت لیکر پیرس کی مشہور یونیورسٹی مین شامل ہوا یہان پروفیسر ڈیوما کو لوئی کی لیاقت دیکھکر اس سے محبت ہو گئی۔ اور وہ بڑے شوق سے اسے کیمیاگری کے راز سکھانے لگا۔ اس یونیورسٹی کے ایک پروفیسر نے ثابت کیا تھا کہ جب کرسٹل جمتا ہے تو اس کی کرنین داہین ہاتھ کو جاتی ہین۔ لوئی پاسٹر نے کہا کہ مین ثابت کر سکتا ہون کہ کرسٹل کی کرنین بائین ہاتھ کو بھی جاتی ہین۔ کسی نے پاسٹر کی بات پر اعتبار نکیا اور سب نے قہقہہ لگایا۔ مگر جب پاسٹر نے یہ ثابت کر دکھایا تو پروفیسر کا بدن جوش سے کانپنے لگا۔

اور نہایت پیار سے اس نے پاسٹر سے کہا۔ میرے پیارے بچے مجھے سائینس سے اتنی اُلفت ہے کہ میرا دل خوشی سے اچھل رہا ہے۔

اس طرح تجربے کرتے کرتے پاسٹر آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ مختلف رقیق چیزون (مثلاً شراب۔ دودہ۔ عرق وغیرہ) مین جو کیڑے پڑ جاتے ہین۔ وہ اُن مین خود بخود پیدا نہین ہو جاتے۔ کیونکہ یہہ ناممکن ہے۔ البتہ ہوا مین کروڑون چھوٹے چھوٹے کیڑے ہین۔ جو رقیق چیزون مین گر پڑتے ہین۔ اور جلد جلد بچے پیدا کر کے تعداد مین بڑہ جاتے ہین۔ یہہ کیڑے اس قدر چھوٹے ہوتے ہین کہ بغیر آلہ خوردبین کے دکھائی نہین دیتے۔ پاسٹر نے اپنے دعوے کی تائید مین یہہ دلیل پیش کی کہ اگر تم دودہ کو صاف بوتل مین اس طرح بند کردو کہ وہان ہوا نہ پہنچ سکے تو اس مین ہرگز کیڑے نہین پیدا ہون گے نہ دودہ ترش ہوگا۔ اگرچہ یہہ ایک معمولی بات معلوم ہوتی ہے۔ مگر لوئی پاسٹر کے وقت لوگ ایسا نہین خیال کرتے تھے۔

اس دریافت سے لوئی پاسٹر کا نام ساری دنیا مین مشہور ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ اب لوگ دودہ۔ شراب۔ سرکہ۔ اچار وغیرہ چیزون کو سڑنے سے بچانے کے لئے اُنکو ڈھک کر رکھنے لگے۔ تاکہ ہوا داخل نہو اور ہوا کے جرم (کیڑے) اُن کے اندر نہ جا سکین۔ پھل پھول کو بھی کاغذ مین لپیٹ کر رکھنے لگے۔ تاکہ وہ سڑ نہ جائین۔

جب مشہور انگریز ڈاکٹر لارڈ لسٹر نے اخبار مین پاسٹر کی اس دریافت کا حال پڑھا تو اس نے اپنے دل مین خیال کیا کہ اگر یہہ بات ہے تو ضرور ہے کہ زخمون کو ڈھک کر رکھنے سے کسی قسم کی خارش نہوگی۔ کیونکہ خارش کا سبب کیڑے ہوئے ہونگے۔ جو ہوا مین سے گر پڑتے ہین۔ یہہ بات ٹھیک ہوئی اور اس سے پاسٹر کی شہرت اور بھی پھیل گئی۔ سب لوگ اب زخم کو ہوا لگنے سے بچانے لگے۔ جس سے زخمی جلد جلد اچھے ہونے لگے۔ ڈاکٹر اب جسم کے ہر حصہ مین اپریشن عمل جراحی اس طرح کرنے لگے کہ زخم مین ہوا نہ لگے۔ جس طرح پاسٹر کے پہلے تجربہ کو دیکھکر پیرس کا پروفیسر اچھلنے لگا تھا۔ پاسٹر کی اس دریافت کو دیکھکر سارے یورپ مین خوشی دل سے اچھلنے لگے۔ جب لارڈ لسٹر کو اس مین کامیابی ہوئی تو اس نے پاسٹر کا نام انگلستان مین چارون طرف مشہور کر دیا۔

پاسٹر رات دن اس قدر تجربات مین مشغول رہتا تھا کہ جب اس کی شادی کا دن آیا۔ تو لوگون نے دیکھا کہ پاسٹر برابر تجربے کر رہا ہے۔ اس کے دوستون نے کہا کہ لین گرجا مین معہ

اپنے والدین اور پادری کے آپ کے انتظار میں ہیں۔ اُٹھئے اور دُولہا بن کر دلہن کو لے آئیے۔ پاسٹر دلہن کو گھر لایا۔ اس کی بیوی بڑی لائق عورت تھی۔ اس نے پاسٹر کا خوب ہاتھ بٹایا اور ہر طرح سے علم کیمیاگری کی تحقیقات میں اسے مدد دی۔ اس طرح چند سال گزر گئے۔ حتیٰ کہ پاسٹر ۲۸ برس کا ہوگیا۔ اس وقت اسے پیرس کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں پروفیسر مقرر کیا گیا۔ اگرچہ اس سے پہلے پاسٹر کئی چھوٹی چھوٹی یونیورسٹیوں میں پروفیسر رہ چکا تھا۔ مگر پیرس کی سب سے بڑی یونیورسٹی میں پروفیسر بننا بڑی عزت کا کام تھا۔

اس زمانہ میں سارے یورپ میں ریشم کی تجارت صرف فرانس کے ہاتھ میں تھی۔ اتفاق سے ریشم کے کیڑوں میں بیماری پھیل گئی۔ جس سے کیڑے بڑی تعداد میں مرنے لگے۔ لوگوں نے پاسٹر سے التجا کی کہ تحقیقات کر کے اُن کو بتائے کہ ریشم کے کیڑے کیوں مرتے ہیں۔ اور ان کو کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔ اگرچہ ساری عمر میں پاسٹر نے کبھی ریشم کا کیڑا نہ دیکھا تھا۔ مگر اپنے اہل وطن کے فائدے کی خاطر اس نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لینا منظور کیا۔ اس نے تحقیقات شروع کی۔ کیڑوں کا معائنہ کیا۔ ان کے انڈوں کو کاٹ کر خوردبین سے دیکھا اور آخر اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ ریشم کے اُن کیڑوں سے جو بیمار ہوں۔ اُن سے تندرست کیڑوں کو بیماری لگ جاتی ہے۔ بس اگر وہ ایک دوسرے کو چھو جائیں یا اس پتّہ کو چھو جائیں۔ جہاں بیمار کیڑا بیٹھا ہو تو وہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس کی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ جن کیڑوں کو بیماری تھی۔ اُن کے انڈوں کو ضائع کر دیا گیا۔ اور تندرست کیڑوں کو الگ رکھا گیا ایسا کرنے سے ریشم کے کیڑوں کی جان بچ گئی۔ اس طرح پاسٹر نے فرانس کی ریشم کی تجارت کو (جس سے فرانس کو کروڑوں روپیہ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے) غارت ہونے سے بچایا۔ پچھلی صدی تک یورپ میں یہ بات کوئی نہ جانتا تھا کہ بیماریاں ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہیں۔ پاسٹر نے ثابت کیا کہ بغیر جراثیم (چھوٹے چھوٹے نہ دکھائی دینے والے کیڑے) کے کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ پلیگ۔ ہیضہ۔ ملیریا۔ زکام۔ غرض ہر بیماری کا سبب جراثیم ہی ہیں۔ پاسٹر کی جرم تھیوری اس قدر مشہور ہوئی کہ اب دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بچہ بچہ اس کو جانتا ہے اور کئی ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ آنے والے زمانہ میں لوگ ایک دوسرے سے یہ پوچھنے کی بجائے کہ آپ کو کیا بیماری ہے۔ یہ پوچھا کریں گے کہ آپ کو کس قسم کے جراثیم ستا رہے ہیں۔

پاسٹر کہا کرتا تھا کہ چونکہ سب بیماریاں جسم مین جراثیم پیدا کرتے ہین۔ اس لئے اگر ہم بدن سے وہ چیز نکال دین جس کو کھا کر بڑھتے ہین۔ تو ہم صحت یاب ہو سکتے ہین۔ کیونکہ جراثیم بھوکے مرجائینگے چنانچہ یورپ مین ایک قسم کا بخار پایا جاتا تھا جو نہایت مہلک تھا اور جسکو انتھرکس کہتے تھے۔ پاسٹر نے انتھرکس اور ہیضہ کو یورپ مین ہمیشہ کے لئے کچل دیا۔ اس نے یہہ ترکیب نکالی کہ طرح طرح کی بیماریون کے کیڑے پالنے مگر خاص ترکیبون سے ان کو ایسا کمزور بنا دیا کہ وہ انسان کو ضرر نہ پہنچا سکین۔ فرض کرو کسی شخص کو ہیضہ ہوگیا۔ فوراً پاسٹر نے اس کے جسم مین ٹیکہ لگا کر تھوڑے سے پالے ہوئے جراثیم داخل کردے۔ پہلے ہوئے جراثیم اس قسم کی تمام خوراک کو کھا گئے۔ جن کی ہیضہ کے جراثیم کو ضرورت تھی۔ اس سے ہیضہ کے جرم بھوکے مرگئے اور وہ آدمی جس کو ہیضہ ہوگیا تھا بچ گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد پیرس مین چند بچے کھیل رہے تھے۔ اتنے مین انہون نے ایک خطرناک دیوانے بھیڑئے کو آتے دیکھا۔ دیوانہ بھیڑیا ان کا صفایا کردیتا۔ مگر ایک بہادر لڑکا مسمی جیپن جویل بھیڑئے پر جھپٹ پڑا اور اس کا منہ پکڑ کر اپنا رومال اس کی گردن مین ڈال کر اُس کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر پیشتر مرنے کے بھیڑے نے اس بہادر لڑکے کو کاٹ کھایا۔ جب پاسٹر نے یہ حال سُنا تو وہ دوڑا ہوا آیا۔ اور خاص قسم کے جراثیم لڑکے کے خون مین داخل کرکے اس کی جان بچائی۔ اس طریقہ سے پاسٹر اب نہ صرف ان لوگون کا علاج کرنے لگا۔ جن کو کسی دیوانہ کتے نے کاٹا ہوتا تھا۔ بلکہ دیوانے کتون کا بھی علاج کرنے لگا۔ اس سے پاسٹر کی شہرت اور بھی بڑھ گئی اور ساری دنیا سے لوگ پاسٹر سے علم سیکھنے پیرس آنے لگے ہندوستان مین بمقام کسولی (متصل شملہ) جو دیوانہ کتون کے کاٹے کا علاج ہوتا ہے۔ وہ پاسٹر ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے۔

پیرس کے لوگون نے روپیہ جمع کرکے پاسٹر کے خیالات سکھانے کے لئے ایک بڑا بھاری اسپتال قائم کیا۔ روس کے بادشاہ نے بھی ساٹھ ہزار روپیہ چندہ بھیجا۔ ایک فرانسیسی امیر نے مرتے وقت اپنی دو کروڑ روپیہ کی جائداد پاسٹر کے نام کردی۔ جس سے پیرس مین پاسٹر انسٹیٹیوٹ بنائی گئی۔ جہان ہر ملک سے طلبہ علم حاصل کرنے آتے ہین۔ اسپتال کے سامنے جیپن جویل کا بت بنا کر لگایا۔ کیونکہ اس نے بہادری سے بچون کو بھیڑئے سے بچایا تھا۔ اس بت مین جیپن جویل اور بھیڑئے کو بالکل اسیطرح لڑتے دکھایا گیا ہے جسطرح

دراصل واقع ہوا تھا۔

سنہ ۱۸۹۵ء مین آخر پاسٹر عالم جاودانی کو سدھارا - اگرچہ پاسٹر کا جسم پاسٹر انسٹیٹیوٹ کے ایک مقبرے مین دفن ہے - مگر پاسٹر کا علم ساری دنیا مین جلوہ فگن ہے - اور جین جوپل جس نے بھیڑئے کا گلا گھونٹا تھا اور جس کا علاج پاسٹر نے کیا تھا ابھی تک زندہ ہے اور پیرس مین پاسٹر کی قبر اور انسٹیٹیوٹ کی حفاظت پر مقرر ہے -

پاسٹر کے علم کی مدد سے دنیا کے تمام ملکون سے ہیضہ و ملیریا - اور چیچک وغیرہ بیماریان دور کردی گئی ہین - یہہ بیماریان اب صرف ہندوستان مین پائی جاتی ہین - کیونکہ ہندوستان کے نوجوان سائنس نہین سیکھتے - خدا نے ہمین عقل سلیم دی تو اس لئے کہ اپنا اور بنی نوع انسان کا فائدہ کرین - نہ اس لئے کہ استعمال ہی نہ کرین - پیارے بھائیو تم بھی علم حاصل کرکے اپنے پیارے اہل وطن کو بیماریون سے نجات دو -

اصلاح تمدن

غریبون کا ظلم امیرون پر

ماخوذ از ہندوستانی ۲۸ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء

نومبر کے معلومات مین ہم نے افلاس و جہالت کے متعلق اپنے چند خیالات ظاہر کئے تھے اور ہندوستان کے امراء کی ذمہ داریان بتائی تھین - لیکن جہان امراء کا ہمکو رونا ہے وہان غربا جو ظلم امراء پر کرتے ہین - اس کا بیان بھی ضروری ہے - تاکہ مجموعی حالت پر ہر پہلو کو سمجھہ کر رائے قایم کی جائے اور اصلاح کی جو تجویزین سوچی جائین ان مین تصویر کے ہر رخ پر پوری نظر ہو -

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستانی سوسائیٹی متضاد امراض مین گرفتار ہے - امراء کی خرابیون کا اثر غربا پر پڑ رہا ہے - اور غربا کی ناگفتہ بہ حالت امراء پر اثر ڈال رہی ہے جہان امیر غریب کے ساتھہ اپنا فرض نہین ادا کرتا - وہان غریب بھی امیر کو طرح طرح کی تکلیفین پہنچاتا ہے - ہم کسی کے طرفدار نہین پچھلے مضمون مین امیرون کے متعلق بہت کچھہ ہم نے لکھا ان کو خودغرض - ناخداترس - بے رحم سب ہی کچھہ بنایا - مگر انہین کی شکایت اگر ہم کرتے ہین - تو بالکل ناانصافی ہوگی - ہمارے یہان کا غریبون کا طبقہ بھی

اتنا ہی کاہل اور غیر سود مند زندگی بسر کرنے والا ہے۔ جیسا کہ امیروں کا بلکہ وہ اس سے بھی بدتر ہو جو کچھ کام وہ کرتے ہیں صرف پیٹ میں لگی ہوئی آگ کرا لیتی ہے۔ اُن کو دو وقت روٹی دیدو۔ تو ہل کے پانی نہ پئیں۔ بھوک ایک آسان نسخہ کسب معاش کا انہیں مل گیا ہے۔ اس کے بدولت انہیں مل گیا ہے۔ اس کے بدولت نہیں کسی نہ کسی طرح روٹی مل جاتی ہے۔ کپڑے سے مطلب نہیں رکھتے اور مستغنی ہو کر زندگی کے دن پورے کیا کرتے ہیں۔ کون امیر اس وقت ہندوستان میں ہے۔ جسکو مامائیں اور نوکر آسان سے مل جاتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ہندوستان کے بڑے شہروں میں ایک گھر بھی نہو گا۔ جہاں ملازمین کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ نہ سمجھا جاتا ہو۔ اگر پوچھا جائے کہ یہ کیوں ہے تو سوائے بغلیں جھانکنے کے کچھ جواب بن نہ پڑے گا۔ کیونکہ ایک طرف تو ہم افلاس کا رونا روتے ہیں۔ دوسری طرف ہر جگہ یہ کام کرنیوالے آدمیوں کی پکار ہے۔ اگر افلاس ہے تو آدمی آسانی سے ملنا چاہیئے تھے۔ اور اگر آدمی آسانی سے نہیں ملتے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کو ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے مفلس نہیں ہیں۔ ہمارا خیال اس مسئلہ کے متعلق جو ہے۔ وہ یہ کہ جہالت کی وجہ سے معیار زندگی نیچے طبقہ کا بہت کم ہے۔ اور مجموعی دولت ہندوستان کی بہ نسبت سابق کے بڑھ گئی ہے۔ اس لئے آسانی سے اس طبقہ کو کھانا مل جاتا ہے۔ کھانے کے علاوہ زندگی کی ضرورتیں وہ نہیں رکھتے۔ لہذا مستغنی ہو جاتے ہیں۔ ان کی زندگی بالکل جانوروں کی زندگی ہوتی ہے۔ اور یہ جہالت کا نتیجہ ہے۔ جب چھوٹے طبقہ میں تعلیم پھیلے گی تو لازمی طور پر ان کی زندگی کی سطح اونچی ہوگی۔ جیسے مستغنی ہو کر اب وہ زندگی کاٹتے ہیں۔ اُس وقت نہ کاٹ سکیں گے۔ دھوتی اور کرتا ہر شخص کے واسطے اتنا ہی ضروری ہو جائیگا۔ جتنا کہ دو وقت کا کھانا۔ کچھ صفائی اور حفظ صحت کا بھی خیال ہو گا۔ اگر آٹھویں دن نہیں تو پندرھویں دن کپڑے ضرور بدلیں گے۔ پھر رہائش اور آرام کا بھی خیال ہو گا۔ جس طرح اب مکانوں کی کوٹھوں اور سڑکوں پر سویا کرتے ہیں۔ اس وقت ایسا نہ کریں گے۔ اس لئے لازمی طور پر ان کو زیادہ کمانے کی فکر ہو گی کہ اخراجات پورے ہوں۔ فی الحال جو حالت ہے۔ وہ ناگفتہ بہ ہے۔ قارئین کسی ایک شہر کی تصور میں سیر کریں۔ صبح کا وقت ہے۔ گھر سے نکلنے کے ساتھ ہی یہ دکھائی دیتا ہے کہ ہر دوکان پر ایک شخص گدڑی اوڑھے سو رہا ہے۔ گدڑی بھی وہ کہ جانور بھی اپنے واسطے اس کو نہ پسند کرے۔ یو پی میں یہ کیفیت ہے کہ

پاس نہ کھڑا ہوا جائے۔ ادہر اُدہر یہہ بھی دکہائی دیتا ہی کہ عین راستہ مین ایک کھٹیا پر دو میان بیوی شرمناک قطع سے لیٹے ہین۔ مرد کی لنگوٹی اپنی جگہ پر نہین ہے۔ عورت کا سینہ کھلا ہے اور ایک کیڑے طرح لڑکا ان دونون کے بیچ مین پڑا ہوا ہے۔ آگے چلے تو یہ منظر آتا ہے کہ دو بالکل ننگے لڑکے نالی پر بیٹھے نالی کو غلیظ کر رہے ہین۔ ان کا باپ ایک سڑا ہوا حقہ پی رہا ہے اور مان زمین پہ بیٹھی جمائیان لے رہی ہے۔ ان لوگون کو دیکھکر ایک شریف دل انسان کو قدرتاً ترس آتا ہے۔ وہ ان کے پاس جاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم نوکری یا مزدوری کروگے۔ مگر یہ غلیظ کے کیڑے جو انسانی قطع مین ہین صاف انکار کر دیتے ہین۔ وجہ کیا ہے کہ وہ حالت جو تمکو بُری معلوم ہوئی اور جسکو دیکھکر تمہین ان پر ترس آیا۔ خود ان کو بُری نہین معلوم ہوتی۔ کیونکہ غلیظ کے کیڑے کو غلیظ بُرا نہین معلوم ہوتا۔ یہہ کاہل اور بے شرم مخلوق ایسی حالت مین رہکر زندگی جو خدا کی دی ہوئی ایک بیش بہا نعمت ہے۔ ستیاناس کرتی ہے۔ بیاری اپنے مین پیدا کرتی ہے اور اسکو پھیلاتی ہے۔ اور بے خطر اپنے سے کمزور اور بیماریون سے گھری ہوئی نسل پیدا کرتی ہے۔ جو قوم کے قلب کو گھن کی طرح کھائے جاتی ہے۔ غربت جرم نہین ہے مگر ام الجرائم والامراض اس کو جاننا چاہیئے۔ خاصکر وہ غربت جو کاہلی کے ذریعہ سے حاصل کی گئی ہو۔

اس حالت کے نتائج پر اب ذرا غور کرنا چاہیئے۔ ایک شخص ہے جو اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھتا ہے اور اپنے بال بچون کو لئے اس مین بیٹھا ہے۔ میونسپل ٹیکس بھی ادا کرتا ہے۔ تاکہ اس کے گرد و پیش غلاظت نہ پھیلے۔ اس صاف ستھرے مکان کے پاس غلیظ مخلوق کی بھی ایک بستی ہے۔ جو سوائے بھیک مانگنے کے دوسرا کام نہین کرتی۔ ظاہر ہے کہ میونسپل ٹیکس وہ کیا ادا کریگی۔ اس پر طرہ یہ کہ میونسپل نالیون اور کوچون کو حد درجہ غلیظ کرتی رہتی ہے۔ ان کی غلاظت سے بیماری پیدا ہوئی دس پانچ آدمی اسمین کے مرے اور بیماری پھیلنا شروع ہوئی یہانتک کہ وہ بدنصیب جو اپنے مکان کو صاف و ستھرا رکھنے مین اپنا مال اور توجہ صرف کرتا تھا اسکو دو بچے اس بیماری مین مرگئے اب بتائے کہ وہ کس کے پاس رونے کے واسطے جائے۔ غریبون کی فریاد تو لوگ سُن لیتے ہین امیر کی فریاد کون سُنے گا۔ اب وقت آگیا ہے کہ ان مسائل پر توجہ کی جائے۔ مگر توجہ کرے تو کون کرے۔ انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کو کانفرنسون اور کانگرسون مین اسپیچین دینے سے مہلت نہین اور پُرانے طرز کے لوگ مولود اور مجلس کو ذریعہ نجات بنائے ہوئے ہین۔

افلاس۔ جہالت۔ حفظ صحت مشترک مسئلے ہین۔ ان پر ایک ساتھ نظر کرنا چاہیئے۔

اصل مرض انسان کے واسطے غیر انسانیت ہے - افلاس اس مرض کی صرف علامت ہے اور یہ علامت ایک دوسری علامت سے وابستہ ہے - جسکو کاہل کہتے ہین اس مرض کا علاج مثل دیگر امراض کے علاج کے عام تنقیہ کے ساتھ مخصوص تدابیر بھی کرتا ہے - تنقیہ عام تعلیم ہے - جو جہالت کو دور کرتی ہے - مگر اس کے ساتھ ساتھ علاج مخصوص بہی ہونا چاہیئے - وہ علاج مینوسپل قوانین کو مفید بنانا اور ان پر سختی سے عمل درآمد کرنا ہے - یہ کاہلی کو دور کرے گا - جب کاہلی اور جہالت دور ہو گئی تو خود بخود افلاس غائب ہو جائیگا - اور اصلی مرض غیر انسانیت بدن انسان سے زائل ہو جائے گا مینوسپل قوانین کس طرح کاہلی کو دور کرین گے - یہ بات تفصیل اور تشریح کی محتاج ہے جسکو مختصراً ہم تحریر کرتے ہین -

گانوں - قصبہ یا شہر ایک رقبہ زمین کا نام ہے - جسپر کچہ تعداد انسانون کی جمع ہو کر رہتی ہو - ان کی طرز رہائش کے متعلق باہم طے کر کے کچہ قواعد اور اصول بہی بنائے جاتے ہین جنکی پابندی ہر باشندے پر لازمی ہوتی ہے - ضرورت ان قواعد کی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص کی طرز رہائش کا اثر دوسرے پر ہوتا ہے - اگر ایک شخص گندی طرح سے رہتا ہے تو دوسرا آدمی جو اس کے مکان کے پاس رہتا ہے - اس کی گندگی سے نقصان اٹھائیگا - اگر ایک شخص اپنا مسکن صاف اور ستھرا رکھیگا - تو اس کے پاس کے رہنے والے آدمی کو پاک اور صاف ہوا ملے گی - گندگی سے کسی آدمی کا رہنا شہریت کے خیال سے ویسا ہی جرم ہے - جیسا کہ چوری کرنا - کیونکہ اصول دونون کے ایک ہین - چوری کرنے کے قانونی نقطۂ نظر سے معنی یہی ہین کہ دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا - یا وہ چیز جسپر اس کو تعرف کا حق حاصل تہا - اس سے اسے محروم کرنا - گندگی سے رہنے مین بہی یہ بات موجود ہے - ایک گندہ اور غلیط دوسرے کو نقصان اس طرح پہونچاتا ہے کہ صاف ہوا جسپر آخر الذکر کو تصرف کا حق حاصل ہے - اس سے محروم ہو جاتا ہے - اگر یہ تمثیل ٹھیک نہین تو دوسری تمثیل کا خیال کرو - کسی شخص کی کہانے پینے کی چیز مین زہر ملا دینا جرم ہے - ہوا کو گندہ کرنا جو ہر شخص سانس کے ذریعہ سے کہاتا رہتا ہے کیا وجہ ہے کہ جرم نہو - چونکہ اس کا اثر اکثر حالتون مین فوراً نہین ہوتا - اور اس وجہ سے بھی کہ یہہ علمی اصول کہ گندگی بیماری پیدا کرتی - اور پہیلاتی ہے - ہمارے ذہن مین جیسا کہ چاہیئے پیوست نہین ہین - اس لئے ہم ان باتون کا

زیادہ خیال نہین کرتے ۔ اور اسی سے قوانین حفظان صحت کی پابندی سختی کے ساتھہ نہین ہوتی اور قوانین بھی اس قدر سخت نہین ہین جتنے کہ فوری ضرر ا ور نقصان پہنچانیوالے جرائم کے واسطے رکہے گئے ہین - اس ڈھیل کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن کی طبیعت مین صفائی نہین ہے - یا کاہلی کی وجہ سے صفائی نہین کرتے بخطر اپنے آس پاس کے رہنے والون کو برابر ضرر پہنچاتے رہتے ہین -

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر باشندہ اپنی رہایش کا ایسا انتظام کرے کہ مقررہ اصول حفظان صحت کا پورے طور پر عملدر آمد ہو - اگر وہ ایسا نہ کرسکے تو بستی سے باہر کردیا جائے یا حکومت اس کی رہایش کا سامان کرے - اس کو کوئی حق اس بات کا نہین ہے کہ اپنے ساتھہ دوسرون کو تباہ کرے - رحم اور ترس بیشک بہت اچھا ہے مگر اس کا بیعقلی کے ساتھہ برتنا اس کو بُرا کر دیتا ہے - وہ نفوس جو کسی معذوری کی وجہ سے مقررہ معیار رہایش قایم نہین رہ سکتے وہ قابل رحم ضرور ہین - لیکن رحم یہ نہین کہ وہ جس حالت مین ہین ایسی حالت مین رہنے دئیے جائین - یعنی جس گندگی مین ہین اسی مین پڑے رہین - صرف زندہ رہنے کے واسطے انہین کہانا دیدیا جائے - اس کو رحم سمجہنا اپنے کو دہوکا دینا ہے - اس غلطی کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کو فائدہ پورا نہین پہونچتا - اور اپنے کو نقصان پہنچتا ہے -

مینوسپل قوانین کا عملدر آمد پوری طور سے نہین ہوتا اور قوانین بہت غیر مکمل ہین - ان کو مکمل بنانا اور سختی سے عملدر ان پر کرنا بہت ہی ضروری ہے اس کا اثر ہر طرح اچھا ہوگا - وہ طبقہ جو کاہلی کی وجہ سے اپنے معیار رہایش کو کم کئے ہوئے ہے - اور یہ طبقہ بہت بڑا ہے - اس کو مجبوراً اپنے ہاتھہ پیر ہلانا پڑین گے - اس وقت جو حالت ہے وہ یہ ہے کہ ایک سات اٹھہ روپیے پیدا کرنے والا اس بات کے واسطے تیار ہوجاتا ہے کہ مکان کچا کرایہ پر لیلے اور اپنی بیوی بچون کو جانورون کی طرح اس مین بھر دے - بیوی پیسہ پیدا نہ کرے اور جسطرح ہو اتنی ہی آمدپر زندگی گزر جاے - اگر مینوسپل قوانین پورے طرح برتے جائین تو اس قسم کے مکانات جو غلاظت کا مرکز ہین کسی طرح قایم نہین رہ سکتے - یا دو کانون اور سڑکون پر جو لوگ سویا کرتے ہین - ایسا نہ کرنے پائین گے - اور اس طرح جو گندگی اس طریقہ سے رہنے مین پیدا ہوتی ہے وہ دور ہوجائیگی - اور یہ لوگ کام کرنے پر مجبور ہوجائین گے -

خلاصہ یہ کہ غلاظت کے دور ہونے کے ساتھہ ہی ساتھہ بہت سی شکایتین بھی دور ہوجائینگی

پیسہ کمانے کا شوق ہو گا۔ وقت اور مال ضائع کرنے سے ڈرین گے۔ صحت کے ساتھ سود مند زندگی بسر کرنے کی عادت ہو گی۔ ہمارے سامنے ایک مثال پیش ہے۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ ایک شخص جو معمار کا پیشہ کرتا ہے۔ ہمارے پاس اس غرض سے آیا کہ ہم ایک خاص تکلیف اور وقت مین اس کی مدد کرین۔ آپ سات آٹھ آنہ روز کماتے ہین اور بال بچون والے آدمی ہین۔ دو سال ہوئے انہون نے پچاس روپیہ پر اپنا مکان رہن کر کے قرض لیا تھا۔ ضرورت قرض لینے کی یہ تھی کہ بیوی کی خوشی تھی کہ اپنے بھائی کی اپنے صرف سے شادی کی جائے۔ روپیہ قرض لیا گیا۔ اور خوب خوشیان منائی گئین روزانہ کمائی سے اتنا نہین بچتا تھا کہ سود ادا کیا جاسکے۔ دو سال کے بعد اصل اور سود ملا کر چوہتر روپے کا دعویٰ ہوا۔ اس کی ادائگی کی کوئی صورت سوائے مکان فروخت کرنے کے کچھ نہ تھی۔ ہم سے ان کی مدد نہ ہو سکی۔ آخر مین مجبور ہو کر انہون نے اپنی بیوی کو ناگری مین رکھوا دیا ہے۔ اور اس ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ قرضہ مین جاتی ہے۔

اس قسم کی صدہا اور ہزارہا مثالین اور بھی ہونگی۔ یہ سب ہماری رائے کی تصدیق کرتی ہین۔ کام انسان اس وقت تک خوشی سے نہین کرتا جب تک مجبور نہو۔ اور جاہل طبقہ اس وقت تک مجبور نہین ہوتا۔ جب تک کہ قانون اسے مجبور نہ کرے۔

انگلستان کا اقتصادی نظام

ماخوذ از وکیل امرتسر۔ ۲۸ اپریل ۱۹۱۵ء

انگلینڈ کی صنعتی فضیلت کے وجوہ منشی اقبال بہادر صاحب۔ ایم۔ اے۔ زمانہ مین تحریر فرماتے ہین۔ کہ انیسوین صدی کے آغاز سے جبکہ یورپ نپولین اعظم کی لڑائیون سے پامال ہو چکا تھا۔ جبکہ انگلینڈ کے تمام تجارتی رقیب بھی میدان خالی کر چکے تھے۔ جبکہ انگلستان کو نیچر کی طرف سے مختلف ایجادون مین مدد مل چکی تھی۔ جبکہ اس کا طریقہ صنعت فیکٹری سسٹم کے نام سے پکارا جانے لگا تھا۔ انگلینڈ کی تجارتی کاروباری اور صنعتی فضیلت کا آغاز ہوا۔ یہ ملک کی قدرتی دولت بشکل معدنیات اور باشندگان کے کام کرنے کی قوت سے ظہور پذیر ہوئی۔ اسٹیم انجن کی ایجاد کرنے والے۔ اسٹیم کو بری اور بحری سفر کی مشکلات حل کرنے کا ذریعہ بنانے والے ان کو تمام قسم کی کلون اور کان کنی مین استعمال کر کے دولت و ثروت حاصل

کرنے والے لوگ ہی دنیا کے بازارون مین سب سے پہلے مشینون سے بنایا ہوا سستے سے سستا اسباب لیکر نکلے اور ان کو اس کا عوض اس فضیلت مین ملا - جو ایجاد و اختراع کا مادہ رکھنے والون کے حصہ مین آتی ہے - ان کا انعام محض دولت کی ترقی ہی تک محدود نہین رہا - بلکہ ان کی عزت مین بھی اس سے چار چاند لگ گئے - ۱۸۵۱ء کی نمائش مین ہر طرف انگریزی مال نظر آتا تھا - اور ہر شخص یہی کہتا تھا کہ انگلستان صنعتی کاروبار مین سب سے افضل ہے - انگریزون نے بھی اس بات کو جان لیا کہ اُن کو یہہ تفوق بہ حیثیت ان کی اخلاقی جرأت - ان کی ایجاد کی طاقت اور ان کے انتظام کی خوبی کے حاصل ہوا ہے - انہون نے خوشی سے اس پوزیشن کا خیر مقدم کیا - اور ان کو فری ٹریڈ (آزاد تجارت) کی پالیسی سے اور بھی مستحکم کر دیا - آزاد تجارت کا نتیجہ یہہ ہوا کہ غلہ ارزان ہو گیا اور مال کی تیاری کے مصارف کم ہو گئے - کسی چیز کی تیاری مین اول اسباب - دوم مزدوری کی ضرورت ہوتی ہے - اور جب فری ٹریڈ کی پالیسی سے اسباب ملک مین کم قیمت پر آنے لگا - اور غلہ کی زیادہ تر آمد سے غلہ بھی سستا ہو گیا - اور غلہ کے ارزان ہونے کا بدیہی نتیجہ یہہ ہوا کہ مزدوری بھی گھٹ گئی - تو صنعت و حرفت کی ترقی کی طرف لوگون کی توجہ زیادہ ہوئی - کیونکہ اب زراعت کی نسبت اس مین آمدنی زیادہ ہوئی - کاشتکاری مین اس وجہ سے کہ دیگر ممالک اور خاصکر امریکہ کا غلہ ملک کی پیداوار سے نسبتاً زیادہ ارزان فروخت ہو سکتا تھا - نقصان ہونے لگا - اور لوگ قدرتاً اس کو ترک کر کے صنعت و حرفت کی طرف مائل ہونے لگے - اور اس طرح انگلینڈ اپنے معیار کی طرف رجوع کرنے لگا اور آخر کار - دنیا کی ورکشاپ ہونے کا خواب عملی دنیا مین سچ ہو ہی گیا - انگلینڈ کے طریقہ صنعت نے اس کو درحقیقت انسانی تاریخ مین عدیم المثال دولتمند ملک بنا دیا - اور اب ہم کہہ سکتے ہین کہ اگر کوئی ملک سونے کی چڑیا - کا خطاب پا سکتا ہے - تو وہ انگلستان ہے - انگلینڈ کی دولت کا اندازہ جو اعداد ہم کو بتاتے ہین - وہ قرین قیاس نہین معلوم ہوتے مگر اس مین ذرا شک نہین کہ انگلینڈ ہر سال دیگر ممالک کو ایک ارب ۲۰ کروڑ روپیہ ان کے ملکی اور وطنی ترقی کے لئے قرض دیتا ہی اور اب تک پچاس ارب روپیہ کے قریب دے چکا ہے - نئی دنیا مین جتنی ترقی ہم دیکھتے ہین جتنی ریلین ہین جتنے معدنیات کے کارخانے - صنعتی کارخانے - غرض جتنی کلین اور کارخانے ہین - اُن سب کا آغاز انگلینڈ کے روپیہ سے ہوا ہے - اسیطرح آسٹریلیا اور افریقہ کی ترقی مین جتنا روپیہ صرف ہوا ہے وہ سب انگلستان ہی سے آیا ہے - ہندوستان و دیگر ایشیائی ملکون مین بھی جتنی مادی ترقی نظر آ رہی ہے - اُن سب مین انگریزی سرمایہ دارون کا روپیہ

لگاہے غرض اس کی دولت کی انتہا نہین - اوسط درجہ کے انسانون کے پاس بہی بیشمار دولت ہے - ان کے مکانات ہی مین آٹھ ہزار سے دس ہزار روپیہ تک سامان آرایش و آسایش ہوتا ہے - انگریزون کی دولت جب کوئی پبلک کی ترقی یا صنعت و حرفت کی اسکیم پیش ہوتی ہے چشمہ کی طرح اُبل پڑتی ہے - یہ دولت زمین مین دفن نہین کی جاتی بلکہ بنکون کے ذریعہ لین دین کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے - اور اس مین کوئی شک نہین کہ اگر کوئی بات دنیا کے اس لین دین کے طریقہ کو درہم برہم کرنے والی وقوع مین آجائے تو اس کا اثر دیگر ممالک کی بہ نسبت انگلینڈ پر سب سے زیادہ ہوگا - کیونکہ انگلینڈ تمام دنیا کی تجارت کا مرکز اور انگلینڈ کا بنک تمام دنیا کے بنکون کا بنک ہے - تمام دنیا کی خرید و فروخت کا حساب لندن ہی مین ہوتا ہے اور اس لئے ہر ملک کا معزز اور مشہور بنک لندن کے بنک انگلینڈ مین کچھ نہ کچھ روپیہ ضرور جمع رکھتا ہے -

آزاد تجارت کا اثر زراعت پر - ٭ اگرچہ آزادانہ تجارت کی پالیسی نے انگلینڈ کو دولتمند ضرور بنا دیا ہے - مگر اسی پالیسی نے اس کی زراعت کا بہی ستیاناس کر دیا ہے - زراعت کو یہہ نقصان فری ٹریڈ پالیسی کے چلانے والون نے ارادتاً نہین پہونچایا - کیونکہ ان کو گمان بھی نہ تہا اور نہ ہو سکتا تہا کہ غلہ کی تجارت مین مقابلہ سخت ہو جائیگا - اور امریکہ کی نو آبادیون کی نئی سر زمین سے غلہ اس افراط سے بہیجا جائیگا - کہ جس قیمت پر یہ انگلینڈ مین فروخت ہوگا وہ کاشتکاری کے مصارف کے لئے بھی کافی نہ ہوگی - گو انگلستان کی زراعت اس سے خاک مین ملگئی اور اسی وجہ سے وہان سائنس کے اصول اور کلین وغیرہ زراعت مین کچھ کام ہی نہ آسکین جو آج امریکہ مین مستعمل ہین - مگر باشندگان کو یہ صریحی فائدہ ہوا کہ سرزمین انگلستان سے قحط کا نام و نشان ہی مٹ گیا - اب چونکہ دیگر ممالک جو انگلستان کو غلہ بہیجتے تہے - مردم شماری کے لحاظ سے ترقی کر رہے ہین - اس لئے ان کو اپنے ملک کی پیداوار کی ملک ہی مین زیادہ ضرورت ہے - اور اس لئے انگلستان کی زراعت کو ملیامیٹ کر دینے والا مقابلہ اب کم ہوتا جاتا ہے - اور انگلستان مین زراعت کو ترقی دینے کے ذریعہ روز افزون ترقی کر رہے ہین

انگریزی طریق صنعت کے اندرونی مشکلات - انگریزی طریق صنعت کی چند اندرونی مشکلات ہین - جن سے کہ ہر ملک کو جو صنعت و حرفت مین کچھ دستگاہ رکھتا ہے - مقابلہ کرنا ہوتا ہے چاہے وہ آزاد تجارت کا قائل ہو یا محفوظ تجارت کا پابند ہو - یہہ دقتین بھی انگلستان ہی پر

موقوف نہین اور نہ صرف اس کے طریق صنعت کا نتیجہ ہے - بلکہ جب صنعت وحرفت کی ترقی ہین بڑے بڑے کارخانہ قایم ہوجاتے ہین اور چند خاص دماغ کے اشخاص چہوٹے چہوٹے کاریگرون کو مجتمع کرکے بڑے پیمانہ پر کام کرنے لگتے ہین - جسکی وجہ سے سرمایہ بہت سے ہاتہون مین رہنے کے بجائے چند ہی اشخاص کے قبضہ مین آجاتا ہے - تب یہہ مشکلات نمودار ہوجاتی ہین -

کچھوے کی عمر

ماخوذ از رہنماے تعلیم لاہور - اپریل ۱۹۱۵ء

برطانیہ کے چڑیا گہر لندن مین کئی کچہوے موجود ہین - مگر ان کی عمر کسی کو معلوم نہین - بعض کا خیال ہے کہ وہ دوسو اور تین سو سال کے ہین - تہوڑے عرصہ کا ذکر ہے - کہ اس چڑیا گہر مین ایک کچہوا مر گیا - جسکی عمر تین سو سال سے اوپر خیال کی جاتی ہے اور اس قسم کے جانورون کو مارنا بہت دشوار ہے - اس کی جان ایسی سخت ہوتی ہے کہ اگر دماغ برباد بھی کر دیا جاسے تو بھی جان کچہہ عرصہ تک رہتی ہے - یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ سر کٹنے کے بعد دوسو قدم تک ایک کچہوا زمین پر چلتا پہرتا دیکہا گیا -

ایک عالم نے ظریفانہ طریقہ سے یہہ خیال ظاہر کیا ہے کہ کچہوؤن کی عمردرازی کی اصل وجہ ان کی سستی ہے - جسمین یہہ جانور ادرسب پر فائق اور ضرب المثل ہے - لندن کے چڑیا گہر کا ایک افسر کہتا ہے کہ بعض وقت کچہوؤن کو ہتوڑے سے مار کر جگایا جاتا ہے اس پر بھی یہ حالت ہے کہ چند قدم چل کر سو جاتا ہے - گویا چلتا چلتا تہک گیا ہے -

سانپ کے کاٹے کا مجرب علاج

ریٹھہ کی گولی اندر سے نکال کر صرف اوپر کی چہال کو لیکر کوٹ کر کپڑ چہن کر لین - ۶ ماشہ لیکر پاؤ بہر پانی مین ڈالکر جسکو سانپ نے کاٹا ہو پلادین - اس طرح جب تک زہر دور نہو - ہر دو گہنٹہ کے بعد پلا دیا کرین - اس سے کئی آدمیون کو قے اور کئی کو پاخانہ آکر زہر اُتر جاتا ہے -

ایک آدمی کو ایک اس قدر زہریلے سانپ نے کاٹا تہا کہ اس کا جسم پہٹ گیا - اس کو یہ دوا ۱۰ دن تک روزانہ ایک ایک ماشہ مندرجہ بالا طریق سے دی گئی اُسکے

تمام زخم دور ہو گئے - اور وہ بالکل اچھا ہو گیا - سینکڑون آدمیون کو اس دوائی سے آرام ہوا ہے اس واسطے یہ ایک مجرب علاج ہے - سانپ کے ڈسنے کے بعد اگر جبڑے مل گئے ہون تو اس کو پانی مین ڈال کر جبڑون کے اوپر ملنے سے وہ کہل جاتے ہین - اس دوائی کے پینے سے چاہے آدمی کتنا ہی بیہوش ہو فوراً ہوش مین آجاتا ہے - صرف ایک بار اس دوائی کے اندر پیٹ کے جانے کی دیر ہے -

چھوٹی سے چھوٹی مشین

آج کل سائینس کا دور دورہ ہے - علما چھوٹی سے چھوٹی مشین بنانے مین لگے ہوئے ہین - دُخانی انجن کا ایک نیا نمونہ ایسا ایجاد ہوا ہے کہ جو چار دانے گیہون کے وزن کے برابر ہے جو کہ لوہے اور سونے سے بنایا گیا ہے - یہہ اتنا چھوٹا ہے کہ معمولی مکھی بھی اس سے بڑی معلوم ہوتی ہے - نصف سیر مین ایسے ۲۰۰۰ انجن چڑھ سکتے ہین - انجن کے خیال سے یہہ مکمل ہے - اس کا پہیہ چلتے وقت دکھائی نہین دیتا - ایک منٹ مین (۶۰۰۰) چکر کرتا ہے - اور چلتے وقت مچھر جیسا گھومتا ہوا معلوم ہوتا ہے - اس مین ایک گھوڑے کی طاقت ہے -

ولایت کا باپار اول

سورخ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہین کہ راجہ جیوتانہ کے باپار اول کے ۱۰۰ لڑکے تھے لیکن ناظرین کو یہہ معلوم کر کے بڑا تعجب ہو گا کہ آج کل بھی ساٹھ ستر بچون کا باپ ابھی موجود ہے - اسکاٹلینڈ مین ایک جولاہے کے ۶۲ بچے ہین - جو کہ ایک ہی مان کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہین - منجملہ ۶۲ کے ۵۰ لڑکے بالکل جوان ہین - ۱۰ بچون کو دوسرون نے متبنّیٰ کیا ہے لیکن ۵۲ کی پرورش کے ذمہ دار یہی والدین ہین -

حبشی سلطنت قایم کرنے کی تجویز

برطانیہ کلان کی درخواست پر امریکہ مین اس سوال پر غور کیا جائیگا - کہ افریقہ مین ایک گولڈ کوسٹ مین ایک حبشی سلطنت ایک دکا ہامہ حبشی سردار سام کی ماتحتی مین قایم کی جائے - کہا جاتا ہے کہ لائبیریا نامی جہاز مین ۲۵۰ حبشی تارک الوطن سوار ہین - جو برد کلین کے مقام پر ایک مہینے سے لنگر ڈالے پڑا ہے - اس کے ہاتھ سردار سام نے افریقہ سلطنت کمپنی کے حصص کی ایک بڑی تعداد فروخت کی ہے - اور گورنمنٹ کا یقین ہے کہ وہ حبشیون کی اس تارک الوطنی مین دست اندازی کرنے کا کوئی حق نہین رکھتی - ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ گولڈ کوسٹ پر کوئی

دیسی ریاست قائم کرنے کا خیال نہین۔ اصلیت یہ ہے کہ وہان کے گورنر نے شاہی گورنمنٹ سے کہا ہے کہ وہ امریکہ کی گورنمنٹ سے حبشی سرداروشام کے متعلق صداقت کرے جو گولڈ کوسٹ کے راجہ سے چند خاص رعایات طلب کر رہا ہے۔

امریکہ اسے خالص تجارتی اولوالعزمی خیال کرتا ہے۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ امریکہ کی مہربانیون سے اب حبشیون مین خالص بیداری پیدا کرنے کے لئے وہان تارک الوطنی کی کوششین شروع ہوئی ہین۔

موٹے آدمیون پر ٹیکس

علاقہ برنیر مین فرانسیسی لوگون کی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اور وہان کے حکام کو ہر سال آمدنی مین خسارہ ہی خسارہ رہتا ہے۔ اس لئے انہون نے آمدنی بڑہانے کا ایک نیا طریقہ سوچا ہے۔ کہ اس بستی مین رہنے والا جو شخص موٹا نظر آئیگا۔ اُس پر اس کے وزن کے اعتبار سے مندرجہ ذیل ٹیکس وصول کر لیا جائیگا۔ مثلاً ۱۳۵ پونڈ سے کم وزن والون سے ٹیکس نہ لیا جائیگا (۲) ۱۳۵ سے ۲۰۰ پونڈ وزن کے لوگون سے ۱۲ شلنگ سالانہ (۳) ۲۰۰ پونڈ سے ۲۷۰ پونڈ وزن کے لوگون سے ۱۸ شلنگ سالانہ اور اس سے زیادہ وزن کی صورت مین ہر ۲۰ پونڈ پر ۴ شلنگ کے حساب سے وصول کر لیا جائے گا۔

بدہضمی کا علاج ہنسنے سے

بدہضمی کا سب سے بہتر علاج خوش طبعی ہے۔ جب کبھی بھی اس کا دورہ ہو تو آپ کو چاہیئے کہ خوب ہنسو یہ علاج صرف وہمی یا قیاسی ہی نہین۔ بلکہ بالٹیمور کے جانز ہاپکنز ہسپتال کے معالجون نے اس کی صداقت کی تصدیق کی ہے۔ اس کا بیان ہے کہ بدہضمی کا حقیقی باعث اوداسی اور مغمومی ہے نہ کہ ترش اشیاء وغیرہ۔ رونی صورت بنائے رکھنے سے جسم کے اعضاء ہاضمہ پر سخت بُرا اثر پڑتا ہے۔ اور وہ اس قابل نہین رہتے کہ اگر ان مین کوئی خراب مادہ داخل ہو گیا ہو۔ تو وہ اسے تحلیل کر سکین۔ جتنا زیادہ کوئی ہنستا ہے اتنا ہی زیادہ تندرست رہتا ہے۔ اور جتنا زیادہ آپ کو اس امر کا یقین ہو جائیگا کہ محض ہنسنے سے ہی آپ اس مرض کو دور کر سکتے ہین۔ اتنا ہی جلد افاقہ ہوگا۔ غمزدہ آدمی خوراک کو بغیر کافی طور پر

چباۓ اندر داخل کر لیتا ہے اور یہی سبب پہلا بدہضمی کا ہوتا ہو۔ مندرجہ بالا اسپتال مین اس طریقہ پر بدہضمی کے بیارون کا علاج کیا جاتا ہے۔ جب کبھی کوئی مریض اس مرض مین مبتلا ہو جاتا ہے تو معالج پہلے دیکھتے ہین کہ اس کا طریق رہائش کیا ہے اور کہ کیا وہ مغموم وملول تو نہین رہتا۔ اگر معلوم ہوے کہ ہمیشہ ملول خاطر رہتا ہے۔ تو اس کو جہان تک ہو سکے خوش رکھنے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ مذاقیہ گفتگو پر لطائف اخبار اور دیگر ہنسانے والے ناول وغیرہ پڑھنے کے لئے دیتے ہین۔ اور اگر وہ راگ کا شوقین ہو تو اسے اعلیٰ قسم کا گانا سُنایا جاتا ہے اس لئے ہر ایک شخص کو ہنسنے کھیلنے اور خوش رہنے کی عادت ڈالنی چاہیئے۔

ایک بدخط ایڈیٹر

امریکہ کے ایک مشہور ایڈیٹر مہوریس گریل۔ ایڈیٹر ٹریبون کی بابت ایک ذکر ہے کہ ایک کمپوزیٹر نے ان کے لکھے ہوئے مضمون کو ٹھیک نہ پڑھنے کے سبب بہت سی غلطیان پروف مین کین۔ گریل نے فورمین کو حکم دیکر بھیجا۔ کہ کمپوزیٹر کو موقوف کردو۔ وہ بیچارہ برخاست کر دیا گیا۔ لیکن وہ رقعہ جو فورمین کے نام گریل نے لکھا تھا۔ اس کے ہاتھ لگ گیا۔ وہ اس کو لیکر ایک دوسرے پریس مین نوکری کی غرض سے گیا۔ وہان کے فورمین نے جو کچھ پڑھا۔ اس سے اس تحریر کا یہ مطلب سمجھا کہ یہہ بڑا محنتی اور ہوشیار کمپوزیٹر ہے اور عرصہ دراز تک ٹریبون مین کام کیا۔ چنانچہ وہ فوراً نوکر رکھ لیا گیا۔

ایک بدخط شاعر

جسکوئین ملز ایک مشہور شاعر جس کا حال مین ہی انتقال ہوا ہے کہتے ہین کہ ایسا بدخط تھا کہ آج تک اس پہلو مین اس کا ثانی دنیا مین نہین گزرا۔ ایک علمی سوسائٹی کے سکرٹری نے ایک جلسہ دعوت مین اسے بلایا۔ جس کا جواب ملز نے دیا۔ مگر کوئی بندہ خدا اس کو پڑھ نہ سکا آخر سکرٹری نے ایک اور چھٹی لکھی۔ اور درخواست کی۔ کہ آپ کا جواب پڑھا نہین جا سکتا۔ کہ اس چھٹی کا جواب لکھتے ہوئے اتنی مہربانی کرین۔ کہ اگر آپ شریک جلسہ ہونا چاہین تو چٹھی کے نیچے × کر دین ورنہ ایک ○ نشان بنا دین۔

ملز نے اس درخواست کی تعمیل کی۔ اور ایک نشان چھٹی کے نیچے بنا دیا۔ مگر کوئی شخص بھی نہ بتا سکا۔ کہ یہہ ضرب کا نشان ہے۔ یا دائرہ۔

صنعتی ترقی کے لئے عملی مشورے

ماخوذ از وکیل امرت سر ۵ رمئی سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

بنگال گورنمنٹ نے صنعتی ترقی کے وسائل اور مناسب پیرایہ مین سرمایہ کے لگائے جانے کے متعلق مسٹر جے۔ اے۔ ایل سوان کو مقرر کیا تھا۔ آپ نے اس معاملہ مین کامل تحقیقات کی ہے۔ مسٹر موصوف کی رپورٹ جو بڑے غور وخوض کا نتیجہ ہے۔ گورنمنٹ نے چھپوا دی ہے۔ اس مین سودیشی تحریک اور صنعت وحرفت کی ترقی کے تمام پہلوؤن پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس سے کافی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔ نہ صرف بنگال والے بلکہ دیگر صوبون کے لوگ بھی اس سے اپنے مفید مطلب سبق حاصل کرسکتے ہین۔ اس لئے رپورٹ مذکور کے بعض ضروری نکات کو ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے لئے درج کرتے ہین۔

سودیشی تحریک کی ناکامیابی کی وجہ سودیشی تحریک کیون ناکامیاب ہوئی۔ اس کے متعلق مسٹر سوان نے بتایا ہے کہ اس کے دو وجوہ ہین۔

(۱) غیر مستقل سرمایہ (۲) بد انتظامی۔ پہلی وجہ کے متعلق آپ نے دو کمپنیون کا حال لکھا ہے۔ آپ لکھتے ہین کہ ایک کمپنی ۴ لاکھ کے سرمایہ سے کھولی گئی ہے ۵۰ ہزار کے حصے فروخت ہوئے اور ان مین سے صرف ۶۵ ہزار وصول ہوئے۔ بایں ہمہ کاروبار جاری کردیا گیا۔ مشینین منگائی گئین۔ وصول شدہ سرمایہ ان کی نذر ہوگیا۔ اور جب باقی کام کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑی تو سود دیکر روپیہ لگانا شروع کردیا۔ جس کام کی ابتدا ہی قرضہ سے ہوئی ہو اور جسپر پہلے ہی دن سے سود کا بار پڑنا شروع ہوگیا۔ اس مین منافع کہان سے آتا۔ باقی حصے فروخت نہ ہوسے۔ منافع ہو نہ سکا۔ سود اصل سرمایہ کو بھی کھا گیا۔ اس طرح دو لاکھ سرمایہ بتا کر ۹۱ ہزار سے ایک کارخانہ کھولا گیا مشینین اس روپیہ سے آگئین۔ مگر خام مال کی خریداری کے لئے روپیہ کہان سے آئے ایسی حالت مین سوا اسکے کہ اصل سے بھی ہاتھ دھو بیٹھین اور کیا ہوسکتا تھا۔

ناتجربہ کار ڈائرکٹر – آگے چل کر مسٹر سوان نے کہا کہ دیگر ممالک مین کمپنیون کے منیجر اور ڈائرکٹر ایسے لوگ ہوتے ہین۔ جو اس کام کے پورے طور پر واقف کار ہوتے ہین۔ مگر بنگال مین ایسے لوگ نہین ہین۔ مسٹر سوان نے چونکہ بنگال ہی مین تحقیقات کی ہے۔ اس لئے آپ بنگال کے متعلق لکھتے ہین۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام تجارت کا ستیاناس ہی ایسے ناتجربہ کار لوگون نے

کیا اور انہوں نے جب کثیر تعداد میں روپیہ ان کے ہاتھ آیا۔ آگا پیچھا نہ دیکھتے ہوئے اندھا دھند لگانا اور خود مزے اڑانا شروع کر دئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ اور اس لئے ہندوستان میں بھی بالکل اسی قسم کے لوگ نہیں رہتے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ ہر کس و ناکس افلاطون بن بیٹھا اور اپنی اپنی سکیم بنا کر اس کی کامیابی کے خواب دیکھنے لگا اس بات کو مسٹر سوان نے بھی تسلیم کیا ہے کہ کمپنیوں کے کام میں تو نہیں مگر کئی کارخانوں میں کام کر کے ہندوستانیوں نے کامیابی حاصل کی ہے۔

شخصی اور مشترکہ کاموں میں فرق

جب یہ حالت ہے کہ اپنا کارخانہ کھول کر کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔ مگر مشترکہ کاروبار نقصان میں رہتا ہے۔ تو اس کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ مسٹر سوان کہتے ہیں۔ کہ افراد اپنی حیثیت دیکھ کر کام کرتے ہیں۔ اور ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پاس کتنا روپیہ ہے اور ہم کتنا اس کام میں لگا سکیں گے۔ مگر مشترکہ سرمایہ کی کمپنیوں کے کاروبار میں ایک تو ناتجربہ کاری۔ اسپر ڈگنے ڈیوڑے اخراجات کی زیر باری اور ساتھ ہی نفع نقصان کی پبلک ذمہ واری۔ ان لوگوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتی۔ جو ان کے منتظم بنائے جاتے ہیں

کتابی ہدایتوں سے عملی کام بہتر ہے۔

مسٹر سوان نے اس سوال پر بحث کر کے کہ یہاں کون کون سی چیزوں کے کارخانہ چلا کر فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ نتیجہ نکالا کہ کیمیائی اشیاء چمڑے اور کانچ کے سامان۔ دیا سلائی اور پنسل کے کارخانہ بڑی کامیابی سے چل سکتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ دیسی صنعت و حرفت کے متعلق اب تک جو کچھ گورنمنٹ کرتی رہی ہے۔ مگر ان کو پڑھکر ہی کوئی شخص کارخانہ نہیں کھول سکتا۔ دراصل کتابوں کی اشاعت کے بجائے ایک کارخانہ چلا کر دکھا دینا بہت زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر سرکار یہ دکھا دے کہ فلاں قسم کا مال تیار کرنے میں اس قدر خرچ پڑتا ہے اور اس قیمت پر وہ فروخت ہوتا ہے تو لوگ منافع دیکھکر اس کام کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو سکیں گے۔

مسٹر سوان کی رائے صاف ہے اور بالکل صوبہ متحدہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ سے ملتی ہے۔ جسمیں کمیٹی نے کہا ہے کہ جب تک لوگوں کو یقین نہ ہو جائے کہ جنگ کے خاتمہ پر بھی ان کی صنائع کی حفاظت کی جائے گی۔ اس وقت تک وہ صنعت و حرفت کے

کاموں پر ہرگز روپیہ لگانے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے۔ مسٹر سوان لکھتے ہیں کہ اگر زیادہ نہیں تو گورنمنٹ کو کم از کم اتنی امداد ضرور دینی چاہیئے۔ جتنی مدراس گورنمنٹ دے رہی ہے۔

مدراس گورنمنٹ کیا کر رہی ہے۔ جب مسٹر سوان نے مدراس گورنمنٹ کی مثال پیش کی ہے تو ضروری ہے کہ ناظرین کو اس کے طرز عمل سے بھی واقف کر دیا جائے۔ مدراس میں ۱۴ سال سے سرکار کا محکمہ صنعت و حرفت قایم ہے۔ اس کے عہدہ دار ڈائرکٹر آف انڈسٹریز کہلاتے ہیں۔ ان کے ماتحت بہت سے ایسے افسر کام کرتے ہیں۔ جو مختلف فنون کے ماہر ہیں۔ ان کے علاوہ ۱۲ سپرنٹنڈنٹ، ۴۲ کاریگر اور ۶۰ مستری ہیں۔ اس محکمہ کا خرچ ہر سال تین لاکھ روپیہ ہے۔ جس کا نصف صنعتی تعلیم پر خرچ کیا جاتا ہے۔ کچھ زمانہ گزرا۔ صوبہ مدراس میں ایک کانچ کا کارخانہ کھولا گیا تھا۔ اس میں سوڈا واٹر کی بوتلیں بنانے کی کوشش کی گئی۔ مگر اس میں کامیابی نہ ہوسکی۔ اس پر مالکان کارخانہ نے کارخانہ کو اس محکمہ کی سرپرستی میں دیدیا۔ اب اس کارخانہ کی بھٹیوں کی اصلاح کی جارہی ہے اور جب یہ درست ہو جائیں گی۔ تو پھر سوڈا واٹر کی بوتلیں بنائی جائینگی۔ اور اگر اسمیں کامیابی ہوئی تو کارخانہ کا مالک کارخانہ کو چلائیگا۔ اس طرح پنسل بنانے اور کاغذ کے لئے گودا تیار کرنے کے کارخانے بھی اس محکمہ کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں۔ جنگ شروع ہونے کے بعد سے مونگ پھلی کا تیل نکالنے۔ صابون۔ کاغذ۔ دیا سلائی اور پنسل بنانے کے کارخانوں کو گورنمنٹ نے خاصی امداد بہم پہنچائی ہے۔ کچھ دنوں سے دخانی طاقت کے انجن سے تیل نکالنے کا کولہو چلایا جارہا ہے۔ اس میں فائدہ دیکھ کر اب گورنمنٹ نے اس کام کو وسیع پیمانہ پر جاری کرنے کی تجویز کی ہے۔

کارخانہ کی خصوصیت اس میں ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ کارخانہ دوسرے کارخانوں سے مقابلہ نہیں کرے گا۔ اس میں یہ انتظام رکھا گیا ہے کہ ایک دوکاندار مونگ پھلی خرید کر لاتا ہے یہ تیل نکال کر تیل اور کھلی اس کو واپس کر دی جاتی ہے۔ دوکاندار خود مال کی خرید اور تیل کی فروخت کا حساب رکھتا ہے۔ اور ڈائرکٹر صاحب تیل نکالنے کی اجرت کا حساب رکھتے ہیں۔ اسی تیل سے صابون بنانے کی تجویز کی جارہی ہے۔ اس طرح ڈائرکٹروں نے مختلف اشیاء کے کارخانے چلا کر پبلک کو ان کا فائدہ سمجھا دیا ہے۔ اور اب لوگ خوشی خوشی ان کاموں میں روپیہ لگانے کو تیار ہو رہے ہیں۔ اسی مثال کو لیکر مسٹر سوان کہتے ہیں کہ دیگر صوبوں کو بھی مدراس گورنمنٹ کی تقلید سے کامیابی حاصل ہوسکتی ہے۔

آپ کا خیال ہے کہ نئے کارخانے کھولنے کی ضرورت نہیں۔ سرکار ان پرانے کارخانوں کو ہی امداد دیکر اور اپنی سرپرستی مین لیکر سودیشی صنعت و حرفت کی ترقی کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہے۔ جو کارخانے بند ہو چکے ہین۔ ان کو چلایا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازین آپ نے یہ بھی سفارش کی ہے کہ گورنمنٹ خود تمام صنعتون مین دیسی چیزون کا استعمال کرے اور جو دیسی چیز نہ ملے وہ ولایتی استعمال کی جائے اس مین کچھ شک نہین کہ مسٹر سوان کے مشورہ سے پہلے بھی گورنمنٹ کئی دفعہ دیسی چیزون کے استعمال کا اعلان کر چکی ہے۔ مگر اس اعلان پر پوری طرح عملدرآمد نہین ہو سکا

مسٹر سوان نے وہ ذرائع بھی بتائے ہین۔ جن سے گورنمنٹ کام کر سکتی ہے۔ آپ لکھتے ہین کہ جولاہون۔ کوریون اور ریشم بننے والون لوگون مین مشترکہ سرمایہ کی سوسائٹیان قایم کرنی چاہئین۔ ان کے عہدہ دار کچا مال خرید کرنے اور تیار شدہ مال فروخت کرنے کا انتظام کرین۔ مناسب مرکزی مقامون پر آج کل کی مشینون وغیرہ کا استعمال کر کے دکھایا جانا چاہیئے۔ اس سے پہلے جولاہون کو ایسا کر کے دکھایا گیا ہے۔ مگر دیگر قسم کے کاریگرون کو نہین دکھایا گیا۔ محکمہ جنگلات کو چاہیئے کہ پنسل۔ دیا سلائی۔ قلم بنانے کی لکڑی مناسب نرخون پر کارخانون کو مہیا کرے۔

مندرجہ بالا سفارشین جو مسٹر سوان نے کی ہین۔ اگر کسی قسم کی مالی امداد نہ دے کر گورنمنٹ صرف ان ہی پر عمل کرے تو کافی فائدہ کی امید ہو سکتی ہے اور جب مدراس گورنمنٹ ایسا کر رہی ہے تو کیا وجہ ہے کہ باقی صوبون مین ایسا نہ کیا جائے۔ ہم امید کرتے ہین کہ گورنمنٹ ان مناسب سفارشون پر ضرور غور کرے گی۔

پلیگ اور اس سے بچنے کی تدابیر

ماخوذ از وکیل امرتسر ۶ مئی ۱۹۱۵ء

(از ڈاکٹر دیوان چند صاحب ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ٹی۔ ایم۔ ایل۔ آر۔ ایف۔ پی۔ اینڈ۔ ایس۔ آیل۔ آر۔ سی۔ پی۔ ایل۔ آر۔ سی۔ ایس۔ سابق اڈیشنل ڈپٹی سینیٹری کمشنر۔ پنجاب)

عام طور سے لوگون کا خیال ہے کہ طاعون ہندوستان مین کچھ برسون سے پھیلا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ کیونکہ اس مرض کا ذکر آٹھ سو سال پرانی ہندوؤن کی مقدس کتاب بھگوت پران مین ملتا ہے۔ جس مین تحریر ہے کہ طاعون کا کچھ تعلق چوہون سے ضرور ہے۔ اور اس گھر کو جہان مُردہ چوہے پائے جائین خالی کر دینے کی ہدایت ہے۔ انجیل مقدس مین بھی اس موذی مرض کا

تذکرہ واضح طور پر آیا ہے ۱۸۲۳ء میں یہ مرض ضلع گڑھوال اور ضلع کماؤن میں موجود تھا۔ جہان اسے
مہان مہاری کے نام سے نامزد کرتے ہین۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ یہ مرض ہم لوگون
کے لئے کوئی نئی بلا نہین۔ لیکن اس مین بھی کوئی شک نہین کہ طاعون کی وبا کا موجودہ دورہ
بہت ہی زور کا ہے۔ جس نے کروڑون جانون کو اپنا شکار بنا لیا۔ یہہ دورہ ۱۸۹۶ء مین ملک
چین سے بمبئی مین پہنچا۔ اور رفتہ رفتہ تمام ملک ہندوستان مین پھیل گیا۔ ہماری مہربان سرکار نے
اپنی رعایا کی حفاظت کے لئے لاکھون روپیہ خرچ کرکے اور نامی ڈاکٹرون کو مقرر کرکے اس مرض
سے بچنے کے ذرائع دریافت کرنے کی کوشش کی۔ اور کوشش کا نتیجہ یہہ ہوا کہ طاعون کے متعلق
جس قدر حل طلب معمے تھے۔ آج قریباً قریباً سب حل ہو چکے ہین۔ مگر افسوس کا مقام ہے کہ ہم
علم سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے اُن معلومات سے پورے طور پر فائدہ نہین اُٹھاتے۔ بلکہ جو
احکام سرکاری اس مرض کو روکنے کی غرض سے نافذ ہوتے ہین۔ اُن کی تھوڑی بہت مخالفت
کرتے ہین۔ پیشتر اس کے کہ ہم اُن تجاویز کا ذکر کرین۔ جن کی پیروی کرنے سے انسان
پلیگ کا شکار ہونے سے بچ سکتا ہے۔ ہم مناسب خیال کرتے ہین کہ مختصر طور پر اس مہلک مرض
کی اصلیت بیان کرین:-

طاعون کیا ہے اور کیونکر ہوتا ہے۔ طاعون دراصل چوہون کی بیماری ہے۔ پہلے
یہ مرض چوہون کو ہوتا ہے۔ چوہون کی جلد پر ایک قسم کے پسو رہتے ہین۔ جو اُن کے
خون کو اپنی خوراک بناتے ہین۔ جیسا کہ جوئین انسان کا خون پی کر زندہ رہتی ہین۔ جب چوہون
مین مرض طاعون پھیلتا ہے۔ اور دو چار چوہے ایک مکان مین مر جاتے ہین تو اس مکان مین
رہایش رکھنے والے باقی ماندہ چوہے اپنا مسکن تبدیل کر لیتے ہین اور اس طرح اُن پسوؤن
کو جو طاعون سے مرے ہوے چوہون کی جلد پر رہتے تھے خوراک سے محروم کر دیتے ہین۔ اور
یہ مثل مشہور ہے۔ کہ بھوک سے مجبور ہو کر شیر جیسا شہ زور جانور بھی اپنی قدرتی غذا کے بجاے
مردار کھا لیتا ہے۔ پسو بھی اپنے قدرتی میزبان چوہون کو کھا کر اپنا پیٹ بھرتے ہین۔ اور اگر کوئی
آدمی اُن کی زد مین آجائے تو اس کو بھی کاٹ کھاتے ہین۔ یہہ معمہ کہ طاعون کے جرم (جو نہایت
چھوٹے ہونے کی وجہ سے صرف خوردبین ہی سے دیکھے جا سکتے ہین) کس طرح پسو کے جسم سے
انسان کے جسم مین منتقل ہوتے ہین۔ حال ہی مین حل ہوا ہے۔ پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ
پسوؤن کا معدہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے جب پسو خون چوس رہے ہوتے ہین۔ اس وقت

پاخانہ بھی کردیتے ہین۔ اور اس پاخانہ مین طاعون کے جرم ہوتے ہین۔ انسان جب اس حصہ جسم کو سہلاتا ہے۔ جہان پسو نے کاٹا ہو۔ تو وہ جرم آلودہ پاخانہ اس باریک سوراخ مین سے جو پسو کے کاٹنے سے جلد مین ہو جاتا ہے اندر داخل ہو جاتا ہے۔ مگر حال کی تحقیقات سے معلوم ہوا ہی کہ طاعون کے جرم پسو کے پاخانہ کے ذریعہ انسان کے جسم مین داخل نہین ہوتے۔ بلکہ اس طرح کہ پسو کے معدہ مین یہ جرم نشو ونما پاکر ایک لیسدار یا لعابدار مادہ بناتے ہین یا بنجاتے ہین اور معدہ کے داخلی سوراخ کو بند کردیتے ہین۔ جب پسو انسان کو کاٹتا ہے اور خون چوستا ہے تو خون خوراک کی نالی مین جاکر جمع ہو جاتا ہے۔ مگر معدہ مین نہین جاسکتا جب خوراک کی نالی پھول کر بھر جاتی ہے۔ اور پسو کے معدہ مین خون جو اس کی خوراک ہے نہ جانے کی وجہ سے اس کی اشتہا پوری نہین ہوتی تو پسو جھنجھلاتا ہے اور اس جھنجھلاہٹ مین معدہ کا داخلی سوراخ قدرے کھل جاتا ہے اور طاعون کے جرم اس سوراخ مین سے نکل کر خوراک کی نالی کے جمع شدہ خون مین مل جاتے ہین اور اس نالی کے سکڑنے کی وجہ سے قدرے جرم آلودہ خون پسو کے منہ کے ذریعہ سے انسان کے جسم مین داخل ہو جاتا ہے۔ یہ جرم انسان کے جسم مین بڑھتے اور پھیلتے پھولتے ہین۔ حتی کہ ھفتہ عشرہ کے اندر سارے خون مین پھیل جاتے ہین۔ اور طاعون کی علامات نمودار ہو جاتی ہین

تمدن یورپ پر اسلام کا اثر

ماخوذ از وکیل امرتسر مئی ۱۹۱۵ء

(از جناب ابوالخیر محمد کلیم صاحب بی۔ اے)

تمدن یورپ کی تاریخ پر اگر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ اس کے کمالات علم و فن اور اس کی موجودہ ترقی کی بنا ایک حد تک اسلام کی ڈالی ہوئی ہے۔ اسلام کے یورپ مین داخل ہونے کے پہلے یورپ کے آسمان پر جہالت کا سیاہ بادل چھایا ہوا تھا۔ اور شائد اس کا انتظار تھا کہ اسلام کا روشن کردینے والا آفتاب افق مشرق سے طلوع ہو۔ اور تمام ظلمت اور تاریکی کو نور سے بدل دے۔ مین تسلیم کرتا ہون کہ تہذیب و ترقی کی جو شاندار عمارت اس بنا پر تعمیر کی گئی۔ وہ منظر کو خیرہ کردینے والی اور قابل فخر ہے۔ لیکن اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ یورپ کے اس فخر مین اسلام کا بھی نمایان حصہ ہے اگر معمار نتیجہ اسباب یعنی عمارت پر ناز کرسکتا

ہے یا کرنے کا حق رکھتا ہے تو مین کہون گا کہ اسباب کا مہیا کرنیوالا بھی اِس تعمیر مین برابر کا شریک ہے - کیونکہ عمارت کی عمدگی - حسن اور پائداری اسباب کی نفاست اور عمدگی پر منحصر ہے - لہذا یہہ کہنا بیجا نہ ہوگا - کہ اگر یورپ موجودہ تہذیب و ترقی کے لئے تعریف کا مستحق ہے - تو اسلام بھی اس مین برابر کا شریک ہے - اس کے ثبوت مین مناسب ہوگا اگر مین بعض یورپین مصنفین کی راے نقل کردون - مسٹر گسٹیو ڈیوکونڈری اپنی نادر کتاب ہسٹوری سومیرے ڈے لا سیویلیزیشن" (تاریخ تمدن) مین فرماتے ہین - کئی صدیون تک تمدن کی تاریخ مین عربون نے مہتم بالشان خدمات انجام دین - وہ نہ صرف ایشیاء کے دور و دراز حصون مین علم کی اشاعت کرتے رہے بلکہ یورپ کو بھی ایسے علوم سکھائے جس سے مغربی اقوام نے بڑا نفع حاصل کیا - یہہ ایک ایسے فرانسیسی مورخ کی راے ہے جو وہان کے علمی حلقون مین بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اسی سلسلہ مین مسٹر سٹینلی لین پول کی پیش بہا راے کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہون - صاحب موصوف کا بیان ہے کہ اُس وقت جیسی ترقی علم و فن مین اسپین کے مسلمانون نے کی تھی کسی دوسرے ملک یا قوم نے نہین کی - انگلینڈ - فرانس اور جرمنی سے طلباء اس چشمہ سے سیراب ہونے کی غرض سے آتے تھے جو صرف اسپین کے شہرون مین بہتا تھا - اندلوسیہ کے طبیب اور جراح تمام دنیا سے آگے تھے - اور لیڈی ڈاکٹر کا وجود بھی مفقود نہ تھا - علم ریاضی - علم ہئیت - علم نباتات - فلسفہ - فقہ کی تکمیل صرف اسپین مین ہو سکتی تھی - زراعت - آب پاشی - قلعہ بندی - جہاز سازی وغیرہ مین بھی وہان کے مسلمان اعلیٰ درجہ پر تھے

مین ابتداء مین گزارش کر چکا ہون کہ جب اسلام علم کی مشعل لیکر دنیا کو روشن کر رہا تھا - یورپ جہالت - تعصب اور توہمات کے ظلمت مین گھرا ہوا تھا - لیکن دسوین صدی مین پاپاے روم کی ترغیب کے باعث یورپ ایک عظیم الشان جنگ مین مصروف ہو گیا - جس کا مقصد حصول بیت المقدس تھا - یہ جنگ یورپ کے لئے فائدہ سے خالی نہ تھی - کیونکہ اس طرح پر یورپ والون کو اہلِ عرب کے اخلاق مذہب اور تمدن کو بغور دیکھنے کا کافی موقع ملا -

سب سے پہلے مذہبی انقلاب کا ذکر مناسب ہے - اگلے زمانہ مین جبکہ دین پاپاوی جاری تھا - پاپاے روم کے اختیارات غیر محدود ہوا کرتے تھے - کوئی علم ایسا نہین تھا جس کا صادر کرنا اس کے اختیار سے باہر ہو اور کوئی کام ایسا نہ تھا - جسکے کرنے سے وہ شرعاً یا عرفاً

بند ہو۔ گویا وہ اس کا مجاز تھا کہ کسی کو بہشت مین اور کسی کو دوزخ مین بھیجدے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہہ ہوا کہ وہ اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اُٹھانے لگا اور دولت جمع کرنے کے خیال سے اس نے معافی نامہ ایک مقررہ رقم کی ادائگی پر دینا شروع کیا۔ معافی نامہ ایک دستاویز ہے۔ جو تمام گناہون کی معافی کے بعد اس غرض سے لکھہ دیا جاتا ہے کہ وقت پر کام آئے "اور فرشتے کچھہ تعارض نہ کرین۔ لیکن یورپ والون نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا۔ اسلام کی خوبیون کو دیکھا۔ اور مسلمانون کے اخلاق حمیدہ پر جو قرآن پاک کی سرگرم پیروی و تعلیم کا نتیجہ تھے۔ نگاہ کی تو قدرتی طور پر بعض لوگون کے دلون مین یہہ ولولہ پیدا ہوا کہ پاپائے روم کے ناجائز اور جابرانہ حقوق کا خاتمہ کر دین۔ کیونکہ اتنی ہمت تو باقی نہ تھی۔ کہ عیسائیت کو اسلام سے بدل لیتے۔ چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ روم کے قوت و اقتدار کو ایک بڑی شکست دینے اور بڑی جد و جہد کے بعد ایک آزاد مذہبی فرقہ کے قائم کرنے مین کامیاب ہوئے۔ لوتھر نے جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی تھا۔ اطالوی درسگاہون مین تعلیم پائی تھی اور ان درسگاہون مین جیسا کہ بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے۔ عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا تھا۔ علاوہ برین لوتھر نے کچھہ دنون تک قرطبہ اور غرناطہ کی بھی خاک چھانی تھی۔ اور یہہ جگہین اس زمانہ مین عربی فلسفہ کے درس و تدریس کے لئے ممتاز تھین۔ اس سے یہ اخذ کرنا غیر موزون نہ ہوگا۔ کہ مذہبی ترقی کا خیال دراصل لوتھر اور کالون (جینیوا کا وہ مشہور واعظ اور خطیب جو کالونزم کا بانی تھا) کے دلون مین اسلام کے مشاہدہ سے پیدا ہوا۔

علم و فن پر اسلام کا اثر

مذہب کے بعد علم و فن کا درجہ ہے۔ اس لئے ناظرین کی توجہ اس طرف مبذول کرانے کی اجازت چاہتا ہون۔ روم و یونان کے شاندار ترقی کا اس زمانہ مین کچھہ پتہ نہ تھا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ روم و یونان کی تباہی کے بعد یورپ سے علم و فن معدوم ہو گیا۔ مسٹر اے سلیمن سی۔ آئی۔ ام۔ پروفیسر عربی کنگس کالج لندن اپنی تصنیف سلطنت عرب کا عروج و زوال مین ایک جگہ پر علم و فن کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہین کہ اس مادہ مین نئی روح پھونکنے کا فخر صرف عربون کو حاصل ہے۔ یہہ عرب ہی تھے۔ جنھون نے گم شدہ یونانی مصنفون کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اہلِ عرب نے علم کی وہ شمع

روشن کی جسنے تاریخ کے سیاہ صفحون کو چمکا دیا - اور یقیناً اگر عرب نہ ہوتے تو یورپ کی تواریخ اتنی شاندار نہ ہوتی -

یہہ دیکہا گیا ہے کہ قومون کی علمی ترقی بجائے تصنیفات کے تراجم و تالیفات سے شروع ہوتی ہے اور عرب کے فضلا اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہ تہے - وہ دنیا کے شکریہ کے مستحق ہین کہ ترجمون کی بدولت سنسکرت اور یونانی مضمونون کو جن کو دنیا جلد بہول جانیوالی تہی - زندہ جاوید بنایا اور صرف یہی نہین بلکہ یونانی فلسفہ کو ترقی دی - جبرو مقابلہ علم ہیئت - علم نباتات وغیرہ کو ایجاد کیا اور انتہائی درجہ تک پہنچایا - انسائیکلوپیڈیا بریٹینیکا (جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۹) نے اقرار کیا ہے کہ "الخوارزمی کی تصنیفات نے یورپ والون کے لئے جو الجبرا کے نکات حل کرنا چاہتے تہے رہبر کا کام دیا -" دوسری جگہہ پر (جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲) پہر اس کا اعادہ کیا گیا ہے کہ عربون نے علم ریاضی مین بڑی ترقی کی تہی " موجودہ علم کیمیا ابو موسیٰ جعفر کوفی کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے اور دنیا حیرت مین ہے کہ جعفر کوفی کی تحقیقات کس قدر وسیع ہین - علم ہیئت بھی عربون کا کچہہ کم زیر بار احسان نہین - اس علم مین ماشاراللہ احمد بن محمد - محمد ابن موسیٰ - حسن ابن حسین وغیرہ کے نام خصوصیت کے ساتہہ قابل ذکر ہین - ملاحظہ ہو - انسائیکلو پیڈیا بریٹینیکا (جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ مطبوعہ سنہ ۱۹۱۱ء) علم ہئیت عرب اپنے ساتہ ملک اسپین مین لائے اور یہین ارکیزل (ابو اسحٰق زرقانی) نے سنہ ۱۰۸۰ مین ٹولیڈن ٹیبل (اس کے متعلق کچہہ جدول و اشکال) تیار کیا - خرد بین کا اصل موجد بجائے گلیلیو کے ابو الحسن تہا - البطانی کی نادر تصنیفات لاطینی زبان تک مین ترجمہ ہوچکی ہین - حسن ابن حسین صرف ایک مشہور منجم ہی نہین تہا - بلکہ امراض چشم کا بہت بڑا محقق شمار کیا جاتا ہے - اور اس کی کتاب "امراض چشم اور ان کا علاج" قریب قریب تمام یورپ کی زبانون مین ترجمہ ہوچکی ہین - فارابی اور بو علی سینا دو بہت بڑے فلسفی گزرے ہین اور فلسفہ کے لئے مایۂ ناز ہین - بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ارسطو کے بعد فارابی سے بڑا کوئی فلسفی دنیا مین پیدا نہین ہوا - اس ضمن مین علم الکلام کا ذکر نہ کرنا سرا سر بے ایمانی ہوگی - بالخصوص اس سبب سے کہ یورپ مین ایک عام خیال ہے کہ اس کا موجد لارڈ بیکن تہا اور شاید اسی بنا پر ٹامسن نے ہسٹری آف دی انگلش لٹریچر مین بیکن کی نسبت لکہا ہے کہ فلسفہ کے اس حصہ کی ایجاد کا سہرا سرزمین انگلینڈ کے سر ہے - لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام غزالی علیہ الرحمتہ نے اول اول علم الکلام کی بنا ڈالی ہے اس لئے

یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصلی موجد کون تھا۔ اور یہ قرین قیاس ہے یا نہین کہ بیکن نے امام غزالی سے یا امام غزالی نے بیکن سے اس کو لیا۔ لیکن امام غزالیؒ کی وفات کا زمانہ بیکن کی پیدائش کے تقریبا سو برس پہلے ہے۔ اور اس سے امام غزالیؒ کے متعلق شبہ کی مطلق گنجایش نہین رہی۔ یہ بات کہ بیکن نے امام موصوف سے لیا ہو۔ اور یہ دو سبب سے ممکن ہے۔ اولاً یہ کہ نووا ارگنیم اور امام غزالی کے علم الکلام مین ایک طرح کی یکانگت پائی جاتی ہے اور ثانیاً یہ کہ امام غزالی کی تصنیفات اس وقت اسپین کی زبان مین ترجمہ ہو چکی تہین اور تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ بیکن اس زبان کو جانتا تھا۔ لہذا اس خیال کا پیدا ہونا قرین قیاس اور جائز ہے کہ اس کے اصلی موجد امام غزالیؒ تہے اور تمام تعریف کے سچے مستحق وہی ہین۔ تمام لوگ جانتے ہین کہ گہڑی سب سے پہلے خلیفہ ہارون الرشید نے شارلیمن کو جو فرینکس کا شہنشاہ تہا۔ ہدیۃً بہیجی تہی اس سے ظاہر ہے کہ گہڑی کی ایجاد مسلمانون سے ہوئی۔ مندرجہ ذیل اعداد سے ظاہر ہوگا کہ مختلف علوم مین کتنی کتابین عربی سے یورپ کی زبانون مین ترجمہ کی گیئن۔

فلسفہ۔ علم الاخلاق وغیرہ۔ ۹۰۔ طب و جراحی۔ ۹۰۔ علوم ریاضی و ہیئت۔ ۷۰۔ علم کیمیا و علم طبیعی۔ ۱۹۔

فرقہ نسوان۔

سنہ ۱۸۵۳ء کے قبل یورپ کے طرز معاشرت کو بغور دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ فرقہ نسوان کی حالت قابل رحم تہی۔ ان کے کوئی قانونی حقوق نہ تہے۔ یہ ترکہ کا دعویٰ نہین کر سکتی تہین۔ نہ کسی چیز کے بیچنے یا خریدنے کی مجاز تہین۔ اگرچہ قانون کے رو سے وہ چیز ان کی ہو۔ اور نہ وہ کسی طرح کا قانونی معاہدہ کر سکتی تہین۔ ہندوستان مین بھی اگلے زمانہ مین جیسا کہ منو کے قانون سے معلوم ہوتا ہے۔ عورتین کنوارپنے مین اپنے باپ کے شادی کے بعد اپنے شوہر کے اور شوہر کی وفات کے بعد اپنے بیٹون کے زیر اختیار تہین۔ اور اگر بیٹے نہ ہون تو دوسرے مرد اعزا نگران ہوتے تہے۔ محض اس بدگمانی کے باعث کہ عورتین خود مختارانہ زندگی بسر کرنے کے لائق نہ تہین اپنے تمام کمالات کے باوجود یونان نے اس فرقہ کے حقوق تسلیم نہین کئے۔ سب پر مستزاد یہ کہ سولن کے قانون کے رو سے باپ کو یہ اختیار حاصل تہا کہ اگر لڑکی اس کی مرضی کے خلاف شادی کر لے تو وہ اسے فوراً

قتل کر دے۔ انجیل نے بھی عورتون کے بارہ مین کوئی صاف حکم نہین دیا۔ اب قرآن پاک کے احکام ملاحظہ ہون۔ سورہ بقر مین اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ لھن مثل الذین علیھن بالمعروف یعنی اے لوگو تم اپنی بیبیون پر حق رکھتے ہو اور وہ تم پر،، مساوات کی کیسی عمدہ تعلیم ہے۔ پھر سورۃ الروم مین ارشاد ہوا۔ ومن ایاتہ ان خلق لکم انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودۃً ورحمۃً۔ یعنی اس کی نشانیون مین سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہین لوگون مین سے تمہارے لئے بیبیان پیدا کین۔ تاکہ تم آرام اٹھاؤ اور اس نے تمہارے دلون مین محبت اور رحم دیا۔ آگے چلکر سورہ نساء مین حکم ہوا۔ "باشروھن بالمعروف،، یعنی عورتون کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آؤ۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ ولا تواعدوھن سرا الا ان تقولوا معروفا۔" یعنی گفتگو مین عورتون کی عزت اور مرتبہ کا خیال رکھا کرو۔ چنانچہ مسٹر جان ڈریپر نے اپنی کتاب یورپ کی علمی ترقی مین اعتراف کیا ہے کہ عورتون کی نسبت عربی طرز معاشرت ہرگز ظالمانہ نہ تہا۔ بلکہ اکثر لوگون کا بیان ہے کہ عیسائی عورتون نے محل کی زندگی کو نہایت پسند کیا ہے۔ چنانچہ اب جو کچھ یورپ نے اس بارہ مین ترقی کی ہے وہ اسلام کی دیکھا دیکھی کیونکہ عرب کے اس رویہ نے یورپ مین ایک بڑا اثر پیدا کیا۔ کلکتہ کے ایک جلیل القدر انگریز پادری نے مجھ سے کہا کہ مسلمانون کے یہان عورتون کی حالت یورپ سے بھی بدتر تھی۔ لیکن جب مین نے یورپ کی حالت سے موازنہ کرکے دکھایا اور قرآن مجید کے احکام ان کو سنائے تو صاحب موصوف نے مجھ سے اتفاق کیا کہ اگر یہ صحیح ہے تو اسلام کی خدمات نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل ہین۔ یہان یہ امر غور طلب ہے کہ اسلام نے ان خدمات کو اس وقت انجام دیا تہا۔ جبکہ انسانی تواریخ مین عورتین جانورون سے بدتر خیال کی جاتی تہین۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگر قرآن پاک کے احکام پر ہم عمل کرتے تو ہماری حالت ہرگز ایسی قابل افسوس نہ ہوتی۔

غلامی۔ غلامی کا مسئلہ بھی یہان ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ یورپ کے اکثر مورخین نے اسلام کو اس کے لئے مطعون کیا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے الزام لگائے ہین۔ میرا یہ دعویٰ نہین ہے کہ اسلام نے غلامی کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کردیا۔ مگر مین بلاخوف تردید کہہ سکتا ہون کہ اسلام نے ایسے احکام جاری کئے۔ جن کے باعث غلامی وہ ہیبت ناک چیز نہ باقی نہ رہی۔ جو روم و یونان مین رائج تھی۔ یا جو غلامی کا موجودہ

مفہوم ہے - مین جانتا ہون کہ یونان کے قانون بہت سخت نہ تھے - اور ڈیموستھنیز کے پند نصیحت اور ارسطو کے فلسفہ نے یونانیون کے دلون مین انسان کی زندگی کی عظمت پیدا کردی تھی - لیکن یہہ صرف یونان کی نسبت کہا جا سکتا ہے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (جلد ۲۰ - صفحہ ۲۱۹) روم کی غلامی کی ایک تصویر کھینچی ہے - جس کا ترجمہ دلچسپی سے خالی نہوگا - وہو ہذا - اصلی قانون روم کی رو سے مالک کو اپنے غلام پر ہر طرح کے اختیارات حاصل تھے - یہانتک کہ غلام کی زندگی اور موت اُس کے ہاتھون مین تھی - غلام اپنے لئے دولت حاصل نہین کرسکتا تھا اور جو کچھہ اس کے پاس تھا وہ قانوناً اس کے مالک کا تھا - اگر غلام ملکی یا فوجی عہدہ قبول کرے تو اس کے لئے موت کی سزا مقرر تھی - عام طور پر وہ گواہی کے لئے پیش نہین کیا جا سکتا تھا اور تمام جرایم کے لئے غلام سخت سزا کا مستوجب تھا - مین نے اس کا حوالہ اس لحاظ سے دیا ہے کہ یورپ کی تواریخ مین روم کی تہذیب موجب افتخار ہے اور اس تہذیب و شائستگی پر بھی غلامون کے ساتھہ اس طرح کا ظالمانہ اور وحشیانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا - اس کے مقابلہ مین قرآن کی تعلیم ملاحظہ ہو - سورہ نور مین ارشاد ہے - والذین یبتغون الکتاب مما ملکت ایمانکم فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا - یعنی اور ایسے غلامون کو جو فدیہ ادا کرنے پر آزاد ہونا چاہین - تم ایک تحریر لکھہ دو کہ اور اس دولت مین سے جو خدا نے تمکو عطا کی ہے - انہین بھی کچھہ دو - " آخر کے جملہ سے یہ مراد ہے کہ اگر تم نے انہین باوفا پایا ہے اور تمہین یقین ہے کہ وہ اپنے وعدہ کو پورا کرینگے تو خواہ اپنی طرف سے کچھہ دیدو یا فدیہ کی رقم مین کچھہ تخفیف کردو - دوسری جگہ پر سورہ محمد مین ارشاد ہے خواہ انہین بلا معاوضہ آزاد کردو یا فدیہ لیلو - یہ حکم بھی اس سبب سے ہوا کہ اسلام کے ظہور کے پہلے غلام اکثر و بیشتر قتل کر دئے جاتے تھے - ملا واعظ کاشفی کی کتاب اخلاق محسنی میں ایک جگہہ ہے - کہ پس بر وجود این جماعت شکر گزاری باید کرد و انواع انواع رفق و مدارا و لطف و مواسا در بارہ ایشان بکار باید برد پس در کار فرمودن ایشان انصاف و رعایت باید فرمود و چنان باید کرد کہ امر معیشت ایشان از خورش و پوشش خللے راہ نیابد و اصل آنست کہ ایشان را بنظر خاص مخصوص سازد کہ اقدام بر اعمالے کہ بایشان مفوض ست از روے خوشدلی و نشاط کنند (باب چہلم در تربیت خدم و حشم و آداب ایشان) مسٹر جان ڈیونپورٹ کا حوالہ مین آگے بھی دیچکا ہون فرماتے ہین کہ اسلام مین قیدی یا غلام فوراً اپنے آقا کے برابر اور اس کا دوست بن جاتا تھا - مسٹر چارڈسن نے قانون ازالہ غلامی انڈیا کونسل مین پیش کرتے وقت ۱۸۴۳ء مین

فرمایا تھا کہ غلامی کی مکروہ رسم اُٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے - کہ ہندو شاستر قرآن سے بدل دیا جائے -"

خودکشی و انسان کشی روم کی تاریخ پڑھنے والے اس کو بھولے نہیں ہون گے کہ اپنے عروج کے وقت اہل روم نے فوری خوشی و انبساط کے لئے ہزارون انسانون کی ناجائز قربانی کو روا رکھا تھا اور اس ناپاک رسم کی بدولت صدہا آدمی ہر سال موت کا شکار ہوتے تھے - ڈوئل لڑنے کی ..... ایک مذموم حرکت جدا تھی - جو یورپ کے لئے مخصوص تھی - اور اس کا رواج اس کثرت سے تھا کہ اکثر قانونی مقدمون کا انفصال اس کے ذریعہ سے ہوتا تھا - نیز عزت کے معاملات مین اس کا فیصلہ قطعی ہوتا تھا اور اپیل کی یہ آخری عدالت تھی - لیکن اسلام اس کو کب روا رکھ سکتا تھا چنانچہ حکم ہوا - و لا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ - اور ولا تقتلوا انفسکم - یعنی خودکشی نکرو اور انسان کی جان نہ مارو -"

جمہوریت - اسلام مین جو شان جمہوریت پائی جاتی ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے - اس امر مین انجیل مقدس اور قرآن مجید مین اصولی اختلاف ہے - یعنی انجیل مین نامزدگی کا طریقہ مناسب سمجھا گیا - لیکن قرآن شریف نے انتخاب کو پسند کیا - یہان پھر مین انسائیکلوپیڈیا کا حوالہ دینا چاہتا ہون - ملاحظہ ہو - (جلد ۱۶ صفحہ ۵۹۰) اس طرح پر معاویہ نے خلافت کو وراثتی بنانا چاہا - جو اصول اسلام کے منافی ہے

انتظام و انصرام سلطنت - فن حکمرانی مین بھی یورپ نے مسلمانون سے بہت کچھ سیکھا ہے اور اس کا اعتراف ایرک نے ان الفاظ مین کیا ہے - کہ کسی اسلامی سلطنت کا نام لینا ہے جس کا دارمدار قانون پر ہے - اور یہ قانون وہ نہین ہے - جو عام طور پر عیسائی سلطنتون مین نافذ ہے بلکہ یہ خدا سے پاک کا قانون ہے -

خاتمہ لاطینی زبان مین ایک مثل مشہور ہے کہ تمام چیزین بدل جاتی ہین اور ہم بھی اُن کیساتھ بدل جاتے ہین - بعینہ یہی حال مسلمانون کا ہوا - آج ہماری پستی سے اس کا پتہ لگانا دشوار ہے کہ زمانہ سلف مین ہم بھی ترقی کے اعلیٰ زینہ پر تھے اور دنیا ہر بات مین ہمارے آگے سرنیاز خم کرتی تھی - مگر ہر کمال کو زوال لازمی ہے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ ہم اس قاعدہ سے مستثنیٰ کئے جاتے

انگلستان کا جدید فلسفہ

مسئلہ ارتقا (ایوولیوشن)

ماخوذ از مشرق ۱۱ مئی سنہ ۱۹۱۵ عیسوی

اُنیسوین صدی مین جو خیال فلسفہ کا زیادہ مشہور ہے وہ مسئلہ ارتقا ہے ہم اس مسئلہ کے متعلق صرف مندرجہ ذیل سوالون کے جواب دینے کی کوشش کرین گے۔

(۱) موجودات کی موجودہ حالت کس طرح ظہور پذیر ہوئی۔؟

(۲) موجودات مین انسان کا مقام کہان ہے؟

(۳) موجودات اور خاص کر انسان کا مستقبل کیا ہوگا؟

(۴) مسئلہ ارتقا مین جو تبدیلیان واقع ہوتی ہین اُن کی کیا صورت ہے؟

(نمبر۱) موجودہ صورت کس طرح ظہور مین آئی؟

جب ہم اپنے اردگرد کے اشیاء پر نظر ڈالتے ہین تو ہر شے مین ایک بیّن تفریق نظر آتی ہے۔ غیر ذی روح کی طرف نظر کرین۔ تو پانی۔ ہوا۔ جمادات۔ وغیرہ ایک دوسرے سے مختلف دکھائی دیتے ہین۔ ذی روح مخلوق مین نباتات کی طرف دیکھتے ہین۔ تب بھی نئی نئی جڑی بوٹیان دکھائی دیتی ہین۔ حیوانات مین بھی مختلف طور کے چرند وپرند نظر آتے ہین۔ اس تفریق کو دیکھکر قدرتاً ہمارے دل مین سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ چیزین ہمیشہ اسیطرح سے ہین۔ یا کوئی وقت ایسا بھی تھا کہ یہ اختلاف نہ تھا اور بعدہٗ کسی سبب سے ایسا ہوگیا۔ کیا قدیم زمانہ سے موجودہ تقسیم چلی آتی ہے۔؟۔ یا ابتدا مین سب اشیا ایک طرح کے تھے۔ اور بعدہ کسی قاعدے کے مطابق اس صورت مین آگئے؟۔ اس سوال کا جواب مسئلہ ارتقا یہ دیتا ہے کہ ابتدا مین تمام موجودات یکسان تھے اور بعدہ مختلف قاعدون سے اختلاف پیدا ہوگیا۔ اب ہم اُس کو بیان کرتے ہین۔

قدرتی انتخاب (نیچرل سلیکشن)

اگر ہم ایک ببول کی طرف نظر اُٹھائین تو اس مین ہزارہا بیج پائینگے۔ جسمین ہر ایک بیج مین ایک ببول کا درخت پیدا کرنے کی طاقت ہوگی۔ ان مین سے ہر ایک ببول اپنی پوری عمر کو پہنچکر ہزارون بیج ہر سال پیدا کرسکتا ہے۔ اب اگر ہر ایک بیج جو درخت مین لگتا ہے۔ ایک درخت پیدا کرتا تو ایک ہی درخت کے بیج سے چند ہی سال کے اندر ساری زمین کو ببولون کے

درخت سے بھر دیتے اور کسی دوسری قسم کے درخت یا جانداروں کے لئے زمین نہ رہتی - مگر ایسا نہیں ہوتا اور بوٹوں کا اوسط ایک رہتا ہے - اسی طرح کئی جاندار بھی ایسے ہیں جو بچپن ہی سے بچے دینا شروع کر دیتے ہیں - ایک ایک وقت میں بچے بھی بہت دیتے ہیں اگر ان میں کا ہر ایک بچہ پوری عمر جیتا رہے تو تھوڑے سے ہی دنوں میں زمین پر ان جانداروں کا ریلہ لگ جاسے - اور ان کے سوا کچھہ دکھائی نہ دے - لیکن ایسا نہیں ہوتا - ان کے اوسط میں بھی بہت کم فرق پڑتا ہے اب سوال یہہ ہوتا ہے کہ کیوں ہر ایک بیج پھول نہیں پیدا کرتا ؟ کیوں نہیں ساری زمین ایک ہی قسم کے جانداروں سے بھر جاتی ؟ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ ہر ایک بیج کو درخت نہیں بننے دیا جاتا - ہر ایک جاندار کو اپنی پوری عمر رہنے کی اجازت نہیں ملتی ہماری زمین پر نہ تو اس قدر جگہہ ہے اور نہ اتنی خوراک ہے کہ وہ ہر ایک کی آؤ بھگت کر سکے - کتنے جاندار اپنے بچوں کو کھا جاتے ہیں - خلقت کے ایک بڑے حصہ کے ساتھہ یہی سلوک کیا جاتا ہے - سارے نباتات اور حیوانات کے لئے نہ تو جگہہ ہے اور نہ خوراک - اس لئے لازمی ہے کہ ان میں کچھہ شہید ہو کر دوسروں کو قایم رکھیں - پس ایک طرح کی جنگ ان میں جاری رہتی ہے - تمام زندگی ایک مسلسل جنگ ہے - جس کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ کئی گر جاتے ہیں اور کئی سنبھل جاتے ہیں - اسی کا دوسرا نام قدرتی انتخاب یا نیچرل سیلکشن ہے - قدرت اپنے تمام بچوں کو زندہ نہیں رکھہ سکتی اس لئے یہ اُن میں انتخاب کرتی ہے اور چنے ہوؤں کو زندہ رکھتی ہے - یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ یہہ انتخاب کسی قاعدہ کے مطابق ہوتا ہے یا بے قاعدہ ؟ - اگر دس بچوں میں سے دو کے لئے انتظام ممکن ہے تو کیا یہہ جان لینا ممکن ہے کہ وہ دو کون ہیں ؟ تو اب جاننا چاہیئے کہ یہ انتخاب ایک قاعدہ کلیہ پر ہوتا ہے - ہر ایک ذی روح جینا چاہتا ہے - اور جینے کے لئے کوشش بھی کرتا ہے - کون سا بچہ کوشش کرتا ہے ؟ - یا کس لئے کوشش کی جاتی ہے ؟ - مخلوقات لا محدود ہیں - جگہ اور خوراک محدود - اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قدرت چنا کرتی ہے اور جو جیتے رہنے کے قابل ہوتا ہے - وہی جیتا رہتا ہے - لیکن انتخاب یہاں بھی ہوتا ہے - جتنے بیج ایک درخت سے گرتے ہیں اُن میں سے کتنوں کو جانور کھا جاتے ہیں - کتنوں کو پانی نہیں ملتا - جو درخت پیدا بھی ہوتے ہیں اُن میں سے کچھہ جل جلاتے وقت اکھڑ جاتے ہیں - کچھہ مسواک بن جاتے ہیں اور کچھہ جانوروں کے منہ میں جاتے ہیں اسیطرح کا انتخاب حیوانوں میں بھی ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ حیوانور تکلیف محسوس کرتے ہیں - اور درختوں میں احساس نہیں ہوتا - جنگ میں وہ بچ رہتا ہے جو

مضبوط ہوتا ہے - یہی قدرت کا اصول ہے - وہ کون صفت ہے - جو اس جنگ مین ایک جاندار کو دوسرے پر جینے کی ترجیح دیتی ہے - کیا سبب ہے کہ جہاں سینکڑون موت کے پنجے مین پھنسکر نیست و نابود ہو جاتے ہین - وہان ایک جاندار باقی رہتا ہے - اس کا سبب یہ ہے کہ جاندار یا نباتات اپنے آس پاس کے حالات کے مطابق اپنے کو بنا لیتے ہین - وہ بچ رہتے ہین اور جو اس کے مطابق اپنے کو نہین بناتے وہ برباد ہو جاتے ہین - یا مصیبت و تکلیف کی زندگی بسر کرتے ہین - اسی قاعدے کی مطابقت کو دوسرے لفظون مین (اڈاپٹیشن ٹو انوائرنمنٹس) کہتے ہین - سردی مین کون شخص آرام سے زندگی بسر کرتا ہے - وہ جو آگ جلا کر کمرے مین بیٹھتا ہے یا اپنے جسم کو گرم کپڑون سے ڈھانک لیتا ہے - یا جس کا چمڑا ہی ایسا ہے کہ اس پر سردی کا اثر نہو سکے - نباتات مین بھی جو درخت گرم ملکون مین پھلتے پھولتے ہین - سرد ملکون مین نہین اُگ سکتے - اگر انہین ان ملکون مین اُگانا ہو تو اُن کے لئے گرمی کا مہیا کرنا ضروری ہے - زندگی کا یہ ایک بڑا اصول ہے کہ جو جاندار اپنے آپ کو اپنے اردگرد کی موجودہ حالت کے مطابق بنا سکتا ہے وہی زندہ رہ سکتا ہے - ہر طرف یہی قانون کام کرتا نظر آتا ہے - ارتقا کے عالم کہتے ہین کہ ایسا ہی ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے - اب ہم دیکھتے ہین کہ والدین مین اولاد پیدا کرنے کی خواہش ہے اور وہ اپنی پیدا شدہ اولاد سے محبت بھی رکھتے ہین - قدیم زمانہ مین ہر ایک جاندار مین ایسا نہ تھا - کچھ جاندار ایسے تھے کہ اُن مین یہ خواہش پائی جاتی تھی اور کچھ ایسے بھی تھے کہ اُن مین اولاد پیدا کرنے کی خواہش نہ تھی اور اگر تھی بھی تو بعد پیدائیش وہ اپنے بچون سے محبت نہ رکھتے اور نہ اُن کی پرورش کی پرواہ کرتے - اس دوسرے قسم کے جاندار زمین پر نہ پھیل سکے - پہلی قسم کے جاندار بہت زیادہ پائے جاتے ہین اور اُنہین کی ذات پھیلی ہوئی نظر آتی ہے -

نسلی انتخاب کا قانون

اِس کے علاوہ یہ بھی قاعدہ کام کرتا تھا - کہ جو صفت ایک نسل مین پائی جاتی تھی وہ دوسری نسل مین بھی چلی جاتی تھی - یعنی اگر ماں باپ مین بچّہ پیدا کرنے اور اُن کی پرورش کی خواہش پائی جاتی تو اُن کے بچون مین بھی یہ اوصاف پائے جاتے - جو جو زمانہ گزرتا گیا یہ اوصاف بڑھتے گئے - مسئلہ ارتقا کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ ماں باپ کے اوصاف بچہ مین پہنچتے ہین اور رفتہ رفتہ ان مین ترقی ہوتی جاتی ہے - اور ایک عرصہ دراز کے بعد بہت فرق ظاہر ہو جاتا ہے - یہ ایک بڑا سبب ہے - جسنے اس قدر اختلاف پیدا کر دیا ہے -

جنسی انتخاب (سیکشون سلکشن)

اس طرح کے قدرتی انتخاب کے علاوہ ایک اور قسم کا بھی انتخاب ہوتا ہے جسے جنسی انتخاب کہتے ہین - اگر ایک مرد ہو اور پانچ عورتین ہون اور وہ مرد ایک ہی عورت سے ہمبستر ہو سکتا ہو تو فطرتاً وہ شخص اس عورت کو پسند کرے گا جو بہ نسبت دوسری عورتون کے خوبصورت اور تندرست ہو - بدصورت اور کمزور عورتون کو خوبصورت اور تندرست عورتون کے مقابلہ مین پھلنے پھولنے کے بہت کم موقع ہین - خوبصورت اور تندرست عورتون کی اولاد : ن مین جو بد شکل اور کمزور ہوگی اس کے لئے بھی جینے کا یقین کم ہوگا - اسیطرح اگر ایک عورت کے سامنے کئی مرد ہون اور اُن مین سے یہ ایک کو پسند کرے تو وہ بھی تندرست اور طاقتور مرد کو پسند کرے گی - اس طرح پر صرف یہی نہین ہوتا کہ بہت حالتون مین کچھہ بچ رہتے ہین بلکہ یہہ بھی ہوتا ہے کہ بچے اپنے مان باپ سے اچھے پیدا ہوتے ہین اور اس طرح پر بھی ایک عرصہ مین بہت بڑا فرق ہو جاتا ہے - اگر ہم چاہین تو اس پسند کو قدرتی انتخاب کی ایک ترقی یافتہ حالت کہہ سکتے ہین - خوبصورت اور تندرست شخص بہ نسبت کمزور اور بدنما شخص کے قدرتی انتخاب مین چنے جانے کے لئے زیادہ موزون ہوتا ہے - یہان انتخاب مین ایک بڑا فرق یہ ہے کہ عورت ایسے مرد کو پسند کرتی ہے جو تندرست ہوتا ہے - اس انتخاب کو ڈاروِن کا دریافت کیا ہوا سمجھتے ہین -

اعضا کا استعمال اور عدم استعمال

خلقت کی ارتقا مین ایک اور قاعدہ بھی کام کرتا ہے - جلپر لیمارک صاحب نے زیادہ زور دیا ہے وہ یہ کہ جب کوئی جاندار کسی خاص کام کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اسے اِس کام کے کرنے کے لئے ایک عضو مل جاتا ہے - اگر وہ برابر کام مین لایا جائے تو یہہ ترقی کرتا رہتا ہے اور اگر عضو کام مین نہ لایا جاوے تو اس کی ترقی بند ہو جاتی ہے - اور رفتہ رفتہ وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے - ابتدا ابتدا مین کئی جاندارون نے محسوس کیا کہ دشمن سے لڑنے کے لئے ان کے پاس کوئی ہتھیار رہنا چاہئیے - سر آگے بڑھا ہوتا ہے - اور اس سے ایک جانور دوسرے پر حملہ کرتا ہے - اس لئے اِن جانورون نے محسوس کیا کہ سر مضبوط اور سخت ہونا چاہئیے - اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے سر مین گومڑا - اُٹھ آیا - اور اس طرح رفتہ رفتہ سینگ دار جانور پیدا ہو گئے - اس تفریق سے جن جن جانورون کو اس طرح کا سخت

حصہ نہین ملا تہا وہ دوسرون کی بہ نسبت گہٹ گئے ہین تہے اور اس لئے زندہ رہنے کے لائق بھی نہ تہے۔ اسیطرح اگر کوئی عضو کام مین نہ لایا جاوے تو قدرت وہ حصہ لے لیتی ہے۔ مثال کے لئے ہم انسان کے کان کو لیتے ہین۔ گھوڑے کے کان لمبے ہین وہ ان کو ہلا بھی سکتا ہے۔ اور کسی خاص طرف سے آتی ہوئی آواز کے سننے کے لئے ان کو آگے پیچھے یا ادہر اودہر کر سکتا ہے انسان اس طرح اپنے کانون کو نہین ہلا سکتا۔ کئی عالمون کی راے ہے کہ ابتدا مین انسان کے کان بہی لمبے تہے اور وہ بہی انہین گھوڑے کی طرح ہلا سکتا تہا۔ لیکن انسان نے عقل پر زور دیکر ترقی کرنا شروع کی اور اپنی حفاظت کے لئے کانون کی اتنی پروا نہین کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کان رفتہ رفتہ تنزل کرنے لگے۔ اور اب سننے کے لئے بالکل بیکار رہین۔ ایک وقت آئیگا کہ کان بالکل ہی غائب ہو جائین گے۔ ہان اگر کوئی کام نکل آیا تو بیچ رہین گے۔

نوٹ۔ عینک لگانے والون کو مژدہ۔

تبدیل حالت

اوپر کہا گیا ہے کہ دنیا مین رہنے کے لئے اپنے کو حالت موجودہ کے مطابق بنانا ضروری ہے جاندارون کی حالت ہمیشہ یکسان نہین رہتی۔ جہان سمندر ہین وہان پہاڑ نکل آتے ہین اور جہان پہاڑ ہوتے ہین وہان جہیلین بن جاتی ہین۔ سردی۔ گرمی۔ آب وہوا وغیرہ بدلتے رہتے ہین یہ تبدیلی جاندارون اور نباتات مین بہی اثر کرتی ہے اور یہ خلقت کے ارتقا کا ایک جزو اعظم ہے۔ ہمنے سوال کیا تہا کہ موجودات مین اس قدر نسلین کہان سے آگئین۔ اس کا جواب کو کچہہ مسئلہ ارتقا دیتا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔

نمبرا۔ قدرت اپنے سارے بچون کو ایک نظر سے نہین دیکھتی۔ جن مین زندہ رہنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ان کو زندہ رکھتی ہے۔ اور جو اس قابل نہین ہوتے ان کو موت کے آغوش مین دیتی ہے یہ سب سے بڑا قاعدہ ہے جو کام کرتا نظر آتا ہے۔ ڈارون اور والس اس پر بہت زور دیتے ہین۔

نمبر۲۔ جنسی انتخاب کے قاعدہ کے مطابق مرد اور عورت اپنے سے الگ جنسون سے انتخاب کرتے ہین۔ یہ اصول بھی ڈارون کی دریافت سمجہا جاتا ہے۔

نمبر۳۔ اگر کوئی جاندار کسی کام کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو اس ضرورت کے پورا کرنے کے لئے اسے ایک عضو مل جاتا ہے۔ اب اگر اسے کام مین لایا جائے تو ترقی کرتا ہے اور اگر کسی

حصہ سے کام نہ لیا جاے تو یہ تنزل کرتے کرتے غائب ہو جاتا ہے اسپر لیمارک اور ڈاروِن زیادہ زور دیتے ہین۔

نمبر۴۔ ان اصول سے کم درجہ پر لیکن ضروری اصول یہ بھی ہین کہ جانداروں کی تبدیلی سے برابر تفریق ہوتی رہتی ہے۔ اور اس طرح ان مین ایک بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ اس پر بفن صاحب نے زیادہ زور دیا ہے اور ڈاروِن صاحب بھی تائید کرتے ہین۔

نمبر۵۔ جو اعضا یا خواص کسی جاندار کے لئے ضروری ہوتے ہین وہ اس کی اولاد مین بھی ہونگے اور رفتہ رفتہ ترقی کرتے جائینگے۔

۲۔ موجودات مین انسان کا مقام کہان ہو؟

اس دوسرے سوال کا جواب مسئلہ ارتقا جو دیتا ہے وہ یہ ہے کہ گو وہ لوگ جو مسئلہ ارتقا کے قائل نہین ہین اپنے دل مین سمجھتے ہین کہ انسان نباتات ہی سے نہین بلکہ جانداروں مین چرندے پرندے سے بھی اوصاف مین جدا ہے۔ مگر ایسا نہین ہے۔ بلکہ ساری موجودات ایک خاندان سے ہے اور انسان اس خاندان مین سب سے چھوٹا یا سب سے بڑا ممبر ہے۔ سب سے چھوٹا وقت کے لحاظ سے اور سب سے بڑا ترقی کے لحاظ سے۔ وقت کے لحاظ سے سب سے چھوٹا اس طرح ہے کہ مسئلہ ارتقا کے مطابق سب سے پہلے موجودات کی ابتدا جمادات مین ہوئی۔ بعدہ ترقی کرتے کرتے نباتات مین ظہور ہوا۔ اور ان مین بھی پہلے خودرو جو بلا بیج کے پیدا ہوتے ہین اور پھر بعد ازاں اور ایک عرصہ کے بعد اسی جگہ پر پہنچا۔ جو نباتات اور حیوانات دونون مین شمار ہو سکین۔ اس کے بعد ترقی کرتے کرتے چھوٹے چھوٹے جانور اور بعدہ ان سے بڑے اور اس طرح ایک عرصہ تک ترقی کے بعد انسان کا ظہور ہوا۔ اس لحاظ سے انسان سب سے چھوٹا ہے۔ لیکن چونکہ ترقی کے سب سے اونچے درجہ پر ہے اس لئے سب سے بڑا ممبر ہے۔ اب مسئلہ ارتقا کے عالمون سے یہ سوال ہوتا ہے کہ انسان کیا ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہین کہ انسان ایک دودھ پلانے والا حیوان ہے۔ اس کے متعلق جو خیال کہ زیادہ مشہور ہے وہ یہ ہے کہ انسان بندر کی اولاد ہے اور ان کے خیال کے بموجب انسان بندر۔ ہاتھی۔ کتا۔ مینڈکی اور کانٹے ایک ہی خاندان سے ہین۔ سارے موجودات کا اصل صرف مادہ اور اس کی حرکت ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ بندر انسان کا قریبی رشتہ دار ہے اور جانور دور کے۔ اور نباتات اس سے دور کے اور جمادات اور بھی دور کے

رشتہ دار ہین۔

انسان دودہ پلانیوالا حیوان ہے اس کے لئے مندرجہ ذیل ثبوت ہین؟

۱۔ جسم کی بناوٹ سے انسان ایک حیوان ثابت ہوتا ہے۔ اس کی ہڈیان۔ پٹھے۔ نسلین دماغ وغیرہ یہ سب کچھہ حیوانون کی بناوٹ سے ملتا ہے۔
۲۔ انسان اور حیوان کی بیماریان ملتی جلتی ہین اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان سے حیوان مین اور حیوان سے انسان مین بیماریان سرایت کرجاتی ہین۔
۳۔ کتنی دوائین انسانون اور حیوانون پر ایک ہی اثر کرتی ہین؟
۴۔ انسان کے جسم مین پرلمیسٹ پائے جاتے ہین اور یہ حیوانون مین بہی ہوتے ہین۔
۵۔ انسان کے زخم اسیطرح اچھے اور پُر ہوتے ہین۔ جس طرح حیوانون کے۔
۶۔ بچہ پیدا کرنے کا قاعدہ انسان اور حیوانون مین یکسان ہین۔
۷۔ جو اصول انسان کی زندگی مین کام کرتے نظر آتے ہین۔ وہی حیوان مین بھی کام کرتے نظر آتے ہین
۸۔ اگر ہم انسان اور حیوان کی مدت حمل پر غور کرین تو قریب قریب یکسان پاتے ہین۔

ماضی اور مستقبل

اِنسان کی جو حالت اس وقت دیکھتے ہین۔ اس سے پہلے کیا تہی اور کیا ہوگی۔ اس مین حصہ اول کے متعلق ہم لکھہ چکے ہین۔ یہ مسئلہ ارتقا کے مطابق ایک وقت تہا کہ جب موجودہ تفریق نہ تہی۔ صرف نیچر اور اُس کی حرکت کے سوا اور کچھہ موجود نہ تہا۔ اسی سے ہماری دنیا بنی۔ مستقبل کی بابت بھی یہی خیال ہے کہ یہہ تمام موجودات نیست و نابود ہوجائین گے۔ اور سوائے نیچر کے کچھہ نہ رہیگا۔ یہ رائے مذہب کے عالمون سے بھی ملتی جلتی ہے۔
انسان کا مستقبل کیا ہوگا؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کے ظہور سے پہلے نیچر کا یہہ قاعدہ تہا کہ پرانی خلقت سے نئی خلقت پیدا کرتا۔ جس کا نتیجہ انسان کا پیدا کرنا تہا۔ جب یہ نتیجہ نکل آیا تو قدرت نے اپنے اصول کو بدل دیا۔ پہلے ترقی اوپر کی طرف تہی انسان کی ضرورت کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اور ترقی اندرونی شروع ہوگئی۔ پہلے نئے نئے جسم بنانے کی ضرورت تہی اب انسان کے خیال مین ترقی کی ضرورت ہے خیال کا ارتقا ترقی کر رہا ہے۔ جو جو وقت گزرتا جائے گا۔ انسان اپنے خیال مین ترقی کرتا جائے گا۔ نتیجہ یہہ ہوگا کہ خیالات کی تفریق نہ رہے گی۔ اور ہر طرف عیش و آرام کا دور دورہ ہوگا

مسئلہ ارتقا مین جو تبدیلیان ظہور مین آرہی ہین انکی کیا صورت ہی؟

ہم دیکھتے ہین کہ دنیا مین ایک عظیم الشان تبدیلی ہورہی ہے - اس کا کیا سبب ہے - ہربرٹ سپنسر کے قول سے ارتقا اس تبدیلی کا نام ہے جو وحدت سے کثرت مین نظر آتی ہے - مفرد اشیا مرکب ہو جاتے ہین - جو کلیہ ہوتا ہے - اتفاقی ہو جاتا ہے - جو اتفاقی ہوتا ہے - کلیہ ہو جاتا ہے -

غیر ذی روح موجودات مین ارتقا سے مختلف طرح کے اشیا پیدا ہوگئے ہین ذی روح مین بھی ہم یہہ تفریق دیکھتے ہین ننھے ننھے جاندارون کا جسم ایک طور کا ہوتا ہے - مگر ترقی یافتہ حیوانون مین اس یکتائی کو تفریق لے لیتی ہے ایک حصہ صرف دیکھتا ہے اور وہی دیکھہ سکتا ہے - دوسرا حصہ صرف سنتا ہے اور وہی سن سکتا ہے اور یہی حالت دوسرے حصون کی ہوتی ہے - مگر ابتدائی ننھے ننھے جاندارون مین یہہ صورت جو اوپر بیان ہوئی نہین ہوتی - یہی تفریق ہم انسان کی روح مین دیکھتے ہین - ترقی یافتہ انسانون کے خیال ایک دوسرے سے زیادہ مختلف ہوتے ہین -

سوسائیٹی کی زندگی مین بھی یہہ تبدیلی نظر آتی ہے - غیر مہذب قومون مین تمام انسان ایک ہی قسم کے ہوتے ہین - ہر ایک خاندان مین کھیتی کرنے - آٹا پیسنے - کھانا پکانے - کپڑے سینے اور مکان کی مرمت کا انتظام ہوتا ہے - برخلاف اس کے مہذب قومون مین ایک خاص جماعت کھیتی کا کام کرتی ہے - دوسری کپڑے سیتی ہے - تیسری کپڑے دھوتی ہے وغیرہ وغیرہ - گویا مہذب قومون کی مختلف جماعتین مختلف کامون کو انجام دیتی ہین - اور وہی انجام دے سکتی ہین -

نیازمند - کے - سی - سابق - ایم - اے - کے - گورکھپور -

نہر سوئز کی قدیم تاریخ

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۸ مئی ۱۹۱۵ء

موجودہ نہر سوئز کے کنارون پر بعض آثار قدیمہ اور عہد ماضی کے کھنڈر حال مین دریافت ہوئے ہین - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سیتی اول شاہ مصر نے بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملانے کا خیال کیا تھا - مگر دوسرے قدیم مورخ مثلاً ہیرو ڈوٹس - سٹرابو - ارسطا طالیس

ڈایوڈورس سیکولس اور پلائنی کہتے ہین کہ نہین قدیم نہر سوئز کے مجوز و مہتمم دوسرے بادشاہ تھے۔
ہیروڈوٹس کا قول ہے کہ شاہ نیکو نے سب سے پہلے نہر سوئز کی داغ بیل ڈالی تھی۔ اس بادشاہ کا عہد ۶۱۰ برس قبل مسیح تھا۔ اثنائے تعمیر مین ایک لاکھ ۲۰ ہزار مصری جو نہر پر کام کیا کرتے تھے۔ مختلف امراض سے ہلاک ہو گئے تھے۔ اس واقعہ سے تپ لرزہ کی خوفناک نقصان رسانی کا نقشہ ہماری آنکھون کے سامنے پھر جاتا ہے۔ جو حال مین نہر پناما کی تعمیر کے دوران مین ظہور پذیر ہو چکا ہے۔
ایک قول یہ ہے۔ کہ شاہ دارا سربرآرائے سلطنت ایران نے نہر سوئز کی تکمیل کی تھی۔ دارا کی نہر چار روز کے سفر کی مسافت کے قریب لمبی تھی اور اتنی عریض تھی کہ دو قدیم یونانی جنگی جہاز ایک دوسرے کے دوش بدوش آسانی سے گزر سکتے تھے۔ دارا کا عہد حکومت پانچوین صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔
بعض کہتے ہین کہ ارسطا طالیس کے نزدیک شاہ سیسوسٹرس قدیم نہر سوئز کا بانی اول تھا سٹرابو یہ خیال ظاہر کرتا ہے کہ پہلے پہل یا تو سیسوسٹرس نے یا نیکو نے تعمیر نہر کی تجویز کی تھی۔ اور شاہ دارا نے اسے تقریباً درجۂ تکمیل تک پہنچایا تھا۔ لیکن نہر کے افتتاح کی نوبت نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ دارا کو بتایا گیا تھا کہ بحیرۂ قلزم کی سطح زمین مصر کی سطح سے بہت اونچی ہے اور اگر بحیرۂ قلزم کو بحیرۂ روم سے ملانے کی کوشش کی گئی تو تحفہ علاقہ سیلاب زدہ ہو جائیگا۔
کہتے ہین کہ جب ٹولیمی ثانی شاہ مصر نے اس مشکل کا احساس کیا۔ تو اس نے شہر سوئز یعنی بحیرۂ قلزم والے سرے پر نہر مین پانی کے دروازے اور پھاٹک بنوا دے۔
ڈایوڈورس اور سٹرابو بھی تقریباً اسی قول کی تائید کرتے ہین۔ پلائنی جو اطالوی مورخ تھا۔ کہتا ہے کہ شاہ ٹولیمی نے قدیم نہر سوئز کی تکمیل کی تھی۔ اس وقت نہر مذکور کی لمبائی ۶۲ میل۔ چوڑائی سو فٹ۔ اور گہرائی ۴۰ فٹ تھی۔
پھر ہیروڈوٹس صاف صاف کہتا ہے کہ دارا ے اعظم نے اس نہر سوئز کو مکمل کیا تھا جسکی داغ بیل اس کے پیشرو شاہ نیکو نے ڈالی تھی۔ لیکن بعد کے مورخ مثلاً سٹرابو ہیروڈوٹس کے اس بیان کی تصدیق نہین کرتے۔ بلکہ کہتے ہین کہ دارا نے اس خوف سے نہر کو مکمل ہی نہین کیا کہ ایسا نہو کہ بحیرۂ قلزم کی بلند سطح سرزمین مصر پر سیلاب بھیر کر دریائے نیل کے شیرین پانی کو نمکین بنا دے۔

مگر قدیم فارسی زبانون کے کتبے جو دیسے ہوئے پرانے ستونون پر موجودہ نہر سوئز کے نواح مین دریافت ہوئے ہین۔ اُن سے ہیروڈوٹس کا یہ بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ دارا ہی نے قدیم نہر کو درجۂ تکمیل تک پہونچایا تھا۔ موسیو ڈی لیزیس فرانسیسی انجنیر کو بھی جس نے موجودہ نہر سوئز کی تعمیر کیا ہے۔ بعض آثار قدیمہ نہر سوئز مذکور کے نواح مین ملے ہین مثلاً ایک دارا کے عہد کا تعمیر شدہ ستون ہے۔ اس کے علاوہ کئی اور ستون بھی ہین۔ جنکی بنا پر رہا سہا شک بھی زائل ہوجاتا ہے اور قدیم نہر سوئز کی تعمیر کا سہرا شاہ دارا کے سر پر بندھتا ہے۔ ہان یہ امر خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے کہ موسیو ڈی لیزیس کی موجودہ نہر سوئز اور قدیم نہر سوئز مین ایک بین اور بڑا فرق تھا۔ وہ یہ کہ قدیم شاہان مصر نے بحیرۂ قلزم کو بلاواسطہ بحیرۂ رُوم سے ملانے کی کوشش نہین کی۔ انہون نے بحیرۂ قلزم کے پانی کو دریاے نیل کی ایک شاخ مین ڈالکر غیر مستقیم طریق پر اسے بحیرۂ رُوم سے ملا دیا۔ کیونکہ شاخ مذکور کا دہانہ پہلے ہی بحیرۂ رُوم مین تھا۔

درحقیقت قدیم نہر سوئز اپنی نصف لمبائی تک موجودہ نہر کے متوازی جاتی تھی۔

علاوہ ازین خاکنائے سوئز بھی اپنی قدیم حالت پر قایم نہین رہی۔ اس کا نقشہ بھی کم و بیش بدلتا رہا ہے۔ قدیم بادشاہون کے عہد حکومت مین نہر سوئز کی تعمیر کے قبل ہندوستان اور مشرق اقصیٰ کے جہاز خلیج ہیروپولائٹ تک جایا کرتے تھے۔ جسے آج کل تمکین و تلخ جھیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جہازون کا تجارتی سامان خشکی کے راستے ہوبسٹک واقع دریاے نیل کو روانہ کردیا جاتا تھا۔ اور وہان سے بحیرۂ رُوم کی طرف جہازون پر بار کرکے بھیجدیا جاتا تھا۔

جرمن مدبرین کی دروغ بیانیان

بہتر ہے کہ ہم مدبرین جرمنی کو اُن کے حال پر چھوڑدین۔ وہ آپس مین ایک دوسرے کے بیانات کا رد کرین اور اپنے منہ سے اپنے آپ کو ملزم ٹھیرائین۔ کچھ عرصہ ہوا ہر وان جاگو نے جو جرمنی کا وزیر خارجہ ہے انگلستان پر بیہودہ الزام عائد کیا تھا کہ انگلستان ہی موجودہ جنگ کا بانی مبانی ہے۔ مگر اب ہر بال ود ہر باخ نے جالاکی سے جمعیہ یہود کی شاخ واقع ہیمبرگ کے روبرو اس امر کا اعلان کیا ہے۔ کہ برطانیہ سے جنگ ناگزیر تھی۔ کیونکہ جرمنی کا شجر حکومت انگلستان کی اقتصادی زندگی ہی کو نقصان پہونچا کر پھیل سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر یون سمجھئے کہ اگر جرمنی کو اپنے حسب منشا زندگی بسر کرنا ہے تو انگلستان کو نقصان پہنچانا

لازمی ہے۔
ہیر روہر باخ اس بات سے بھی بہت متاثر معلوم ہوتے ہین کہ ٹرکی نے جرمنی کے بچاؤ مین حصہ لیا ہے۔ ٹرکی سے گویا جسم انگلستان کے ایک عضو رئیس پر حملہ کرانا مقصود ہے ہیر روہر باخ صاحب کا قول ہے کہ جرمنی مصر اور نہر سویز ہی پر قبضہ کرنے سے انگلستان پر قابو پا سکتا ہے۔ اور اس کے لئے ٹرکی کی امداد لازمی ہے۔ وہ حملہ جو ابتک جسم انگلستان کے عضو رئیس پر ہو چکا ہے۔ اس سے تو جرمنی کی قوت فیصلہ اور تنظیم و نسق کی کوئی شان نہین ٹپکتی اور جون جون جنگ نشو و نما پاتی جاتی ہے۔ ہمکو نوجوان ترکون کی حماقت کے تازہ بتازہ ثبوت ملتے جاتے ہین۔ جس کا ارتکاب انہون نے جرمنی کے جھگڑے مول لینے سے کیا ہے۔
ہیر روہر باخ کے قول کے بموجب قلمرو عثمانیہ جرمنی کے بے لگام خواہہائے ملک گیری مین خودمختارانہ طور پر شامل نہین۔ اگر جرمنی کامیاب ہو گیا تو وہ ترکی مشرق کا شانہ سلطنت کا معمار بن جائیگا۔ لیکن ہمارے نزدیک جرمنی کے بھاری بھرکم بوٹ کا ترکی مین نکلنا ان قربانیون کا جو ترک فی الحال کر رہے ہین۔ نہایت بڑا معاوضہ ہے۔ بہرحال خوش قسمتی سے اس وقت ایسے آثار منظر سے دور ہین۔ جن سے یہ مترشح ہو سکے کہ جنگ کے خاتمہ پر قلمرو عثمانیہ کے مستقبل مین جرمنی کو کوئی دخل مل سکیگا۔

طویل عمری کا راز

از علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۱۹ / مئی ۱۹۱۵ء

ڈاکٹر سمھو ٹیلر صاحب نے "تندرستی برائے مسن حضرات" نامی اپنی مختصر سی کتاب مین اپنے تجربہ کی رو سے درج کیا ہے کہ نہایت تندرست آدمی طویل العمر ہرگز نہین ہوتے ہین۔ زندگی کا بیمہ کرنے والے کمپنیون کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمزور اور دبلے پتلے آدمی اپنے ہمعصر توانا اور قوی ہیکل حضرات سے زیادہ عمر تک پہونچتے ہین۔ مسٹر ویز لی نے طویل عمری کے تین وجوہ بیان کئے ہین (۱) نیند لانے والی قوت (۲) توجہ کرنے سے ایک شب کی بھی نیند ضائع نہ کرنا (۳) معتدل مزاج۔ لیکن ڈاکٹر ٹیلر نے موروثی اثر کو ان سب پر ترجیح دی ہے۔ زیادہ عمر والے حضرات اُن لوگون کی اولاد ہوتے ہین۔ جو خود طویل عمر کے ہوتے ہین۔ اور اگر

گزشتہ دو تین نسلوں تک یہ طویل العمری کا اصول موجود پایا گیا ہے۔ تو اس نسل کے ہر ایک مرد اور عورت کو توقع کرنی چاہیئے کہ اس کی عمر بھی زیادہ ہوگی۔

ایک شخص نے نہایت جوش کیساتھ کہا تھا کہ جہان تک طویل عمری کا تعلق ہے۔ دمہ کے مریض بسبب سے تو نالقب زن کا فرزند ہونا بہتر ہے۔

پرخوری

بہت سے حضرات ڈاکٹر ٹیلر کی شناسات سے متفق نہ ہونگے۔ لیکن تمام تجربہ کار اطبا کے واسطے یہ بات تو واضح ہے کہ پرخوری بیاری کا خاص سبب اور قبل ازوقت موت کا باعث ہوتی ہے۔ مجکو ایک مسن دولت مند شخص کا مقولہ یاد ہے۔ جسکی عمر ۹۶ سال کی ہوئی تھی کہ وہ دسترخوان سے اس وقت اٹھ بیٹھتا تھا۔ جب اس کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ابھی کچھ اور کھا سکتا ہے۔ اس کے اصول مین دانشمندی مضمر تھی۔ اگر تم اپنے گھوڑے کو تندرست اور اچھی حالت مین رکھنا چاہتے ہو تو تم یہ حکم دیتے ہو کہ اس کو دن مین صرف اتنی ہو ٹھ دانہ دیا جائے۔ ہمکو بھی اصول اپنے اوپر بھی استعمال کرنا چاہیئے۔ پُرخوری کو صرف توانا اور باقاعدہ ورزش کرنیوالے اصحاب ہی برداشت کرسکتے ہین۔ لیکن شہرون مین رہنے والے اس اصول کی پیروی نہین کرسکتے ہین۔ ڈاکٹر ٹیلر اگرچہ کھانے مین اعتدال کی ہدایت کرتے ہین۔ لیکن وہ بھوکے رہنے کا مشورہ نہین دیتے ہین۔ بلکہ اس کے برعکس وہ فرماتے ہین۔ کہ سخت علالت کے بعد اُن ہی حضرات کو شفا کاملہ حاصل ہوتی ہے جن کو دوران علالت مین عمدہ غذا ملتی رہی ہے۔

سگریٹ پینے کی عادت

ڈاکٹر ٹیلر صاحب اعتدال کے ساتھ پائپ پینے کی سفارش کرتے ہین اور سگریٹ نوشی کی مذمت کرتے ہین۔

آپ کا مقولہ ہے کہ سگریٹ نوشی نہایت مضر ہے۔ پائپ پینے والا صرف ؛ وایک پائپ سے آسودہ ہو جاتا ہے اور اس کے بعد اس کو رکھ دیتا ہے۔ لیکن سگریٹ پینے والا مثل ہلکی شراب پینے والے کے ہوتا ہے۔ جسکو اگرچہ بظاہر نشہ نہین ہوتا ہے۔ اور وہ مے نوشی برابر جاری رکھتا ہے اور خشک ہوتا جاتا ہے۔

یہ شخص پھیپھڑے یا دیگر اعضاء پر شراب کا اثر پڑنے سے درمیانی عمر مین انتقال کرجاتا ہے

اور مین نے خود دیکھا ہے کہ تمبا کو لگ جانے کی بیماری پائپ یا سگار پینے والون کو نہین ہوتی ہے بلکہ زیادہ تر سگریٹ پینے والون کو ہوتی ہے - ڈاکٹر ٹیلر صاحب ایک نہایت مشہور معالج امراض چشم کا مقولہ پیش کرتے ہین کہ سگریٹ نوشی سے آنکھون کی بصارت جاتی رہتی ہے - اور اس کے دہوئین کی بو نہایت مضرت رسان ہوتی ہے -

چاے اور کافی

ڈاکٹر ٹیلر کے نزدیک کافی صرف صبح کے ناشتہ پر یا دن کے آخری کھانے کے وقت تھوڑی مقدار مین پینا چاہیئے - تاکہ نیند مین خلل واقع نہو - اگر پورے طور پر جوش دی جائے اور مناسب مقدار مین استعمال کی جاے تو چاے کوئی مضر شئے نہین ہے - بلکہ اس کے برخلاف میرے نزدیک جسمانی محنت کے بعد تکان دور کرنے کے لئے ایک پیالی چاے مع قدرے دودھ کے پینے سے زیادہ مفید کوئی اور شئے نہین ہے - چاے پر ہاضمہ مین فتور پیدا کرنے کا الزام لگایا جاتا ہے - لیکن یہہ الزام زیادہ حالتون مین درست نہین ہے - بلکہ چند پر البتہ اس کا طلاق ہوسکتا ہے - جن کے مزاج کے ناموافق ہے - اُن کو اجازت نہین دیتے کہ اس کا استعمال کرین - علاوہ تکان دور کرنے کی خاصیت کے یہہ اعصاب مین چستی پیدا کرتی ہے - ہمکو یقین ہے کہ چاے کو بطور غذا کے استعمال کرنا مضر ہے - لیکن اس کی خالص پتی مین کوئی نقص نہین ہے -

بیمہ کرانے کی قیمت

دماغی پریشانی کے متعلق ڈاکٹر ٹیلر صاحب فرماتے ہین کہ کسی معتبر زندگی کا بیمہ کرنے والی کمپنی مین بیمہ کرانے سے بہتر اور کوئی تدبیر نہین ہے - جس سے جسمانی اور روحانی تندرستی قایم رہ سکتی - بیمہ کرانے سے رات کو اطمینان سے نیند آتی ہے - پس صحت اور زندگی قایم رہتی ہے اور بڑہتی ہے - درمیانی عمر کی مستورات کو ڈاکٹر صاحب متنبہ کرتے ہین کہ ادنے اعلیٰ باتون پر اُن کو اپنا دماغ پریشان نہ کرنا چاہیئے - آپ گہر کی ماماؤن کے متعلق مشورہ دیتے ہین کہ مستورات کو اُن کی ادنی غلطیون سے چشمپوشی کرنی چاہیئے - اور اپنے دماغ کو پریشان نہ کرنا چاہیئے - اکثر عورتین محض اس وجہ سے کہ اُن کی ملازمہ حسب ہدایت کپڑے نہین پہنے ہوئے ہے پریشان ہو کر علیل ہو جاتی ہین -

والدین اور تعلیم ؛ مجھہ کو اپنے اور دوستون کے بچون کی تعلیم کے تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ

گہر کی تعلیم سے ہر ایک بات ممکن ہو جاتی ہے - جو بچے میری سپردگی مین دیئے گئے تھے - اُون کی اسکول کی تعلیم اور گہر کی تعلیم کا موازنہ اور مطالعہ کرکے میری یہ راے قایم ہوئی ہے - دانشمند والدین اپنے بچون کو مکان پر ہر قسم کی تعلیم دیسکتے ہین - اب مین ایک غیر حل شدہ تعلیمی مسئلہ کو لوگون کے روبرو حل کرنے کی غرض سے پیش کرتی ہون -

کالج چھوڑنے کے بعد مین نے ایک سال تک ایک کنڈرگارٹن اسکول مین کام کیا - اور وہان پر ماٗمین اور معلمات تعلیمی مسائل پر بحث و مباحثہ کرنے کے لئے جمع ہوتی تہین - پہلی بار جب مین اس جلسہ مین شریک ہوئی تو وہان پر جن مسایل پر مباحثے ہوئے اُن کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا اور مین نے ایسے مفید تجربات حاصل کئے - جو مدت العمر میرے کام آئے اور مجھہ کو بہت سی چیزون کی ماہیت اور حقیقت معلوم ہوگئی اور مین نے اپنی اور اپنی لڑکی کی زندگی کو اُنہی کے بموجب سانچے مین ڈہالدیا -

معمولی تعلیم یافتہ اور سمجھہ دار مان اپنے بچون کی طبیعت کا اندازہ کرکے ان امور کو نہایت آسانی سے انجام دے سکتی ہے - اول اس امر کی ضرورت ہے کہ تعلیم کے خاص مقاصد مقرر کرکے پیش نظر رکہہ لئے جائین -

مین نے اول جسمانی تعلیم - دوسرے اخلاقی تعلیم اور تیسرے علمی شوق پیدا کرنے کی تعلیم بالترتیب مقاصد قرار دئے -

جب میری لڑکی سوزانا چھہ سال کی ہوگئی - مین نے اُس کو ایک پبلک اسکول مین اُسکی ہم عمر بچیون کے ساتھہ داخل کردیا -

اس اسکول مین ماؤن اور معلمات کے جلسے منعقد ہونے کا طریقہ رائج نہ تھا - چونکہ ماؤن کو اس کی طرف مطلق دلچسپی اور توجہ نہ تھی -

آخرکار مجبور ہوکر مین نے یہہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ اسکول مین کیا ہوتا ہے ؟ اور کس طریقہ پر ہوتا ہے ؟ - تو اسکول کی تعلیمی کمی کو مین مکان پر کس طرح پورا کرسکتی ہون - پس وہان کی معلمات سے میری شناسائی اور ربط ضبط ہوگیا - اور تمام امور کو تعلیمی نقطۂ خیال سے دیکھنے سے مجھہ کو بیحد فائدہ حاصل ہوا - مین نے لڑکیون کے خصائل جاننے کی کوشش کی اور مختلف اقسام کی تعلیم کے نصاب سے مین واقف ہوگئی اور مجھکو معلوم ہوگیا کہ مین سوزانا کو چند منٹ مین وہ باتین سکھا سکتی ہون - جنکے پڑہانے مین اسکول کی معلمہ کو کئی ہفتے لگین گے -

سوزانا کو پہلے درجہ مین داخل ہوئے قریب دو مہینے کے گزرے تھے کہ ایک اور اس کی معلمہ نے مجھ سے کہا۔

مسز جا ئلڈی صاحبہ۔ سوزانا کو جدا کرنے مین تو میرا دل دکھتا ہے۔ لیکن مین آپ سے کہے دیتی ہون کہ پہلا درجہ اس کے لائق نہین ہے۔ یقیناً اس کو تیسرے یا چوتھے درجہ مین ہونا چاہئے

مین نے جواب دیا کہ کیا آپ کو اس کا یقین ہے۔ سوزانا ابھی بچی ہے۔ کیا درحقیقت اس کو پہلے درجہ کی تعلیم کی ضرورت نہین ہے۔

معلمہ۔ قطعی نہین۔ مجھکو تو اس مین کوئی کمزوری معلوم نہین ہوتی۔ مین نے سوزانا کو دوسرے درجہ مین دو مہینے تک اور رکھا اور مجھہ کو خود یقین ہو گیا کہ اس درجہ کی تعلیم کی بھی اب اس کو ضرورت نہین رہی۔ پھر مین نے اس کو اسکول سے اُٹھا لیا۔ کیونکہ مجھکو یقین ہو گیا۔ کہ مکان کی تعلیم سے اس کو بہت زیادہ فائدہ پہونچیگا۔ کئی سال تک چند روز کے لئے مین اس کو اسکول مین داخل کرتی رہی۔ تاکہ وہ اسکول کی زندگی سے مانوس رہے اور مجھہ کو مکان کی تعلیم کے متعلق اطمینان ہوتا رہے کہ باقاعدہ دی گئی ہے اور اس مین کوئی نقص باقی نہین رہا۔ اُون تمام درجون کی خواندگی پوری کرنے مین اس کو صرف بارہ مہینے صرف کرنے پڑے۔

سال گزشتہ جب وہ تیرہ سال کی تھی۔ مین نے اُس کو آٹھوین درجہ مین داخل کرایا۔ اور ایک ہفتہ بعد جا کر اس کی معلمہ سے اس کے متعلق دریافت کیا کہ وہ کیلاس مین کیسی چلتی ہے

معلمہ۔ مین آپ سے دریافت کرنا چاہتی ہون کہ آپ نے اس بچی کو کس طرح تعلیم دی ہے مین اس شہر مین اپنے تئین نہایت خوش نصیب معلمہ خیال کرونگی اگر مین اس کی نصف تعلیم بھی اپنی کیلاس کو دے سکون۔ اگر آپ کی بجائے مین ہوتی تو اس کو کالج یا اسکول کی تعلیم سے پریشان نہ کرتی۔ وہ ایک تعلیم یافتہ بچی ہے۔ کالج یا ہائی اسکول مین جس علمی شوق اور علمی قوت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ہم بچون کو بھیجتے ہین۔ وہ اس مین سب موجود ہین۔

مجھہ کو طرز تعلیم کا جو راز معلوم ہوا ہے۔ وہ ماؤن اور معلمات کے جلسہ مین شرکت سے ہوا ہے اور مین نہایت افسوس کرتی ہون کہ والدین اساتذہ سے ملنے اور تعلیمی مسائل جاننے اور اپنی اولاد کی تعلیم سے واقفیت حاصل کرنے کی طرف سے سخت لاپروائی کرتے ہین۔ اگر وہ ذری سی بھی توجہ کرین۔ تو اسکول کی تعلیم مین جو کمی رہ جاتی ہے۔ وہ نہایت آسانی سے پوری ہو سکتی ہے۔

بچون کی تعلیم مین سب سے مقدم دو امور ہین - اول ڈسپلن - دوسرے بچون کا آپس کا ارتباط اور یہہ راے نہ صرف میری ہے - بلکہ اُن ہزارون اشخاص کی ہے - جنہون نے اپنی تعلیم کے وقت سے اپنے بچون کی تعلیم تک برابر غور کیساتھ تعلیمی مسائل کا مطالعہ کیا ہے -

بلاشک تمام بچون کو ڈسپلن کی ضرورت ہے اور اپنے ہمسن بچون سے ارتباط رکھنے کی بھی ضرورت ہے تاکہ اُن کے خصائل کا آپس مین ایک دوسرے پر اثر ہو -

جو والدین کہ اپنے بچون کو تعلیم دلانا چاہتے ہین - اُن کے واسطے اشد ضرورت ہے کہ وہ اسکول کے اساتذہ سے ارتباط رکھین اور تعلیمی حالت سے آگاہی حاصل کرتے رہین - اس سے نہ صرف اُن کو اپنے ہی بچون کی تعلیم کا حال معلوم ہوگا - بلکہ وہ ابتدائی تعلیم کے مسئلہ سے بھی کافی واقفیت حاصل کرلین گے - اور علمی ترقی کے لئے والدین اور اساتذہ کی مشترکہ انجمن قایم کرنا نہایت ضروری امر ہے - ہر ایک شہر اور مقام پر اس قسم کی انجمن قایم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے -

پھولون کی بہار

ماخوذ از اودھ اخبار ۲۲ رمئی ۱۹۱۵ء عیسوی

چین مین ایک پھول ہوتا ہے - جو دھوپ مین سُرخ اور چاندنی مین سفید ہو جاتا ہے میری گولڈ نامے ایک انگریزی پھول ہے - جو اگر موسم اچھا رہتا ہو تو وہ صبح کے پانچ بجے کھل جاتا ہے - ورنہ بند رہتا ہے - گویا یہہ مقیاس الہوا کا کام دیتا ہے - جزیرہ سماٹرا مین ایک قسم کا سوسن کا پھول ہے - جسمین ایسی خوشبو نکلتی رہتی ہے - جس سے ذی روح مخلوق ہلاک ہو جاتی ہے - اور جو خوشبو غروب آفتاب کے وقت طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے نکلتی ہے زیادہ مہلک ہوتی ہے - جو جانور اس درخت کے نیچے جاتے ہین وہ مرجاتے ہین - اور جس شخص نے اُس کی خاصیت کو دریافت کرنے کی کوشش کی تھی وہ مرتے مرتے بچ گیا تھا - جاوا مین ایک باغ ہے - جس کے سارے پھول ایک ساتھ کھلتے اور ایک ہی ساتھ مرجھاتے ہین - تاتار مین پیاز اور لہسن خوشبوئیات سمجھی جاتی ہین - تاتاری عورت تازہ پیاز کا چھلکا اپنے ہاتھون اور منہ پر ملکر طبیعت خوش کرلیتی ہے اور گلاب کی ناگوار خوشبو سے ناک چڑھاتی ہے -

مدراس کے زراعتی مدرسہ مین ۱۹۰۷ء مین ایک پھول آیا تھا۔ جسکی لمبائی چھیالیس انچ اور چوڑائی چودہ انچ تھی اور سفید سرخی مائل تھا۔ جزیرہ فلپائن مین ایک بہت بڑا پھول دیکھنے مین آیا۔ جسکی پانچ پنکھڑیان ہوتی ہین۔ ایک ایک پنکھڑی کا قطر ایک ایک گز کے برابر ہوتا ہے۔ کہتے ہین کہ ایک پھول کا وزن گیارہ من کے قریب ہوتا ہے۔ دنیا مین سب سے بڑا پھول بوتو کا ہے۔ جو جزائر فلپائن کے ایک جزیرہ منڈاؤناسے مین پیدا ہوتا ہے اور سمندر سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر اُگتا ہے۔ روس مین سورج مکھی کا پھول کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ وہان اس کی کاشت کی جاتی ہے۔ جس سے سال بھر مین ۲۵ لاکھ ٹن تخم نکلتا ہے۔ روسی لوگ سورج مکھی کے پھول کو کچا اور بھون کر کھاتے ہین۔ اس کی چھال سے نکلا ہوا تیل لالٹینون مین جلایا جاتا ہے۔ ہندوستان مین سورج مکھی کا پودا عام ہے۔ مگر افسوس ہے کہ باغ کی زینت کے سوا اس کے پھل پھول لکڑی یا چھال سے کوئی مفید کام نہین لیا جاتا۔ سورج مکھی کے پھول مین ایک بڑا فائدہ یہہ ہے کہ جہان اس کے درخت ہوتے ہین۔ وہان بخار پیدا نہین ہوتا جرمن مین ایک گلاب کا درخت ۱۹۸۵ء مین ایک ہزار سال کی عمر کا تھا۔ جسکی ایک ہزار سے زیادہ شاخین نکل گئی تھین۔ ٹمکارٹ مین گلاب کے پھول کی ایک جھاڑی ۲۲۰ مربع فٹ موجود ہے۔ قصبہ ہلڈشیم (جرمنی) مین ایک گلاب کا درخت ۱۹۰۲ء مین ایک ہزار برس سے ترو تازہ تھا۔ ایک شخص نے دس ہزار پونڈ اس کی قیمت دینی چاہی۔ اس کے مالک نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس کے مالک کو اس کے پھولون سے بہت نفع ہوتا تھا۔ جاپانی گلزار کاشت کرنے والون کو ایک ایسا گلاب کا پھول کاشت کرنے مین کامیابی ہوئی ہے۔ جو آفتاب کی روشنی مین سرخ اور سائے مین سفید نظر آتا ہے۔ سیولنا واقع جارجیہ مین ایک باغبان نے سیاہ پنکھڑی کا گلاب پیدا کرنے مین کامیابی حاصل کی ہے۔ ایک سائینسدان یورپین صاحب لکھتے ہین۔ کہ گلاب کے پھولون کے سونگھنے سے آواز بگڑ جاتی ہے اور کہتے ہین کہ اس کی خوشبو سے کئی سر کے عارضے دور ہو جاتے ہین۔ البتہ نازک مزاج آدمیون کو اس کی خوشبو سے اکثر زکام ہو جاتا ہے۔ تجربہ کیا گیا ہے۔ کہ سدا گلاب کے پتے اگر شب مین بھگو کر شبنم مین رکھہ دئے جائین۔ اور صبح کو خوب کف مال کر کے

آب صاف اُس کا پی لیا جائے۔ تو سوزاک خواہ کیسا ہی کہنہ ہو۔ دور ہو جاتا ہے۔
ہندوستان مین ۱۵ ہزار قسم کے پھولون کے پودے ہین اور یورپ مین ۴۲۰۰ اقسام کے مختلف پھول معلوم کیئے گئے ہین۔ ان مین صرف ۴۲۰ عمدہ خوشبو کے ہین۔
پھولون کے گلدستے دیر تک تازہ رکھنا ہو تو پانی کے بجائے صاف شربت مین رکھو اِس سے شگفتگی بحال اور پژمردگی دور رہیگی۔ یا پانی مین تھوڑا سا کاربونیٹ سوڈا ملا کر اُن پر چھڑکاؤ کرو۔ فرانس مین تیس ہزار عورتین مصنوعی پھول بنا کر زندگی بسر کرتی ہین۔
بمبئی ٹریوڑا ہر سال چھہ لاکھہ پونڈ کے پھول یورپ کے ملکون مین بھیجتی ہے۔ جن مین سے ⅔ برطانیہ کلان مین جاتے ہین۔ سب سے عمدہ وقت پھول توڑنے کا صبح ہے یعنی طلوع آفتاب سے پہلے جبکہ پھولون پر شبنم پڑی ہوئی ہو۔ جب پھول توڑے جائین۔ تو اُن کی ڈنڈیون کو پانی مین ڈبو دینا چاہیئے۔ اگر پھولون کو بہت دور لیجانا ہو تو اُنہین اور بھی سویرے توڑنا چاہیئے۔ اور اگر شام کو توڑے جائین اور رات بھر کسی ٹھنڈی جگہہ پانی مین پڑے رہین تو اور بھی اچھا ہے۔ اس عمل سے پھول پانی جذب کر لین گے اور اُن کی شگفتگی اور تازگی مین فرق نہین آئیگا۔

درخت بھی جاندار ہین

(پودون کی خود نوشت تحریر)

ماخوذ از اودھ اخبار ۲۸ مئی ۱۹۱۵ء

امریکہ کا شہرۂ آفاق میگزین سائنٹیفک امریکن پروفیسر جگدیش چندر بوس کے ایک لیکچر کو درج کرتے ہوئے جو انہون نے امریکہ مین دیا ہے۔ لکھتا ہے کہ رائل انسٹیٹیوشن انگلینڈ اور دیگر سائنٹیفک سبھا ئیٹون کے سامنے لیکچر دینے کے بعد ان کو برٹش گورنمنٹ نے امریکہ بھیجا ہے۔ تاکہ امریکن سائنسدانون کو اپنی دریافت سے آگاہ کرین۔ انہون نے ہماری بڑی بڑی یونیورسٹیون کے سامنے لیکچر دئے ہین۔ ایسی کامیابی کے ساتھ جو شاذ و نادر کسی کو میسر ہوتی ہے۔

مسٹر بوس نے اس بات کا ثبوت بہم پہونچایا ہے کہ نباتات کا مادہ جاندار وُکے مادہ کے مشابہ ہے بالفاظ دیگر جاندار اور بیجان چیزون مین۔

(مادہ صرف ایک ہے)

پودون اور حیوانات مین کوئی فرق نہین۔ اور اِن کے درمیان جو کچھ امتیاز ہے۔ صرف وہی ہے۔ اگر مادہ جاندار ہے اور جاندار اور غیر جاندار کی تقسیم غلط ہے۔ تو یون کہنا چاہیئے کہ مادہ صرف ایک ہی ہے۔ اور ایک ہی سائینس ہے۔ ایک ہی سچائی ہے۔ اور تمام سچائیان۔ تمام سائینس اجزاے توحید اعظم ہین اور یہہ بات نہایت موزون ہے کہ یہہ سبق ہمکو وہ شخص دے جو ہندو فلاسفرون کی اولاد مین سے ہے۔

(پودون اور جاندارون مین ظاہر فرق)

صرف یہ کہ جاندار جوش اور خوشی اور رنج کے جذبات کا اظہار کرتے ہین۔ اگر تم ایک کُتّے کو مارو تو وہ درد سے چلا اُٹھیگا۔ لیکن ایک درخت یا جھاڑی پر ضرب لگاؤ۔ تو وہ درد محسوس کرتا معلوم نہین ہوتا۔ البتہ بعض حس رکھنے والے پودے ہین مثلاً لاجونتی کہ جب اس کو چھوا جائے تو اس کے پتے بند ہو جاتے ہین۔ لیکن کوئی عالم علم نباتات یہ نہین کہہ سکتا کہ اس پودے کو درد محسوس ہوتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر جگدیش چندر بوس نے ان پرانے خیالات کو بالکل اُلٹ دیا ہے۔ انہون نے تجربہ کرکے دکھایا ہے کہ بیرونی تحریکون سے اثر پذیر ہونے سے حیوانات اور نباتات مین ذرا بھی فرق نہین۔

(پودون کو زہر دیا جا سکتا ہے)

جاندارون کی طرح پودون کو زہر دیا جا سکتا ہے۔ اس کو رنج اور خوشی اور تکان محسوس ہوتا ہے۔ ان کی رگین اور پٹھے ہوتے ہین۔ جو ایک خاص رفتار سے احساسات کو ایک حصہ تک پہونچاتے ہین۔ یہہ دریافت

(نازک آلات)

کے ذریعہ کی گئی ہے۔ جو ڈاکٹر بوس نے اس مطلب سے ایجاد کئے ہین۔ پودے کی نقل وحرکت کی یادداشت خواہ وہ کتنی ہی قلیل ہو اس آلہ مین ثبت ہو جاتی ہے آلہ مین لکھنے کا لیور ایک باریک دھاگہ کے ساتھ لگایا گیا ہے۔ جون ہی کہ پودے کا پتہ زیر اثر آکر گرتا ہے۔ تو گھنٹہ کی کلون کی حرکت سے ایک شیشہ پہ اثر پڑتا ہے۔ اور جب پودا ایک خاص رفتار کے ساتھ جھک جاتا ہے اور پلیٹ کی سیاہ سطح پر ایک ٹیڑھی لکیر لکھی جاتی ہے۔ جو نہ صرف پودے کی نقل وحرکت اور اثر پذیری کو ظاہر کرتی

ہے۔ بلکہ وقت کو بھی بتاتی ہے ۔جس مین وہ اثر پہونچا۔

(دوسرا آلہ)

اس طور پر بنایا گیا ہے کہ لکھنے والے پوائنٹ کو برقی اثر بالکل عمودی طرف سے پہونچتا ہے ۔ برقی مقناطیسی طاقت ایک سلینڈر کے ذریعہ استعمال کی جاتی ہے برقی اثرات ٹری باقاعدگی کے ساتھ تحریر مین لائے جاتے ہین۔

(پودون پر کس طرح تجربے کئے جاتے ہین)

ڈاکٹر بوس پودون پر طرح طرح کے اثر ڈالکر ان کے نتائج دکھلاتے ہین (۱) مثلاً سوئیان چبھوکر (۲) کیمیائی تاثرات مثلاً تیزاب یا کھار دیکر (۳) گرم تار چھواکر (۴) بجلی کی لہر داخل کر کے یا بہم بجلی کی لہرین پہنچاکر۔

جب پودے کے کسی عضو پر اثر ڈالا جاتا ہے تو اس کے کچھ وقفہ کے بعد نتیجہ ظہور مین آتا ہے ۔اس وقفہ کے بعد وہ منحنی لکیرین جو پودا خود لکھتا ہے بڑے زور سے لکھنی شروع ہوتی ہین۔

مختلف قسم کے پودے مختلف قسم کے اثرات ظاہر کرتے ہین۔ موسم گرما مین لاجونتی سیکنڈ کے دسوین حصہ تک وقفہ لیتا ہے اور ۳ سکنڈ کے عرصہ مین پتہ گر پڑتا ہے اور پھر پندرہ سیکنڈ مین اصلی حالت پر آجاتا ہے ۔ ہوش مین آنے کی مدت بیہوشی سے ۰۰ ۳ گنا وقت لیتی ہے ۔جس قدر مقوی اثر زیادہ مقدار مین ہو اسی قدر بحالی جلدی ہوتی ہے ۔موسم سرما مین بحالی کی رفتار سست ہوتی ہے ۔

(تمام پودے ذی حس ہین)

اس تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام پودے ذی حس ہین اور اس سے پہلے جو ذی حس اور غیر ذی حس دو قسم کے پودے خیال کئے جاتے تھے ۔ یہ تھوڑی غلطی نکلی۔ گو بھی مٹر۔ سیم اور دوسری سبزیان سب ذی حس ہین ۔ اگرچہ لاجونتی کے برابر نہین ۔ برقی لہرون سے اثر پہونچا کر اور پودون سے اسی اثر پذیری کی تحریرین لکھوا کر ڈاکٹر بوس نے ثابت کر دیا ہے کہ ہر ایک پودے اور اس کا ہر ایک عضو ذی حس ہے ۔ اور برقی لہر کا جواب دیتا ہے ۔ ایک معمولی برقی لہر جو انسان کو محسوس بھی نہو۔ معمولی حس کی لاجونتی کے پودے کے پورے جوش مین لانے کو کافی ہے ۔ اور خاص حالتون مین پودون کے

اندر طاقت حس انسان سے دس گنی زیادہ ہوتی ہے۔ غرضکہ جانداروں اور پودوں مین کوئی فرق بھی نہین۔ بجز اس کے کہ حیوانات متحرک ہین۔ نباتات ساکن ہین۔ باقی مرنے جینے کے اثرات مین کوئی بھی فرق نہین۔

نمک کی کان مین ناچ گھر

ماخوذ از زمیندار یکم جون ۱۹۱۵ء عیسوی

حال ہی مین ایک موقع پر روسی فوجون نے کراکو کے شہر پر گولہ باری کی تھی۔ یہہ شہر پہلے پولینڈ کا دارالخلافہ تھا۔ آسٹریا۔ جرمنی اور روس نے جب آپس مین پولینڈ کو تقسیم کیا تو یہہ شہر آسٹریا کے حصہ مین آیا۔ روس اگر اس شہر پر قابض ہو جاے۔ تو اس کو وائنا تک پہونچنے مین آسانی ہو۔ شہر کراکو سے ۲½ کوس کے فاصلہ پر زمین کی سطح سے نیچے ایک عجیب شہر ہے یہ نہین کہا جا سکتا ہے کہ یہہ کس قدر قدیم ہے۔ اس شہر کا فرش صاف پتھر جیسے نمک سے بنایا گیا ہے۔ سپید سے نمک کی کان ٹھیک کوئلے کی کان کی طرح ہے۔ کئی ہزار سالون سے لوگ اس کان سے نمک نکال رہے ہین۔ اور وہ اس سے صرف نمک ہی نہین نکال رہے۔ بلکہ انھون نے ایک وسیع شہر کی بنیاد رکھہ دی ہے۔ زمین کے پیٹ مین یہ نمک کا شہر صرف ایک ہی نہین۔ بلکہ سات ہین۔ ایک کے اوپر ایک ہے۔ اسیطرح اوپر کے تین شہرون مین انسان جا سکتے ہین۔ اس کے بعد باقی چار شہرون مین لوگون کو جانے کی اجازت نہین۔ اس نمک کے شہر مین کتنی ہی جرنیلی سڑکین ہین۔ کتنی ہی ریل گاڑیان ہین۔ ریل گاڑی سے نمک ڈہونے کا کام لیا جاتا ہے۔ مگر آدمی اس پر آمد و رفت نہین کر سکتے۔ اس کان کے اندر کتنے ہی گھوڑے ہین۔ کتنی ہی گھوڑیان یہان بچے جنتی ہین۔ وہ بچے اس اندہیرے مین اِدہر اُدہر پھرا کرتے ہین۔ مگر پیدایش سے موت تک سورج کو نہین دیکھہ سکتے۔ نیچے کے شہرون مین بارہ سو آدمی کام کرتے ہین۔ ایک سال مین ایک مزدور ستائیس لاکھہ من نمک کاٹ سکتا ہے۔ رات کو مزدور کان کے اندر نہین رہتے اور شام کو اُوپر آ کر رات کو اپنے اپنے گھر چلے جاتے ہین۔ اس کان مین کبھی کھڑے ہو کر کبھی لیٹ کر کبھی سیڑھی پر چڑھ کر مزدور نمک جمع کرتے ہین اس کان کا پہلا شہر زمین کی سطح سے ۱۵۰ ہاتھہ نیچے ہے۔ اس شہر کا نام قیصر فرانسس ہے۔ اس سے نیچے کے دوسرے شہر کا نام ایکار جنگ البرٹ

اور تیسرے کا نام ون ہے - پہلے شہر مین ایک بڑا ناچ گھر ہے - اس مکان کا ہر ایک ستون اور تمام سامان سخت پتھر کی قسم کا نمک کاٹ کر بنایا گیا ہے - یہہ ناچ گھر ۱۶۵۰ء مین بنا تھا اس کے ایک کمرہ مین نمک سے بنا ہوا ایک تخت ہے - آسٹریا کا بادشاہ جب کان کا ملاحظہ کرنے کے لیئے جاتا ہے تو کان کے مزدور مرد اور عورتین اون کو خوش کرنے کے لئے اس مکان مین ناچتے اور گاتے ہین - اسی تخت پر بیٹھکر بادشاہ ناچ دیکھتا ہے - اس ناچ گھر سے کچھہ فاصلہ پر نمک کا بنا ہوا ایک وسیع اور عالیشان گرجا ہے ۱۶۹۸ء مین یعنی اب سے سوا دو سو سال پہلے یہہ گرجا تیار ہوا تھا - اس گرجے مین نماز وغیرہ ادا کی جاتی ہے - اس دن گرد و نواح کے آدمیون کو کان دیکھنے کی اجازت دی جاتی ہے - بہادون کے ماہ مین جب شاہ آسٹریا کی سالگرہ ہوتی ہے تو یہان بڑی بہیڑ بہاڑ ہوتی ہے - ساتھہ ہی اس شہر کے پیچھے ایک اندھیرا شہر ہے - مگر بجلی کی روشنی سے ہزارون لیمپ وہان روشن کردئے جاتے ہین - کان مین روشنی ہونے پر نمک کے نیلے - سفید - سرخ رنگون پر روشنی بھی وہی رنگ اختیار کرکے بڑا ہی قابل دید نظارہ پیدا کردیتی ہے پندرہ روپیہ خرچ کرکے ایک دفعہ تمام بجلی کے لیمپ روشن کرائے جاکر اس شہر مین روشنی کرائی جا سکتی ہے - اور جب لوگ سیر کرنے جاتے ہین تو وہ اس خرچ کو خوشی سے برداشت کرلیتے ہین - پہلے شہر سے دوسرے شہر مین اُترنے کے لئے نمک کی سیڑھی پر سے اُترنا پڑتا ہے - اس شہر مین ٹائیکلو نام کا ایک کمرہ وسیع قابل دید ہے - اس کا طول ساٹھہ ہاتھہ اور عرض چالیس ہاتھہ اور اونچائی استی ہاتھہ ہے - اس کے اندر تین سو بجلی کے لیمپ جہاڑ فانوس ہین - یہہ کمرہ اور اس کا تمام سامان جہاڑ فانوس بھی نمک سے ہی بنے ہوئے ہین - دوسرے شہر سے تیسرے شہر مین جانے کے لئے ایک اور نمک کی سیڑھی ملتی ہے اس کے ایک حصہ مین آسٹریا کے بادشاہ فرانسس جوزف اور ان کی بیگم کی یادگار دو مثلث نما نمک کے ستون ہین - تیسرے شہر مین ریلوے جنکشن اسٹیشن ہے - کئی طرف کی ریلوے لائینین یہان آکر ٹھیرتی ہین - اس اسٹیشن کے پاس ہی ایک ہوٹل ہے جو کہ صرف موسم گرما مین کھلا رہتا ہے - مختلف ممالک کے سیاح آکر اس ہوٹل مین کھانا وغیرہ کھاتے ہین - یہ ہوٹل اور اسٹیشن بھی تمام نمک کا ہی بنا ہوا ہے - زمین کی سطح سے قریباً پانسو ہاتھہ نیچے کان کے اندر وسیع پانی کی جھیل ہے اس جھیل کا پانی

سیاہ گاڑھا اور وزنی ہے۔ مختصر بات یہ ہو کہ یہہ پانی سمندر کے پانی سے بھی زیادہ نمکین ہے
جھیل مین ایک بڑی کشتی ہے۔ یہ کشتی نمک کی نہین۔ بلکہ لکڑی کی بنی ہوئی ہے۔ کیونکہ
نمک کی کشتی گل جاتی ہے۔ کچھہ پیسے دیکر سیاح لوگ کشتی مین چڑھکر ادہر اُدہر کی سیر کرتے ہین۔
اس کان کے اندر کام کرنے والے انسان وحیوان کسی کی صحت خراب نہین ہوتی۔ تاہم اب سے
پہلے دوسرے ذرائع سے کوئی نہ کوئی واردات ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ چھہ ہزار من وزنی نمک کی
ایک سل نے گر کر کئی آدمیون کے سئے درخواست کی تھی۔ جب تنخواہ نہ بڑھی تو اس نے کان کے
اندر آگ لگادی۔ جس سے کئی مزدورون کی جانین گئی تہین۔

ہم کسطرح تندرست رہسکتے ہاین

(از رسالہ ہیلتھ اینڈ ہیپی نیس)

ماخوذ از ادوہ اخبار۔ ۱۱ر جون ۱۹۱۵ء

بیماری کو نہ آنے دینا یا اس سے محفوظ رہنا اور بات ہے اور بیماری کا رفع کرنا یا ازالۂ امراض دیگر
شے ہے۔ محض ازالہ مرض کی نسبت مرض سے محفوظ رہنے کا ہنر انسان کے لئے زیادہ سودمند
ہوگا۔ بجاے اس کے مرض کے رفع دفع کی تدابیر مین جدوجہد کی جاسے۔ یہہ کہین بہتر ہے
کہ انسان کی صحت ایسی حالت مین رکہی جاسے۔ جو تندرستی اور درازی عمر کے لئے مدد اور بیماریون
دو باؤن کے پہیلنے مین مانع ہو۔ شہرون کی ترقی اور کشادگی کے جو کامیاب طریقے سوچے گئے
ہین۔ اِن سے ایسے ملک کی حالت مین بہت ہی کم فائدہ پہونچے گا۔ جہان ۳۱۵ ملین (ایک ملین
ہے برابر دس لاکھ کے) آدمی بستے ہون۔ اور ان مین سے پچاس لاکھ آدمی ہرسال زیادہ تر
ایسی مختلف بیماریون سے مرجاتے ہون۔ جن کا تحفظ انسانی اختیار مین ہے۔ اس پر طرہ
وبائی امراض ہین۔ جنمین سب سے بڑھکر طاعون ہے۔ جسنے ۱۸۹۶ء مین یعنی اپنے ظہور
کے زمانہ سے ابتک تقریباً ۷ ملین نفوس کو موت کے گھاٹ اُتار دیا ہے۔

دنیا مین ہندوستان سے زیادہ شائد اور کوئی ملک ایسا ہوگا۔ جہان اچھے طبیبون یا
ڈاکٹرون کی یہان سے زیادہ ضرورت ہو۔

(ملک کی عام گندہ حالت)

ایک تو لکھوکہا آدمی ہرسال مرتے جاتے ہین۔ دوسری طرف لکھوکھا آدمی کافی غذا

لباس اور بو دار مکانات اور صاف آب و ہوا نہ ہونے کے باعث کمزور ہو گئے ہین- کنوئین اور تالابون کا پانی خراب ہو جاتا ہے - جھونپڑے چھوٹے اور تنگ ہوتے ہین - بسا اوقات ان مین روشنی کی آمد و رفت کے لئے سوراخ تک نہین ہوتا - غذا زیادہ تر پیٹ بھرنے والی ہوتی ہے - نہ جسم بنانے والی کوئی ایسی چیز نہین پہونچتی - جس سے طاقت آئے اعصاب مین مضبوطی پہونچے یا جسم مین ایسی حرارت قائم ہو - جس سے مضر موسم اور خراب آب و ہوا اور کام کاج کی دقتون کے برداشت کرنے کی قوت پیدا ہو - ایک ہی مکان یا کمرہ مین بہت سے اشخاص ایک ہی بچھونے بلکہ ایک ہی تکیہ پر سوتے ہین - اور گو یہ بات محبت کے لئے اعلیٰ درجہ کی شمار کی جائے - لیکن باعتبار صحت کے اس کا درجہ بالکل پست شمار کیا گیا ہے - ایسے کچے مکانات ہوتے ہین - جس مین نہ تو ہوا کی آمد ہوتی ہے - اور نہ وہ ایک دوسرے سے بخوبی علیحدہ اور الگ ہوتے ہین - اور نہ جن مین ہری گھاس اور سبز درخت ہوتے ہین - جس سے آکسیجن پیدا ہو - اور آنکھون کو بھلا معلوم ہو - ایسے مکانات سے امراض متذکرہ کے پھیلنے مین مدد پہونچتی ہے - بدبودار ہوا کن اور دھوؤن کی وجہ سے کرۂ آب و ہوا مضر اور خراب ہو جاتا ہے - اور جس سے نہ صرف قوت شامہ کو نقصان پہونچتا ہے بلکہ جراثیم مادہ ہائے سل کی پرورش کا خاصہ ذریعہ بن جاتے ہین - جسکے باعث بہت سے آدمی ہلاک ہو جاتے ہین جن لوگون کو اپنے شہر کے باہر جانے کا اتفاق نہوا ہو - وہ اپنے شہر ہی کے تنگ گندے گلی کوچون کو دیکھ کر ملک کی حالت اور بود و باش کا نتیجہ نکال سکتے ہین - بنگال اور دکن کے گانون اور بستیون کو کسی قدر صاف کہہ سکتے ہین - لیکن شمالی ہندوستان کی بستیون اور وہان کے بازارون کی حالت تو بہت ہی خراب ہے - جن مکانات مین آدمی رہتے ہین اُن مین اکثر بکری بیل - اور بھیڑ باندھی جاتی ہین - اور صرف یہی نہین کہ یہ جانور اس مکان مین رہتے ہین بلکہ جب ان کا مالک شب کو سوتا ہوتا ہے اور مٹی کے تیل کی ٹین والی ڈبیہ جلتی ہوتی ہے - جس کا دھوان باہر نکل کر نہین جاتا تو یہی جانور وہان بول و براز بھی کرتے ہین - ہر مذہب مین حقیقی صفائی کی ہدایت اور تاکید ہے - مگر اس کو لوگ بھول گئے ہین اور یہ نہین جانتے کہ حفظ صحت پر چلنا عین اخلاق اعظم کی مرضی کی پابندی ہے -

(علم حکمت کے اصولون کی پابندی)

امریکہ کے سیاح جب کبھی اس ملک مین آتے ہین تو اکثر ان مین سے اس ملک کے پانی کا ایک قطرہ نہین پیتے اور صرف سوڈا واٹر تھوڑا منہ مین ڈال لیا کرتے ہین حتی کہ نہانے کے لئے گرم پانی کا استعمال کرتے ہین - ہرچند کہ اس سخت احتیاط اور شک پر لوگ ہنسینگے - لیکن فی الحقیقت یہ بات علم حکمت کی رو سے عقلمندی کی ہے - انسان کو ہمیشہ علم حکمت کے اصولون کی پابندی کرنی چاہیئے - ورنہ وحشیون اور مہذبون کی زندگی مین کچھ فرق باقی نہین رہ سکتا - یہہ بات صحیح ہے کہ ہندوستان کے غریب باشندے افلاس مین مبتلا ہین - اور اسی وجہ سے وہ اچھے طور پر بود و باش نہین کر سکتے - نہ ان کا مکان صاف اور ستھرا رہ سکتا ہے نہ صرف غذا نہ کپڑے - لیکن خوش حال آدمیون کو اس کی شکایت نہین ہونی چاہیئے - بیشک غذا اور لباس کے اچھے ہونے کے لئے اقتصادی اسباب بھی حارج ہین - لیکن اگر بطور خود اور باہمی طور پر حفظان صحت کا خیال رکھا جائے تو بہت ترقی ہو سکتی ہے - ساری عدم توجہی اسی وجہ سے ہے کہ حفظان صحت کے قوانین کی پابندی کے فوائد سے لوگ واقف نہین ہین اور جاہلیت کے باعث پرانے دستور اور پرانی رسمون اور قدیم طریقون یا باتون پر لکیر کے فقیر بنے بیٹھے ہین - بعض تو اس درجہ کٹر ہین کہ وہ کسی جدید بات کے ماننے کے لئے تیار ہی نہین ہوتے اور یہ سمجھتے ہین کہ کسی شی کا اگلے زمانہ مین ضروری نہ سمجھا جانا - اس امر کا کافی ثبوت ہے کہ وہ شے اب بھی غیر ضروری ہے - وہ یہ نہین جانتے - کہ آج کل کے زمانہ مین تہذیب اور مدنیت نے کس قدر حیرت انگیز ترقی کر لی ہے - اور آج وہ حکمت ہی ہے جو دنیا کے تمام معاملات پر حکمرانی کر رہا ہے -

(صحت کے لئے ضروری باتین ہین)

اس امر کی سخت ضرورت ہے کہ خوش حال اور متوسط درجہ کے آدمیون کی غذاؤن کو تبدیل کیا جائے - لوگ روزمرہ غسل کرتے ہین اور اپنے بدن کی صفائی پر بہت فخر کرتے ہین - لیکن ان کا لباس اس قدر صاف اور ستھرا نہین ہوتا - جو کپڑا جلد سے ملا ہوا ہے - اگرچہ وہ ایک مرتبہ ہی پہنا جائے - مگر اس کو پھر بھی ایک مرتبہ دھو لینے کی ضرورت ہے اگر تھوڑی سی توجہ کی جائے تو بہت صفائی کی جا سکتی ہے - میلے کچیلے کپڑے یا جن مین تیل لگا ہو نہ پہننا چاہیئے

(تندرستی کا وعظ مذہبی وعظ کی طرح ضروری ہے)

اگر غور سے ملاحظہ فرمایا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب کی تندرستی اور صحت عامہ کے لئے بھی ہمیشہ پرچارک اور منادی کرنیوالون کی ضرورت ہے - مذہبی شنون اور سماجیون کیطرح اس امر کی بھی ضرورت ہے کہ علم الصحت کے لئے جابجا پرچارک موجود ہون - جسطرح ہر شہر اور ہر قصبہ مین کالج اسکول اور مکتب کی ضرورت محسوس ہو گئی ہے - اسیطرح علم الصحت کی تعلیم دینے کی ضرورت ہے -

ہندوستان کی بھیڑین

(از مسٹر ای - ڈبلیو - اڈیور صاحب بہادر ایم - آر - سی - وی - ایس)

ماخوذ از زمیندار ۱۶ - جون ۱۹۱۵ء عیسوی

غالباً اس بات کو بہت کم لوگ جانتے ہون گے کہ پہلے پہلے اسٹریلیا مین جو بھیڑین گئی تہین - وہ ہندوستان اور کیپ ہی سے گئی تہین - ایک صدی سے کچھ ہی زیادہ ہوا کہ اس ملک مین بھیڑون کو کوئی جانتا بھی نہ تہا اور اول اول جو تجربے وہان کئے گئے تہے وہ ہندوستان ہی کی مادہ بھیڑ کو کیپ کے نر بھیڑون سے مخلوط کرنے کے تھے - ان مقامات کی بھیڑین اس لئے منتخب کی گئی تہین کہ بہ نسبت اور ملکون کے یہان کی آب و ہوا مین اسٹریلیا کے مقابلہ مین کم فرق سمجھا جاتا تہا - پہلی کھیپ جو ہندوستانی بھیڑون کی وہان گئی تہی - کہتے ہین کہ وہ اس قدر گھٹیا تہی کہ اس کو دیکھہ کر یہ خیال پیدا ہو گیا تہا کہ ان مین کوئی ترقی ہو ہی نہین سکتی تہی - بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لمبی لمبی ٹانگین تہین - چپٹے پھٹے تہے اور پیٹھ استرے کی طرح اُٹھی ہوئی تہی اُن کی جلد پر جو اُون تہا وہ دیکھنے مین اُون معلوم ہی نہین ہوتا تہا - بلکہ بال سے وہ زیادہ مشابہ تہا - یہی بیان آج کل کی دیسی نسلون پر بہی قریب قریب پورا صادق آتا ہے -

یہی بنیاد تہی - جسپر بھیڑون کی نسل کشی کی - دنیا بہر مین سب سے بڑی تجارت قایم ہوئی - لیکن موجودہ حالت آب و ہوا کی قدرتی آسانیون کے ذریعہ سے پیدا ہوئی - جسکو کہ وہان رہنے والون اور بھیڑین پالنے والون کے صبر و استقلال اور تمیز کی قوت سے بہت کچھ مدد ملی - مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسٹریلیا مین بھیڑون کی موجودہ حالت یون پیدا ہوئی کہ نہایت ہوشیاری سے انتخاب کیا گیا اور دوسری عمدہ نسلون خصوصاً میرینو نسل کی بھیڑون

سے مخلوط کیا گیا۔

یہہ سوال ہر شخص کے دل مین پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ آنکھون دیکھہ لیا کہ یہہ ہندوستان کی بہیڑون کے اوصاف مین یہ ترقیان اسٹریلیا مین ہو گئی ہین تو امرکیون غیر ممکن ہے کہ ان ہی وسائل سے وہ ترقیان ہندوستان مین ہو جائین۔ یہہ سچ ہے کہ اسٹریلیا کی قدرتی حالتین اتفاق سے بہیڑون کی نسل کشی کے لئے خاص طور پر موزون نہین اور ہندوستان مین بہت سی دقتون کا سامنا ہے۔ جن مین سب سے زیادہ بُری شکلین یہ ہین کہ مناسب طرز کی چراگاہون کا توڑا ہے اور لوگون مین شوق نہین ہے۔ لیکن علیحدہ علیحدہ تجربون اور گزشتہ تاریخ نے اس کو اچھی طرح دکھلا دیا کہ ہندوستان مین ایسی بہیڑون کی نسل کشی ہو سکتی ہے۔ جن کا اُون اعلیٰ درجہ کا ہو۔ لیکن سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیسی گلون مین کس طرح سے کوئی ایسی عام ترقی مستقل طور پر کی جائے جس سے عمدہ اُون پیدا کرنے کی تجارت مین نفع رہے اور ملکی فائدہ پہونچے۔

اصل مین ہندوستان کی بہیڑون کے متعلق ہم کو نہایت کم علم ہے اور بدقسمتی سے اس ملک کے گڈریے اپنی ہٹ دہرمی اور جہالت کے لئے مشہور ہین۔ وہ لوگ اپنے گلون مین انتخاب کرنے اور نر اور مادہ کو ملانے پر بالکل ہی توجہ نہین کرتے۔ نہ عقل سے کام لیتے ہین اور نہ سمجھانے بجھانے سے وہ لوگ اپنے باپ دادا کے اصولون کو چھوڑتے ہین خواہ وہ کیسے ہی نامناسب کیون نہون۔

اس کے بعد اس امر پر لحاظ کرنا ضروری ہوگا کہ کس طرح کی بہیڑون کے پیدا کرنے مین زیادہ فائدہ رہے گا۔ نہایت ہوشیاری کے ساتھہ انتخاب کرنے اور دیگر مقامات سے اُون کی بہیڑون کو منگوا کر ان کے ساتھہ مخلوط کرنے کا مقصد یہہ ہونا چاہیئے۔ کہ ان سے ایسے بچے پیدا ہون اور ایسی نسل ہو جائے۔ جن مین اعلیٰ درجہ کا اُون اور زیادہ گوشت پیدا کرنے کے اوصاف ہون۔ اور یہ اگر آپس مین کی جائین تو ان کی نسل مین بھی یہی خواص قایم رہین اور اس کے ساتھہ ساتھہ وہ ہندوستان کی آب و ہوا کی سختیون اور دوسری ناموافق حالتون کو جہیل سکین ایسا کرنے کے لئے عملی طور پر نسل کشی کے تجربون کی ضرورت ہے۔ جن مین ان اصولون سے عملی مدد کی جائے جو یورپ کے جدید ماہران علم نے قائم کئے ہین اور جن کی سچائی اچھی طرح سے پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے نسل کشی کے لئے دیسی مادہ بہیڑون مین سے بہترین منتخب کر لینا چاہیئے اور وہ سب یکسان طرز کی ہون۔

اس مسئلہ پر غالباً رائین مختلف ہونگی کہ کس قسم کا میل باہری بہیڑون کے ذریعہ سے کرنا چاہیئے لیکن گزشتہ تاریخ اور جداگانہ تجربون کے نتائج سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسٹریلیا کے مرینو بہیڑون کو

ہندوستان کی مادہ سے مخلوط کرنا مناسب ہوگا اور یہ بھی اچھا ہوگا کہ اسٹریلیا مین بھی ضلع ریوزنیا کی مضبوط اور اوسط درجہ کی اُون والی قسم لائی جائے کیونکہ اس مقام کی آب وہوا ہندوستان کے بعض حصون سے بالکل مختلف نہین ہے۔ صوبجات متحدہ کے بعض حصون مین اس طرح سے مخلوط النسل بھیڑون کی اُون کی بابت ماہرون کی یہ رائے ہے کہ وہ نہایت عمدہ قسم کا ہے۔

باہر سے منگوائی ہوئی بھیڑون مین اموات کچھ زیادہ ہوئین۔ اس کا باعث یہ ہے کہ ہندوستان مین بہت سی بیماریان ایسی ہین۔ جن سے محفوظ رہنے کا مادہ باہری نسلون مین ابھی نہین پیدا ہوا ہے۔ اسی لئے یہ ضرورت ہے کہ دیسی بھیڑون سے ایک ایسی نسل پیدا کر لی جائے۔ جو عمدہ ہو اور جس کے لئے یہان کی آب وہوا بھی موافق ہو جائے۔

اچھے اُون حاصل کرنے کے لئے عمدہ طور پر کھلانے کی سخت ضرورت ہے۔ تاکہ مضبوطی اور لوچ پیدا ہو۔ ناقص غذا سے برا اثر پڑتا ہے ایکدم مین موسم کی انتہائی مضر ہے اکثر قسم کے داخلی اور خارجی روگ ایسے ہین۔ جس سے گلہ مین تکلیف پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جو موت کا باعث ہوتے ہین لیکن اس کی کوئی وجہ نہین کہ بہت زیادہ احتیاط نہ کی جائے اور ہندوستانی بھیڑون کے متعلق اس بات کا علم نہ حاصل کیا جاے کہ اچھے سے اچھے وہ کون طریقے ہین۔ جن پر ان کو کھلانا اور رکھنا چاہئیے اور ان طریقون سے اس ملک مین بھی بالکل دوسری حالت نہ پیدا ہو جیسی کہ اکثر دوسرے ملکون مین ہو گئی ہے

اسلامی تہذیب مین سنسکرت

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۳ جون سنہ ۱۹۱۵ء

۴ ۲ جیٹھ سمت ۱۹۷۲ (۶۔ جون ۱۹۱۵ء کے مقامی اخبار پرکاش مین پروفیسر (وی رنگاچاری ایم۔ اے) کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان ہے "اسلامی تہذیب سنسکرت کا درجہ" پروفیسر صاحب اس مضمون مین حسب ذیل تحریر فرماتے ہین۔

شیعہ مسلمانون کی ایک کانفرنس حال مین ہوئی ہے۔ جسمین تجویز کی گئی ہے کہ آیندہ سنسکرت کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئیے۔ اور تمام مستند قدیم سنسکرت کتابون کا ترجمہ شائع ہونا چاہئیے۔ آج کل کے ہندؤن کو یہ امر عجیب معلوم ہوگا۔ لیکن ابتدائی اسلامی تہذیب مین سنسکرت کا ایک کافی حصہ ہے۔ مذہب کی قائمی کے کچھ دیر بعد ہی اہل عرب نے سنسکرت کا صحیح علم حاصل کر لیا تھا۔ ساتوین صدی تک کچھ ہندوستانی بغداد مین رہتے

اور وہان کے لوگون کے درمیان اپنے علم و ادب کا درس دیتے تھے - یہان ہندوستانیون نے
کچھ سنسکرت کتابون کو عربی مین ترجمہ بھی کیا - اسیطرح سائنس کی کچھ کتابین سنسکرت سے
ترجمہ ہوکر عربی مین داخل ہوگئین اور وہان سے وہ براعظم یورپ مین پھیل گئین - علم کی کوئی ایسی
شاخ نہین - جسمین عرب ہندوستانیون کے ممنون احسان نہون اور کوئی مضمون نہ تھا -
جسمین وہ اپنے تئین اس قابل سمجھین کہ ہندوستانیون کی تحقیقات کے دست نگر نہ ہون -
ریاضی اور نجوم - موسیقی اور قیافہ شناسی - سوپن ودیا - مذہب - علم الاصنام - جنم کا حال
معلوم کرنا - اور بہت سے مضامین پر کتابین سنسکرت سے عربی مین ترجمہ کی گئین - پنچ تنتر اور
ہست اپدیش نے بھی عربی لباس اختیار کرلیا اور وشنو شرما کا نام مغرب کے دو بار پڑھیون اور
دوبا دانون مین مشہور ہوگیا - چرک اور سشرت کی تصنیف کا پہلے ہی عربی مین ترجمہ ہوگیا اور
دوردور کے لوگون کے لئے ہندوؤن کی سرجری اور میڈیسن مفید ثابت ہونے لگی - عرب میڈیکل
سائنس یا علم طب کو بہت پسند کرتے تھے - اس لئے پہلے ہی انہون نے اس کی اس قدر
سرپرستی کی کہ دو ہندوستانیون کو جن کے نام منکھا اور صالح تھے اور جن مین سے ایک نے
زہر کے متعلق فارسی مین ایک کتاب کا ترجمہ کیا تھا - ہارون رشید کے دربار مین ایک ممتاز
جگہ پر مقرر کیا گیا - المامون کی خلافت مین جو عربی علم ادب کا ایک شاندار وقت تھا -
میکاہ اور ابو داہن کی دو کتابون کا ترجمہ کیا گیا - ان ہی دنون مین محمد بن مرزا نے الجبرا پر کتاب
لکھی - جب مسلمانون کی ہندوستان پر حکومت شروع ہوئی تو سب سے پہلے البیرونی کا
علمی نام ہمارے سامنے آتا ہے - اسلامی تاریخ مین البیرونی ابو الفضل سے دوسرے درجہ پر ہے
اس کا سفرنامہ ہند ہمیشہ کے لئے اس امر کی یادگار رہیگا کہ ایک مسلمان کس طرح سنسکرت
زبان و علم و فن مین کمال حاصل کرسکتا ہے - اسیوقت مین محمد بن اسرائیل التنوخی ہوا ہے
جسنے ہندوستان مین ہندوؤن کی ریاضی سیکھنے کے لئے دورہ کیا - صالح ایک اور علامہ
تھا جسنے ١٠٢٦ء مین ہندوستان کے پرانے بادشاہون کے متعلق ایک سنسکرت
کتاب کا عربی مین ترجمہ کیا - مصنف نے اس کا نام بال ملک رکھا - یہہ کہنا مشکل ہے کہ کس
سنسکرت کتاب کا یہ ترجمہ ہے - مصنف لکھتا ہے کہ کتاب زیادہ تر کلیلہ و دمنہ کی طرح ہے
جسمین چوپایون اور پرندون کے درمیان مکالمہ درج ہے - مسٹر ایم ایناڈ کے خیال مین یہہ
کتاب راج ترنگنی اور مہابھارت سے پہلے سنہ عیسوی شروع مین لکھی گئی تھی -

فیروزشاہ کو بھی اس بات کا فخر دیا جاتا ہے کہ اس نے مسلمانون کو سنسکرت کی طرف توجہ دلائی جب چودہوین صدی کے وسط مین اس نے نگرکوٹ پر قبضہ کیا تو ایک قیمتی سنسکرت کتب خانہ اس کے ہاتھہ آیا اور اس نے مولانا عزالدین کو اس کام پر مقرر کیا کہ وہ فلسفہ اور فال کے متعلق "دلائل فیروزشاہی" کے نام سنسکرت کتابون کا ترجمہ کرے۔ علم نجوم پر بھی ایک سنسکرت کتاب کا ترجمہ کیا گیا۔ اس وقت مین اگرچہ اس کا فخر فیروزشاہ کو حاصل نہین۔ "قرط الملک"، کے نام سے حیوانات کے معالجہ کے متعلق ایک سنسکرت کتاب کا جسے سلوترنام کے ایک برہمن نے جو پرسدہ سنسرت کا ماہر تہا لکھا تہا۔ یہ ایک چھوٹی سی کتاب ۱۴ صفحہ کی ہے۔ ہر صفحہ کی ۱۲ سطرین ہین۔ لیکن مضمون اس مین بہت دیا گیا ہے۔ اسکے گیارہ باب ہین۔ جن مین گھوڑون کے نام اور اُن کی نسلین۔ فن سواری۔ اصطبل کے انتظام کا طریق اور تفصیل گھوڑون کا رنگ۔ اعضا اور بیماریان اور اُن کے پالنے کا ڈہنگ اور اس قسم کی بیسیون باتین لکھی ہین۔ اس ترجمہ کی ٹہیک تاریخ کا ابھی تک علم نہین۔

اکبر کے وقت مین سنسکرت کتابون سے بہت فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اس بادشاہ کے وقت مین علاوہ فیضی کے عبدالقادر۔ نقیب خان۔ ملا شاہ محمد ملا شیری۔ سلطان حاجی حاجی ابراہیم اور بہت سی سنسکرت کتابون کا فارسی اور عربی مین ترجمہ کرنے پر مقرر ہوئے تھے۔ ابوالفضل کا مشہور بھائی فیضی جو اکبر کی کیا مذہبی اور کیا پولیٹکل پالیسی کا مجوز تہا۔ مسلمانون مین سنسکرت کا سب سے زیادہ دلدادہ تہا۔ عبدالقادر نے جو تاریخ بدایونی کا مشہور مصنف ہے اپنی خواہش کے خلاف بہت سی سنسکرت کتابون کا ترجمہ کیا۔ جن مین رامائن اور سنگہاسن بتیسی بھی تہین۔ اس سے اتھروید کا ترجمہ کرنے کو کہا گیا۔ لیکن اس کی عبارت اور اس کے ارتھ مشکل ہونے کی وجہ سے وہ اس کام کو نہ کرسکا۔ حاجی ابراہیم نے اس کام کو ختم کیا۔ بعض شخصون کے خیال مین فیضی نے مہابھارت کا ترجمہ کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ مہابھارت کا ترجمہ کرنے والے کئی تہے۔

شاہ جہان کے وقت مین مسلمانون نے سنسکرت کی ایک نہایت ضروری کتاب جس کا ترجمہ اس عہد مین کیا گیا سبہترو تہا۔ اگرچہ اس کے مصنف کا نام وہی ہے۔ لیکن اس کتاب سے مختلف ہے۔ جس کا ترجمہ ۱۶۴۳ مین کیا گیا تہا۔ اس مین سولہ ہزار اشلوک تہے اور پہلی کتاب کی نسبت اس کا دگنا حجم تہا۔ میواڑ کے مہارانا امرسنگہ کی لائبریری مین یہ

کتاب ملی اور مغل دربار مین بطور ایک تحفہ جنگ کے لائی گئی۔ بادشاہ شاہجہان کو چونکہ سنسکرت کتب مین بہت دلچسپی تھی۔ اس لئے اس نے سید عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ سے اس کا ترجمہ کروایا۔

دارا شکوہ بھی ہندو قوم اور ہندو تہذیب کے لئے عزت رکھتا تھا۔ اکبر کی طرح اس کے دل مین بھی ہندو مسلمان دونون مذہبون کو ایک کر دینے کا خیال تھا۔ چنانچہ سنسکرت مین "سمدر سنگم گرنتھ" کے نام سے کتاب لکھی گئی۔ یہہ کہنا مشکل ہے کہ اس کا مصنف دارا خود تھا یا کوئی اور۔ بہرحال وہ ایک مسلمان تھا۔ اور مسلمان بھی ایسا جسنے ہندو اسپرٹ جذب کی ہوئی تھی۔ وہ مسلمان مصنف لکھتا ہے کہ اس نے یہہ کتاب ایک ہندو جوگی کی امداد سے لکھی ہے۔ اس کتاب مین وہ باتین لکھی گئی ہین۔ جو ہندو دھرم اور اسلام مین مشترکہ ہین۔

یورپ مین حسن کی خون آشامی

ماخوذ روزانہ ہمدرد دہلی ۱۸ جون سنہ ۱۹۱۵ء

دنیا مین یون تو ہمیشہ ہی حسن کی عشوہ طرازیون کی بدولت انسانی خون بہتا رہا ہے لیکن یورپ مین سلطنتون کی لڑائیان بھی اکثر حسن بیباک کی ریشہ دوانیون کا نتیجہ ہوتی ہین۔ چنانچہ بمعصر انگلستان مثال دیتا ہے کہ یورپ مین ابتک ایسے مدبر موجود ہین جو سنہ ۱۸۷۰ء کی جنگ فرانس وجرمن کا باعث ہین۔ معزز خواتین کو بتاتے ہین۔ ان مین سے دو یعنی کونٹس کیسٹلگیان اور ڈچز لیسا فرانسیسی خواتین تہین۔ جو اپنے زمانہ مین بہت ہی مشہور اور نامور تہین۔ تیسری خاتون بیرونس کالا تہین۔ جسکو جرمنون نے اسی غرض سے فرانس مین رکہا تھا کہ وہ وہان کی اعلیٰ سوسائیٹی مین نقل وحرکت کرین یہہ بیگم صاحبہ نہایت ہی خوبصورت اور دلکش نازنین تہین۔ اور جب تک ان کی گورنمنٹ نے پسند کیا وہ پریسیڈنٹ فرانس کے محل کے قریب قیام پذیر رہین۔ اس مین کلام نہین کہ انہون نے اپنی فہم مین حسن فتنہ انگیز کی وساطت سے فتح پائی۔ پریسیڈنٹ فرانس کی ہمسائگی مین دن رات جادو جگا سے جاتے تھے۔ آخر کہان تک رفتہ رفتہ فرانس کے وزیر جنگ سے ایسی گاڑھی چہنی کہ وزیر مذکور ہفتہ مین ایک دفعہ ناشتہ کہانے آیا کرتے تھے۔ اس ایک دل پر

فتح پانے کیساتھ جرمنی نے فرانس کے دو صوبہ فتح کرلئے۔ جو رشمائل بیرنس نے دعوت کا دن وہی رکھا تھا۔ جسدن مجلس وزراء کا جلسہ ہوا کرتا تھا اور ناشتہ کا وقت ایسا تھا کہ جنرل مذکور جلسہ سے فارغ ہوکر سیدھے بیگم صاحبہ ہی کے دردولت پر حاضر ہوتے تھے۔ موصوفہ کی دلنواز باتین اور مزیدار کانی کے مشغلہ مین بعض دن تین تین چار گھنٹے صرف ہوجانے تھے اندھیرچرچے ہوتے تھے اور باہر دو جرمن افسر جو نوکرون کے بھیس مین بیگم صاحب کے ہمراہ رہتے تھے بہ اطمینان تمام بیٹھے ہوئے وزیر صاحب کے بستہ کا جائزہ لیتے ہوتے تھے۔ جو ہمیشہ بڑے کمرے کی میز پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ کیونکہ چاے کے کمرے مین ٹوپی۔ لکڑی اور کوٹ۔ بیگ۔ اور بستہ کا لیجانا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ غرضکہ ہر ہفتہ پیرس کی مجلس وزراء مین جو کچھ معاملات طے ہوتے تھے۔ جو گفتگو ہوتی تھی۔ جو خیالات ظاہر کئے جاتے تھے۔ برلن مین ان سب کا علم ہوجاتا تھا۔ دنیا کی سیاسیات مین حسین عورتون کا ہمیشہ بہت بڑا حصہ رہا ہے۔ تقریباً تمام سلطنتون مین خفیہ کامون کے لئے صنف نازک سے جاسوس مہیا کئے جاتے ہین اور اپنے حسن دلآویز کے پردہ مین وہ جاسوس بہت سے عظیم الشان کام بہ آسانی کرسکتے ان کی ایک جنبش ابرو پر ملکون اور سلطنتون کے طبقے لوٹ جاتے ہین۔ انسان اپنی جدت طراز عقل کے بھروسہ پر قدرت کے اعلیٰ اور ارفع ترین طاقتون سے بھی بڑے کام لے سکتا ہے۔ حسن جبکا مشن دلون کو فتح کرنا ہے۔ اب ملک بھی فتح کرنے لگا ہے۔ کبھی ایوان سیاست مین وہ تدبر و جہانداری کی باگ لئے ہوتا ہے۔ اور کبھی میدان جنگ مین جنرل کی تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ مین ہوتا ہے۔ اسی کی بساط پر دنیا کے مدبرین کبھی کبھی سلطنتین ہار بیٹھتے ہین۔ حسن ایک دورخی تصویر ہے۔ جسمین جلال اور جمال کی ہنگامہ آرائیاں چشم حقیقت کے لئے بہت سا سامان عبرت رکھتی ہین۔ یہ ہی نہین کہ جاسوسی کی حیثیت سے حسینان یورپ قومی و ملکی خدمات انجام دیتی ہون۔ بلکہ بعض وقت خلاف توقع اور ان کی مرضی کے خلاف حسن نمکین کو (گو کہ یورپ مین حسن کو نمکین کہنا بھلا نہین معلوم ہوتا) خونریزیون اور جنگ جدال کا باعث قرار دیتے ہین۔ شاہ فرڈیننڈ والئی تویریا کا واقعہ مشہور ہے کہ ۱۸۶۶ء مین جبکہ ایک ہمسایہ سلطنت کے یہان مہمان تھے تو شاہی باغ مین ان کو ایک حسینہ لڑکی نظر آئی۔ فوری جوش اشتیاق سے مغلوب ہوکر انھون نے اس لڑکی کا بوسہ لے لیا۔ یہ بوسہ جو درحقیقت ایک سادہ دل کی جانب خراج تحسین تھا۔ جو اکثر ادا کیا

جایا کرتا ہے - ایک خونریز جنگ کی تمہید ہوگیا۔ ہوا یہ کہ جس وقت یہ چوری کا کرتبا بیا جارہا تھا تو شاہ موصوف کی منگیتر بھی کمین سے دیکھ رہی تھی اور خود وہ لڑکی جس کا بوسہ لیا گیا تھا شاہزادی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ اس ایک سیدھے سادے بوسہ کی قیمت مین ہزار ہا بندگان خدا کا خون پانی کی طرح بہہ گیا۔

ایک دلچسپ تاریخی بحث

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۴ جولائی ۱۹۱۵ء

پروفیسر الیٹ سمتھ ایم۔ ڈی۔ ایف۔ آر۔ ایس نے زیر صدارت میجر لیونارڈ ڈارون موضوع بالا پر ایک فاضلانہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ ترک وطن اور مختلف النسل افراد کے اختلاط سے تہذیب پر جو اثر پڑا ہے۔ اُسے پورے طور پر جانچا نہیں گیا۔ علم الانسان کے جدید ماہرین بالعموم اس بات پر زور دیتے ہیں کہ علوم و فنون فطرۃً طبع انسان میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی طبائع بہت شاذ ہوتی ہیں۔ بالعموم تمام لوگ مختلف علوم و فنون۔ کاروبار اور رسوم کی تعلیم اپنے بزرگون سے یا دیگر ہمجنس لوگون سے پاتے ہیں۔ گزشتہ ساٹھ صدیاں مختلف اقوام اور نسلون کے باہمی میل جول کا زمانہ ہیں اور موجودہ تحقیقات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ۶ ہزار سال قبل تک تمام نسلون کی طبعی خصوصیات نمایاں ہو چکی تھیں۔

مصر قدیم میں تین مختلف نسلیں آباد تھیں اور غالباً ان میں سے کوئی بھی خاص مصر سے تعلق نہ رکھتی تھی۔ سب سے پہلے اس سرزمین پر جس نسل کے افراد کا نشان ملتا ہے انہیں کو اس ملک کے اصلی باشندے سمجھنا چاہیئے اور تاریخ بزبان حال کہہ رہی ہے کہ مصر کی قدیم تہذیب کی بنیاد ڈالنے کا سہرا انہی کے سر ہے۔ یہ لوگ اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے جو مشرقی بحیرہ روم کے گرد و نواح میں۔ جنوب مشرقی عرب میں اور ہندوستان میں آباد تھی۔ بحیرۂ روم کے مغربی حصہ کے قرب و جوار میں بسنے والے لوگون اور ان کی شکل و شباہت میں بہت معمولی فرق تھا۔ ان کے سر لمبے۔ ناک چھوٹی اور چپٹی اور جبڑے کمزور تھے۔ اس کے بعد ایک اور نسل کے لوگ شمال سے آکر مصر میں اقامت گزین ہوئے انکو ماہر علم الانسان "آرمیائڈ" کہتے ہیں۔ ان کے سر کی کھوپڑی گول اور پیچھے سے چپٹی۔ ناک اونچی نتھنے تنگ اور جبڑا مضبوط تھا۔ ان کے چہرے بھی متقدم الذکر لوگون کی نسبت چپٹے اور بھرے ہوئے تھے۔

اور مضبوطی و طاقت مین بھی انہین خاص امتیاز حاصل تہا۔ دوسری نسلون کے ساتھ مخلوط ہوکر ربع مسکون کے ایک حصہ عظیم پر پہیل گئے تھے۔ حتی کے نیوزیلینڈ مین بھی ان کے نشان قدم موجود ہین۔ قریباً تمام قومین جن مین بحری مستعدی کے نشان پائے جاتے ہین۔ ان سے بلحاظ نسل کم و بیش تعلق رکھتی ہین۔ وسطی یورپ کے میدان ہائے مرتفع کے اکثر باشندے بھی اسی جسم کی ہڈی ہین۔

مصر قدیم مین نسل مذکور کے افراد کی شادیان ملکی آبادی کے اعلیٰ طبقون مین ہوتی تہین۔ اور اُن لوگون کے سرہائے سر کی بناوٹ آج بھی زبان حال سے شہادت دے رہی ہے کہ بعض عظیم الشان بادشاہ بھی نسل قدیم اور آرمینائڈ " کے اخلاط کا نتیجہ تھے۔ یا خالص آرمینائڈ۔ قریباً ۶۰۰ سال قبل مسیح سے اعلیٰ اور ادنیٰ طبقات کے درمیان سے منافرت و مباعدت اُٹھ گئی اور اس وقت سے تا این زمان یہ دیوار دوبارہ حائل نہین ہوئی۔ سر کی کھوپریون سے ظاہر ہے کہ بعض اوقات مختلف نسلون کے باہمی میل ملاپ سے ان کی مقررہ وضع قطع مین فرق آجاتا تھا۔ مگر اس کی وجہ اجنبی عنصر کے خفیف اور اصلی آبادی کے ایک حصہ عظیم کا اختلاط ہے۔ آج اگر مصر کے حصہ بالائی کی آبادی کے استخوان ہائے سر کی ساخت کا ملاحظہ کیا جائے تو یہ بات مشاہدہ مین آئیگی کہ انہین زیادہ مماثلت مصر کی قدیم نسل سے ہے نہ کہ آرمینائڈ سے۔ آرمینائڈ کے مصر مین آنے سے پہلے ہر ملک کے جنوبی حصہ سے سیاہ فام حبشی لوگ بھی آنے شروع ہوگئے تھے۔ اسے مصری آبادی پر اثر پڑنے کا تیسرا ذریعہ سمجھہ لیجئے۔ سب سے پہلے حبشی عورتین بطور لونڈیون کے آئین اور آہستہ آہستہ اس نسل نے ملک مین رسوخ پکڑنا شروع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ موجودہ مصریون مین وہ قوت ایجاد و اختراع موجود نہین ہے جو ان کے بزرگون سے انہین ورثہ مین ملی تھی۔ کیونکہ یہ سب باتین ایک نسل کی موجودگی کے ساتھ وابستہ تہین جو اب اصول اختلاط و ارتباط کی طفیل دوسری نسلون مین مدغم ہوکر اپنا وجود انفرادی کھو بیٹھی ہے۔

اس کے بعد ایک دلچسپ بحث عمل مین آئی۔ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فاضل مقرر نے کہا۔ زمانہ حال مین کئی اصحاب کا یہ خیال ہے کہ فطرۃً انسان مین اپنے لئے گھر بنانے یا کپڑا بننے یا دیگر ضرورت مہیا کرنے کی خواہش موجود ہے لیکن مین کہتا ہون کہ یہ غلط ہے جب تک انسان کو ان کامون کے کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ وہ ہرگز ان کے کرنے کا نام نہین لیتا۔

کسی ایسی قوم کے عادات کا مطالعہ کیجئے۔ جو ابھی تہذیب کے ابتدائی منازل طے کر رہی ہو۔ اور آپ ملاحظہ کرینگے کہ وہ اپنی تمام مستعدی اپنی خوراک یا دیگر ضروریات مہیا کرنے مین صرف کر رہی ہوگی۔ علوم و فنون کی ترویج یا اس قسم کی دوسری باتین دیگر اقوام کی صحبت و اختلاط کا نتیجہ ہوتی ہین اور کوئی قوم یہ دعوی نہین کر سکتی کہ ان باتون کے لئے وہ سوائے اپنی ذہانت و طباعی کے کسی اور کی رہین منت نہین ہے۔ اور اس کلیہ سے مصر بھی مستثنی نہین ہو سکتا۔

چرخہ

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۲ر جولائی ۱۹۱۵ء

چرخہ ہندوستان کی طرح کسی زمانہ مین یورپ مین بھی رائج تھا۔ تہذیب جدید کی وجہ سے چرخہ کی جگہ مشینون نے لیلی اور یورپ مین کسی کو یہ بھی معلوم نہین ہے کہ چرخہ کس جانور کا نام ہے لیکن جنگ یورپ نے جہان تمدن و معاشرت کے دیگر شعبون مین انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے وہان اس نے یورپ کی عورتون کو بھی چرخہ کاتنے پر مجبور کر دیا ہے۔ اب انگلستان مین ان لوگون کو چرخہ کاتنا سکہانے کے واسطے چند اسکول بھی جاری ہو گئے ہین۔ اہل ہند نے بھی یورپ کی تقلید مین چرخہ چھوڑ دیا ہے۔ لیکن کیا عجب کہ آئندہ چل کر وہ بھی اس کو دوبارہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جائین۔ فاضل مولف اصلاح و مذاق و تمدن کیا خوب لکھتے ہین۔

حصول معاش کی کشمکش آج مفقود نہین ہو گئی بلکہ گزشتہ زمانہ کی نسبت چند در چند ہو چکی ہے اور اسپر طرہ یہ کہ وہی عورت جو کبھی معاش و زندگی کی ضروریات مین بھی مردون کی مدد کیا کرتی تھی اور اس وقت کی زندگی اور طرز تمدن کے لحاظ سے اپنی ذات مین استقلال رکھتی تھی کہ اگر خدانخواستہ بے والی و وارث بھی رہ جائے تو یہ نہ صرف اپنی زندگی اپنے ہاتھون کی کمائی سے بسر کر لیتی تھی۔ بلکہ اسی سے دو دو چار چار بچون کو بھی پالتی تھی۔ اب پرانا چرخہ ہو چکا۔ اس وقت اس کے حق مین جو کچھ کہا جائے کم و بیش صحیح ہے۔ لیکن ایک زمانہ تھا کہ یہی چرخہ ہندوستان مین لاکھون کی دستگیری اور سالانہ ہزارون یتیمون کی پرورش کیا کرتا تھا۔

بزرگون سے سینکڑون عالی مرتبت والاشان لوگون کا حال سنا اور دو چار آنکھون سے بھی دیکھے۔ جو طفلی مین یتیم ہو گئے۔ بے سرمایہ و مددگار رہ گئے۔ مگر کسی بیوہ ماں نے اپنے لخت جگر کو اپنے نرم ہاتھون سے پالا اور فخر خاندان کر دکھایا۔ کسی نے چرخہ سے پالا پوسا

پڑھایا لکھایا اور کسی کا احسان نہ اٹھایا۔ ایسی بہت سی مثالین موجود ہین کہ صرف چکی چولہا کر
پیٹ کا ٹکر بھی شریف نادیون نے اپنی اولاد کو پالا اور اپنی عزت وآبرو کو ہر طرح برقرار رکھا
آخر بات کیا تھی صرف یہی کہ اُس زمانہ کی عورت عموماً یا کوئی نکوئی ایسا ہنر اختیار کرلیتی تھی کہ اگر قسمت
پلٹا کھاجاتی اور کوئی سر پر آن پڑتی تو وہ اُس ہنر کے ذریعہ اپنی زندگی عزت وآبرو سے بسر کرجاتی اور
اگر اولاد سامنے ہوتی تو اُسے بھی پال لیتی تھی۔ عموماً شہری عورت مین یہ صف پایا جاتا تھا اور کوئی ایسا رائج الوقت
ہنر اس کے ہاتھ مین نہوتا۔ تو بھی وہ محنت ومشقت کی عادی ہونے کی وجہ سے
ہمت نہ ہارتی۔ چرخہ کا اس زمانہ مین عام رواج تھا اور اس مین اتنی برکت تھی۔ کہ ایک
کے چرخہ مین دو دو تین تین کفایت شعاری وتنگی ترشی سے بسر کرلیتے تھے۔ اگرچہ اب یہہ
باتین دوراز عقل معلوم ہوتی ہین۔ اور ہمارے نوجوان تو اس کو باور ہی نہین کرتے۔ لیکن
یہہ واقعات ہین اور پرانے بزرگ جو ابھی زندہ ہین اور ان مین سے بعض نے اسی حالت کی
زندگی سے اُٹھکر مسند عزت وکرسی اعزاز پر قدم رکھا ہے۔ اس کے گواہ موجود ہین۔
جس کا جی چاہے پوچھ لے اور تصدیق کرلے۔

چرخہ کاتنا جو کبھی تمام ملک مین پھیلا ہوا تھا۔ یہی نہین کہ وہ مصیبت وآفت ہی کے وقت
عورتون کے کام آتا۔ اور اُن کی دستگیری کرتا تھا۔ نہین بلکہ وہ ہر وقت کا ایک مفید مشغلہ تھا۔
جو گھر غریب تھے اور جنکے مرد بقدر کفاف پیدا نہین کرسکتے تھے۔ خود اپنی ناقابلیت کی وجہ
سے یا کنبہ بڑا ہونے کے سبب سے چرخہ اُن کی معاش روزانہ کی کمی پورا کرتا۔ جاڑے اور
گرمی مین انہین پہننے کے لئے کپڑا دیتا اور یہہ بات تو اچھے اچھے گھرانون مین اب تک رہی
ہے کہ توشک۔ لحاف۔ جاجم۔ دوسوتی۔ دری۔ غالیچہ۔ کھیس اور اسی قسم کے اور موٹے
مگر مضبوط وکارآمد کپڑے گھر کے کتے ہوئے سوت ہی کے ہوتے تھے۔ اور بعض بعض مقامات
مین کم وبیش اب بھی اس کا التزام ہے۔ جہیز مین سینکڑون تھان دینے کا رواج تھا وہ
سب چرخہ کی بدولت وقت پر بے کوڑی پیسہ نکل پڑتے تھے۔ دینے دلانے کا دستور اب بھی
موجود ہے۔ لیکن اب ایک کوڑی بھر تھانون کے لئے سینکڑون روپیہ گرہ سے کھونے
پڑتے ہین۔ غرضکہ اس وقت کا حساب لگاکر دیکھہ لیا جاے تو ایک عورت اپنی عمر مین
چرخہ سے ہزارون روپیہ کا کام کرتی تھی۔ جہان لڑکی سات برس کی ہوئی اور ایک چھوٹا سا
چرخہ اس کے سامنے رکھہ دیا گیا۔ اور پھر یہہ کچھہ غریبون ہی کے ساتھہ مخصوص نہ تھا

بلکہ چرخہ امیروں رئیسوں کے گھروں میں بھی چلتا تھا۔ جن کے گھروں میں لونڈیاں۔ باندیاں ہوتیں وہ بھی چرخہ کاتتی تھیں اور اس کو عیب نہیں سمجھتی تھیں۔ لونڈیاں۔ باندیاں گھر کا کام کاج کرکے فارغ ہوتیں تو وہ بھی ایک طرف چرخہ لے بیٹھتیں۔ جو لوگ راج دربار تک میں نواب کہلاتے اور گھر کے بھی واقعی نواب تھے۔ ہمیں یقیناً معلوم ہے کہ اب سے بیس برس پہلے ان کے گھر میں بھی چرخہ چلتا تھا۔ اور بیویوں اور باندیوں کے لئے وزن مقرر تھا۔ چرخہ سے جو آمدنی ہوتی وہ عورتیں عموماً اس کو الگ رکھتیں۔ اُسے خود جس طرح چاہتیں خرچ کرتیں اور بیشتر جمع کرتی رہتی تھیں۔ جب کچھ زیادہ جمع ہو جاتا تو اس کو کسی معتبر آدمی کے ذریعہ سے کسی کام میں لگا دیتیں۔ ورنہ زیور بنا لینا تو ایک معمولی بات تھی۔ یوں وہ گھرانے بھی جو آمد و خرچ برابر رکھتے تھے آسودہ حال گھرانوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ بچہ بچہ میں تو خیر کفایت شعاری کا مادہ پیدا ہو جاتا۔ بیکاری کے وسوسوں سے عورتیں محفوظ رہتیں اور جسمانی ورزش ان کی جدا ہوتی رہتی ہے۔ یہ برکتیں تھیں۔ اُس وقت کی عورت محنت پسند ہونے کی تعلیم یافتہ و بغیر تعلیم یافتہ دونوں قسم کی عورتوں کا یہی ایک شیوہ تھا۔

جنگ ایک قدرتی قانون ہے

جب تک انسان دُنیا میں ہیں لڑائیوں کا خاتمہ نہ ہوگا۔

ماخوذ از اخبار ہندوستان لاہور ۱۲ جولائی ۱۹۱۵ء

بہت سے نیک دل انسان یقین رکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ نوع انسان کو کبھی نہ کبھی اس قدر عقل آ جائیگی کہ خونریزیاں بند ہو جائیں گی۔ جنگ ایک وحشیانہ فعل ہے جو درندوں سے مخصوص ہونا چاہیئے۔ مگر اشرف المخلوقات کو ایک دوسرے انسان کی ہلاکت پر آمادہ ہونا سخت افسوسناک حرکت ہے۔ لڑائیاں ہمیشہ تباہی بخش ہوتی ہیں۔ لاکھوں بیگناہ انسانوں پر مصیبت آجاتی ہے یتیموں اور بیواؤں کی تعداد بڑھ جاتی ہے زیادہ تر ایسے لوگوں کی جانیں فضول ضائع ہوتی ہیں کہ جو اگر تجارتی یا صنعتی یا حرفتی کاموں میں انکا لگاتے تو ملک کا فائدہ اٹھایا جاتا تو خود انکو اور دنیا کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے۔ ٹیکس دہندگان کی گاڑھی کمائی بجائے مفید کاموں کے ہلاکت انسان کے ساز و سامان میں رائگان جاتی ہے۔ اس لئے یورپ اور امریکہ کے کئی نیک نفس لوگ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ

تمام بین الاقوامی تنازعات ثالثی کے ذریعہ سے طے ہو جایا کرین - چنانچہ امریکہ نے دو درجن سے زیادہ سلطنتون کیساتھ اس قسم کے عہدنامے کر بھی لئے ہین - امید ہو چلی تھی کہ اب کوئی بڑی جنگ دنیا مین برپا نہ ہوگی - البتہ جرمنی چونکہ سالہا سال سے جنگی جہازون کی تعداد بڑھا رہا تھا اور زمانہ امن مین بھی ۴۰ لاکھ فوج کا خرچ اُٹھا رہا تھا - اس لئے اندیشہ تھا کہ ایک جنگ ضرور ہوگی اور وہ آخری ہوگی اس کے بعد مستقل امن قایم ہو جائیگا - اسی خیال سے موجودہ جنگ کو بعض اہل الرائے نے

لڑائیون کا خاتمہ کرنیوالی جنگ

کہا ہے مگر کیا سچ مچ روے زمین پر یہہ آخری لڑائی ہے ؟ یہہ گولون بارش - یہ زہریلی گیسون کا طوفان - یہہ خندقون مین لاکھون انسانون کا مہینون تک زمین دوز رہکر حریف پر گولیون کا مینہ برسانا یہ ہوائی جہازون سے بمون کا پھینکنا - حضرت انسان کا آخری کھیل ہے - اور صلح ہوتے ہی پھر یہ کبھی ہولناک منظر دیکھنے مین نہین آئین گے - کیا پھر زمین کے گولے پر خون کی ندیان نہین بہائی جائین گی - کیا سچ مچ انسان آیندہ کے لئے فرشتے بن جائین گے اور کیا ہوس ملک گیری اور دوسری قومون کو غلام بنانے کی خواہش تاجدارون کے دل سے نکل جائیگی - بالفاظ دیگر یہ کہ کیا اب

ست جگ آنے والا ہے ؟

اب آدمیون کے اطوار و خصائل ایک دم سے بدل جائین گے - آیندہ کوئی کسی کو نہین ستائیگا کوئی کسی کی زمین یا علاقہ غصب نہین کریگا - جوانی کا جوش اور طاقت کا غرور ہر ایک ملک کے جوانون کے سر سے خارج ہو جائیگا - کیا قومون کے تنازعات کا تصفیہ آیندہ تلوار کے ذریعہ نہین ہوگا - بلکہ پنچایت قانونی دلائل سے ڈگری دیدیا کریگی - بعض لوگون کا خیال ہے کہ اب ایسا ہی ہوگا - انسان نے کافی سبق حاصل کر لیا ہے - اور اس جنگ نے سب کی آنکھین کھولدی ہین کہ خون خرابہ مین فائدہ کچھ نہین ہے - مگر ہندوستان کے پارسی محب الوطن مسٹر دنشا ایڈلجی واچا فرماتے ہین کہ یہہ سب خام خیالیان ہین - مسٹر واچا اقتصادی معاملات کے ایسے زبردست ماہر ہین کہ اگر گورنمنٹ کسی ہندوستانی کو ہندوستان کا وزیر خزانہ بنانا چاہے تو ان سے زیادہ قابل آدمی ملنا مشکل ہے - آپ نے جنگ کے مسئلہ پر جو راے ظاہر کی ہے وہ ست جگ کا خواب دیکھنے والون کے لئے مایوسی بخش ضرور ہے - مگر معقولیت سے خالی نہین - آپ فرماتے ہین - کہ ساری دنیا مین آج کل ہر شخص یہی سوال کرتا ہے - کہ یہہ لڑائی کب ختم ہوگی ؟ - اس کا ایک ہی جواب ہے - پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ

جنگ کیا شے ہے؟

لڑائی اس کے سوا کچھ نہین ہے کہ یہہ ایک دوسرے ہم جنس پر غلبہ حاصل کرنے کی طبعی خواہش انسانی ہے یہ خواہش انسان کیساتھہ پیدا ہوئی ہے۔ لڑائیون کا اسیوقت خاتمہ ہوگا۔ جب نسل انسان کا خاتمہ ہو جائیگا۔ نیچر کا غور سے مطالعہ کرو سب جگہ انرجی یعنی ایک طاقت کا ظہور ہے۔ وہ کروڑون شکلون مین موجود ہے۔ جسکی بابت ہمین برائے نام علم ہے۔ نوع انسان بالفاظ سر اسحاق نیوٹن اس بچہ کے مشابہ ہے۔ جو سمندر کے کنارہ سے علم کی چند صدف یا سنکھ چن رہا ہو۔ پہاڑون کی آتش فشانی کیا ہے؟ اس کے سوا کچھ نہین کہ زمین کے نچلے طبقون مین قدرت کی پراسرار طاقتون کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ اسیطرح آسمان پر بجلی کا چمکنا۔ رعد کا کڑکنا بارش اور آندھی۔ روشنی اور تاریکی یہ تمام اس بات کا ثبوت ہین کہ انرجی اپنے مرکز کے گرد بلاتوقف طواف کر رہی ہے اور اس کی حرکت سے انواع و اقسام کے حادثات ظہور پذیر ہوتے ہین۔ انرجی ہر شے مین برسر پیکار ہے۔ جس کا نتیجہ پیدایش ہے یا فنا۔ جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے کہ پیدایش کی غرض فنا ہے انرجی کے عمل سے پہاڑ غائب ہو جاتے ہین اور وہان سمندر اور جھیلین پیدا ہو جاتی ہین۔ جھیلین اور سمندر معدوم ہو جاتے ہین۔ اور ان کی جگہہ پہاڑ کھڑے ہو جاتے ہین۔ زمین کہین سمندر مین ڈوب جاتی ہے۔ کہین سمندر کے ہٹ جانے سے ٹاپو نکل آتے ہین۔ دریا سمندر مین جا ملتے ہین۔ ستارون کے تصادم سے نئے آفتاب بن جاتے ہین اور اپنی باری سے تاریک اور بے نور ہو جاتے ہین۔ ان سب باتون کا کیا مطلب ہے۔ صرف یہ کہ ایک قسم کی انرجی دائمی طور دوسری قسم کی انرجی سے برسر جنگ رہتی ہے اور یہی کشمکش سطح زمین معدنی اور نباتاتی دنیا مین ہوتی رہتی ہے۔ نیز حیوانی دنیا مین یہہ ارتقائے والی کا عمل ہر جگہہ جاری رہتا ہے جسکی کنہ تک عقل کی رسائی نہین ہے۔ یہ ارتقا کہان سے شروع ہوتا اور کہان ختم ہوتا ہے راز سربستہ ہے۔ محدود انسان غیر محدود انرجی کے علم پر حاوی نہین ہوسکتا۔ ہم صرف اتنا جانتے ہین کہ انرجی کائنات مین پھیلی ہوئی ہے اور وہ پیدایش اور فنا کا سبب ہے ویش اور آکاش بھی انرجی کی بدلی ہوئی شکلین ہین۔ لیکن انرجی بذات خود ایک راز ہے۔

وہی انرجی انسانون مین کام کر رہی ہے۔ اجسام کے اندر ایسی ازلی طاقتین موجود ہین۔ جن کی ماہیت کا کوئی سراغ نہین لگا سکتا۔ مگر یہ طاقتین جسمانی اور اخلاقی دو قسم کی ہین۔ اخلاقی طاقتین دماغی انرجی کا نتیجہ ہین۔ زندگی کے ہر لمحہ مین یہ طاقتین ہمارے اندر

مصروف پیکار رہتی ہین۔ جن کو ہم تنازعہ کہتے ہین۔ اور یہ دائمی چیز ہے۔ اور جب یہ صورت ہے تو یہ کیون نہ تسلیم کیا جائے کہ نوع انسان کی اندرونی انرجی کی کشمکش یا تنازعہ کا بیرونی ظہور جنگ ہے اور اگر یہ درست ہے تو یہ بات خیال مین نہین آسکتی کہ انسان اپنی چند ہزار سال کی تہذیب پر کتنا ہی فخر کرے اس ابدی کشمکش سے آزاد ہونے کی کوئی صورت نکل سکتی ہے

تمام ارضی وسماوی ظہور قدرتی جنگ ہے

جو کچھ زمین اور آکاش مین نظر آتا ہے قدرتی طاقتون کی ازلی وابدی پیکار کا نتیجہ ہے۔ جنکو کوئی معطل نہین کرسکتا اور وہی قدرتی طاقتین انسانون کے اندر کام کر رہی ہین۔ اور جن کا ظاہری نتیجہ جنگ کی شکل مین ظہور پذیر ہوتا ہے۔ لڑائیان اس وقت سے ہو رہی ہین۔ جس زمانہ کی تاریخ موجود نہین اور اس وقت ختم ہونگی۔ جبکہ انرجی اور انرجی کے مابین کشمکش جاتی رہیگی۔ ورنہ ناممکن ہے۔ جب تک کائنات اور اس کے قوانین قائم ہین البتہ ایسے دور آتے ہین۔ جبکہ ظاہری لڑائیان کچھ عرصہ کے لئے بند ہو جاتی ہین لیکن وہ وقفہ عارضی ہوتا ہے۔ جب تک تمام حالات نہ بدل جائین تو ست جگ نہین آسکتا۔ جس کے ہم سب آرزومند ہین۔ لیکن ہماری یہ تمنا اس مسئلہ کو حل کرنے سے قاصر ہے۔ صدیون پر صدیون گزر گئین اور بہت سی صدیان گزرین گی۔ ذرا گزشتہ تاریخ پر نظر ڈالو کیا گزر چکا ہے ہمیشہ یہی کوشش ہوتی رہی ہے کہ حتی المقدور لڑائی نہو۔ لیکن کیا تہذیب نے انسانی خون سے جنگ کے جراثیم زایل کر دئے۔

کوئی صدی جنگ سے خالی نہین رہی

زمانہ قبل از تاریخ کی لڑائیون سے لیکر مصریون۔ اسائریون۔ ایرانیون۔ یونانیون کے معرکہ ہاے جنگ تک اور روما کے زور آزمائیون سے لیکر واٹرلو۔ کریمیا۔ سیدان ومکڈن کی لڑائیون تک بہت سے دور امن کے اور بہت سے خونریزیون کے گزرے۔ لیکن دنیا بھر کے کسی ملک مین بھی کوئی پوری صدی ایسی گزری ہے۔ جبکہ خون خرابے نہ ہوئے ہون اب رہا انسانیت اور اخلاق کا سوال سو ہم دیکھ رہے ہین کہ پانچ چھ ہزار سال مین انسانون نے جو کچھ تہذیب مین ترقی کی ہے۔ اس کا نمونہ وہ ظالمانہ حرکات ہین جو جرمنون سے سرزد ہوئے ہین۔ جن پر وحشی اقوام کو شرم آسکتی ہے۔ اور کیا سائنس نے جس پر ہمین بڑا ناز ہے ان وحشیانہ مظالم کے ہولناک تر بنانے مین اس طریقہ سے مدد نہین دی۔ جس سے امن پسند

باشندگان دہر کا خون جوش مارنے لگتا ہے۔

ترقی تہذیب سے لڑائیاں بند ہونگی

پس یہ خیال کرنا فضول ہے کہ تہذیب وشائستگی کی مزید ترقی سے لڑائیوں کا خاتمہ ہو جائیگا کیونکہ یہہ ناممکن ہے کہ انسانی خون سے اس وحشیانہ سپرٹ کو بالکل دور کردیا جائے جو وحشی درندوں شیروں - چیتوں - بھیڑیوں سے دوسرے درجہ پر اس مین ودیعت رکھی گئی ہے - لہذا انسانی معاملات سے جنگ کو مفقود کردینے کی خواہش بالکل ایسی ہے جیسی کہ یہہ خواہش کرنا کہ آفتاب سے روشنی دور ہو جاسے - مسٹر یان مسٹرواجیا نے قدرت کے اٹل قانون کو جن دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے اُن سے کوئی بھی وچاردان شخص انکار نہین کرسکتا - لیکن یہ ضرور ہے کہ اس جنگ کے بعد جس نے آج کل یورپ مین کہرام مچا رکھا ہے - امن کا وقفہ بہت طویل ہوگا - کیونکہ یہہ بھی قدرتی قانون ہے کہ انسان ایک حال پہ قانع نہین رہ سکتا - جب امن تھا تو جنگ کی امنگ پیدا ہوئی - اور لڑائی سے تھکنے کے بعد امن کی خواہش زور پکڑیگی - اس لئے خواہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے جنگ کا خاتمہ نہ ہو - اور ہمین تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ نہین ہوسکتا - لیکن یہ ضرور ہے کہ اس جنگ کے بعد امن دیرپا ہوگا ٭

سائنس اور اسلام

ماخوذ از وکیل امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۱۵ء

شیخ فیروز الدین صاحب مراد - ایم - ایس - سی - بی - اے کا ایک انگریزی مضمون عنوان قرون سے ہندوستان ریویو مین شائع ہوا ہے - جس کا ترجمہ سید محمد اختر صاحب طالب علم مدرستہ العلوم علیگڈھ نے کیا ہے ہم اس کو ناظرین کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ سے ذیل مین نقل کرتے ہین -

سائنس اور اسلام گو جداگانہ چیزین ہین لیکن وہ ایک دوسرے سے متضاد نہین ہین دونون کے اثر کے دائرے اور تحقیقات کے طریقہ بالکل مختلف ہین - لیکن کسی صورت مین متنازعہ فیہ نہین ہین -

ابتدائی زمانہ اسلام کے مسلمان سائنس کے گرویدہ تھے اور انہین سے جدید فنون اور علوم یورپ کی ابتدا ہوئی - یہہ امر محض ہماری کم علمی اور سطحی معلومات پر مبنی ہے کہ اسلام

تعلیمات اسلام اور قوانین سائنس کو ایک دوسرے سے منافی سمجھتے ہین اور یہ خیال کرتے ہین۔ کہ دونون مین مصالحت نہین ہوسکتی۔

تعریف اسلام

اسلام ایک عقلی و جمہوریت پسند مذہب ہے۔ لیکن اس مین ایک جاہل کا گزارا نہین ہے۔ کیونکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ علم حاصل کرے یہ دوسری بات ہے کہ آج کل مسلمان تعلیم کے بہت شائق نہین ہین۔ لیکن یہ خاصکر ان کی عام مذہبی بے توجہی اور بے پروائی کا ثمرہ ہے۔ یہ اُن کی کمزوری اور غلطی کی بات ہے۔ یا تو انہون نے اپنے مذہب کے اصل منشا مین غلط فہمی کی ہے۔ یا وہ قصداً جاہل بنے ہین اسلام تو وہ مذہب ہے۔ جسمین علوم اور سائنس کی تعلیم اس قدر ہے کہ غیر مسلم بھی اسکے مداح اور ثنا خوان ہین۔ پروفیسر ٹی۔ ڈبلو آرنلڈ نے اپنی کتاب اشاعت اسلام مین ایک فرانسیسی مصنف کے قول کا حوالہ دیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ "اسلام عملی اور تاریخی ہر دو اعتبار سے ایک معقول پسند مذہب ہے اور عقلیت کی اصطلاح جسکی بنا مذہبی اصولون کے دلائل اور براہین پر قائم کرتا ہے اسلام پر عین صادق آتی ہے"

تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی

یقیناً تعلیمات اسلام کی سادگی اور صفائی اس مذہب کی اشاعت مین نمایان ذرائع کامیابی مین سے ہے۔ اس امر سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ بہت سے اصول و بہتان اور نیز بہت سے توہمات جن مین پیر و مرشد کی پرستش سے لیکر تسبیح مالا اور تعویذ گنڈون کے استعمال تک شامل ہین۔ ایسے ہین جو مذہب اسلامی مین داخل ہوگئے ہین۔ لیکن اس کے اصلی جزو نہین ہین۔ جس مذہب کے اصول اس قدر بدیہی اور پیچیدگیون سے پاک ہون کہ معمولی فہم کی بھی رسائی ہوسکے تو اس کی بابت ضرور یہ گمان کیا جاسکتا ہے اور درحقیقت یہ درست بھی ہے کہ اس کے اندر انسان کے دلون کو مسخر کرنے کی عجب انگیز طاقت ہے۔

علما کی تعریف قرآن پاک سے

قرآن مجید جو کلام اللہ ہے علماء اور اُن لوگون کی تعریف سے پُر ہے۔ جو اس کی مخلوق اور خلقت ارض و سما پر غور و خوض کرتے ہین۔ وہ جو عالم ہین اور الراسخون فی العلم کی خداداد نعمتون کی قدر بہ نسبت اُن لوگون کے جو جہالت کی تاریکی سے گھرے ہوئے ہین کہین زیادہ احسن طریقہ سے کرسکتے ہین کلام پاک مین ایک آیۃ ہے۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ یعنی درحقیقت عالم لوگ خدا سے

خوف کھاتے ہین- یہان پر یہہ بھی فرمایا ہے کہ راس الحکمت مخافت اللہ یعنی اللہ کا خوف فلسفہ کی ابتدا ہے- یہ بات بالکل صاف ہے کہ جس قدر انسان معجزات آفرینش کی کنہ کو پانے کی کوشش کرتا ہے اسیقدر زیادہ وہ نظام الٰہی کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے- خالق اکبر کا تصور جس قدر زیادہ بلندی پر پہنچتا ہے اسیقدر زیادہ اس کا دل صاف ہوجاتا ہے بشرطیکہ نیم حکیم خطرۂ جان- نیم ملا خطرۂ ایمان کی مثل کا مصداق بنکر اس کا سر نہ پھر گیا ہو-

خدا کی عظمت کا اعتراف عظیم الشان منظرون مین

ایک عام مثال دینے کے لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دماغ انسانی ہموار میدانون اور روزمرہ کے نظارون مین عبادت کرنے کے بہ نسبت بڑے عظیم الشان پہاڑون اور مثل اُن کے اور رعب داب والے قدرتی منظرون مین عبادت کرنا زیادہ پسند کرتا ہے- محض اس وجہ سے کہ قدرت باری تعالیٰ کی عظمت کا خیال ہماری ہستی کو اس کی مخلوق کے بڑے سمندر کے ایک ادنیٰ قطرہ کی صورت مین دکھلا دیتا ہے- چنانچہ ایک سائنس دان جو ہر لحمہ اس جاہ و جلال والی صنعتون کے روبرو رہتا ہے اور ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی چیز مین جس کا مشاہدہ کرتا ہے- حتیٰ کہ خوردبین سے دیکھے جانے والے چھوٹے سے چھوٹے جانورا در دقیقات البرق سے لیکر بے تعداد مخفی دنیاؤن مین اسی کا ظہور پاتا ہے- بغیر ایک خدا پرست اور خدا ترس انسان بنے نہین رہ سکتا- اور ہم یقین کرتے ہین کہ یہی وہ راز ہے- جو رسول مقبول کے ہر حکم مین جو مسلمین کی رہبری کے لئے دیا- پنہان ہے-

تحصیل علم کی ہدایت

ہم کو علم سیکھنے کی نہ صرف عام ہدایت ہی کے واسطے ... ترغیب دی گئی ہے- بلکہ ہم سے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ تحصیل علم خود ایک تقویٰ اور زہد کا کام ہے اور تعلیم دینا ایک بڑی سخاوت ہے- مسلمانون کو بار بار اسرار الٰہی کے علم کے وسیلہ سے تحقیق کرنے کی تاکید کی ہے- ہم سمجھتے ہین کہ لفظ علم مجموعی طور پر استعمال کیا گیا ہے دراصل ایک مسلمان کی تعلیم کے ابتدائی مراحل علوم اسلامی کو کم از کم قرآن پاک اور احادیث شریف پر کامل دسترس حاصل کرنا ہین- لیکن اس کا علم بہ حیثیت ایک دنیاوی آدمی ہونے کے اُس وقت تکمیل کو نہ پہنچیگا- جب تک کہ وہ سائنس سیکھکر قدرت سے شناسائی نہ پیدا کرے-

مسلم عقیدہ

مسلمانون کا عقیدہ ہے- کہ اُن کے تمام کامون کا نتیجہ خیر و شر اُن کی نیک و بدنیت پر مبنی ہے- "الاعمال بالنیات" اس لئے اگر ایک

مسلمان سائنس اس غرض سے سیکھتا ہے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی قدرت سے زیادہ واقفیت پیدا کرے تو اس کو اس کی نیت کے مطابق ہی انعام ملتا ہے اور یہی باعث ہے کہ ہم کو خدا اور رسول علم کے حقیقی طالب بننے کا حکم دیتے ہین۔

حوالہ احادیث

ہم یہان چند احادیث نقل کرتے ہین۔ جو سائنس کی عظمت پر دال ہین۔ اور طالب علم کو مسلمانون کے لئے لازمی قرار دیتے ہین

لاحسد الا فی اثنین رجل اتاہ اللہ مالا فسلطہ علیٰ ہلکتہ فی الحق ورجل اتاہ اللہ الحکمۃ فہو یقضی بہا و یعلمہا۔ یعنی دو شخص دراصل قابل رشک ہین۔ ایک تو وہ جو دولت مند ہے اور اپنی دولت کو نیک راستون مین صرف کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ جسکو خدا نے فلسفہ کی نعمت عطا کی ہے۔ اور وہ اس کے مطابق اپنے کام کرتا ہے اور دوسرون کو بھی اس کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کی قلت اور قحط قرب قیامت کے آثارون مین بیان کئے گئے ہین۔

علم کی برتری ایک نرالا پیرایہ

فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلۃ البدر علی سائر الکواکب وان العلماء ورثۃ الانبیاء۔ یعنی ایک عالم کی عابد پر برتری کی ایسی مثال ہے۔ جیسے پورے چاند کی ستارون پر اور عالم لوگ انبیاء کے وارث ہین۔ تمام مسلمانون پر تحصیل علم لازمی ہے۔ ابوہریرہ سے روایت ہے۔ عن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا مات الانسان انقطع علیہ وعلمہ الا من ثلثۃ من صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ یعنی ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آن حضرت نے فرمایا۔ کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کو تین چیزون کے علاوہ اور ہر چیز کا صلہ بند ہو جاتا۔ اور تین چیزین۔ ایک کوئی ایسی سخاوت جو قائم رہنے والی ہو مثلاً مسجد۔ کنوان وغیرہ وغیرہ۔ دوئم وہ علم اور تجربات جو انسان کے واسطے مفید ہون۔ مثلاً کوئی تصنیف یا کوئی ایجاد یا تحقیق اور تیسری چیز اولاد صالح ہے۔ ماسوا اس کے علم کے مفاد اور ضرورت پر زور دینے کے لئے یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک طالب علم کی روشنائی ایک شہید کے خون سے زیادہ متبرک ہے اور نیز یہ کہ من خرج فی طلب العلم فہو فی سبیل اللہ حتیٰ ترجع۔ یعنی جو شخص اپنے وطن کو علم کی تلاش کے لئے چھوڑتا ہے۔ وہ تا دم واپسی راہ خدا مین سفر کرتا ہے۔ خالق کے انتظام اور قدرت پر ایک گھنٹہ کا مراقبہ ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے مسلمانون کو ان علوم کی تحصیل کی طرف بے حد متوجہ ہونا چاہیئے۔ جن سے تعلیمات اسلام کا کچھ بھی تعلق ہے کیونکہ رسول مقبول صلعم کا قول ہے۔ کہ جو شخص اسلام کی طرفداری کی غرض سے حصول علم مین فنا

ہو جاتا ہے۔ اُس کے اور پیغمبرون کے درمیان بہشت مین صرف ایک درجہ کا فرق ہوگا۔
من جاءہ الموت وہو یطلب العلم یحی بہ الاسلام فبینہ وبین النبیین درجۃ واحدۃ فی الجنۃ۔

علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز

اور آخر مین علم کے ناجائز استعمال سے پرہیز اور بچاؤ کرنے کے لئے رسول مقبول صلعم فرماتے ہین۔
الا ان شرالشر شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء۔ یعنی علما کا بد ہونا ان کو بد سے بدتر کر دیتا ہے اور انکا باعمل اور نیک ہونا افضل سے افضل تر کر دیتا ہے۔

اصل منشاء اسلام

اوپر بیان شدہ حوالہ قرآن مجید و حدیث سے یہ بات بالکل عیان ہے کہ اسلام کا خاص منشاء ہرگز حصول علم کے منافی نہین ہے۔ بلکہ سائینس کا مطالعہ مسلمانون کے واسطے خاص طور پر مفید بتلایا گیا ہے۔

قرون اولی کے مسلمانون کا علمی شوق

ہم اپنے ایک دوسرے مضمون سیرت اسلامی مین کسی قدر تفصیل کیساتھ قرون اولی کے مسلمانون مین علم کے صادق طالبعلمون کی چند مثالون کا تذکرہ کر چکے ہین۔ اب کوئی اسلامی تاریخ لے لیجائے۔ اس مین آپ کو بہت سے ایسے لوگ نظر آئین گے۔ جنہون نے تمام عمر سائنس کی تکمیل مین صرف کر دی انہون نے پیدل ہی ہزار دن میل کا سفر محض اُن جڑی بوٹیون کے خواص جاننے کی غرض سے کیا۔ جو اُن کے ملک مین نہین پائی جاتی تہین۔ فی الحقیقت انہین لوگون مین علمی جوش تھا۔

ہماری جہالت کی وجہ

ہمارے موجودہ تنفر علمی کی وجہ محض ہمارے قابل افسوس مذہبی بے توجہی ہے۔ قرون اولی کے مسلمان اپنے مذہبی علوم فنون مین کامل مہارت رکہتے تہے اور اس وجہ سے تحصیل علم مین کوشان تہے
خلیفہ منصور اور حقیقت مین چند اور مسلمان حکمران بھی سائینس کے بڑے شائق تہے۔
اُنکے یہان اُنکے ذاتی رصد خانہ تھے۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ بادشاہ شارلمین شاہ فرانس نے مسلمانون سے ایک نادر تحفہ حاصل کیا تہا۔ یہہ تحفہ بارہ دروازون کی گہڑی تہی۔ جس مین ہر گہنٹہ کے گزرنے پر ایک سوار ہر دروازہ سے نکل آتا تہا۔ جس سے دن کے اوقات کا اندازہ کیا جاتا تہا۔ فرانس کے درباری اس تعجب خیز گہڑی کی ساخت کے سمجھنے سے قاصر تھے۔

علم ہئیت

علم ہئیت کا مسلمانون نے خاص طور پر مطالعہ کیا تہا۔ اور زمین کے قطر کی پیمائش

منصور کے عہد میں ایک نہایت آسان طریقہ سے کی گئی تھی یعنی ایک مقررہ فاصلہ میں مسافت طے کرنے کے بعد قطب ستارہ سے جا ے مقام میں جو فرق ہو جاتا تھا۔ اس کے فاصلہ کو ناپ لیا جاتا تھا۔

عربی اعداد

وہ اعداد جن کو عربی اعداد سے موسوم کرتے ہیں۔ قرن اولی کے مسلمانوں کے علمی عروج کی قائم رہنے والی یادگار ہیں۔ ڈاکٹر الفریڈ رسنیل ولیس کا خیال ہے کہ انسان نے تمام قرنوں میں صرف بیس معلومات اور اختراعات اول درجہ کی کی ہیں (کتاب عجیب وغریب صدی نہم۔ ۲۰۰ صفحہ قیمت فی جلد ۱۰ آنہ دفتر العصر منیروا پریس لکھنؤ) وہ اس میں سے تیرہ کا شمار انیسویں صدی عیسوی میں کرتا ہے اور صرف سات کی بابت لکھتا ہے کہ یہ وہ ہیں۔ جن کی تحصیل انسان نے تمام پچھلے زمانوں میں کی ہے۔ ان سات میں میں نے عربی اعداد کو ایک نہایت ممتاز جگہ دی ہے۔ اگر ہم ایک لمحہ کے واسطے اس اعدادی پیمانہ کے فوائد پر غور کریں اور پہلے زمانہ کے تکلیف دہ طریقہ شمار کے مقابلہ میں اس کی سادگی اور سہولت کا اندازہ لگائیں اور نیز اس واقعہ پر خیال کریں کہ عربی طریقہ کی ان ایام تبدیلی و ترقی تک میں بھی کوئی اصلاح نہیں ہوئی تو ہمکو معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرون اولی کے مسلمانوں کے علمی شوق کا دنیا پر ایک گران بار احسان ہے۔ اور ہم یقین کرتے ہیں کہ ڈاکٹر ویلس نے جو اس کو تاریخ تہذیب میں انسان کی عظیم الشان کامیابیوں میں شمار کیا ہے۔ تو بالکل حق بجانب ہے اگر عربوں کے ایجاد کردہ حروف تہجی و اعداد شمار نہ ہوتے تو دنیا کی ترقی میں بڑی بھاری رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

علم جبر و مقابلہ و کیمیا

نیز جیسا کہ خود لفظ الجبرا سے ظاہر ہوتا ہے۔ جبر و مقابلہ مسلم ذہانت ہی کا نتیجہ ہے۔ موسیٰ ابن جابر کا کمال علم کیمیا میں کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اس زمانہ میں چھاپہ خانہ کی قسم سے کوئی چیز نہ تھی اس وجہ سے بہت افسوس ہے کہ مسلمان اُن خزانوں کو کھو بیٹھے۔ جن کو اُن کے آباو اجداد نے بڑی محنت و جانفشانی سے حاصل کیا تھا۔ ان کی طلب علم اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ وہ اُن لوگوں کو جو علم ہیئت اور علم تشریح الابدان میں کامل دسترس نہ رکھتے ذات باری تعالی کو اچھی طرح پہچاننے کے لائق نہ سمجھتے تھے۔ من لم یعرف الہیئۃ والتشریح

فہو عنہن فی معرکتہ اللہ۔

یورپ کا اخلاقی تنزل جب یورپ کی مسیحی سلطنتیں اخلاقی طور پر تنزل پذیر حالت میں آ گئیں اور بابہیات سائینس کا معیار انجیل تھی تب یہ مسلمانوں ہی کا کام تھا کہ انہوں نے سائنس کا مطالعہ جاری رکھا اور اس کو یورپ کے قرون مظلمہ کی حرام موت سے بچایا۔ ایک مشہور فلسفی (شمس العلما علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے مراد ہے) کا نہایت محققانہ قول ہے کہ یونانی فلسفہ اور جدید سائنس کے درمیان ایک ناقابل گزر دریا حائل ہے اور دونوں کے درمیان اگر کوئی رابطہ اتصال ہے تو وہ فلسفہ اسلام ہے۔ ڈاکٹر ڈ ہیریل کے قول کے مطابق قرون وسطی میں یورپ کے اوپر ایک جہالت کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ خیالات فاسد ہو گئے تھے۔ اور جیسا کہ ہمیشہ ہوتا ہے۔ اجتہادات مذہبی و مسائل سائنس بلا دلیل قبول کرانے سے علمی روح بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ قدرتی واقعات بجائے اس کے طبیعی اسباب سے منسوب کئے جاتے۔ اخلاقی وجود سے ہم رشتہ سمجھے جاتے تھے۔ اور قوت متخیلہ نے علمی غور و خوض کی جگہ لیلی تھی۔ چونکہ پاتال کے رہنے والوں کا انجیل میں کہیں تذکرہ نہ تھا۔ اس لئے ان کے وجود سے انکار کیا جاتا تھا۔ جب اس طرح رکاوٹیں پیدا کی گئی تھیں تو سائینس کے ابھرنے کی کیا امید کی جا سکتی تھی۔ بالآخر یورپ میں ایک مدت دراز تک علمی تحقیق کا مذاق قطعی بند رہا۔ جس کا نتیجہ دماغی سستی اور بیکاری نکلا۔

سیر و سیاحت

(ایک انگریزی کتاب کی مدد سے)

(ماخوذ از مشرق ۳ اگست ۱۹۱۵ء)

بچہ آنکھ کھولتے ہی اس دنیا کو دیکھتا ہے اور اس کو ہر چیز ایسی پیاری اور دلکش معلوم ہوتی ہے کہ شروع سے ہی فریفتہ ہو جاتا ہے۔ تمام عمر دیکھتا ہے مگر سیری نہیں ہوتی ؎

بزم جہان سے اٹھنے کو دل چاہتا نہیں ثابت یہ ہے کہ یار بھی اس انجمن میں ہے

ہر شخص کی یہ آرزو ہوتی ہے کہ اگر خدا دے تو تمام دنیا کی سیر کرتا پھروں۔ سچ بھی یوں کہ انسان نے جس قدر عقل و فہم میں ترقی کی ہے وہ زیادہ تر اس دنیا کے تماشے اور حالات

دیکھنے اور سُننے کا یہی نتیجہ ہے اور ماحصل زندگی بھی یہی ہے کہ دنیا کو غور سے دیکھے اور سمجھے اور جو تجربہ اس طرح حاصل ہو اُس کو پسماندون کی رہبری کے لئے چھوڑ جائے۔

چنانچہ قدیم الایام سے ایسے ہزارہا آدمی ہوتے چلے آئے ہین۔ جنھون نے ابنائے جنس کے واسطے اس خدمت کو انجام دینے کی کوشش کی ہے یہ سچ ہے کہ انھون نے اس خدمت کو انجام دینے مین اپنے لئے بھی وہ نام اور دولت جمع کر لی جو عوام کو نصیب نہین ہوتی۔ مگر انہین کے نقش قدم کی برکت ہے کہ انسان آج کے دن اُس اوج کمال پر پہنچ گیا ہے۔ جسکو خیال کرنے سے عقل خیرہ ہوتی ہے۔ ترقی چونکہ نہایت آہستہ آہستہ وقوع مین آئی۔ اس لئے زیادہ حیرت انگیز چاہے نہ معلوم ہوتی ہو۔ مگر جو شخص زمانہ قدیم کے حالات کو حال کے واقعات اور کیفیتون سے مقابلہ کرکے دیکھے گا وہ ضرور پکار اُٹھے گا ؎

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

دنیا اب بھی بڑا بھاری طلسم ہے جسکے حقیقی واقعات اس درجہ حیرت افزا ہین کہ ان کے سامنے قصص خیالی کی کچھ حیثیت ہی نہین۔ مگر ایک زمانہ تھا کہ انسان محض نارسائی کی وجہ سے اس کے متعلق ایسے اٹکل پچو افسانے ماننے کو تیار تھا جو اب سراسر بے اصل اور مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہین۔ اس زمانہ مین سیاح بھی اُسی قسم کے ہوتے تھے۔ وہ لوگ اِس عالم کو نظام قدرت کا تابع کم تصور کرتے تھے۔ اُن کو شاید بخوبی یقین نہ تھا کہ یہان کی ہر بات اٹل قاعدون کی پابند ہے۔ جن مین کبھی بال برابر بھی فرق نہین ہو سکتا۔ بلکہ وہ اس کو اس نظر سے دیکھتے تھے۔ جس نظر سے بچے بازیگرون کا تماشہ دیکھا کرتے ہین۔ واقعات کا تسلسل اُن کی نظر مین اس قدر نمایان نہ تھا۔ جیسا اب ہوتا جاتا ہے۔ اس وجہ سے اکثر امور بالکل بے ربط و بے تعلق معلوم ہوتے تھے۔ جب قانون قدرت کا دل مین خیال ہی ضعیف تھا تو بظاہر جو ہو جائے وہ ممکن اور جو کہہ دیا جائے وہ آمنا صدقنا تھا۔ چون و چرا کی کسی امر مین گنجایش ہی نہ تھی۔ تجربہ کی وسعت الجھن مین ضرور ڈالتی رہتی تھی۔ مگر کوشش کرنے پر بھی جب تھاہ نہین ملتی تو یہی کہہ دیا جاتا تھا۔ کچھ عجب کھیل ہین گے دانا گرہ مین نواح کے۔

اس زمانہ مین بیشک سیر و سیاحت کی آنکھ بہت بدل گئی۔ یہہ نہین ہے کہ دنیا کی بوالعجبیت کچھ کم ہو گئی ہو بلکہ میرے خیال مین دیکھنے والی آنکھ کے لئے اب اس پیرزال کے انداز و کرشمے وہ بلا کے نشتر ہو گئے ہین کہ دل مین اُترتے ہی چلے جاتے ہین کہین

رکنا جانتے ہی نہین۔ لیکن وقیانوسی شتر غمزون سے اب طبیعت محظوظ نہین ہوتی۔ کیونکہ دل مین تو اُس کے حسن لازوال کی ایک ادا رہی اداکھب گئی ہے۔ دنیا کو پیرزال تو مین نے رسماً کہہ دیا ورنہ چشم بددور ابھی تو یہہ بھی نہین کہا جاسکتا کہ اس آفت جان کا بچپن جاچکا ہے اور عہد شباب شروع ہوگیا ؎

خدا جانے یہہ دُنیا جلوہ گاہ ناز ہے کس کی — ہزارون اُٹھ گئے رونق وہی باقی ہے مجلس کی

مگر ہان ایک زمانہ تھا کہ سیاحون کے قصّے اس قسم کے ہوا کرتے تھے۔ مثلاً یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حیوانات و نباتات جدا نہین ہین۔ کہا جاتا تھا کہ دنیا مین نباتاتی بھیڑ ہی ہوتی ہے یہہ فی الحقیقت ایک پشمینہ دار پودہ تھا۔ تعجب دلانے کی غرض سے بھیڑ کہدیا۔ اسیطرح اژدہون کے عجیب عجیب افسانے بیان کئے جاتے تھے ان کا ذکر بچون کی کہانیون مین اب تک چلا جاتا ہے۔ ایک اور جانور کے لئے مشہور تھا کہ جس آدمی کی نظر اس پر جا پڑتی ہے وہ فوراً مرجاتا ہے حالانکہ وہ چھپکلی کی قسم کا نہایت بے ضرر جانور تھا۔ سیمرغ کی نسبت بیان کیا جاتا تھا کہ وہ ایک ایک ہاتھی دونون پنجون مین اور ایک چونچ مین لیکر اُڑجاتا تھا۔

سرجون ڈی مونڈیول کے عجیب عجیب قصے ایک زمانہ تک ولایت مین پھیلے رہے۔ ان سے کسی مسخرے نے کہدیا کہ ایک درخت مین ایسی پھلی لگتی ہے۔ جسکے اندر سے شُتر برہ یعنی بھیڑ کا بچہ نکلتا ہے۔ آپ نے اس پر نہایت متانت سے فرمایا کہ یہہ کون سی تعجب کی بات ہے۔ ہمارے ملک مین ایسے درخت ہین۔ جن کے پھل اُڑتی ہوئی چڑیان بنجاتے ہین۔ اور کھانے مین بھی نہایت لذیذ ہوتے ہین۔ اُن مین سے جو پانی مین گرتا ہے وہ زندہ رہتا ہے اور جو زمین پر گرتا ہے۔ وہ مرجاتا ہے۔

تیرھوین صدی مین ایک شخص مارکوپولو وینس مین ہوا تھا۔ اس نے چین سماترہ وغیرہ بہت دور دور کے ملکون کی سیر کی تھی۔ اس نے واقع مین بہت کچھ دیکھا تھا۔ مگر جتنی باتین اس نے بیان کی ہین وہ سب اس کی دیکھی ہوئی نہین۔ کتنے ہی پرانے قصون کو تو اس نے غلط بتایا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ گینڈے کی نسبت جو یہہ مشہور ہے کہ وہ خوبصورت دوشیزہ لڑکی کے ہاتھ خوشی سے آجاتا ہے یہ غلط ہے۔ مگر خود بدولت یون فرماتے ہین کہ دنیا مین مین نے ایسے بھی آدمی دیکھے ہین۔ جن کے دم ہوتی ہے۔ شاید چینیون کی چوٹی کو دم سے تعبیر کردیا ہو مگر اس سے بھی بڑھکر آپ فرماتے ہین کہ مین نے بغیر سر کے بھی آدمی دیکھے۔ یہ ذکر اس سنجیدگی سے

کیا ہے کہ بیان کرتے وقت ذرا سی مسکراہٹ بھی چہرہ پر نہ معلوم ہوئی ہوگی۔
ان کے بعد ایسے سیاح ہوئے۔ جنہوں نے چل پھر کر دنیا کو بہت دیکھا اور اتنے واقعات جمع کئے کہ اُن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ مگر وہ لوگ اپنی قوت ممیزہ سے کام لینے میں قاصر رہے۔ شترمرغ کی طرح اُن کی بھوک تو بہت بڑی ہوئی تھی۔ مگر ہاضمہ کی قوت اس کے مطابق نہ تھی۔ ایک بات ضرور ہے۔ انہوں نے صرف ایسی ہی باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو فی الواقع دیکھی تھیں۔ دل سے جھوٹے سچے افسانے گھڑنے سے احتراز کیا ہے۔
تیسرے دور کے سیاحوں نے اگلی پچھلی واقفیت کو ترتیب دینا شروع کیا۔ ان لوگوں نے بھی حتی المقدور بہت محنتیں کیں اور بہت کچھ کر گئے۔ مگر اب اُن کا کیا دُہرانا۔ بازیچہ اطفال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اسی دور میں الیگزینڈر خون ہمبولٹ بھی تھا۔ جس کی تصانیف حال نے محققین کو بھی بہت بڑی مدد پہنچائی ہے اور اُن کے لئے بہت سا راستہ صاف کر دیا۔
چوتھا دور ایسے سیاحوں کا تھا۔ جنہوں نے علم کی کسی ایک شاخ کو اپنا مقصد بنا لیا اور اُسی کو پیش نظر رکھکر دنیا کا گشت کرتے پھرے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انہوں نے ہمیشہ اپنے مقصود پر ہی نظر رکھی۔ اور دوسری تمام باتوں کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں۔ بلکہ بعض وقت ایسا بھی ہوا ہے کہ چلے تو حیوانات کے متعلق واقفیت بڑھانے اور واپس آئے تو علم انسان میں بھی بہار پیدا کر لائے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمہ گیر طبیعتیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور جو ایسی ہوتی بھی ہیں۔ اُن کی نظر غائر نہیں ہوتی۔ اس لئے خاص ہی خاص علوم میں اضافہ کرنے کی غرض سے اکثر لوگ اپنے گھر سے نکلے ہیں اور مدت دراز کے بعد نہایت کامیابی کیساتھ واپس آئے ہیں۔ کبھی کبھی خرش بازنیامد کا مضمون بھی پیش آگیا ہے۔ مگر ایسے سانحات بعد کے شیدائیوں کی ہمت پست نہ کر سکے۔
روئے زمین کی تحقیقات بھی کچھ کم دلیری و مردانگی کا کام نہ تھا۔ مگر ان سے بھی بڑھکر وہ لوگ ہوئے جنہوں نے سمندر کی گہرائیوں کی چھان بین پر کمر باندھی۔ کتابوں کے پڑھنے والے بہت سے حالات پڑھ جاتے ہیں۔ مگر اُن میں سے کتنے ایسے ہوتے ہیں۔ جو اس بات کا بھی خیال کرتے ہونگے کہ جو حالات وہ پڑھ رہے ہیں۔ وہ کیسی جانبازیوں کا نتیجہ ہیں۔ بعض چیزیں خود تعجب خیز ہوتی ہیں۔ مگر بعض خود تو ایسی نہیں ہوتیں۔ لیکن جس طریقہ سے وہ یا ان کی واقفیت حاصل کی گئی۔ وہ ممکن ہے کہ نہایت حیرت انگیز ہو۔ اگر اس وقت کوئی شخص صرف اس قسم کے حالات کو

جمع کرکے ایک کتاب کی صورت مین تیار کر دے تو وہ ایک نادر مجمع العجائبات ہو جائے اور شاید ایسی دل چسپ ثابت ہو کہ بہترین ناول بھی اس اعتبار سے اس پر فوق نہ لیجا سکین۔

کون جانتا تھا کہ سمندر کی تہ مین ہزارون گز کی گہرائی پر بھی کوئی شے جاندار ہوگی اور اگر سمندر مین برقی تار پھیلانے کی ضرورت نہ پڑتی تو شاید اس کی واقفیت ہوتی ہی نہین۔ مگر اس ضرورت نے اتفاقیہ کچھہ تحت الثرائیون سے دوچار کر دیا۔ پھر تو کھوج لگانے والون کا تانتا بندھ گیا۔ اور انھون نے اپنی محنتون کا عجیب ثمرہ پایا۔ اس کا لطف علم حیوانات کے ناظرین کو بے اندازہ حاصل ہو سکتا ہے سمندر کی تحقیقات تو بہت کچھہ ہو چکی اور ابھی جاری ہے۔ مگر اب پروازون نے انسان کو عالم بالا پر پہنچا دیا۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس سیر سے کیا کیا شگوفے کھلتے ہین۔ کچھہ حالات تو اب بھی معلوم کرلئے گئے ہین ناظرین مین معذرہون کہ ہندستانی زبان کی کتابون کا مین نام نہین بتا سکتا۔ جن مین ایسی تحقیقات کے حالات آپ پڑھکر محظوظ ہو سکین۔ کیونکہ جہان تک میرے علم کی رسائی ہے مین خیال کرتا ہون کہ ایسی کتابین ہماری مادری زبان مین ابھی تیار ہی نہین ہوئی ہین۔ افسوس ہے کہ کیسی معصوم نعمتون اور برکتون سے ہم سلوگ محض پسماندگی کی وجہ سے محروم ہین۔ یورپی زبانون کی کتابین ان خزانون سے بھری پڑی ہین۔ مشتے نمونہ از خروارے۔ مین اس وقت کچھہ دل چسپ حالات جناب کے گوش گزار کرنے کی اجازت چاہتا ہون۔

معلوم نہین آپ نے کبھی ملک لاپ لینڈ کا نام بھی سنا ہے یا نہین۔ یہ ایک خطہ یورپ کے شمال مین ہے۔ تکلیف تو ہوگی۔ مگر ایک نظر یورپ کے نقشہ پر بھی مہربانی فرماکر ڈال لیجیے۔ نہایت ممنون ہون گا۔ دیکھیے روس اور جرمنی کے اوپر فنلینڈ۔ سوئیڈن اور نوروے تین ملک نظر آتے ہین۔ انھین تینون کا شمالی حصہ لاپ لینڈ ہے۔ اس مین قوم لاپ آباد ہے۔ اب یہ ایک ملک نہین ہے۔ بلکہ تین سلطنتون مین منقسم ہے۔ کچھہ روس کے تحت مین آ گیا ہے۔ باقی سوئڈن اور نوروے مین شامل ہے۔ اس حصہ مین پہاڑ زیادہ تر ہین۔ مغربی ساحل پر بیشمار کھاڑیان اور کھونسلے پڑگئے۔ وادیان نہایت گہری اور تنگ ہین۔ جن مین نوروے کے برفیلے ر [illegible] یا برقی دریا پائے جاتے ہین۔ مشرق مین جھیلین بکثرت ہین۔ انھین مین ہو کر آمد و رفت بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ اردگرد کے جنگلون مین تو راستہ کا یاد رکھنا دشوار ہوتا ہے مگر جھیلون مین بھی اس بلا کے طوفان اٹھتے رہتے ہین۔ کہ کشتیون کی سلامتی ہردم معرض خطر مین رہتی ہے۔

گانوٗن مین لکڑی کے مکانات ہوتے ہین - جو گرمیون مین عموماً خالی پڑے رہتے ہین - البتہ جاڑون
مین آباد و معمور ہو جاتے ہین - تانبے کی کانین بھی ایک پہاڑ مین ہین اور لوہا تو بہت ہی افراط کے
ساتھ پایا جاتا ہے - لکڑی کی تو کچھ انتہا ہی نہین ہے - درختون مین میوہ جات تو نہین لگتے -
مگر بیر کی قسم کے پھل بکثرت ہوتے ہین جو کھائے بھی جاتے ہین - دریاؤن اور جھیلون مین مچھلیان
بہت قسم کی ہین - چونکہ قطب شمالی کے قریب ہے - اِس لئے آب و ہوا بھی نہایت سرد ہے -
شمالی حصون مین گرمی کے موسم مین دو تین مہینے تک برابر دن رہتا ہے اور جاڑون مین اُتنی
ہی لمبی رات ہوتی ہے - گویا گرمیون مین سورج چھپتا نہین - اور جاڑون مین نظر نہین آتا - دسمبر
اور جنوری کے مہینون مین شمال کی طرف بس صبح صادق کی سی کچھ جھلک معلوم ہوا کرتی ہے
فروری مین صرف چند گھنٹون کے لئے دن نکلتا ہے - اس طرح بڑھتے بڑھتے جون کے مہینے
مین برابر دن رہتا ہے - رات ہوتی ہی نہین - جیسے جیسے دن بڑھتا ہے - ٹھنڈ بھی کم ہوتی
جاتی ہے - اپریل مین درختون کی شاخون سے برف پگھل پگھل کر گرنے لگتی ہے - مئی مین بہار کا
موسم ہوتا ہے - پھول کھلتے ہین - جون مین جھیلون کی برف بھی پگھل جاتی ہے - جنگلون کے
درختون کی پتیان نکلنے لگتی ہین - جولائی مین خوب گرمی رہتی ہے - اگست مین مینہ برستا ہے
فصل بھی اسی زمانہ مین کٹتی ہے - ستمبر اکتوبر مین سردی کی علامتین نمودار ہوتی ہین - نومبر
مین بھرا بھر جاڑا ہوتا ہے -

لاپون مین ایک روایت چلی آتی ہے - وہ کہتے ہین کہ خدا نے دنیا کو نہایت خوبصورت بنایا -
اور اس کو دیکھکر اپنے دل مین بڑا خوش ہو رہا تھا کہ شیطان نے تباہ کرنے کی غرض سے اُسپر
ایک بہت بھاری پتھر پھینکا - مگر خدا نے اپنے ایک فرشتہ کو فوراً حکم دیا کہ اُس پتھر سے دنیا کو بچائے
پتھر کے گرنے سے پہلے فرشتہ آپہنچا اور زمین کو بچا لیا - پتھر سمندر مین جا گرا اور صدمہ سے
پارہ پارہ ہو گیا ہے - کچھ ٹکڑے تو ڈوب گئے کچھ نظر آتے رہے - خدا کو ان پتھر کی چوٹیون پر رحم آیا اور
اُن کو مٹی سے ڈھانکنا چاہا - تاکہ اُن پر بھی پیداوار ہونے لگے - لیکن مٹی بہت تھوڑی سی رہ گئی
تھی اس وجہ سے کہین کہین تو پھیل سکی باقی چٹانین کھلی رہ گئین -

وہی شیطان کا پھینکا ہوا پتھر بعد مین ناروے اور سوئیڈن کہلانے لگا - چھوٹے چھوٹے ٹکڑے
جو اُس پاس گرے تھے - وہ بیشمار ٹاپو اور ٹیلے بن گئے - جن جن مقامات پر مٹی پھیلا دی گئی تھی - وہ تو
کسی قدر زرخیز ہو گئے - باقی تمام بنجر ہی رہے -

اِس روایت کا لطف اس وقت آئے جب کوئی جاکر اس خطہ کو اپنی آنکھ سے دیکھے۔ اس کے بغیر اُس کی واقعیت کا اندازہ مشکل سے ہوسکتا ہے اور نہ یہہ معلوم ہوسکتا ہے کہ ان نیم وحشیون نے اپنے ملک کی اصلی حالت کو کس سادگی سے بیان کردیا ہے۔ ہے تو یون کہ سارا ملک عجیب ہے اور اس کی کھاڑیان عجیب تر ہین۔ ان سب سے زیادہ تعجب خیز اُن ٹاپوؤن کا حلقہ ہے۔ جو چار دن طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ مختصر یہہ کہ یہان کے منظر عجیب وغریب ہین۔ جن کو آنکھ کے سامنے پیش کرنے سے قلم عاجز ہے۔

بمقابلہ جنوب کے شمال مین زراعت بہت کم ہے مگر آپ کو یہہ سنکر تعجب ہوگا۔ کہ جس قدر شمال کی جانب جاے مکانات فراخ بلند اور خوبصورت ملین گے۔ اُن کے گرد وپیش کھیت تو نہین ہین۔ مگر چھوٹے چھوٹے باغ ضرور ہین۔ اور جو جزیرے یا ٹاپو بہت چھوٹے ہین انہین پر نہایت عالیشان مکانات ہین۔ حالانکہ زمین وہان اس قدر کم ہے کہ باغ بھی بمشکل سرسبز رہتے ہین چٹانین ہی چٹانین ہین۔ جن پر گھانس بھی نہین پنپتی۔ یہ کل کیفیتین بالکل معمہ معلوم ہوتی ہین اور اس وقت تک سمجھہ مین نہین آسکتین جب تک یہہ نہ معلوم ہو کہ وہان کے باشندے زمین کی ذبیدا وار سے متمتع نہین ہوتے بلکہ اُن کی فصل سمندر کی سطح پر پیدا ہوتی ہے۔ اُن کو جوتنے بونے کی محنت نہین اُٹھانی پڑتی۔ بلکہ جاڑون مین پکی پکائی تیار کھیتیان مل جاتی ہین جن کو وہ کاٹ لاتے ہین۔ یہہ وہ زمانہ ہوتا ہے۔ جب رات کی عملداری ہوتی ہے اور دھوپ کے بجائے صرف چاندنی میسر آتی ہے۔

ساحل نورویے کے باشندے ستمبر کے مہینہ سے اس شمالی خداداد فصل کو کاٹکر لانے کی تیاریان کرتے ہین۔ ہر قصبہ ہر گانون اور ہر قریہ سے اُن جزائر اور ٹاپوؤن کی طرف روانہ ہوتے ہین۔ جو قطبی حدود کے اندر ہین۔ وہان پہونچکر مناسب خلیج اور کھاڑیون مین مہینون لنگر ڈالے پڑے رہتے ہین۔ بعض تو جہازون مین ہی رہتے ہین۔ مگر جن کے مکانات ہین وہ اُن مین فروکش ہوتے ہین۔ قیام کے زمانے مین بخشش ایزدی اکٹھی کرکے کچھہ عرصہ بعد اپنے وطن کو واپس چلے آتے ہین گرمیون مین یہ مقامات اسی وجہ سے بالکل ویران پڑے رہتے ہین۔ ایک ہو کا عالم ہوتا ہے۔ کیونکہ صورت انسان بہت کمیاب ہوجاتی ہے۔ مگر جاڑے دن مین یہ جزیرے اور ٹاپو نہایت آباد معلوم ہوتے ہین۔ رات دن ایک عجیب قسم کی چہل پہل رہتی ہے ہان مین بھولا۔ دن تو اُس زمانہ مین ہوتا ہی نہین ہے۔ اگر ہوتا بھی ہے تو بالکل براے نام۔

اس لئے فعلی شب دراز اُن کے لئے شب برات ہو جاتی ہے - یہہ وہ لمبی رات ہے جس کا ہم لوگون کو تجربہ ہوتا تو درکنار ہمارے شاعرون کے خیال مین بھی نہین وہ تو اسی بارہ چودہ گھنٹے کی رات کو ابر کی طرح کھینچ کھینچ کر فرداے قیامت سے ملایا کرتے ہین -

اب سمجہہ مین آیا کہ وہ بلند اور فراخ مکانات یہان کیون ہین جاڑون مین آدمیون کی وہ کثرت ہو جاتی ہے کہ اُن مکانون مین سما ہی نہین سکتے - بہتون کو مجبوراً جہازون مین رہنا پڑتا ہے - کچہہ لوگ وقت کاٹنے کے لئے کنارون پر عارضی جہونپڑیان ڈال لیتے ہین - بڑے دن کے قریب یہان بڑا ہجوم ہوتا ہے - کیونکہ اسی زمانہ مین برابر کئی ہفتون تک سمندر اپنے جاندار خزانے اُگلا کرتا ہے -

آپ کو زیادہ انتظار مین نہ رکہین - لاے کہہ ہی دین ایک خواہش ہے - جو تمام جاندارون مین پائی جاتی ہے اور جو اس قدر قوی ہے کہ شائد دوسری کوئی خواہش اس کی برابری نہین کر سکتی - آپ شائد سمجہہ گئے ہون گے - کہ وہ بقائے نسل کی خواہش کے سوا کوئی اور نہین ہو سکتی - جی ہان یہی خواہش یہی زبردست طاقت مچھیون کے دلون کو سمندر کی تلیٹی سے اُبہار کر اوپر لے آتی ہے - انواع و اقسام کی مچھلیون کے پرے کے پرے سطح آب پر ساحل کے قریب آجاتے ہین - ان کی کثیر التعداد ی کو مین کن لفظون مین ادا کرون - بس یون خیال فرمائے کہ ساکنان سمندر اپنے مسکن کو کوسون تک نظر سے غائب کر دیتے ہین - اور اُسی زبردست خواہش کی وجہ سے اُن کو اندہا کیئے - پاگل کیئے - جو کچہہ سمجہئے بجا ہے کشتیان کھڑی ہین - اُن پر آدمی بھی ہین - وہ آدمی چلتے ہین - پہرتے ہین - شور کرتے ہین غل مچاتے ہین - مگر وہ بیباکانہ ورانہ ہوئی چلی آتی ہین - ڈرتی نہین - جھجکتی نہین - بلکہ کشتیون کا چلنا مشکل کر دیتی ہین - جالون مین اتنی بھر جاتی ہین - کہ کئی کئی آدمی مل کر اُن کو نہین اُٹھا سکتے - اُن کے بوجھہ سے جال پھٹ پھٹ جاتے ہین - مگر مچھلیان ہین کہ ٹس سے مس نہین ہوتین - اس بلا کی ریل پیل ہوتی ہے کہ بیان سے باہر - اگر آپ کے ہاتھہ سے پتوار یا کوئی لکڑی چھوٹ پڑے تو کچہہ دیر تک تو مچھلیون کے مجمع مین کھڑی ہی رہ جاے اس درجہ اژدحام ہوتا ہے -

مچھلیون کو چیر چیر کر کنارے پر سوکھنے کی غرض سے پہیلاتے جاتے ہین - یہان تک کہ اُن کو پہیلانے کی بھی جگہہ باقی نہین رہتی - مجبوراً مچانین کھڑے کر کے اُن پر سوکھاتے ہین - پھر اُن کے گٹھر باندہ کر گداموں مین بھر دیتے ہین - اور اس طرح کنارہ خالی کر کے تازی پکڑی ہوئی مچھلیون کو

سکھلاتے ہین - یہ کارروائی مہینون جاری رہتی ہے اور مچھلیون سے بھرے ہوئے جہاز برابر
جنوب کی طرف روانہ ہوا کرتے ہین - اُن کے بجاے خالی جہاز پہنچتے رہتے ہین - اس آمد و شد
کا سلسلہ بھی نہین ٹوٹتا - یہ لوٹ مار اُس وقت موقوف ہوتی ہے - جب پردہ پوش رات ان
حرکات سے بیزار ہوکر اپنا دامن سمیٹنے لگتی ہے اور آفتاب عالمتاب برہم ہوکر چشم نمائی کرنے لگتا ہے
اس وقت یہ طامع حریص خودغرض خونخوار انسان اپنی دست برد سے اپنی غارت گری سے
اپنی بیرحمی وسفاکی سے باز آتا ہے - اور جمع کیے ہوئے مال غنیمت کو جہازون پر بار کرکے اُس
نواح سے چراغ پا ہوجاتا ہے - مگر مین کون ہون جو اس طرح اُن غریبون پر طعن وتشنیع کرسکون
بقول شخصے داتا دے - بھنڈاری کا پیٹ پھٹے - عیب جوئی اور کوتاہ نظری مترادف ہین -
جو ہو رہا ہے وہی موجودہ حالتون مین ہوسکتا تھا اور جو ہوگا وہ لازمی ہے - کوئی مفر نہین - کوئی
چارۂ کار نہین - ماضی کافی سبب حال کا تھا اور حال متکفل استقبال کا ہے -

راقم - واحد - اکبر آبادی - از الہ آباد -

سر تطور الامم

یعنے

قومون کے انقلاب کاراز

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۸ اگست ۱۹۱۵ء

ڈاکٹر گستاولی بان کو تمام دنیاے اسلام مین اُن کی کتاب "تمدن عرب" نے روشناس
کرادیا ہے - بالخصوص ہندوستان مین "تمدن عرب" کے ساتھ "تمدن ہند" نے
ان کے نام کو اور بھی روشن کیا ہے - لیکن ڈاکٹر صاحب تصنیفات کا دامن
نہایت وسیع ہے - انہون نے ان دو کتابون کے علاوہ تمدنی مسائل اور تمدنی تاریخ
پر اور بھی متعدد کتابین لکھی ہین - جن مین "روح الاشتراکیہ" "روح السیاسۃ"
"روح الاجتماع" اور "سر تطور الامم" خاص طور پر مشہور ہین - اول الذکر دونون کتابین اگرچہ
ابتک اصل فرنچ مین ہین - لیکن روح الاجتماع اور سر تطور الامم کا ترجمہ عربی مین ہوچکا ہے
روح الاجتماع کے اکثر حصون کا ترجمہ ہم رسالہ تہذیب الاخلاق اور وکیل مین شائع
کرچکے ہین - سر تطور الامم کے عربی ترجمہ کو ہمارے فاضل دوست مولوی عبدالسلام صاحب

مذہبی اُردو قالب مین لاہورہین اور وہ عنقریب مطبع مین جانے والا ہے - ڈاکٹر موصوف نے اس کتاب مین تمام تمدنی عناصر یعنی مذہب - سیاست - فنون لطیفہ - اخلاق وعادات وغیرہ کے تغیرات و انقلابات کی تاریخ لکھی ہے - اور اس کے فلسفیانہ علل واسباب بتائے ہین - ڈاکٹر موصوف کی دیگر تصنیفات کی طرح اس کتاب کی ترتیب بھی بالکل منطقیانہ طور پر دی گئی ہے یعنی ہر فصل دوسرے فصل کیساتھ اس قدر مربوط ہے کہ جب تک ان دونون کو ملا کر نہ پڑھا جائے مسئلہ کی اصل حقیقت واضح نہین ہوتی - تاہم مولوی صاحب ممدوح نے ناظرین وکیل کی دلچسپی کے لئے اس کی ابتدائی فصل کا خلاصہ جس مین قومون کی تقسیم جدید اصول پر کی گئی ہے ہمین عنایت فرمایا - جسکو ہم شکریہ کیساتھ درج کرتے ہین - ایڈیٹر " وکیل "

نباتات وحیوانات کی طرح قدرت کی بوقلمونیون کا سب سے عجیب وغریب مظہر انسان ہے - افراد کے تشخصات ایک طرف - خود ہر قوم - ہر ملک - ہر نسل مین اس قدر عظیم الشان اختلافات موجود ہین - کہ انسانیت کے مفہوم کلی کے سوا ان مین کسی قسم کا اشتراک نہین پایا جاتا - اس بنا پر سوال یہ ہے کہ اگر اس وصف کلی سے قطع نظر کر لی جائے - تو مختلف قومون کی تقسیم و امتیاز کا کیا معیار قرار دیا جا سکتا ہے ؟ - علمائے طبیعین نے رنگ روپ ڈیل - ڈول - قد وقامت - اور دماغی ساخت کے اختلافات کو انواع انسانی کا مابہ الامتیاز قرار دیا ہے - یورپین قومون کا رنگ سفید ہوتا ہے - حبشی سیاہ فام ہوتے ہین - چینیون اور جاپانیون کا رنگ زرد ہوتا ہے - غرض ہر قوم جسمانی اوصاف کے لحاظ سے دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہے - اور انہی اغراض جسمانیہ کے اشتراک و اختلاف کی بنا پر انسانون کو مختلف انواع مین تقسیم کیا جاتا ہے - ظاہر بین نگاہین اگرچہ اس تقسیم کو صحیح سمجھتی ہین لیکن درحقیقت یہ جامع تقسیم نہین ہے - جسمانی تفریق و امتیاز کا مظہر صرف وہی قومین ہو سکتی ہین - جن مین مطلقہً کسی قسم کا اتحاد نہین ہوتا - اس لئے ان امتیازات کی بنا پر انسان کی تقسیم صرف حبشی - یورپین - چینی - غرض اسی قسم کی چند محدود انواع مین ہو سکتی ہے - لیکن دنیا مین متعدد قومین ایسی بھی ہین - جن کے رنگ روپ - ڈیل ڈول اور خط وخال مین کوئی نمایان اختلاف نہین پایا جاتا - بایں ہمہ ان کی قومیت مختلف ہے - ان کے احساسات مختلف ہین اور احساسات وجذبات کے اختلاف نے ان کے عقائد - ان کے تمدن - اور ان کے علوم وفنون مین بھی اختلاف پیدا کر دیا ہے - ایک اسپینش (باشندہ اسپین) اور ایک انگریز جسمانی حیثیت سے متحد الاوصاف

ہین - لیکن دونون کو ایک ہی نوع کا فرد قرار نہیں دیا جا سکتا - کیونکہ ان دونون کے درمیان ایک ایسی عقلی حد فاصل قایم ہے - جو ان دونون قومون کی تاریخ کے ہر صفحہ سے نمایان ہوتی ہے - اسی بنا پر بعض لوگون نے اس قسم کے متشابہ الخلقۃ قومون کی تقسیم کا معیار زبان - مذہب - اور نظام سیاست کے اختلافات کو قرار دیا ہے - لیکن اس تقسیم کی غلطی اس قدر واضح ہے کہ اسپر بحث کرنے کی ضرورت نہیں -

لیکن ابھی ہم کو نوع انسانی کی صحیح و جامع تقسیم سے مایوس نہ ہونا چاہیئے - انسان صرف چند جسمانی اغراض کے مجموعہ کا نام نہیں ہے - وہ اپنے اندر ایک غیر متبدل روح بھی رکھتا ہے - اس لئے اگر ان اغراض کا اختلاف - زبان کا اختلاف - ملک کا اختلاف - نظام سیاست کا اختلاف - نوع انسان کی صحیح تقسیم نہیں کر سکتا - تو ہمکو علم النفس اس مقصد مین کامیاب بنا سکتا ہے - کیونکہ اس کی روشنی مین ہمکو ان اخلاقی و عقلی اوصاف کی جھلک نظر آتی ہے - جو عقائد - سیاست اور فنون لطیفہ کے ذریعہ سے قومون کے درمیان اختلافات و تغیرات پیدا کرتے ہین اور انہی اوصاف کے مجموعہ سے ہر قوم کے قالب مین ایک جدید روح پیدا ہوتی ہے -

عناصر کی ترکیب سے جو مزاج پیدا ہوتا ہے - اس کے علاوہ ہر قوم کا ایک عقلی مزاج بھی ہوتا ہے - جو استقلال - استحکام اور پایداری مین اغراض جسمانیہ سے کسی طرح کم نہیں ہوتا اگرچہ اس عقلی مزاج کو نظام جسمانی - یعنی دماغی ساخت سے ایک خاص قسم کی مناسبت ہوتی ہے - تاہم ابتک علمی ترقی اس مناسبت کی حقیقت کے دریافت کرنے سے عاجز ہے - اس لئے ہم اس کو تقسیم انواع انسانی کا قاعدہ کلیہ نہیں بنا سکتے -

یہ اخلاقی اور عقلی اوصاف جن کے مجموعہ سے ہر قوم مین ایک مشترک روح پیدا ہو جاتی ہے زمانہ کے سینکڑون برس کی گردشون کا نتیجہ ہوتے ہین - اس لئے وہ ہر قوم کے عہد گزشتہ کا خلاصہ - اس کے آباؤ اجداد کی وراثت اور اس کی موجودہ روش کا مبدا اولین ہین -

اگرچہ بعض افراد مین یہ اوصاف مختلف طور پر پائے جاتے ہین - لیکن عوارض جسمانی کیطرح قوم کی غالب تعداد ان اوصاف مین اشتراک رکھتی ہے - اور وہ ان عوارض کی طرح ہمیشہ نئی نسل کے ساتھ نئے اور تازہ ہوتے رہتے ہین - انہی اوصاف کے مجموعہ سے وہ وصف عام پیدا ہو جاتا ہے - جسکو کسی قوم کا نظام اخلاق کہا جاتا ہے - اور یہی معتدل اخلاقی روش ہر قوم کے

کارنامون کا دیباچہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر ہم ایک ہزار فرنچ۔ ایک ہزار انگریز۔ اور ایک ہزار چینیون کا الگ الگ مجموعہ فرض کرین تو ان مین ہر موقع پر با ہم عظیم الشان اختلاف نظر آئیگا۔ یا اینہمہ ان قومون کے ہر فرد مین ان اوصاف کی نمایان جھلک نظر آئیگی۔ جو ان کی مخصوص قومیت کا لازمی نتیجہ ہین۔ علماے طبیعین نے (مثلاً) کتے اور گھوڑے کی دو جداگانہ نوعین اس بنا پر قرار دی ہین۔ کہ ان جانورون کے مخصوص اوصاف مشترک طور پر صرف انہی کے افراد مین پائے جا سکتے ہین اور دوسرے جانورون کے افراد مین ان کا وجود نہین پایا جاتا۔ بعینہ اسی اصول کے موافق ہم فرنچ۔ انگریز اور چینیون کو الگ الگ انواع مین تقسیم کر سکتے ہین کیونکہ ان قومون کے اخلاقی و عقلی اوصاف مین بھی کسی دوسری قوم کا فرد شریک نہین ہو سکتا۔

اگر کسی قوم پر اس قدر زمانہ گزر جائے کہ اس کے عناصر اور افراد مین امتزاج پیدا ہو جائے۔ تو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ ان افراد کے اندر اس معتدل اخلاقی روش کا مطالعہ کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جدید ملک مین قدم رکھتا ہے تو سب سے پہلے اس کو ان ہی عام قومی اخلاق کا منظر نظر آتا ہے۔ جو بار بار اس کی نگاہ سے گزرتے رہتے ہین۔ ان عام قومی اخلاق کے علاوہ ہر فرد کا ایک ذاتی خلق بھی ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اس کثرت سے بار بار نظر نہین آتا۔ اس لئے ایک سیاح کی نگاہ اس پر نہین پڑتی۔ اسی بنا پر انسان اول نظر مین ایک انگریز۔ ایک اٹالین اور ایک اسپینش کو پہچان لیتا ہے۔ اور نہایت آسانی کے ساتھ ان کے مخصوص اخلاقی و دماغی اوصاف کو ان کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔

یہ اوصاف اگرچہ الگ الگ ہر فرد پر منطبق نہین ہوتے۔ لیکن تمام قوم اس معیار پر ٹھیک اترتی ہے۔

قوم مین یہ متحدہ مزاج عقل جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہے۔ وہ علم وظائف الاعضاء مین مذکور ہین۔ اور ان کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ انسان صرف اپنے ماں باپ کی اولاد نہین۔ بلکہ اپنے پورے سلسلہ خاندان کا فرزند ہے۔ ہر ملک اور ہر قوم کے نظام اخلاق کا مبدء اولین اس کے آبا و اجداد ہین۔ اس کا مایہ خمیر اور قالب بالکل متحد ہے۔ اور وہ ہمیشہ اسی زنجیر کی طرف کھنچتی رہتی ہے۔ جسکی وہ آخری کڑی ہے۔ پس انسان مادر وطن کی پرستش صرف جذبات و احساسات ہی سے متاثر ہو کر نہین کرتا۔ بلکہ ان جذبات کے پیدا کرنے مین نظام جسمانی کی طرح موروثی نظام اخلاق کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے

بہرحال انسان کی عملی زندگی کے موثرات کو سادہ طور پر تین قسموں مین منقسم کیا جا سکتا ہے

(۱) آباواجداد یعنی گزشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر جو تمام اسباب سے زیادہ قوی ہوتا ہے

(۲) باپ مان کا اثر۔

(۳) ملک۔ جغرافی حدود۔ آب وہوا۔ اور گرد وپیش کی چیزون کا اثر۔

بعض لوگون نے انسان کے نظام اخلاق کے اسباب مین اسی تیسری قسم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ لیکن درحقیقت وہ ان تمام موثرات مین سب سے کم درجہ کی چیز ہے۔ ملک۔ آب وہوا۔ اور اُن تمام مادی وروحانی چیزون کا اثر جو اُن کے تحت مین داخل ہین۔ انسان کی تمام زندگی بالخصوص زمانہ تربیت پذیری مین بہت کم نمایان ہوتا ہے البتہ ان کا اثر درحقیقت سلسلۂ خاندان کے ذریعہ سے انسان کے رگ وپے مین سرایت کرتا ہے ورنہ وہ بذات خود کوئی اہم چیز نہین۔

اس لحاظ سے انسان اپنی عملی زندگی مین صرف اپنی قوم کا بیٹا ہوتا ہے۔ اور وہ تمام خیالات واحساسات جن کو لیکر وہ پیدا ہوتا ہے۔ اس کی قوم کی روح ہوتے ہین اس روح کی حقیقت اگرچہ مخفی ہے۔ لیکن اس کے آثار آفتاب کی طرح نمایان ہین۔ کیونکہ اسی کے ذریعہ قومون مین تغیرات وانقلابات پیدا ہوتے ہین۔

قوم اس مجموعہ خلیات سے مشابہ ہے۔ جس سے ہر فرد پیدا ہوتا ہے۔ ان خلیات کی زندگی کا زمانہ بذات خود نہایت مختصر ہوتا ہے۔ لیکن جو ذات ان سے پیدا ہوئی ہے وہ مدتون تک زندہ رہتی ہے۔ اس لحاظ سے ہر خلیہ وہ زندگی رکھتا ہے۔ ایک تو اُس کی شخصی زندگی۔ جو خود اس کو زندہ رکھتی ہے۔ دوسری وہ کلی زندگی جس سے وہ فرد زندہ رہتا ہے۔ جو ان خلیات کے مجموعہ سے پیدا ہوا ہے۔ بعینہ اسیطرح قوم کا ہر فرد ایک نہایت محدود شخصی زندگی رکھتا ہے۔ لیکن اس کی کلی زندگی جو اس مجموعہ قوم کی زندگی سے عبارت ہے۔ جو اس فرد کی طرح دوسرے افراد سے بھی مرکب ہے۔ نہایت طویل اور غیر فانی ہوتی ہے۔ اسی اخیر زندگی کا نام قومی زندگی ہے۔ اور قوم ہمیشہ اس کے آثار ونتائج سے متاثر ہوتی رہتی ہے۔

اس بنا پر قوم کو ایک ابدی ذات سمجھنا چاہیئے۔ جو زمانہ کے قیود سے آزاد ہے۔ اور یہ ذات صرف ان ہی زندہ افراد سے مرکب نہین۔ جنھون نے اس کو ایک محدود زمانہ مین

ترقی دہی ہے - بلکہ اس کا ایک عنصر وہ مردے بھی ہین - جو اُس قوم کے آباوا جداد تھے - اس لئے قوم کے حقیقی مفہوم پہچنے کے سمجھنے کے لئے ماضی و مستقبل دونون کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے - لیکن ان دونون عنصرون مین مردون کا اثر زیادہ قوی ہوتا ہے - کیونکہ اِن کی تعداد زندہ افراد سے زیادہ ہوتی ہے - اور غیر شاعرانہ زندگی مین انہین کا اثر زیادہ نمایان ہوتا ہے - پس قوم زندہ لوگون سے زیادہ مردون کے نقش قدم پر چلتی ہے - زندہ افراد نے صرف قوم کو پیدا کیا ہے - لیکن عدم آباد کے رہنے والون نے زندہ افراد مین خیالات و جذبات کی روح پھونکی ہے - زمانہ کی ہر حرکت کا مبدء مردون ہی کی ہڈیان ہوتی ہین - کیونکہ قوم صرف مادیات ہی مین اپنے اسلاف کی پیروی نہین کرتی - بلکہ وہ ان کے جذبات و احساسات سے بھی متاثر ہوتی ہے -

اگرچہ کوئی قوم نوع حیوان کی تکوین کی طرح مزاج عقلی کے پیدا کرنے مین بہت زیادہ طویل زمانہ کی محتاج نہین ہوتی - تاہم یہہ مزاج چند دنون مین ہی نہین پیدا ہوجاتا - چنانچہ اس کے ثبوت مین فرنچ قوم کو پیش کیا جاسکتا ہے - جسکے جذبات و احساسات مین پوری دو تین صدیون کے بعد اتحاد پیدا ہوا ہے - اور اب تمام قوم کے قالب مین ایک ہی روح نظر آتی ہے - بااین ہمہ یہہ عمل تولید آب تک مکمل نہین ہوا ہے اور شورش فرانس کا بڑا سبب اسی ضمیر کی خامی ہے - گزشتہ زمانہ مین ملک فرانس مختلف فرقون کا مرکز تھا - اور ہر گروہ کے خیالات و احساسات باہم نہایت مختلف تھے - اس بنا پر ایسی مختلف الاجناس قوم کو دفعۃً متحد نہین کیا جاسکتا تھا - فرانس مین اکثر اوقات جو جھگڑے اُٹھہ کھڑے ہوتے ہین اس کا سبب بھی یہی ہے - لیکن انگلستان مین یہہ اتحاد درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے وہان ہر فرقہ ایک ہی رنگ مین ڈوبا ہوا نظر آتا ہے - اور اس امتزاج نے اُن مین وہ اصول ثلاثہ پیدا کردئے ہین - جن سے اُس قوم کی روح پیدا ہوئی ہے - یعنی انگریزون کا (۱) احساس عام ہے (۲) ان کے فوائد عام ہین (۳) ان کے عقائد عام ہین - اور دنیا مین جب کوئی قوم اتحاد و امتزاج کے اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے - تو خود بخود غیر محسوس طور پر تمام افراد اپنے فوائد مین متحد ہوجاتے ہین - اور منازعات و مخاصمات کے اسباب کا قلع قمع ہوجاتا ہے جذبات - خیالات - عقائد اور منافع عامہ کا اتحاد ایک ایسی چیز ہے جو مزاج عقلی کے اتحاد کو مستقل اور پایدار بنادیتا ہے - اور اس کے ذریعہ سے ہر قوم تسلط عام حاصل کرلیتی ہے

قدیم زمانے مین روما کو اسی کی بدولت عروج حاصل ہوا تھا اور آج انگلستان اسی کی برکت سے معراج کمال کو پہونچگیا ہے - لیکن جب اتحاد کا یہ شیرازہ درہم برہم ہو جاتا ہے - تو قوم کی جمعیت بھی ٹوٹ جاتی ہے - یہ موروثی جذبات - خیالات اور رسوم وعقائد - جن سے جماعت انسانی کی روح پیدا ہوتی ہے - ہر زمانہ اور ہر قوم مین موجود تھے - لیکن اُن کو بتدریج ترقی حاصل ہوئی اس روح کا مظہر اول خاندان تھا - پھر اس سے منتقل ہو کر وہ گاؤن مین پہونچی - گاؤن سے نکل کر اس نے شہر کو اپنا مرکز بنایا - پھر تمام ملک مین پھیل گئی - اور اب چند روز سے تمام دُنیا کے قالب مین نظر آرہی ہے - چنانچہ اس زمانہ مین وطنیت کا خیال اسی روح نے پیدا کیا ہے - کیونکہ جب تک یہ روح کامل نہین ہوتی - یہ خیال تاریکی مین چھپا ہوا رہتا ہے - یونان مین یہ روح صرف شہر تک محدود تھی - اور ملک کا ہر فرد دوسرے سے بیگانہ تھا - اسی بنا پر وہان وطن پرستی کو ترقی نہین ہوئی اور ملک مین ہمیشہ جنگ و خون ریزی کا بازار گرم رہا - اسیطرح ہندوستان مین بھی دو ہزار برس سے دیہاتون کے سوا کوئی عام ملکی و قومی اتحاد نہین پیدا ہوا - اس لئے وہ اس زمانہ سے آج تک غیر قومون کا جولان گاہ بنا ہوا ہے - ہر قوم اس مین نہایت آسانی سے حکومت قایم کرلیتی ہے - اور وہ نہایت آسانی کیساتھ اس کے ہاتھ سے نکل بھی جاتی ہے -

شہریت کا اتحاد اگرچہ جنگی قوت کے لحاظ سے ضعیف ہوتا ہے - اور شہریت کی روح اگرچہ بہ نسبت وطنیت کی روح کے محدود ہوتی ہے - تاہم تمدنی ترقی پر اس کا نہایت گہرا اثر پڑتا ہے چنانچہ زمانہ قدیم مین ایتھنز - اور قرون وسطی مین فلورنس اور بندقیہ مین اس روح کے تمدنی نتائج کا جلوہ نظر آسکتا ہے - جب چھوٹے چھوٹے شہرون اور ملکون پر ایک ممتد زمانہ گزرجاتا ہے اور وہ باہم ایک دوسرے سے علیحدہ اور بے تعلق رہتے ہین - تو ان مین ہر ملک اور ہر شہر کی ایک مستقل اخلاقی روح پیدا ہو جاتی ہے - جو دوسرے سے اس قدر مختلف اور بے میل ہوتی ہے کہ ان کی باہمی ترکیب و امتزاج سے ایک متحدہ قومی روح نہین پیدا ہو سکتی - اور اگر کبھی موانع وعوائق کے فقدان سے ایسا ممکن بھی ہوتا ہے تو یہ عمل ترکیبی چند دنون مین مکمل نہین ہوتا - بلکہ اس کے لئے ایک زمانہ دراز کی ضرورت ہوتی ہے - اور وہ ریشلیو اور بسمارک جیسے مدبر کا محتاج ہوتا ہے - بعض حالتون مین اگرچہ استثنائی اسباب کے اثر سے بعض ملک (مثلاً اٹلی) دفعۃً ایک متحدہ سلطنت کے قالب مین ڈھل جاتے ہین لیکن یہ خیال صحیح نہین کہ انہون نے اس انقلاب کے ذریعہ سے اپنے اندر کوئی مشترکہ قومی روح

بھی پیدا کرلی ہے - یہی وجہ ہے کہ ہم اٹلی مین مختلف فرقون کو دیکھتے ہین - جن کا انتساب خاص اپنے وطن کی طرف ہوتا ہے - لیکن ہمکو وہان خالص اٹالین نظر نہین آتے - ہر وہ قوم جو شاندار تمدن اور قدیم تاریخ کا سرمایہ رکھتی ہے - جب تک اس کی حالت مین توحد یک رنگی نظر آئے - اس کو مصنوعی یا تاریخی قوم کا لقب دینا موزون ہوگا - زمانہ موجودہ مین جہان غیر وحشی ممالک کے فطری اور نیچرل قومون کا وجود نظر نہین آتا - ہمکو صرف وحشی ممالک ہی مین خالص اور بے میل قوم نظر آسکتی ہے - یہ تمام متمدن قومین تو بالکل تاریخی اور مصنوعی قومین ہین - لیکن ہمکو فطری اور مصنوعی قومون کے تفریق کی ضرورت نہین - ہمارا موضوع بحث وہ اوصاف کو شامل ہے - ہم صرف اُن اوصاف سے غرض رکھتے ہین - جو ہر قوم مین ایک طویل زمانہ کے بعد پیدا ہو جاتے ہین - اور چند صدیون کے بعد ایک ایسی مستقل صورت اختیار کر لیتے ہین - جو ہر قوم کو دوسرے سے ممتاز کر دیتی ہے -

عجیب و غریب پھول

از اودھ اخبار مطبوعہ ۱۴ اگست ۱۹۱۵ء

ہمعصر سول اینڈ ملٹری گزٹ اپنی تازہ ترین اشاعت مین انواع و اقسام کے پھولون کے متعلق کچھ دلچسپ حال درج کرتا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے -

(۱) چین مین ایک ایسا پھول کھلتا ہے - جو دھوپ مین سرخ اور چاندنی مین زرد ہوجاتا ہے

(۲) انگریزی قسم کا ایک پھول اشراقی ایسا ہے جو اگر موسم اچھا ہو - تو صبح کے ۵ بجے کھل جاتا ہے - ورنہ نہین کھلتا -

(۳) - جزیرہ سماٹرا جو ہندوستان کے جنوب مشرق مین واقع ہے - وہان ایک قسم کا پھول ہے - جو سوسن کے مشابہ ہوتا ہے - ایسی تو خوشبو نکلتی ہے - کہ کوئی جاندار وہان زندہ نہین رہ سکتا - اس کی خوشبو سورج نکلنے سے ایک گھنٹہ پہلے اور سورج چھپنے کے بعد بہت ہی تیز ہوجاتی ہے - جو جانور اس کے پودے کے پاس جاتے ہین - فوراً مرجاتے ہین - جس شخص نے اول اول اس پھول کو دریافت کیا تھا وہ مرتے مرتے بچا -

(۴) - جزیرہ جاوہ مین جو سماٹرا کے مشرق مین ہے - ایک عجیب باغ ہے اس کے

ساتھ ہی سارے پھول کھلتے ہین۔ اور ساتھ ہی مرجہاتے ہین۔

(۵)۔ مدراس کے مدرسہ زراعت مین ۱۸۹۶ء مین ایک پھول آیا تھا۔ جس کی لمبائی ۴۶ انچہ اور چوڑائی ۱۴ انچہ تھی اور رنگ سرخی مائل سفید تھا۔

(۶)۔ جزیرہ فلپائن مین جو بحرالکاہل مین ہین ایک بہت بڑا پھول دیکھنے مین آیا ہے۔ جسکی پانچ گول پنکھڑیان ہوتی ہین۔ ایک ایک پنکھڑی کی چوڑائی ایک ایک گز ہوتی ہے۔ کہتے ہین کہ ایک پھول وزن مین ۱۱ سن کے قریب ہوتا ہے۔

(۷)۔ جزیرہ فلپائن کے پاس ہی ایک اور جزیرہ ہے۔ جس کا نام سنڈ وانہ ہے۔ یہان ایک پھول سورج مکھی کی قسم کا سمندر سے دو ہزار فٹ کی بلندی پر کثرت سے اُگتا ہے۔ کہتے ہین کہ یہہ دُنیا مین سب سے بڑا پھول ہے۔ وہان اس کو باقاعدہ بوتے ہین۔ سال بھر مین اس سے ۲۵ لاکھ من بیج حاصل ہوتے ہین۔ وہان کے باشندے اسے بھون کر یا کچا کھاتے ہین۔ اس کی چھال سے تیل نکلتا ہے۔ جو قندیلون مین جلایا جاتا ہے۔ سورج مکھی ہندوستان مین بھی عام ہے۔ مگر یہان باغ کی سجاوٹ کے سوا اس سے عمدہ کام نہین لیا جاتا۔ سورج مکھی کے درخت مین بڑا فائدہ یہہ ہے کہ جہان اس کے درخت ہوتے ہین۔ وہان بخار پیدا نہین ہوتا ہے تاتار مین پیاز اور لہسن کی بو کو بہت اچھی خوشبوؤن مین سمجھتے ہین۔ تاتار مین عورتین پیاز کا چھلکا منہ اور ہاتھہ پر مل کر بہت خوش ہوتی ہین۔ اور گلاب کی خوشبو سے ناک بھون چڑھاتی ہین

خوراک

ماخوذ از اودھ اخبار مطبوعہ ۱۳ اگست ۱۹۱۵ء

خوراک کا مسئلہ ایک ایسا ہے کہ جس کا خیال ہر ایک باتمیز شخص کے دل مین کبھی نہ کبھی آتا ہے۔ کیونکہ اسکی خوراک ہی عام طور سے اس کی تندرستی اور خوشی منحصر ہے۔ ایک جرمن ضرب المثل جو کہ مناسب معلوم ہوتی ہے اصلاح ہے کہ آدمی جو کچھہ کھاتا ہے۔ خود اسی کا نمونہ ہوتا ہے" اور یہہ ایک بڑی حد تک ہے بھی ٹھیک۔ کیونکہ وہ آدمی جو خراب اور غیر موافق خوراک کھاتا ہے۔ تو اس سے گندہ اور بیمار خون پیدا ہوتا ہے۔ جسکی وجہ سے اس کا جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے انگلستان مین مالدار آدمی جو کچھہ چاہتے ہین۔ کھاتے ہین اگر ایک ایسے ملک مین جو کہ دنیا کی رہنمائی کا دم بھرتا ہے۔ یہہ افسوس ناک حالت ہے۔ ہر ایک حیوان کی مقررہ خوراک

ہوتی ہے۔ جسپر وہ پہل پہول سکتا ہے۔ بیماریاں کم ہوتی ہین اور وہ جوان تندرست رہتا ہے
انسان بہی بناوٹ کے لحاظ سے ایک حیوان ہے اور اس کی بہی ایک مناسب خوراک مقرر ہے
اگر وہ وہی خوراک کہاتا ہے تو وہ اور خوشی سے رہیگا۔ زیادہ دیر تک زندہ رہیگا۔ اور تمام بیماریون سے
جو کہ برا طریقہ رہائش سے پیدا ہوتی ہین بچا رہیگا۔ انسان کی بناوٹ ہی خاص خوراک کی طرف
اشارہ کرتی ہے۔ اور جتنا وہ اس خوراک سے جو کہ اس کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے پیچہے ہٹتا ہے
اسی قدر اس کی صحت بگڑ جاتی ہے اور اس کی عمر کم ہوجاتی ہے۔ انسان ہر ایک چیز پر گزارہ کرسکتا
ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایسا کرسکتا ہے۔ اس لئے اسے ضرور ایسا کرنے کے لئے کوئی دلیل
نہین۔ انسان مٹی یا خاک کیڑے مکوڑے گہونگہے۔ مچہلیان۔ مرغ اور دوسرے چارپائے
اور اپنے جنس کو بہی کہا لیتا ہے اور ہر ایک قسم کے پودون اور اُن کے بیج۔ مغز اور پہل اور
جڑون پر بہی گزارہ کرسکتا ہے۔ وہ ان تمام چیزون سے پرورش پا سکتا ہے۔ لیکن خاص خاص
چیزین ایسی ہین۔ جو کہ کہانے کے بعد اس مین بیماری پیدا کرتی ہین۔ وہ آدمی جو ان کو استعمال
کرتا رہتا ہے۔ بہت بیوقوف ہے۔ کیونکہ تجربہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسی چیزین بیماری پیدا کرتی
ہین اور موت جلد پیدا کرتی ہین۔ تاہم بعض آدمی جو خوراک کہاتے ہین۔ یہہ بات کبہی دریافت
نہین کرتے کہ وہ اچہی اور مناسب ہین۔ لیکن وہ ان کو اس واسطے کہا لیتے ہین کہ وہ ان کے
سامنے رکہی گئی ہین۔ اور اُن کا کہانا ایک دستور ہے۔ مین اپنے ناظرین سے التجا
کرون گا کہ وہ صرف وہی خوراک کہائین جو کہ اُن کی بناوٹ اشارہ کرتی ہے اور تجربہ اُنکی
اچہائی کا ثبوت دیتا ہے۔ ان کو صرف فیشن ہی پر نہین چلنا چاہیئے۔ اگر وہ اس طریقہ پر جو کہ
مین بیان کرون گا عمل کرین گے تو وہ اچہی زندگی بسر کرین گے اور وہ خوراک کی پیدا کردہ بیماریون
سے جو کہ ہماری بیماریون کا ۹/۱۰ حصہ ہوتی ہین بہت کم تکلیف اُٹہائین گے۔ خوراک کی تعریف یہہ
ہوسکتی ہے کہ کوئی چیز جو کہ جسم کو طاقت اور مضبوطی بخشے اگر کوئی چیز ایسی ہے جو کہ جسم
کی جمع شدہ طاقت کو خرچ کرنے کے قابل بنا دیتی ہے وہ خوراک نہین ہے۔ بلکہ وہ محرک
(جوش کنندہ) ہے بناوٹ کے لحاظ سے ہماری خوراک چار چیزون سے بنتی ہے۔ مثلاً
کاربن نائٹروجن۔ آکسیجن اور ہائڈروجن ان کے ساتہ چونہ۔ مگنیشیا۔ سوڈا۔ پوٹاس وغیرہ
کے نمک اور لوہا فاسفورس اور دوسرے معدنی مادون کی بہت تہوڑی مقدار شامل کرنی
چاہیئے۔ ان کا ملاپ خاص حالتون مین ہونا چاہیئے۔ ورنہ وہ بیفائدہ ہونگی۔ مثلاً اگر

ایک کوئلہ لیکر اس کو امونیا کی شراب اور پانی مین بھگوئین تو مندرجہ بالا چار جزو اُس مین پائے جاوینگے مگر یہ ہماری خوراک نہین ہے۔ کیونکہ جسم اس کو ہضم نہین کرے گا اگر ہم اس کوئلہ کو جلاکر اس کو کاربانک ایسڈ گیس مین بدل دین تب پودہ اپنے پتون کے ذریعہ سے جذب کر لے گا۔ نیز اگر ہم اپنے پودے کی جڑون کو پانی اور امونیا کے ساتھ نمک دار کر دین۔ تاکہ وہ اُن کا کچھ حصہ جذب کرے تو پودہ ان مادون کو جذب کرکے پتہ تنا اور پھل بنا دیگا۔ تب ہم پھل کھاسکتے ہین۔ جس سے ہمارا جسم پرورش پاسکتا ہے اگرچہ وہ ان نامکمل حصون کو جس سے کہ پھل بنتا ہے جاذب نہین کرے گا۔ اس طرح سے ہم دیکھتے ہین کہ وہ ان چیزون کی مقدار خاص حالت مین ہونی چاہیے اس سے پہلے کہ جسم ان کو ہضم کرے۔ مین اپنے ناظرین سے درخواست کرتا ہون کہ وہ اس بات کو یاد رکھین کیونکہ مین اس کو یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کئی ادویات بجاے فائدہ کے نقصان دہ ہوتی ہین کسی اور جگہ استعمال کرون گا۔ ان مفردات مین سے کاربن جس سے کہ جسم کو طاقت اور گرمی پہونچتی ہے۔ بہت ضروری ہے۔ اس کے بعد نائٹروجن ہمارے گوشت کے عضلات کے لئے اور آکسیجن اور ہائیڈروجن ہمارے جسم کے لئے پانی بناتی ہے جبکہ مختلف معدنی مادون سے ہڈیان دانت اور دوسرے جسم کے سخت حصے بنتے ہین۔ ہر ایک زندہ جانور خواہ اس کو طاقت ور خورد بین ہی سے کیون نہ دیکھ سکین صرف وہی خوراک ہضم کرتا ہے جو کہ اُس کی بناوٹ کے مطابق ہوتی ہے۔

(انسانی خوراک بناوٹ کے لحاظ سے)

انسان کے واسطے مناسب خوراک تلاش کرنے کے واسطے اس کے جسم کی بناوٹ کا دوسرے جانورون کی بناوٹ کے ساتھ مقابلہ کرنا ضروری ہے۔ انسان بھی دوسرے جانورون کی طرح دکاش (آہستہ آہستہ) تکمیل کا نتیجہ ہے اور اب انسان کا سب سے نزدیکی تعلق دبن مانس ایک قسم کا بندر سے ہے ہماری بناوٹ کا اس جانور سے بہت تھوڑا فرق ہے ہمارا خون ویسا ہے۔ جیسا کہ اس کا ہماری ہڈیان تعداد اور شکل مین ویسی ہی ہین۔ جیسی کہ اس کی ہمارے گوشت کے پٹھے بھی تقریباً ویسے ہی ہین اور اس کے جسم مین وہ تمام اعضا پاے جاتے ہین۔ جو کہ ہمارے مین ہین۔ اس کے دیکھنے کی طاقت کی بناوٹ ویسی ہی ہے جیسی کہ ہماری اس کے حواس دخیال بھی ویسے ہی ہین جیسے کہ ہمارے اور اس کی پیدایش بھی اسیطرح ہوتی ہے جیسی کہ انسان کی۔ انسان کے جسم پر بال اسیطرح پائے

جاتے ہین - جیسا کہ چند قسم کے بندرون پر - ان کے پانُون کی بناوٹ تقریباً ہمارے پانُون کی ایسی ہوتی ہے لیکن صرف تہذیب بوٹ اور بجاے درختون کے رہنے کے زمین پر رہنے کی وجہ سے ہمارے پانُون ان کی نسبت کم مفید ہو گئے ہین - ان کے زخم بھی اسیطرح مندمل ہوتے ہین - جیسے کہ ہمارے وہ انہین بیماریون سے مرتے ہین - جن سے کہ ہم اور انہین دواُون سے ان کو زہر چڑھ جاتا ہے اور اگر ان کو خراب حالت مین رکھا جاے تو ان کو وہی بیماریان ہوتی ہین - جو کہ انسان کو اس حالت مین رہنے سے ہوتی ہین -

(اگر وہ بناوٹ اور عادت مین ہم سے ملتے ہین تو ہماری خوراک اُن سے کیون مختلف ہے)

جسکی دلیل یہ ہوگی کہ اول ضرورت اور دوسرے رسم - بندر گوشت خور جانور نہین وہ خاص کر میوون اناج اور درختون کے سبز حصہ پر گزارہ کرتا ہے - بعض وقت وہ جانورون کے انڈے اس مین شامل کر لیتا ہے - لیکن وہ کسی جاندار چیز کو کھانے کے واسطے نہین مارتا ہے آدمی کی بناوٹ کی چار پانچ باتون پر غور کیا جا سکتا ہے - مثلاً دانت - زبان - معدہ - انتڑیان - ناخن کی بناوٹ جلد پر پسینہ کا آنا اور کھڑے ہونے کی حالت مین رہنا وغیرہ وغیرہ نیز تھوک کے بھی خاص فعل کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے دانتون کی بناوٹ ظاہر کرتی ہے کہ وہ گوشت پھاڑنے کے لئے نہین بنائے گئے ہین اُن کی شکل اور تعداد سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کاٹنے توڑنے اور چبانے اور پیسنے کے لئے بنائے گئے تھے - سامنے کے دانت کاٹنے کے واسطے ہین - جیسا کہ سیب کو کھاتے وقت ہم کاٹتے ہین سوئے بادام وغیرہ کا چھلکا توڑنے کے واسطے ہین - جبکہ ڈاڑھین یا پیسنے والے دانت نگلنے سے پہلے خوراک کو پیسکر ٹھیک کرنے کے واسطے ہین - زبان ذائقہ کی گلٹیون کی تین قسمون سے ڈھکی ہوئی ہے - جس سے کہ ہم کو خوراک کی زہریلی حالت یا اچھی حالت معلوم ہوتی ہے - درحقیقت آدمی کی ایسی زبان ہے - جسکو رفتہ رفتہ ٹھیک ہو کر انسان پھلون - پھولون کو بیشمار قسمون کے درمیان فرق معلوم کرنے کے قابل بنا دیتی ہے - جبکہ گوشت خور جانورون مین ذائقہ بہت تھوڑا ہوتا ہے - انسان کا معدہ سادہ ہوتا ہے - اور اس کی انتڑیان ۳۲ فٹ لمبی ہوتی ہین اور جسکے اندر خوراک کو جلدی گزرنے سے روکنے کے لئے چھوٹے چھوٹے اُبھار ہوتے ہین - اس سے اس خوراک کی طرف اشارہ ہے کہ جس مین غیر پرورش کنندہ مادہ زیادہ ہو اور خود زیادہ پرورش کنندہ ہو انتڑیون کا اسطرح کرنیوالا مادہ خوراک مین سے نشو و نما دینے والا مادہ کو جذب کر لیتا ہے - ہاتھ پانُون کی انگلیون پر کے ناخون شیر یا بلی کے پنجون کی طرح کسی چیز کو پکڑنے کے لئے نہین بنائے گئے

وہ انگلیوں اور انگوٹھوں کے سروں کی حفاظت کرتے ہیں اور پھلوں کا چھلکا اتارنے کے لئے بہت مفید ہیں۔ جلد پر پسینے کا آنا زیادہ حرارت پیدا کرنے والی خوراک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس جگہ کاربن مادہ نائٹروجن کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ جسکو نکالنے کے لئے ہمیں کو پسینہ آتا ہے۔ آدمی کی سیدھی شکل حیوانوں پر حملہ کرنے اور ان کو پکڑنے کے قابل نہیں ہے۔ جب آدمی پانی پیتا ہے تو بلی یا شیر کی طرح چپل چپل نہیں پیتا۔ بلکہ بندر۔ بھیڑ اور دوسرے بری خور جانوروں کی طرح پیتا ہے غرضکہ انسان کی تمام بناوٹ پھلوں پھولوں اناج تربوز اور سبزیوں کی خوراک کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

انسان نے گوشت کھا کر بہت سی بیماریاں پیدا کر لی ہیں اور وہ تمام شہادتیں جو کہ مجھے ظاہر کرتی ہیں کہ گوشت کا کھانا دماغی روحانی اور جسمانی طور سے خراب ہے ہیں اس بیان کو اپنے ناظرین کے آگے واضح کر دینے کی اُمید رکھتا ہوں اگر اس سے اُن کی تسلی ہو جائے تو اُن کو حتی الوسع گوشت کے بغیر خوراک کھانی چاہیئے۔

(خوراک کی ضرورت)

انسان کھانے اور پینے کے بغیر پانچ دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اگر پانی دیا جائے تو اس سے زیادہ دنوں تک زندہ رہ سکتا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ جسم کے اندر پرورش کرنیوالے مادے کی خاص مقدار جمع رہتی ہے۔ جو کہ اُس وقت جذب ہوتی ہے جس وقت خوراک نہ کھائی جائے ہمیں اس کی مثالیں بیماری میں ملتی ہیں۔ کیونکہ بیمار ہونے سے پہلے نسبتاً آدمی مضبوط اور طاقتور ہوتا ہے۔ لیکن بیماری کے بعد پتلا اور کمزور ہو جاتا ہے۔ بہت سے مرضوں میں بیماری کی حالت میں جسم کمزور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ معدہ خوراک کو ہضم نہیں کر سکتا۔ اور انسان کو زندگی قایم رکھنے کے لئے صرف جمع شدہ مادہ پر گزارہ کرنا پڑتا ہے جب بیماری ختم ہو چکتی ہے تو جسم زیادہ خوراک جمع کر لیتا ہو جسکی وجہ سے وہ موٹا اور مضبوط ہو جاتا ہے انسان کو ایک کل کیساتھ تشبیہہ دی جا سکتی ہے۔ جو کہ خوراک سے چلتی ہے۔ اگر وہ تھوڑا کھاتا ہے۔ تو وہ پوری طاقت سے کام نہیں کر سکتا۔ اگر وہ زیادہ کھاتا ہے۔ تو اس کی مشین جلدی ٹوٹتی ہے اور اُسے افسوس کرنا پڑتا ہے۔ ہر ایک خیال لفظ یا کام سے ہماری طاقت خرچ ہوتی ہے (یعنی خوراک) بہت لوگ یہ دیکھکر حیران ہوں گے۔ لیکن درحقیقت یہ ٹھیک ہے کہ ہمارے بڑے بڑے خیال اور کلام ہر ایک چیز ہماری خوراک کھانے کا نتیجہ ہیں۔ دماغ ایک عضو ہے جو خوراک کو خیال میں بدل دیتا ہے۔ یا اس کو زیادہ واضح کرنے کے لئے دماغ کے ذریعہ سے ہم ایک روٹی کے ٹکڑے کو ایک نظم میں تبدیل کر سکتے ہیں۔ جو ممکن ہے اس وقت تک قایم رہے۔ جب تک کہ انسانی نسل قائم ہے اس لئے خوراک کی مناسب مقدار اور خاصیت کی ضرورت ہے۔ اس بات کی کہ ہمیں خوراک کی

ضرورت ہے۔ سادہ مثال اس آدمی مین جو کہ صبح کو اٹھکر کھانا کھا کر بیٹھ جاتا ہے اور پھر دوپہر کا کھانا کھا کر سونے کے وقت تک لیٹا رہتا ہے۔ ملتی ہے۔ دوسرے دن پہر وہ صبح کا کھانا کھانے کے لئے تیار ہوگا۔ اور ایسا روز بروز ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمیشہ اپنا کھانا کھانے کے واسطے تیار پایا جائیگا۔ اگر تم اس سے پوچھو گے کہ تم نے کیا کام کیا تو وہ جواب دیگا کچھہ نہین۔ لیکن ہم دیکھتے ہین کہ وہ اپنی خوراک کھانے کے لئے تیار رہتا۔ جیسے اس نے بڑے مزے سے کھایا۔ اس بات کی دلیل کہ کیون وہ کھانے کے لئے تیار رہتا۔ اور اس کے کھانے کی ضرورت کیون پڑتی ہے۔ یہ ہے کہ گو وہ چارپائی پر لیٹا رہا لیکن اس کا جسم سُست نہین رہا اگرچہ وہ خود اس بات سے بےخبر تھا اس کا دل تقریباً ایک منٹ مین ۷۲ دفعہ کی مقدار مین حرکت کرتا تھا۔ جس مین اس کے لئے بہت سی طاقت جو کہ ۱۲۶ ٹن وزن کو ایک فٹ اونچا اٹھانے مین صرف ہوتی ہے استعمال ہوئی۔ نیز وہ ایک منٹ مین ۱۶ دفعہ سانس لیتا تھا۔ خوراک ہضم کرتا تھا۔ جس سے جسم کی پرورش ہوتی تھی۔ تھوک۔ آنسو۔ پیشاب وغیرہ باقاعدہ نکلتے تھے۔ ان سب باتون کو باقاعدہ رکھنے کے لئے خوراک کی ضرورت تھی۔ خوراک کی باقاعدہ ضرورت کا دوسرا سبب یہ ہے کہ جسم کو ہمیشہ ایک ہی حرارت پر رکھنا پڑتا ہے انسانی جسم کی حرارت ۹۸½ ڈگری فارن ہیٹ کی ہوتی ہے۔ اس بات کا کوئی مضائقہ نہین کہ موسم کتنا سرد ہے۔ ہمارے جسم کی حرارت ہمیشہ ایک جتنی رہتی ہے۔ اس حرارت کو قایم رکھنے کے لئے کاربالک کی قسم کی خوراک کی بہت سی ضرورت ہے۔ کیونکہ جسم لگاتار ریڈیکشن سے اپنے جسمون سے حرارت کو ضائع کر رہے ہین۔ ہر ایک سانس جو ہم باہر نکالتے ہین اس سے حرارت کم ہوتی ہے۔ نیز تمام چیزین جو کہ ہمارے جسم سے باہر نکلتی ہین۔ انسے بھی ہماری حرارت کم ہوتی ہے۔ اگر سرد خوراک کھائی جائے تو ضروری ہے کہ اس کی حرارت بھی جسم کی حرارت کے مطابق ہو جسکی وجہ سے بھی جسم کی حرارت کچھہ کم ہوتی ہے۔ اگر جسم ۹۵ کی حرارت سے زیادہ ٹھنڈا ہو جائے تو ہم زندہ نہین رہ سکتے۔ نیز ہر ایک خیال جو کہ ہم سوچتے ہین اور ہر ایک چیز جو کہ ہم دیکھتے ہین محسوس کرتے یا سونگھتے ہین۔ اُن سے بھی ہماری طاقت اور حرارت ان چیزون کے قائم رکھنے کے لئے کم ہوتی ہے۔ اب مین اپنے اصلی مطلب کی طرف آتا ہون۔ کہ انسان ایک کل ہے۔ جو کہ خوراک کے عوض کام کرتی ہے۔ اور کل کی بناوٹ پر کام کی مقدار منحصر ہے۔ ایک انسان روٹی کا ایک ٹکڑا کھا کر اس کے بدلے ... بنا سکتا ہے۔ دوسرا آدمی اس سے تصویر بنا سکتا ہے۔ اور ایک اور آدمی ایک اور

نئی دریافت کرسکتا ہے۔ جبکہ ایک اور انسان جو کہ مضبوط ہے۔ ایک روٹی کا ٹکڑا کھا کر اس کے عوض مین ورزش کے بڑے بڑے کرتب دکھا سکتا ہے۔ ہم جو کچھ کھا کر اپنے تمام کام کرتے ہین اور اس کی تبدیلی انسان کی بناوٹ پر منحصر ہے۔ فولاد کے ایک ٹکڑے سے بہت سی چیزین بن سکتی ہین مثلاً پرکار چمٹا یا ایک توپ لیکن یہ اب بھی فولاد ہی ہے۔ اس کی شکل شباہت کی تبدیلی اسپر منحصر ہے۔ جسنے کہ اسے بنایا۔ پس زیادہ تر ہم اپنی خوراک پر منحصر ہین۔ خوراک کیا ہونی چاہیئے۔ اور ہماری اچھائی یا برائی پر کس طرح سے اثر کرتی ہے اور ہم خوراک کے کھانے سے کسطرح زیادہ دیر تک یا کم عرصہ تک زندہ رہسکتے ہین مین اس کا بیان آگے لکھنے کی امید رکھتا ہون

(روزانہ خوراک)

مجھے وقتاً فوقتاً بہت سے لوگون سے چھٹیون کی ایک بڑی مقدار آتی رہتی ہے۔ جن مین سے بہت تھوڑے مناسب طریقہ سے رہتے ہین۔ وہ اس قسم کی خوراک کھاتے ہین۔ جو کہ انہین بیمار کردیتی ہے۔ اس لیئے سب سے پہلے مین خوراک پر لکھونگا۔ جس مین روزانہ زندگی کے متعلق خوراک کے قاعدے بیان کرونگا۔ مین اپنے ناظرین کو پھر ایک دفعہ یاد دلاتا ہون کہ خوراک جسم کی پرورش کے لئے کھانی چاہیئے۔ اور صرف اس قدر کھانی چاہیئے کہ جس سے یہ مطلب حل ہوجائے۔ اس سے زیادہ کھانا جسم کی طاقت کو پہلے اس کے جذب کرنے مین اور پھر اس کو باہر نکلنے مین ضائع کردیتی ہے۔ اس طرح سے جو خوراک ہم نے حاصل کرلی ہے زیادہ خوراک کے کھانے سے کم ہوجاتی ہے۔ دوسرا نقص جو کہ مین دیکھتا ہون وہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ زیادہ نائیٹروجن (گوشت بنانے والی) خوراک کھاتے ہین۔ کیونکہ لوگون کے درمیان یہہ خیال ہے کہ جس قدر زیادہ گوشت یا حیوانی مادہ کھائینگے۔ اُسیقدر اچھا ہے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ اگر گوشت ایک دو دفعہ سے زیادہ دن مین یا روزانہ چار اونس سے زیادہ کھایا جائیگا تو اُس کا نتیجہ بُرا ہوگا۔ ہمارے اچھے فزیالوجی دان اس بات کا اندازہ لگاتے ہین۔ کہ چار اونس گوشت کی خوراک یا اس کے برابر مٹر۔ ماش۔ لوبیا یا دوسری دالین ہمارے گوشت کی مرمت کے لئے کافی ہین اور زیادہ کام کرنیوالون یا لوہارون کو چھ اونس (تین چھٹانک) سے زیادہ نہین کھانی چاہئیں۔ کام کرنے مین ہم نہ صرف اپنے گوشت عضلات کو تھکاتے ہین بلکہ حرارت اور طاقت پیدا کرنے والی خوراک کو بلا کر اُن سے طاقت حاصل کرتے ہین اگر ہم اپنے جسمون کا اسٹیم انجن کیساتھ مقابلہ کرین تو معلوم ہوگا کہ طاقت کو قایم رکھنے کے لئے ایندھن کی ضرورت ہے۔ جسطرح انجن کے لئے کوئلہ ہے *

امریکن تعلیم کے خصائص

ماخوذ از ہندوستانی۔ سنہ ۱۵ ۱۹ء

اس سرزمین حریت کے تمام کاموں مین آزادی و جمہوریت کی روح جلوہ گر ہے۔ اس وقت ہمارے پیش نظر امریکہ کا سلسلۂ درس و تدریس ہے۔ جسکے خصائص قابل دید ہین (۱) وہان امریکہ کے بچون کی تعلیم کے لئے کوئی خاص اسکول نہین ہے۔ وہان پیدائشی طور پر کسی کو امیر کہلانے کا حق حاصل نہین ہے۔ نہ وہان کی گورنمنٹ لوگون کو خطابات دیتی ہے۔ وہان دولت مند صرف وہی ہین۔ جو اپنی محنت و کوشش سے دولت مند بنتے ہین۔ لیکن ان کے بچے بھی اُنہی مدرسون مین تعلیم پاتے ہین۔ جن مین کہ غریبون کے لڑکے پڑھتے ہین۔ اور جہان تعلیم کا خرچ یکسان ہے۔ تعلیم دینے کا کام زیادہ تر عورتون کے ہاتھون مین ہے۔ ابتدائی سے لیکر اعلیٰ اسکولون تک مین زیادہ تر مدرس عورتین ہی ہین۔ جو تعداد مین مدرسون کی تمام تعداد کا ۴/۵ ہین۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بچون کو پڑھانے کے لئے عورتین زیادہ عمدہ استاد ثابت ہوئی ہین۔ (۲) لڑکے اور لڑکیان اسکولون اور کالجون مین پہلو بہ پہلو تعلیم حاصل کرتی ہین۔ وہان کی لڑکیون کی تعلیم کے اسکول اور کالج علیحدہ علیحدہ نہین ہین۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ امریکہ مین عورتین اعلیٰ تعلیم زیادہ تعداد مین حاصل کرتی ہین اور اس طور سے وہ ملک کی دولتمندی مین بہت اضافہ کرتی ہین اور ملک مین اجتماعی اور اخلاقی اصلاح اور بنی نوع انسان کی ہمدردی کے کام زیادہ آسانی اور خوبی کیساتھ انجام پاتے ہین۔ (۳) اسکول اور کالج اجتماعی زندگی کے مرکز ہین تعلیم گاہون کی عمارت کو سوشل کامون اور پبلک تفریحون کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے (۴) اسکولون اور کالجون مین ان لڑکون اور لڑکیون کی ہر طور سے حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جو اپنی کمائی سے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہین۔ یہ لوگ چند گھنٹے روز کارخانہ مین کام کرتے ہین۔ یا خانگی ملازم کا کام یا اور کوئی کام انجام دیتے ہین۔ جس سے تعلیم مین ہرج نہو۔ بلکہ اس قدر آمدنی ہوجائے۔ جو تعلیم مین کافی مدد دے سکے۔ ایسے طالبعلمون کے لئے امریکہ مین اسکولون اور کالجون کی طرف سے کام مہیا کیا جاتا ہے۔ (۵) امریکہ کے طرز تعلیم کا سب سے نمایان پہلو یہ ہے کہ وہان طلبہ کی گورنمنٹ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ہر اسکول اور کالج بجائے خود ایک چھوٹی سی سلطنت ہے جسکے اندرونی معاملات کا انتظام ان استادون اور پروفیسرون کے ذریعہ سے کیا جاتا ہے

جن کو طلبہ اس کام کے لئے منتخب کرتے ہین۔
ان مین سے بعض خوبیان ایسی ہین کہ اُن کی تقلید ہندوستان مین بآسانی کی جا سکتی ہے۔ مثلاً لڑکون اور لڑکیون مین خود کماکر تعلیم حاصل کرنے کا شوق پیدا کرنا اور اسکولون اور کالجون کو اجتماعی تحریکون کے مرکز قرار دینا بیشمار فوائد کا موجب ہو سکتا ہے۔
مگر طلبہ کی گورنمنٹ" یہان ممکن نہین اور لڑکون اور لڑکیون کی یکجائی تعلیم اور زیادہ تر عورتون کو بطور اساتذہ مقرر کرنا ہندوستان مین نہ ممکن ہے اور نہ قرین مصلحت۔
بہرحال ہمین امریکین تعلیم کی خوبیون سے فائدہ اُٹھانے کی ضرور کوشش کرنی چاہیئے۔

اکس رے کی اہمیت

(ڈاکٹر محمد عمر صاحب اکس رے اکسپرٹ کی شہادت)

(ماخوذ از ہندوستانی)

معزز اخبار۔ آئی۔ ڈی۔ ٹی۔ اپنی اشاعت مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۱۵ء مین الہ آباد کے ایک مقدمہ کی بابت جسمین موجودہ ایجاد اکس ریز سے کام لیا گیا حسب ذیل رقمطراز ہے۔
صاحب سب جج الہ آباد ایک مقدمہ کی سماعت کر رہے ہین۔ جو جائداد غیر منقولہ کے انتقال کی بابت ہے۔ اس جائداد کے متعلق بہاری لال نے دستاویز لکھی ہے جو رجسٹری بھی ہو چکی ہے اور راد ہے شام مدعی یہ کہتا ہے۔ کہ بہاری لال ۱۲ برس سے زائد عمر کا ہے اس مقدمہ مین بہاری لال مدعا علیہ کے بہائی کا عذر ہے کہ مدعا علیہ ہنوز نابالغ ہے۔ اور بدین وجہ جائداد کا انتقال بغیر ولی جائز کے نہین ہو سکتا۔ اس مقدمہ مین لفٹننٹ کرنل برڈ ووڈ سول سرجن لکھنؤ اور ڈاکٹر محمد عمر صاحب جو کنگ جارج میڈیکل ہسپتال مین ماہر اکس رے ہین۔ اکس رے کی مدد سے عمر دریافت کی تھی۔ لفٹننٹ کرنل برڈووڈ کو آٹھ پلیٹین جو ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے بھیجی تہین دکہلائین۔ اون کا بیان یہ ہوا کہ جو پلیٹ کہنی کے جوڑ کو دکہلاتی ہے مین رائے اسپر قایم کرتا ہون۔ کیونکہ ہڈیان سب جڑ گئین ہین اندرا در باہر کی کرلیان ہڈی بنکر اصل ہڈی مین قایم ہو گئی ہین اور یہ چودہ سترہ اور اٹھارہ کے بیچ مین ہوتا ہے۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ بہاری لال کی عمر ۱۷-۱۸ کی ہے۔ اس کے بعد ان کو دو گھٹنون کی پلیٹین دکہلائی گئین۔ اسپر انھون نے یہ بیان کیا کہ یہ دونون ظاہر کرتی ہین کہ ہڈیان جڑ گئی ہین اور یہ ہڈیون کا

جبڑنا ۱۶ - ۱۷ کے بیچ مین ہوتا ہے - ان پلیٹون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس کی عمر ہڈیون کے جُڑنے کے زمانہ سے متجاوز ہو چکی ہے -

ڈاکٹر محمد عمر صاحب جو لکھنو میڈیکل کالج مین اکس رے فن کے ماہر ہین - حسب ذیل بیان کیا -

میرے زیر نگرانی اکس رے ہے اور مین بجلی سے بھی علاج کرتا ہون - مین نے خود آٹھ پلیٹین لی ہین اور ان پر غور کرنے سے مین یہ رائے قائم کرتا ہون کہ مدعا علیہ کی عمر ۱۸ - ۱۹½ کے درمیان ہے -

میڈیکل جورس پروڈینس (jurisprudence) کی کتاب مین ایک خاص وقت تک عمر بتلاتی ہین - اس کے بعد پھر نہیں - پھر اس کے بعد اور شاہدون کی شہادت ہوئی

اسلام کی روحانی قوت

ایک مسیحی محقق کے خیالات

(ماخوذ از وکیل امرتسر ۲۴ ستمبر ۱۹۱۵ء)

مورخین زمانہ وحکما دوران عالم اس امر مین متفق ہین کہ مختلف مذاہب عالم کو کسی نہ کسی صورت مین تنزل و انحطاط سے ہم آغوش ہونا پڑا ہے - مذہب کیا ہے ؟ مذہب ایک ایسی طاقت ہے جو اپنے پیرؤون مین ترقی کی روح پھونکتی اور افراد کی روحانی زندگی کے لئے ایک لازوال قوت محرکہ ثابت ہوتی ہے - ہم جسمانی ورزش اور کثرت سے اپنے اعصاب و عضلات کو مضبوط بنا سکتے اور پیہم سعی و ہمت و استقلال سے رستم یا سینڈو کا سا جسم حاصل کر سکتے ہین - مگر روحانی قوی کا نشو و نما ان طریقون سے حاصل نہیں ہو سکتا - اس کے لئے ایک روحانی قوت کا موجود ہونا لازمی ہے - جو انسان کے رگ و پے مین سرایت کر جا سے - اور اس کو روحانی حیثیت سے ایک ایسی شاندار ہستی بنا دے - کہ مادی طاقتین اس کے سامنے بیکار محض ثابت ہون -

آج تک جس قدر چھوٹے بڑے مذاہب عرصہ شہود مین ظاہر ہوئے ہین - ان سب کا مقصد دراصل یہی تھا - لیکن یہ کہنا کچھ مبالغہ نہیں ہے - کہ فطرۃ انسانی کے سامنے تمام مذاہب نے جلد یا بدیر گردن اطاعت خم کر دی ہے - اور نتیجہ یہ ہوا ہے - کہ کسی مذہب کو بھی اپنے مطمح نظر مین کامیابی حاصل نہیں ہو سکی - تاہم دنیا مین ایک مذہب ضرور موجود ہے - جسمین

تنزل کا عنصر معدوم ہے۔ ہماری مراد دین اسلام سے ہے۔ جسکے اصول آج تیرہ سو سال کے بعد بھی وہی ہیں۔ جو چھٹی صدی عیسوی میں نزول قرآن کے وقت تھے۔

یہہ ہماری اپنی رائے نہیں ہے۔ بلکہ ایک منصف مزاج نکتہ ور مسیحی مصنف (ڈڈلی رائٹ) کی ہے۔ جو علی الاعلان کہتا ہے کہ اسلام کی یہی غیر متبدل حالت اس کی نجات کا باعث ہوئی ہے اور اسی کی بدولت ہم اس کے بیشمار پیرو مہذب دنیا کے طول و عرض میں پاتے ہیں۔ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جسپر حق پسند طبائع کو مسدود ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مسیحی مخالفین نے اسی کو اپنے اعتراضات کی بنیاد قرار دیا ہے۔

اسلامی اصول کی سختی ایک مسلمان کے لئے تنگ ملبوس نہیں ہے۔ کہ اس سے اس کی رفتار ترقی میں مزاحمت پیدا ہو۔ بلکہ اسلام کی خدمت میں آکر انسان کو پوری پوری آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اگرچہ مجھ کو پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیرو ہونے کا فخر نصیب نہیں ہے تاہم مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے۔ کہ جہاں تک حالات گرد و پیش اجازت دیتے ہیں۔ اسلامی اصول و عمل کی پیروی میں مجھے انتہا درجہ کی شادمانی اور خوشی حاصل ہوئی ہے اور میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ اسلامی قوانین پر عمل کرنے میں کچھ دشواری پیش نہیں آتی۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن کے نزول سے پہلے وہ علم حاصل کر چکے تھے۔ جو ہم میں سے ابھی بہتوں کو سیکھنا ہے۔ یعنی آں حضرت کو خاموش غور و تامل اجتماع قوت خیال۔ اور ازلی ابدی خدا اور رب العالمین کے ساتھ گفت و گو کی قدر و قیمت معلوم ہو چکی تھی۔ وہ کوہ حرا کے غار میں چلے جاتے تھے۔ اور وہاں انہیں حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ سے خدا برتر و توانا سے پیغامات آتے تھے۔

لیکن اس قسم کے موضوع پر بحث کرنے سے پیشتر ہمیں اُن واقعات و روایات میں جن کو تمام مسلمان صحیح و مستند سمجھتے ہیں۔ اور اُن قصہ کہانیوں میں جو استداد زمانہ سے اسلام کے متعلق پھیل گئی ہیں۔ اور جن کو اگر سب نہیں تو قریباً تمام مسلمان غلط قرار دیتے ہیں۔ تمیز کرنی چاہیئے۔ مثلاً ان حکایات پر اعتبار نہیں کرنا چاہیئے۔ جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت و عالم طفولیت کے متعلق رائج ہو گئی ہیں۔ جن میں ایک یہ بھی ہے کہ خدا کے حکم سے فرشتے آپ کے دل سے وہ سیاہ قطرہ گناہ نکال کر لے گئے۔ جو وہاں موجود تھا۔ اور جسکے لیجانے سے آپ کا دل صاف ہو گیا۔ اور آپ کو نور نبوت سے سرافراز کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ آپ نے اگرچہ اس بات کا تو دعوی کیا کہ اُن پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ عام انسانوں سے

بالاتر ہین - یا اُن مین معجزون کی طاقت ہے - حضور کا عقیدہ تھا کہ قرآن آپ کے لئے اور آپ کے ماننے والون کے لئے ایک بہترین معجزہ ہے -

حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حیرت انگیز کام کے صحیح موازنہ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس وقت دنیا کی حالت کس قدر ذلیل تھی اور عیسائیت کے مختلف فرقے باہمی جنگ و جدال مین کس قدر منہمک تھے - سیل اُس قابل نفرت فسق و فجور'' کو تسلیم کرتا ہے - جسمین عیسائیت اُس وقت مبتلا تھی - اور برا ئیڈ یو بھی جس کے دل مین حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے کام کے لئے کوئی وقعت نہین اس قدر ماننے پر مجبور ہوا ہے - کہ اُس زمانہ مین عیسائی اپنے مذہب کے جوہر اصلی کو کھو چکے تھے -

''عہد جدید'' کے مصنفین کو پہلی صدی کے خاتمہ سے پہلے ہی منحرفین مذہب کا نوحہ لکھنا پڑا تھا اور مختلف فرقون اور جماعتون کی تعداد جن کے مابین نہایت اہم بنیادی اصول کے متعلق اختلاف تھا - رفتار زمانہ کے ساتھ ساتھ بڑھتی چلی گئی - اور ابتک بڑھ رہی ہے - حضرت محمدؐ کے عہد مین ایک فرقہ حضرت مریم کی پرستش بطور خدا کے کرتا تھا - اور دوسرا اپنی قائم کردہ تثلیث مین اُنہین روح کی جگہ دیتا تھا - ایک اور فرقہ کے نزدیک یسوع مسیح خدا کا بیٹا نہین - بلکہ خدا تھا - جو انسانی شکل مین ظہور پذیر ہوا تھا - کئی اور فرقے بھی تھے - جن کے عقائد ایک دوسرے سے مختلف تھے - ایک فرقہ باوجود عیسائی ہونے کے اور حضرت عیسیٰ کو محض ایک انسان سمجھنے کے یہودی قانون کا معترف اور یہودی رسوم کا پابند تھا -

اس ابتری و انتشار کی حالت مین حضرت محمدؐ کے ذریعہ سے خدا کا کلام نازل ہوا - جس نے انسان کو خدا کی کامل اطاعت سکھائی - رسول اللہ صلعم کا مقصد اس بت پرستی کو مٹا کر جو قومون مین رائج تھی - لوگون کو خدا کی صحیح پرستش پر مائل کرنا - توحید کامل کا پھیلانا اور کفار کو نور حق سے آگاہ کرنا تھا - کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جب تک بت پرستی کا نام و نشان صفحہ ہستی سے نہین مٹایا جائیگا - اُن کو اپنے مقصد اعلیٰ مین کبھی کامیابی نہین ہو گی -

ایک قادر مطلق خدا کا یقین دین اسلام کا ایک اہم ترین ابتدائی اصول ہے - ایسا خدا جو تمام دیوتاؤن اور بتون سے بالاتر ہے - رب العلمین ہے اور اس نے کسی کو جنا ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے - اور نہ اس کا کوئی شریک ہے - خدا کی وحدانیت ایک ایسا مسئلہ ہے - جسکو قرآن اور علم بردارانِ قرآن خاص اہمیت دیتے ہین -

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ تو کسی نئے مذہب کے بانی تھے اور نہ انہوں نے اس بات کا دعویٰ ہی کیا تھا۔ قرآن نے بائیبل کو منسوخ نہیں کیا۔ بلکہ تمام کتب مقدسہ کی تصدیق کی۔ اسلام یسوع مسیح کی نبوت سے انکار نہیں کرتا۔ اور نہ اُن کی تعلیمات سے منکر ہے۔ مسلمان اُن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے پکارتے ہین اور اس بات کو مانتے ہین کہ وہ روز جزا سے پہلے مادی شکل مین زمین پر نازل ہون گے۔

نہ صرف اسلام بلکہ اس سے بیشتر جس قدر مذاہب دنیا مین موجود تھے۔ خدا کی طرف سے نازل ہوئے تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ تمام مذاہب الہامی تھے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو باطل پرستون کے مقابلہ مین جو کامیابی حاصل ہوئی وہ اس کا باعث حضرت جبرائیل (علیہ السلام) کی موجودگی و معاونت کو قرار دیتے تھے۔ آن حضرت کا لاؤ لشکر کل ۳۱۹ جانبازون پر مشتمل تھا جبکہ غنیم کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی۔ باوجود اس کے آنحضرت کو فتح نصیب ہوئی اور اُن کے صرف ۱۴ آدمی شہید ہوئے آنحضرت نے اعلان کیا کہ خدا نے اُنکی مدد کے لئے پہلے ایک ہزار اور اس کے بعد تین ہزار فرشتے حضرت جبرئیل کے ماتحت بھیجے جنھون نے مسلمانون کے بوجھ کو ہلکا کیا۔

اسلامی عقیدہ کے مطابق خدا نے فرشتون کو آفرینش عالم سے پہلے پیدا کیا تھا اور وہ ان سے بنی نوع انسان کی رہبری و رہنما کا کام لیتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق دنیا مین ایک ذرہ بھی ایسا نہین ہے۔ جو فرشتون کی نگہداشت سے باہر ہو۔

یہہ بالکل صحیح ہے کہ اگر فرشتے مصیبت اور ضرورت کے وقت ہماری مدد نہ کرین تو اس کشمکش حیات مین ہمین اکثر مغلوب ہو جانا پڑتا ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمین خدا پر وہ بھروسہ نہین ہے۔ جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاصل تھا۔

اسلام مین یقین اور عقیدہ کے لفظ علم و عمل دونون کو حاوی ہین۔ اسلامی عقائد محض رٹ لینے کے لئے نہین ہین۔ بلکہ انسانی زندگی کے روحانی و اخلاقی پہلوؤن کا دارومدار ہی ان ہی عقائد پر ہے۔

اسلام قطعی طور پر ایک عملی مذہب ہے۔ جو باوجود اپنی پابندی اور سختی کے تمام ازمنہ اور تمام اقوام کی ضروریات سے مطابقت رکھتا۔ اور انسان کو اس قابل بناتا ہے۔ کہ وہ اُن فرائض کو بوجہ احسن ادا کرے۔ جو خدا اور خدا کی مخلوق کے متعلق اس کے ذمے ہین۔

اسلامی عقائد کا ایک ضروری جزو الہام بھی ہے۔ قرآن اس کی کوئی حد قائم نہین کرتا۔

اور اس کے مطابق ہر ایک قوم وقتاً فوقتاً چشمہ الہام سے فیض یاب ہوتی رہی ہے۔ جواب بھی برابر جاری ہے اور آیندہ بھی جاری رہیگا۔

ناعاقبت اندیشی کی حیرت انگیز مثال

ماخوذ از مشرق ۷ ستمبر ۱۹۱۵ء

عنوان بالا کے تحت مین ایک مضمون جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب کا نظر سے گزرا جو ۲۲ جولائی کے مشرق مین شائع ہوا تھا۔ نہایت طبیعت خوش ہوئی کہ کیون نہو ٹکسالی لوگ ہین۔ ان کی قابلیت تو مستند ہے۔ اس قسم کے مضامین محتاج داد نہین۔ بلکہ اس قابل ہین کہ ان سے ہدایت و رہبری حاصل کی جائے۔ سبحان اللہ کس قدر صائب رائے ہے اور کس متانت اور صفائی کیساتھ اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ واقع یہ ہے جو لوگ نیک نیتی سے سوچتے ہین۔ اُن کو اپنے خیالات پبلک کے روبرو پیش کرنے مین ذرا بھی باک نہین ہوتا۔ اور ضرورت بھی اس امر کی ہے کہ ہر قسم کے خیالات روشنی مین آوین۔ یعنی جو خیالات اعتدال کی حد سے تجاوز کر گئے ہین ان کو بھی معرض بحث مین لانے کی اجازت گورنمنٹ کو بخوف خطر دینی چاہیئے۔ کیونکہ مین پہلے بھی کہہ چکا ہون کہ پراگندہ خیالی کے انسداد کے لئے ہمارے ملک مین کافی ذرائع موجود ہین جن کی وجہ سے اس کا یہان اندیشہ نہین ہوسکتا کہ گندہ پانی کی نالیون مین سارا ملک بہہ جائیگا چنانچہ میرے خیال کی تائید مضمون مذکورۃ الصدر نہایت خوبی کیساتھ کرتا ہے اور مین اس بات کو بھی کہہ سکتا ہون کہ ہمارے صاحبزادہ صاحب اس خیال کے صرف ایک ہی نہین معتدل مزاج ہندوستان مین اور بھی ہین۔ بلکہ مین خیال کرتا ہون کہ ایسے ہی لوگون کی کثرت ہے صرف اتنی بات ہے کہ اُن کی معتدل مزاجی ان کو زرق برق مین پڑنے سے روکتی ہے۔ اس لئے شور و شر کی ہو حق تو برابر سننے مین آتی ہے۔ مگر سنجیدگی و متانت کی نظیرین اچھلتی کودتی نہین پھرتین۔ اگر ایسا ہو تو اُن مین وہ متبرک صفت قایم ہی کیون رہے۔ اگرچہ جی ہمنر ورجا ہتا ہے ایسے مقدس نفوس ملک کی رہبری کرتے ہوئے کثرت کیساتھ نظر آیا کرین۔ مگر مین اُن پر یہ بھی الزام لگانا پسند نہین کرتا کہ وہ بالکل عضو معطل بنے ہوئے ہین۔ بیہودہ سرائیون کو سنتے ہین نابکاریون کو دیکھتے ہین اور خموش ہو جاتے ہین۔ نہین وہ اپنے اپنے دائرہ عمل مین برابر ملکی خدمت انجام دے رہے ہین۔ اس کا تجربہ ہر شخص کو جہان کہین وہ ہے متواتر ہو رہا ہے

مین اس خیال کی تائید مین اعداد حالی کو پیش کرسکتا ہون - یعنی اس ملک کی کل آبادی کو خیال کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ اس آبادی کا کونسا حصہ ایسا ہے، جو ملکی ضروریات کو سوچتا ہے - اور خیال کرتا ہے - پھر ان مین سے غل مچانے والے کتنی قلیل مقدار مین ہین - حد سے گزرتے ہوئے شاید ایک فی کروڑ بھی نہ نکلینگے - ان سے دوسرے نمبر کے شاید کچھ زیادہ ہون - مگر سب ملک بھی ٹھنڈے خیال والون کے مقابلہ مین کوئی حیثیت نہین رکھتے

ایک جگہ ایک امر کا تصفیہ ضروری ہے - ہندوستان مین ہندؤن کی تعداد زیادہ ہی اور ان کے حق مین آج کل تھوڑی سی بے انصافی ہو رہی ہے - جو بے سمجھے سوچے رائے قایم کرنے کا نتیجہ ہے - یعنی ہندو جتنے ہین وہ سب گورنمنٹ کے بدخواہ ہین اور یہ چاہتے ہین کہ ہمارے ملک سے اگر انگریز لوگ آجکل نکل جائین تو بہتر ہے یہ خیال نہایت غلط ہے کانگریس ضرور ہندؤن مین بنی مگر اول تو کانگریس ہی کو باغیونکا گروہ سمجھنا واقعات کے خلاف ہوگا - دوم ہر کانگریسی کو انتہائی کانگریسی مان لینا بھی بہت غلط ہوگا کانگریس کے ایسے مقاصد کو خود گورنمنٹ نے بھی تسلیم کرلیا ہے کہ نہایت اصل ہین سوال صرف یہ باقی رہتا ہے کہ وہ مقصد آج پورے ہون یا کل - اس کا جواب مختلف اشخاص مختلف طریقون سے دیتے ہین - کوئی روح بنکر صدیون کی قلانچ بھر جاتا ہے اور وہان سے سر لٹکا کر کہتا ہے کہ اب موقع ہے - اور کوئی دوسرے مہینے کی پہلی تاریخ کی نسبت بھی ناک بھون چڑھاتا ہے کہ بہت دیر ہو جائیگی - ان کے درمیان مین ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک مسلسل ڈاک بیٹھی ہوئی ہے - اور وہان ہان ہان کی رٹ بندھی ہے کہ تار ہی نہین ٹوٹتا -

چنانچہ ہمارے صاحبزادہ صاحب بھی کسی جگہ کھڑے ہوئے لبیک کہہ رہے ہین - مین اپنی رائے سے سمجھتا ہون کہ صحت رائے ان کی طرف زیادہ ڈھلی ہوئی ہے - مگر تاہم درجہ ہی کا فرق محسوس کرسکتا ہون - اب قسم کا فرق مٹ گیا - یہ بڑی ہماری دولت ہے - جو غل مچانے والون کے طفیل مین غریب ہندوستان کو حاصل ہو گئی ہے - یہ سچ ہے کہ اُن کی آنکھین ہماری سرکار عالی تبار ہی کھولین - ورنہ اُن کے سابقہ خیالات بھی ہمین معلوم نہین اور اس لحاظ سے ہم صاحبزادہ صاحب کے ساتھ نہایت خلوص سے ہم آہنگ ہین - اور گورنمنٹ کا اس تار شکریہ ادا کرنا چاہتے ہین جسکی کہ وہ مستحق ہے - مگر کافی لفظ نہین پاتے - لہذا شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو - کہکر لکھا ڈیوڑھا برابر کئے دیتے ہین -

مگر برطانویون نے صرف نظیر ہی عمدہ پیش کی - اور لقضاد نے نظرون کو اپنی طرف کھینچ لیا

یعنی جب دیکھا کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھلانے کے اور ہین تو خواہ مخواہ لوگون کو خیال ہونے لگا۔ کیونکہ اس مین تو کچھ شبہ کی گنجائش ہی نہین کہ برطانوی برطانیہ مین ایک روش کو پسند کرتے ہین۔ مگر وہی ہندوستان مین آکر بالکل دوسری روش اختیار کر لیتے ہین۔ اس کی ضرورت تھی اور اس کو ہم بہت بڑے درجہ تک تسلیم کر لین گے۔ مگر یہ بات کھٹکتی ہے اور کھٹکتی رہیگی اسکا کوئی علاج نہین۔ چنانچہ اس پیش کردہ منظر سے اور تباین و تخالف سے متاثر ہو کر کچھ لوگ بڑبڑانے لگے یہ بھی قدرتی امر تھا۔ اس طرح رفتہ رفتہ تحریک پیدا ہو گئی۔ جو اب ماشاء اللہ کافی زور کے ساتھ جاری ہے اور مٹ نہین سکتی۔ ان حالتون پر نظر کر کے خیال ہوتا ہے کہ جہان صاحبزادہ صاحب فرماتے ہین۔ اور انشاء اللہ ایک وقت آئیگا۔ جبکہ برٹش عہد کی برکتون سے مستفید ہو کر خود اس ملک کے باشندے حکومت کے قابل ہو جائین گے۔ اس فقرہ مین کچھ وضاحت کی ضرورت ہے۔ یعنی وہ ہندوستانی جو سلف گورنمنٹ کے خیال کو ملک کے روبرو پیش کر رہے ہین۔ اور اس کی خوبیون کو سمجھا رہے ہین۔ اُن کی برکتون کا اعتراف بھی کرنا لازم ہے۔ بلکہ شاید وہ زیادہ مستحق داد ہین۔ جس طرح محققین قدرت قابل توصیف و ثنا ہین۔ کیونکہ کتاب قدرت تو ہمیشہ سے کھلی ہوئی تھی۔ مگر جنہون نے دیدہ ریزی کر کے اُسے پڑھا اور اس کا مطلب اپنے بھائیون کو سمجھایا وہی خاص کر محسن انسان کہلائے ؎

ایمان کی کہین گے ایمان ہے تو سب کچھ

کانگریس نے فی الواقع ملک پر بڑا احسان کیا ہے اور کر رہی ہے اس کی کارروائیان بھی نظامی اصول سے تجاوز نہین کرتین۔ قانون کی متابعت کرتے ہوئے حقوق شہری کی طالب ہے۔ وہ کونسا انسان ہے۔ جو اس سے انحراف کر سکتا ہے۔

کانگریس کے مطالبات کی معقولیت سے بعض اس درجہ متاثر ہوئے کہ ملک مین فسادات پھیلانے پر آمادہ ہو گئے۔ عمال پر بمون کی بھرمار کرنے لگے۔ اور شور و شر کو خط مستقیم سمجھ لیتا۔ دوسری طرف ان کے بھائی اور کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے۔ کہ "سلف گورنمنٹ مل جائے۔ چاہے مسلمان کتنے ہی ذلیل اور تباہ ہو جائین۔ چاہے مسجدین گرا دی جائین اور ان کی جگہ مندر بنا دئے جائین تو بھی ہم سلف گورنمنٹ سے راضی ہین۔"

سبحان اللہ عشق ہو تو اتنا تو ہو۔ اگرچہ عشق حقیقی تو پکار پکار کے یہ کہہ رہا ہے ؎

مذہب پیر مغان مشرب رندان ہے یہی — اپنی ہستی کے سوا غیر کو سجدہ ہے حرام

چہرے پر تل تو سبھی کو اچھا معلوم ہوا کیا ہے - مگر بعض ہین کہ مسّون اور رسولیون پر بھی دم دیتے ہین - کیا کہین ہماری آنکھہ مین تو تل تل مسّہ اور رسولی رسولی ہی ہے - جو لوگ آزادی پر فدا ہو کر فتنہ و فساد پھیلانے پر اتر آتے ہین - اُن کو خیر یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ انتہائی درجہ پر پہنچ گئے مگر یہ بڑے بگڑے دل عاشق نکلے کہ کل عشق ہوا اور آج ہجر کے صدمون کی تاب نہ لاکر خودکشی پر آمادہ ہو گئے - مولانا فرماتے ہین ؎

قالب از ما ہست شد نے ما ازو — بادہ از ما مست شد نے ما ازو

اسیطرح مین کہتا ہون کہ ملک ہمارے لئے ہے نہ کہ ہم ملک کے لئے اور اگر اُن کی دلیل شافی ہو سکتی ہے تو اس سے کچھہ بحث نہین کہ کون سی قوم ملک مین آباد ہو - صرف یہ دیکھہ لیا جائے کہ وہ قوم آزاد ہے یا نہین - پس جو آزاد نہین ہین وہ مہربانی کر کے پنجرہ خالی کرین اور آزادون کو رہنے دین - کچھہ ضرورت نہین ہے کہ ملک مین گھاس کوڑا پھیلا رہے ہندوستان کو خالی کردو اور یورپ کی آزاد قومون سے کہدو کہ اس کو بھی اپنی بستی بنا لو - ہم نہونگے تو بلا سے ہندوستان آزاد ملک تو ہوگا - سو یہ خدا کے فضل سے اب بھی حاصل ہے یعنی فرمانروا قوم وہ آزاد قوم ہے جسکی ثانی نہین - پھر پانی بھرنے والون اور لکڑی کاٹنے والون کو آزادی کا سودا ہی کیون ہو -

سب سے سہل طریقہ تو وہی ہے - جیسا امریکہ مین عمل کیا گیا - اب دیکھئے امریکہ کیسا آزاد ملک ہے - بس خوش ہو جائیے - اصلی امریکیون کے ساتھہ کیا برتاؤ کیا گیا اور اُن کا کیا حشر ہوا - یہ گل باصنوبر چہ کرد کا قصہ ہے - جسکے سننے کی ضرورت نہین - یا آسٹریلیا کے اصلی باشندے کون تھے اور اب کہان گئے - اور جو خال خال باقی ہین وہ کس حالت مین ہین - اسکی کچھہ پروا نہین - انسائیکلوپیڈیا برٹانکا طبع یازدہم مین ہین - ایک دن برٹش ایمپائر کا آرٹکل پڑھہ رہا تھا اس مین صفحہ ۷۰۶ پہ یہ عبارت نظر سے گزری -

"جنوبی افریقہ کے اصلی باشندے بشمین اور ہوٹنٹوٹ تھے - اب یہ دونون نسلین سرعت کے ساتھہ کم ہوتی جاتی ہین - اور برطانوی جنوبی افریقہ مین امید کی جاتی ہے کہ بیسوین صدی گزرنے تک بالکل نیست و نابود ہو جائین گی -"

اسکو پڑھتے ہی میری پنسل نے بیساختہ لکھدیا

How Callous!!

یعنی اس عبارت میں کس قدر سنگدلی کا اظہار کیا گیا ہے - یہ قدرتی اثر تھا جو میری طبیعت پر پڑا - اور میں خیال کرتا ہوں کہ جو شخص اپنے آپ کو جامۂ انسانیت سے مزین سمجھتا ہے - وہ ضرور میرا ہم خیال ہوگا - مگر کیوں ؟ ایک وحشی قوم مٹ رہی ہے اور ایک آزاد قوم اُس کی جانشین ہوتی جاتی ہے - کیا یہ امر تشفی بخش نہیں ہے - کیا موجودہ اُکھیڑ پچھاڑ ختم ہونے پر سارا ملک قطعی آزاد نہوگا ؟ جن مسلمانوں نے جدید مدرسہ میں تعلیم پائی ہے - اُن کو تو کہنا چاہیئے کہ بہت ٹھیک ہو رہا ہے - کیونکہ اسی کی ضرورت ہے - مگر میرے دل کو ایسے عبرتناک قصوں سے نفرت ہوتی ہے -

میں کسی طرح اپنے دل کو راضی نہیں کر سکتا کہ ہندوستانی مسلمان روندے کھوندے جائیں بلا سے - مگر ہندوستان آزاد ہو جائے میں اسکو کسی طرح آزادی کی محبت نہیں کہہ سکتا - بلکہ یہ صریحاً غلامی کی آرزو ہے - جو غالباً اس دودھ کے اثر سے ہے جو مسلمانوں نے ہندوستان میں آکر پیا - اُس نے شاید رگ ہاشمی و جوش تاتاری پر اس بلا کی بجلی گرائی ہے - محمود غزنوی کہاں سو گیا - علاء الدین کدھر گیا - بابر کہاں غارت ہو گیا - اکبر کہاں مٹ گیا کیا اسی دن کے لئے تم نے اس جانب قدم بڑھایا تھا - ذرا آکر اپنے سپوتوں کو تو دیکھو - تمہارا لگایا باغ یاغ ہو جائیگا -

پدرم باغ جنان (؟) را بدو گندم بفروخت ناخلف باشم اگر من بجوے نفروشم

کیسے اندھیر کی بات ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں کی وہ نوبت ہو گئی کہ پرائی بدشگنی کو اپنی ناک کٹانے کے لئے تیار ہو گئے - ارے ناشکرو برٹش گورنمنٹ نے ایسی تمہارے ساتھ بالخصوص کیا بُرائی کی ہے - جو تم اس قدر اُس سے جلنے لگے - اور ہندوؤں نے تمہارے ساتھ کون کون سے احسان کر دئے - جن کے بوجھ سے تمہاری گردن نہیں اُٹھ سکتی -

میاں بھائیو جاؤ مونچھیں منڈاؤ اور چوڑیاں پہنو - تمہیں سیاسی دنیا سے کیا تعلق - اس دنیا میں بیشک مر بھی مٹتے ہیں - مگر وہ اپنے لئے - دوسرے دن کا تختہ مشق بننے کو تو جس میں ذرہ بھی نشہ مردانگی ہے وہ حقارت کی نظر سے ہی دیکھے گا - ذرا آنکھ کھولکر یورپ کو تو دیکھو - کہ وہاں آج کل کیا ہو رہا ہے - بلجیم ہی غریب کو دیکھو کہ مرمٹا - جان گئی - صدمہ اسیری کے سہے - مگر کس کے لئے - بلجیوں کی آزادی کے لئے - فرانسی یا برطانوی آزادی کے لئے نہیں

یہ اور بات ہے کہ اس کی قربانی نے فرانس کی جان بچا دی۔ پس جو کچھ کرو۔ وہ اپنی قوم کے لئے کرو۔ اس کے ضمن مین بحالت موجودہ اگر اوروں کو بھی فائدہ پہنچ جائے تو بچشم ما روشن دل ما شاد۔ مگر ذبح ہو تو مسجد مین ہو۔ مندر مین جا کر ذبح ہوئے تو کہین تمہارے وہ بھائی جن پر تم جان دینا چاہتے ہو خود ہی نہ کہہ بیٹھین کہ تمہارے خون سے ہمارا مندر گندہ ہو گیا۔

خودداری کا نام وضعداری ہے۔ اپنی عزت کو سنبھالو اپنی قوم کی عزت کو سنبھالو۔ تب تو شاید تم دوسرون کو بھی فائدہ پہنچا سکو گے۔ ورنہ لیس جی لیس معلوم شد۔ باشندگی کی شش صادق آئے گی۔ مگر یہ ہمت کا کام ہے اس کے لئے شیر دل درکار ہین۔ ایسے شناورون کی ضرورت ہے کہ خود بھی پار اُترین اور دوسرے جو ڈوب رہے ہون اُن کو بھی کنارے لگا دین اُن کا کام نہین ہے جو کہدین کہ بی بی ہین تو دے ہو دُون مین ہی کچھ لو"

ہمارے باپ دادون کا قول تو یہ ہے۔ سگ باش برادر خورد مباش۔ اس گئے گزرے زمانہ مین بھی ابتک تو ہم مین ایسے ہی لوگ ہوتے چلے آئے ہین کہ گو ثروت جاتی رہی۔ دولت کافور ہو گئی۔ تعداد مین دوسرون سے ایک چہارم۔ پھر بھی جہان اورون کا نام آتا ہے۔ وہان مایہ دولت کا پہلے نام لیا جاتا ہے۔ وہ تھوڑے سے تھے۔ مگر اُن کے دل تھوڑے نہ تھے۔ یہ اُن کی ہمت کا اثر ہے کہ آپ لالون کے لال بنے ہوئے ہین۔ ورنہ دوسرے تو ساتھ کھانے کے بھی روادار نہین ہین۔ پیاؤ پر فی سبیل اللہ پانی پلاتے ہین۔ تو مسلمانون کو یون۔ چمارون اور بھنگیون کے لئے ایک بانس کا اَونا لگا دیتے ہین۔

مین یہ ہرگز نہین کہنا چاہتا ہون کہ جو تمہارے ساتھ کرتے ہین۔ وہی تم اُن کے ساتھ کرو نہین۔ بلکہ تم اُن کے ساتھ ہمیشہ وہی سلوک کرو جو تم چاہتے ہو کہ وہ تمہارے ساتھ سلوک کرین۔ مگر اپنا آگا پیچھا اتنا ضرور سوچ لو کہ اگر وہ تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہ کرین تو کہین تم مفت دھوکا ہی دھوکا مین نہ مارے پڑو۔ بلکہ جو کچھ کرنا ہو اپنے بھروسہ پر کرو۔ دوسرون سے توقع رکھنا اس دنیا مین خام خیال ہے۔ تاوقتیکہ تم مین اُس توقع کو پورا کرا لینے کا گن نہو۔ اُس گن کو اس سلطنت کو نہ مٹنے دو۔ بلکہ جتنی خدا تمہین توفیق دے اس کو بڑھاؤ۔ اگر ایسا کرو گے تو حافظ کی طرح تم بھی کہنے لگو گے۔ ؎

ساقی بنور بادہ برافروز جام ما — مطرب بگو کہ کار جہان شد بکام ما

کمزورون پر سیاسی دنیا مین رحم نہین کیا جاتا۔ بکری کو سب نے حلال بتایا ہے۔ اور شیر کو

حرام ہی سمجھتے ہین - کیونکہ اس کا گوشت کوئی نہین کھاتا - تمہارے لئے کہا جاتا تھا کہ سوئے ہوئے شیر ہو - مگر عینک لگا کر غور سے جو دیکھا تو سوئی ہوئی بھیڑ ثابت ہوئے - مگر نہین تمہارے باپ دادا شیر تھے اور تم بھی شیر ہو - ہان یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنے آپ کو نہین پہچانتے - ذرا آئینہ مین تو اپنی صورت دیکھو اور اپنے اردگرد محض تعداد کو دیکھکر خائف نہ ہو جاؤ -

تم پھر تم ہی ہو - اوردن کو ابھی ذات پات کا تانا بانا ادھیڑنا ہے - اور تمہارے لئے ہر کلمہ گو ایک حیثیت رکھتا ہے - صاحبزادہ صاحب نے جو ہنر ورتمین بیان کین وہ بالکل درست ہین - پہلے دوسرون کو مساوات کی سطح پر آنے دو اس وقت سلف گورنمنٹ کے شوق مین قدم سے قدم ملا کر چلنا اس عرصہ مین اپنے آپ کو دیکھو اپنی قوم کو دیکھو بہت سے کام تمہین ہی کرنے ہین - چلتے کا نام گاڑی ہے یا ہستہ آہستہ چلے - مگر جو استقلال کے ساتھ چلتا رہیگا - وہ یقیناً بازی جیتے گا - مگر اس شعر کو اچھی طرح یاد رکھو ۵

اقبال کرم می گزد ارباب ہمم را　　　ہمت نخورد نیشتر لا و نعم را

اس جگہہ مین یہ ضرور کہون گا کہ تیاریان جو کرو وہ سلف گورنمنٹ ہی کے خیال سے ہون - کوئی بات ایسی نہو کہ اس مین رخنہ ڈالے اس اصول کو ذہن نشین کر کے قومی کامون مین دل لگا کر جٹے رہو ۵

نسبت تو ظاہر ہے حرم کی بندھی ہوئی　　　پر دل مین دھن ہے کہ وہ قسم کی بندھی ہوئی

اپنی قوم مین صنعت و حرفت کو ترقی دو - تجارت اور زراعت مین قدم بڑھا کر رکھو - تعلیم کو آسان اور سستا کراؤ کہ تمہارے نادار بھائی اس سے مستفید ہو سکین - اپنی یونیورسٹی کو سنبھالو دیکھو قوم کا کتنا روپیہ بیکار پڑا ہے - کن محنتون کا یہ روپیہ ہے - اور اس کا کیا حشر ہوا ہے گورنمنٹ کے دل مین گھر کرو کہ وہ تم پر روز بروز زیادہ اعتماد کرے اور تمہین ملک داری کے کامون مین بخوشی ہو کر شریک کرے - اس طرح تم مین اُن کامون کا سلیقہ پیدا ہو - یہ مت سمجھو کہ اس قسم کا سلیقہ الہام کے ذریعہ سے آجاتا ہے - اُس کے حاصل کرنے مین بہت بڑی دماغ سوزی اور عرق ریزی کی ضرورت پڑتی ہے - بلا تجربہ و مہارت کچھ نہین ہو سکتا - حالتین اس وقت سامنے ہین - دیکھو - اور سمجھو -

اپنے ہندو بھائیون کے ساتھ بھی دوستی و محبت کو بڑھانے کی کوشش کرتے رہو - جو امور مابہ النزاع ہین - اُن کا دانائی اور ہوشمندی سے تصفیہ کرو - کہ روزمرہ کی کشمکش مٹے

مگر یہہ یاد رکھو کہ جو دوستی ذلت برداشت کرکے حاصل ہوتی ہے اُس کا نام دوستی نہین ہے اس بات کے کہنے کی یون ضرورت ہوئی کہ مین دیکھتا ہون ہمارے ہندو بھائی ہمین کمزور سمجھکر دبانا چاہتے ہین۔ مگر ہمین وہ ایسا بودا نہ سمجھین کہ اُن کی دوستی کو ہر قیمت پر مول لینے کو تیار ہو جائینگے۔ ہم اُن سے یہ نہین پوچھتے کہ تم ہندو کیون ہو۔ وہ اس کا کسی پہلو سے اشارہ تک نہ کرین کہ ہم مسلمان کیون ہین۔ جو کچھہ ہم ہین موجود ہین۔ اگر اس طرح وہ ہماری دوستی کی ضرورت سمجھتے ہین۔ تو اُن سے پہلے ہم ہاتھہ بڑھانے کو تیار ہین۔ اور اگر اس مین کچھہ بھی چون و چرا ہے تو وہ اپنے گھر جائین اور بیٹھکر ٹھنڈے دل سے سوچین اور مشورہ کرین۔ اُس کے بعد آئین۔ بُرے ہین یا بھلے ہین۔ ہم جیسے کچھہ ہین۔ اگر اسیطرح وہ ہمین قبول کرتے ہین تو حاضر ہین۔ ہمارا اُن کا ساتھہ ہے۔ چولی دامن کا ساتھہ ہے۔ وہ ہمارے بھائی ہین۔ جہان اُن کا پسینہ گرے گا وہان ہم خون بہانے کو تیار ہین۔

مگر یہہ نہوگا کہ وہ ہماری کسی بات کو بُرا بتائین اور ہم کان دبا کر سنتے رہین اور ہاتھہ جوڑ کر ان سے کہین کہ بہت اچھا حضور معاف کیجئے آیندہ سے ایسا نہوگا۔ اُن کے اگر زبان ہے تو ہم بھی گونگے نہین۔ بلکہ ہمارا نعرہ اللہ اکبر تو اقصاے عالم مین گونج چکا ہے۔ پھر جس زبان پر یہہ نعرہ جاری ہو سکتا ہے وہ بتیس دانتون میت دب کر نہین رہے گی جس کا گھر شیشہ کا ہو اُس کو چاہیئے کہ دوسرون کے مکانون پر اینٹین نہ پھینکے۔ ہماری جن باتون کو وہ ٹوکتے ہین اُن کا اعتراض قطعی تعصب پر مبنی ہے۔ کہ یہہ باتین ہم بتا سکتے ہین۔ اُن کی اصل سراسر ہمدردی و دوستی فہمیدہ ہوگی۔ اس لئے اُن کو مناسب ہے کہ حب وطن مین کورانہ تعصب کو نہ پیدا نہ کرین۔ ملکی معاملات اور چیز ہین۔ مذہبی عقائد اور اخلاقی رسوم اور چیز ہین صرف ملک کی بہبود اور فارغ البالی کی کوششون مین ہم ان کے دل و جان سے شریک ہین۔ رہین اور باتین اُن مین وہ ہمین مجبور نہین کر سکتے۔

وہ صرف گذشتہ پچاس برس کی تاریخ پر نظر ڈال کر دیکھین کہ انھون نے عیسائی اور مسلمانون سے شرمناک کتنی باتون کو خود چھوڑا اور اب تک چھوڑتے جاتے ہین۔ روزمرہ سینکڑون خرابیون کا رونا رویا جاتا ہے۔ جن کی خو یہان رہنے کی وجہ سے مسلمانون مین بھی آگئی تھی مگر شکر ہے خدا کا کہ روز بروز وہ آلایش دہلتی جاتی ہے۔ لیکن ہمین کوئی بات چھوڑنے کی ضرورت نہین پڑی۔ بخلاف اس کے یورپ تک چند در چند امور مین ہماری تقلید کرتا جاتا ہے اور ابھی اُس کو

بہت سی باتون مین اور تقلید کرنی پڑے گی۔

ہمارے ہندو بھائی ان دو باتون کے پیچھے بہت پڑے ہوئے ہین۔ ایک گاؤکشی دوسری اردو زبان مین کہتا ہون کہ پہلے وہ نفس رکھشا تو کرلین۔ اس کے بعد گئو رکھشا کے بارے بین منہ کہو نہیں مین خیال کرتا ہون کہ خواہ کوئی مذہب ہو جو انسان کو ذلیل اور انسان سے زیادہ حیوان کو عزیز سمجھتے۔ وہ اندھا مذہب ہے۔ گائے ماتا ٹھہری۔ جس کا پیشاب تک پوتر۔ مگر بیچارے بھنگی چمار۔ ایسے ناپاک کہ پاس تک نہین آسکتے۔ یہی وہ گناہ کبیرہ ہے۔ جسکا خمیازہ مین ہمارے ملک کی آزادی اس وقت تک نہین نصیب ہوگی جب تک اس سے سچے دل سے ہم سب توبہ نہ کرین گے افسوس ہے کہ یہان کے مسلمانون پر بھی تو ہندوسیون کا زہر اثر کرگیا۔ ورنہ یہہ کون سی عقل کی بات ہے کہ بھنگی نہا دھو کر بھی ہمین نہین چھو سکتا۔ یہ وہ حماقت ہے۔ جسکی نظیر ساری دنیا مین شاید نہ مل سکے گی۔ لطف یہہ ہے کہ اس حماقت پر ابتک نہین شرماتے۔ پارسال لالا جپت رائے سنتا ہون المورہ تشریف لے گئے تھے۔ وہان نیچ ذاتون کی وکالت مین کوئی تقریر کی۔ اس پر وہان کے لوگ نہایت برہم ہوے کہ یہ تو ایسی باتین کرکے کمینون کو ہمارے سر پہ چڑہانا چاہتے ہین مگر ؎

ما درچہ خیالیم و فلک درچہ خیال کاریکہ خدا کند فلک را چہ مجال

فی الواقع حکومت برطانیہ اس خاص معاملہ مین ہندوستان کے حق مین بڑی بھاری برکت ہے گو وہ پالیسی سے کام لیتی ہے۔ مگر غریبون کا اس مین بھلا ہو رہا ہے ؎

خدا اندر میں سامان است اسبابیہ توکل را

گورنمنٹ تو رعیت پروری است سلطان زمن کا خیال کرکے عوام کی تالیف قلوب کر رہی ہے قانون لگان کی ترمیم کی کہ کاشتکارون کی حالت سنبھلے آن کے حقوق محفوظ ہون۔ مگر اُن کے بھائی زمیندارانہ حیثیت سے اس قانون کی مخالفت کرنے کھڑے ہوگئے۔ یہہ نہ سمجھے کہ وقت تو نکل ہی جائیگا مگر بات رہ جائیگی۔ خود غرضانہ لحاظ سے اُن کی مخالفت بجا تھی۔ مگر سیاسی پہلو سے وہ ایسی بھاری غلطی ہوئی کہ شاید کوئی اور اس کی برابر ہو سکے یعنی ہندوستان کی ۹۰ فیصدی رعایا کے دل مین اس بات کو بٹھا دیا۔ کہ گورنمنٹ ہماری حمایت کرتی ہے۔ مگر ہندوستانی زمیندار ہمارے لئے چھری تیز کئے بیٹھے ہین اور یہ خیال بالکل درست تھا۔ اس کی وجہ سے حکومت برطانیہ نے اپنے کو ایسا مستحکم کر لیا کہ جس کا اندازہ مشکل ہے

کیا جاسکتا ہے اور سے ایف گورنمنٹ کے خیال سے تمام کاشتکاروں کو ایک گونہ نفرت پیدا ہو گئی ہو گی - کیونکہ وہ ضرور اپنے دلوں میں سمجھتے ہوں گے - کہ جب گورنمنٹ ہمارے ساتھ بھلائی کرنا چاہتی ہے تو خود ہمارے گھیا اس میں پھانس مارنے کو تیار رہتے ہیں - تو جس وقت اختیار انہیں کے ہاتھ میں ہوگا تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے -

اس کے علاوہ زراعتی بنکوں کے ذریعہ سے اُن غریبوں کو ظالم مہاجنوں کے چنگل سے چھڑایا جا رہا ہے - کوآپریٹو سوسائٹیاں قایم کر کے دستکاروں پیشہ وروں اور دستکاروں کی دستگیری ہو رہی ہے - غرضکہ ہر صورت سے عوام کو مشکور کیا جاتا ہے -

کیونکہ خواص پر اب زیادہ بھروسہ نہیں رہا - اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ عوام ساتھ دیں - تو کیا خواص کیا گورنمنٹ کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا اور جس بات میں اہل عوام خصوصاً کاشتکار کھڑے ہو جاتے ہیں - اس میں کامیابی بھی نہایت آسانی کے ساتھ ممکن ہوتی ہے صاف گورنمنٹ کے دلدادے بتائیں کہ وہ اس طرف کیا کر رہے ہیں ؎

جوگی بھگت جانے نہیں کپڑے رنگے تو کیا ہوا

محض چیخ پکار مچانے سے اگر یہ سمجھا جاتا ہو کہ گورنمنٹ مل جائیگی تو ؎

دماغ بیہودہ پخت و خیال باطل بست

کا مضمون ہوگا - بس ضرورت اس کی ہے کہ اس ملک کی جمہور کو یہ ضروری سبق سکھایا جائے کہ ملک اُن کا ہے اور اس کی حکومت کا سب سے زیادہ اثر اُن پر پڑتا ہے - مگر یہ سبق اُن کو کون سکھائے وہ لوگ کیا منہ رکھتے ہیں کہ ان کے سامنے یہ کہتے ہوئے جائیں - جو اُن کو روندنے کھوندنے کے لئے خود سب سے پہلے ہر دم تیار رہتے ہیں - اس لئے پہلا کام تو نفس رکھشا کا ہے - جو ہمارے ہندو بھائیوں کو خصوصاً کرنا لازم ہے - جب وہ یہ کر لیں گے اس وقت ہم اور وہ مل کر سوچیں گے کہ جانوروں کے ساتھ ہم کہاں تک رعایتیں کر سکتے ہیں - گر جانوروں میں تفریق کرنا تو ہماری سمجھ میں سوائے اس کے شاید اور کچھ نہ آسکے گا کہ کون سے جانور ہمارے کام کے ہیں اور کون بیکار ہیں - لیکن اُن کے ذاتی عقائد سے ہمیں کسی حال میں تعرض نہ ہوگا - جن جانوروں کو خرید کر وہ اپنا کر کے رکھ لیں گے - اُن سے ہمیں ہاتھ تک لگانے کی ضرورت نہ ہو گی - جیسے کہ جن پتھروں کو وہ پوجتے ہیں اُن کو ہم اپنی دیوار کا جزو بنا لینے پر خواہ مخواہ اصرار کریں مگر جو شے ہماری ملک ہو گی اس کی نسبت حقوق مالکانہ میں رخنہ اندازی کو ہم کیونکر گوارا کر سکیں گے

رہا زبان کا مسئلہ اس کو چھیڑ کر تو صاف ظاہر کر دیتے ہین کہ وہ ہم سے بالکل منافقانہ دوستی کرنا چاہتے ہین - ورنہ موجودہ زبان مین کچھہ حصہ اُن کا ملا ہوا ہے - کچھہ ہمارا اس نے ایک رنگ اختیار کرلیا ہے - یہہ ہم مانتے ہین کہ ہماری زبان ابھی بہت ناقص ہے اور اُس کو نئے نئے الفاظ و اصطلاحات کی بہت ضرورت ہے - جسکے لئے بسا اوقات غیر زبانون سے ہمین دریوزہ گری کرنی پڑتی ہے - اس معاملہ مین انصاف بیشک یہ چاہتا ہے کہ وہ اور ہم باہمی مشورہ سے جو الفاظ ہماری زبان کے رنگ مین کھپ سکین لیتے چلے جائین خواہ وہ عربی ہون یا سنسکرت انگریزی ہون یا لاطینی - اس سے زیادہ سروکار نہو - صرف اس لفظ کی حیثیت پر فیصلہ کیا جا کہ اولاً وہ آسانی کے ساتھ ہماری زبانون پر چڑھ سکتا ہے یا نہین - دوم جس خیال کے ادا کرنے کی ضرورت ہے - اس کے لئے وہ کافی ہو سکتا ہے یا کیا - لیکن اگر وہ چھانٹ چھانٹ کر ہمارے الفاظ کو اس طرح پھینکین جس طرح دودھ مین سے مکھی کو نکال کر پھینکا جاتا ہے - تو وہ خوب سمجھلین کہ ہماری اُن کی قیامت تک نہین بنے گی - کیونکہ وہ جو بات ہوچکی اس کو دہرانا چاہتے ہین - گر ہم چاہتے ہین کہ جو حالتین قایم ہوگئین اُن کو ٹھنڈے دل سے تسلیم کرلین - پھر ہمین کوئی شکایت نہو گی - اور ان کے لئے بھی زحمت نہو گی -

اگر یہہ نہین منظور ہے تو غالباً اُن کی نظر مین ہمارا یہان رہنا بھی اکھرتا ہو گا - سو اس کی پروا ہم نہین کرتے نہ اُنکی خوشی سے ہم یہان آئے نہ اُن کی خوشی سے ہم یہان سے نکلین گے - طوعاً و کرہاً اُن کو ہمارے ساتھ رہنا پڑا ہے - اور رہنا پڑے گا - کوئی اور علاج نہین - سوا اس کے صبر کرلین - اور اس خلش ہی کو اپنی طبیعتون سے نکال کر آگے کا راستہ دیکھین - تاکہ منزل کچھہ تو طے ہو - ابھی بہت دور چلنا ہے اور وقت کم اور نازک ہے -

اگر یہہ بھی سمجھہ لیا جائے کہ وہ اپنی زبان کو ہماری زبان سے ملانا پسند نہین کرتے تو بسم اللہ وہ اپنی ہندی سے ہمارے کل لفظون کو نکال ڈالین اور آیندہ سے قسم کھالین کہ ہمارا کوئی لفظ کبھی استعمال نہ کرین گے - مگر اتنی تو مہربانی کرین کہ ہماری اُردو پر تو یورش نہ کرین - یعنی جو کچھہ اردو حرف مین لکھا پڑھا جائے اس کو تو اُس حالت پر چھوڑ دین - جس حالت پر وہ ہمین بھلی معلوم ہوتی ہے - یہ کونسی بات ہے کہ اپنے عطیات کو اس مین خواہ مخواہ بھرنا چاہتے ہین گو ہم مین اتنا تعصب نہین ہے کہ اُن کے الفاظ جو جزو اُردو ہو چکے ہین اُن کو نکالدینے کی فکر کرین ورنہ کیا وہ مری ہوئی زبان کو زندہ کرنے کی ہمت رکھتے ہین تو ہم اپنی زندہ زبانون سے

بھی کام نہین مل سکتے - ہمارے لئے یہ بہت آسان ہوگا - مگر کیا کہین ہمین تو ہندی نمک ہی مین مزہ آنے لگا ہے - اس ذائقہ کو محض اغیار کی ضد سے کیون چھوڑ دین - اُن کی مادری زبان اُردو نہین ہے - نہ سہی مگر ہماری تو ضرور ہے - اب اس بات کو دیکھنے والے خود دیکھ لین گے کہ کس کا دعویٰ واقعات پر مبنی ہے اور کون محض کٹھ حجتی کر رہا ہے -

ایک خدا لگتی بات اور کہہ دینا ضروری سمجھتا ہون - وہ یہ کہ مجھے عام ہندو بھائیون سے شکایت نہین ہے - بس بولنے والے تو بہت تھوڑے ہین - مگر جو اس امر مین نہایت متعصب ہین وہ بھی جب مہذب جلسون مین گفتگو کرتے ہین - اُس وقت خاص لطف آتا ہے - ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر سنسکرت الفاظ استعمال کرتے ہین - مگر پھر سیری نہین ہوتی - بلکہ اُردو کے بعض الفاظ تو اس درجہ زبان زد خلائق ہو گئے ہین - کہ اُن کے ہندی مترادف قطعی گنوار سمجھے جاتے ہین اس وجہ سے ہمارے بھائی کبھی اُن کو بولنے سے شرماتے ہین چار ناچار اُردو کے الفاظ بولتے ہین - مگر بھتیتے وہی ہین -- کیونکہ قائل نہین ہوتے -

سب سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ اردو کی بدولت یہان مستعمل الفاظ کی بھی صورت بدل گئی ہے - اس کا شاید اُن کو کبھی خیال بھی نہین آتا - اور بے تکان اسی طرح بولتے ہین جس طرح اُردو مین رائج ہین - حالانکہ تعصب حقیقی تو اس امر کا مقتضی ہونا چاہیئے کہ ایسے لفظون کا لب ولہجہ بھی اصلی پسند کیا جائے - جو تبدیلی ہم نے کردی ہے اس کو ترک کردینا فرض ہے -

مگر ہمین اس تکرار سے کچھ حاصل ہونے کی امید نہین ہے - صرف ہم اپنے مسلمان بھائیون سے اس قدر اور کہنا چاہتے ہین کہ اُن سے جو قومی تحفظ ہو سکے وہ کرین اس مین ان کو ہرگز غافل نہین ہونا چاہیئے - اگر وہ ذاتی کوششون سے اپنی قوم کو باوقار بنا سکے تو اُن کے ساتھ دوستی کرنے کو سب اسیطرح تیار ہونگے جسطرح آج یورپ جاپان کو اپنا دوست سمجھنے لگا ہے - یہ خیال رہے کہ اپنا بھلا تو چاہین مگر کسی کا بُرا نہ چاہین اور چونکہ ہم اور ہمارے ہندو بھائی ایک ملک مین رہ رہے ہین - اس وجہ سے اُن کے اور ہمارے اغراض اکثر مل جاتے ہین - ایسے امور مین جو معقول ومناسب کام ہو اس مین نہایت فراخ حوصلگی سے ساتھ دین - تنگ نظری سے متاثر ہو کر اس کو خواہ مخواہ بُرا نہ سمجھنے لگین اور اُن امور مین اُن سے کنارہ نہ کرین - اس طرح ملک کی حقیقی ضرورتون مین کبھی مسلمانون کی وجہ سے روڑا نہین اٹکنے

پائیگا اور دونون فریق مستفیض ہوتے رہین گے۔ اختلافی امور مین اُن سے بحث مباحثہ
کرنے کی ضرورت نہین۔ زمانہ خود سکھائیگا ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام ۔۔۔ پس سخن کوتاہ باید والسلام

راقم۔ واحد اکبرآبادی۔ الہ آباد

جاپان کی پرانی تاریخ کی ایک جھلک

(از بابو شیو چرن لال صاحب بی۔اے)

ماخوذ از ہندوستانی ۹ ستمبر ۱۹۱۵ء

جہانتک تاریخ کی رسائی ہے جاپان کا سب سے پہلا شہنشاہ جیمو ٹینو Jimmu Tenno معلوم ہوتا ہے۔ جسکی تخت نشینی سنہ عیسوی سے ۶۶۰ سال قبل ہوئی تھی۔ یہ شہنشاہ اپنی پایخوین پشت مین سورج کی دیوی کے خاندان سے بتلایا جاتا تھا۔ مگر اس معاملہ مین رائے زنی کی ضرورت نہین ہے۔ کیونکہ اُس زمانہ مین مغرب و مشرق دونون کے بادشاہ آسمانی ہونے کے دعویدار تھے۔ اِس بادشاہ نے ۷۵ برس حکومت کرکے سنہ عیسوی سے ۵۸۵ سال قبل ۱۲۷ برس کی عمر مین انتقال کیا۔

اس خاندان کے بادشاہ گیارہ سو برس تک حکومت کرتے رہے اور ۲۳ شہنشاہ و شہنشاہ بیگم تخت نشین ہوئے۔ لیکن سنہ ۲۰۲ء مین شہنشاہ بیگم جنگو Jingo کے زمانہ مین سب سے بڑا معرکہ پیش آیا۔ اس سال مین شہنشاہ بیگم نے ملک کوریا پر جہان تین بادشاہ حکومت کرتے تھے حملہ کیا اور ان بادشاہون نے مغلوب ہوکر وعدہ کیا کہ جب سورج مغرب مین نکلیگا۔ دریا اوپر بہنے لگین گے۔ اور دریا کے پتھر اوڑکر ستارے بن جاوین گے۔ اس وقت اُنکی وفاداری مین فرق آویگا۔ اسی زمانہ سے کوریا اور جاپان مین تعلقات قایم ہین۔ اور کوریا کی تہذیب سے جو اُس کو چین سے حاصل ہوئی تھی۔ جاپان نے بہت فایدہ اُٹھایا ہے۔ لکھنا۔ تصویر بنانا۔ علم موسیقی۔ فن عمارت۔ طب۔ علم سیارگان۔ جادو وغیرہ۔ جاپان نے کوریا ہی سے سیکھا تھا۔ علاوہ ازین اہل کوریا نے جاپانیون کو چینی فلسفہ۔ علم ادب۔ فن تمدن سکھایا۔ جس سے اونھون نے گزشتہ صدی تک جبکہ جاپانی تہذیب پر مغرب کا گہرا رنگ چڑھنے لگا۔ کام لیا۔ اسی کے ساتھ کوریا نے تاریخ دنیا مین سب سے

بڑا کام یہ کیا کہ بُدھ مذہب کو صرف جاپان مین ہی نہیں بلکہ دیگر چند ممالک مین پھیلایا۔ اور شہنشاہ جاپان سے لیکر چھوٹے سے چھوٹے آدمی کا بدھ مذہب کر دیا۔ بُدھ مذہب کی اشاعت مین جو کوریا نے حصّہ لیا تھا اُس کی مثال دنیا کی تاریخ مین اور کہین نہین ملتی۔ جس طرح مغرب کو فخر ہے کہ اُس نے جاپان کو موجودہ ترقی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیا۔ اوسیطرح اگر اہل کوریا بھی فخر کرین کہ تقریباً دو ہزار برس تک وہ جاپانی تمدن تہذیب فلسفہ و علم ادب کے اوستاد رہے ہے تو کچھ بیجا نہو گا۔

جاپان کے مذہب مین تبدیلی ساتوین صدی عیسوی مین واقع ہوئی تھی۔ اس سے قبل وہان بزرگان مرحوم کی عبادت کرنے کا رواج تھا۔ ایک دوسری بات یہ تھی کہ جہان بادشاہ رہتا تھا وہی مقام دار الخلافت سمجھا جاتا تھا کوئی پایہ تخت مقرر نہ تھا۔ ۷۰۰۰ء مین ایک دار الخلافت کی بنیاد رکھی گئی۔ جس کا نام نارا تھا۔ یہ شہر ۷۹۴ء تک دار السلطنت رہا۔ اور اس کے بعد دار الخلافت شہر کیاٹو مین مستقل کیا گیا۔ بدھ مذہب جاری ہونے سے قبل بادشاہان ملک پر خود حکومت کیا کرتے تھے۔ مگر بُدھ مذہب کا صریحی نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہون کو دنیا سے نفرت ہونے لگی اور وہ عبادت مین مصروف رہنے لگے۔ جس کی وجہ سے عنان حکومت دوسرے اشخاص کے ہاتھ مین دینی پڑی۔ سب سے پہلا خاندان جسنے بادشاہ کے نام سے ملک کی فوجی درا Fujiwara کا تھا اور یہ خاندان اپنے کو سورج کی دیوی کی نسل سے بتایا تھا۔ اس خاندان نے اتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ اگر کوئی بادشاہ اپنے ایام پیری مین تارک الدنیا ہونا نہین چاہتا تو یہ خاندان زبردستی اُس کو معزول کر کے اس کے لڑکے کو تخت پر بٹھا دیا کرتا تھا۔ یہ خاندان اس وجہ سے سب سے زیادہ ممتاز سمجھا جاتا کہ شاہی خاندان مین اُسی کی بیٹیان بیاہی جاتی تھین۔ لہذا اوسی کی بیٹیون کی اولاد تخت پر بیٹھتی تھی اور اُس کو رعایا پر ہر قسم کے مظالم کرنے کا موقع ملتا تھا اس خاندان کا زور ۴۰۰ برس تک رہا۔

اس کے بعد دو بہادرانہ خاندان پیدا ہوئے۔ جنکے بانی شاہی خاندان کے دو شہزادے تھے۔ ان خاندانون نے "فوجی وارا" کے خاندان کو تباہ کر دیا۔ اور اُس کے اختیارات چھین لئے۔ کچھ دنون بعد ان دونون جنگی خاندانون مین بھی آپس مین لڑائی ہوئی جو ۳۰ سال تک رہی اور جب ایک خاندان کو شکست ہوئی تو دوسرا خاندان جس کا نام "سینی جا نو"

Minamoto⁽¹⁾ تہا برسر حکومت ہوگیا۔ جسکو بادشاہ کی جانب سے شوگن یعنی جنرل کا خطاب دیا گیا۔

"شوگن" خاندان کے آدمی سنہ ۱۸۵۹ء تک ملک پر حکومت کرتے رہے اور بادشاہ اُن کے ہاتہہ مین محض ایک کٹ پتلی رہا۔ شاہی دارالخلافت کیاٹو مین تہا اور شوگن کا صدر مقام کماکورا اور بعدازان یڈو رہا۔ بادشاہ اپنے محل مین رہا کرتا تہا۔ اور پر رعایا کی نظر کبھی نہین پڑتی تہی اور رعایا اُسکو بمنزلہ دیوتا سمجھتی تہی۔ ملک کا اصلی حکمران "شوگن" تہا۔ جو سلطنت کا سارا کام انجام دیتا تہا اور دیگر ممالک کے بادشاہون یا اُن کے سفیرون سے مراسم رکہتا تہا۔ یوروپین اقوام شوگن کو ہی ملک کا اصلی بادشاہ خیال کرتی تہین اور بادشاہ کو بمنزلہ پوپ Pope کے سمجھتی تہین۔ جس کا کام عبادت مین مصروف رہنا قرار دیا گیا تہا۔

"شوگن" کی خاندان کی حکومت جاپان مین چہہ صدی تک رہی۔ اس زمانہ مین جاپان مین کئی معرکہ کی باتین ہوئین۔ جن مین سے چند حوالہ قلم کی جاتی ہین ۱۲۸۱ء مین جاپان پر مغلون نے حملہ کیا۔ جسمین مغلون کو شکست فاش ہوئی۔ سولہوین صدی کے آخری نصف حصہ مین مذہب عیسوی کو جاپان مین فروغ حاصل ہوا۔ مگر سترہوین صدی کے آغاز مین اُس کی بیخکنی کی اوسیطرح کوشش کی گئی۔ جیسی ہندوستان مین فرخ سیر نے سکہہ مذہب کی کی تہی۔ اس کے بعد اہل پرتگال و اسپین کو جو تقریباً ایک صدی سے جاپان کے ساتہہ تجارت کرکے اپنی تھیلیان بہر رہے تھے ملک سے نکالا گیا۔ اور یوروپین اقوام کو جاپان مین داخل ہونے کی یا جاپانیون کو باہر جانے کی اجازت کی سخت ممانعت کی گئی۔ صرف چند اہل ہالینڈ کو نہایت شرمناک شرائط کے ساتہہ ناگاساکی مین ایک کارخانہ رکہنے کی اجازت دی گئی تہی۔ اس کے علاوہ جاپان کا بیرونی دنیا سے قطع تعلق ہوگیا اور جاپانی لوگ ہندوستانیون کی طرح ایک عرصہ تک کنوئین کے مینڈک بنے رہے۔

سنہ ۱۸۵۳ء مین کموڈور پیری Commodore Perry امریکہ کے جنگی جہازات کا ایک بیڑہ لیکر جاپان کے کنارون پر آئے اور اس نے شوگن کی گورنمنٹ کو مجبور کیا کہ وہ دنیا کی دیگر طاقتون کے ساتہہ اپنے تعلقات پھر جاری کرے۔ بیچارے جاپانی ایک عرصہ تک اپنے ملک مین مقید رہنے کی وجہ سے کمزور ہوگئے تھے اور اُنہین معلوم نہ تہا۔ کہ بیرونی دنیا نے حکومت تجارت و آلات جنگ وغیرہ بنانے مین کس قدر زیادہ ترقی کرلی تھی۔

چنانچہ کموڈر پیری کے جہازات اور اُن کی توپوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جاپانیوں کے پاس کوئی سامان نہ تہا۔ مجبوراً کموڈر پیری اور بعد ازان ہیرس ... وکیل امریکہ کی درخواست کو بمنزلہ حکم کے تھی۔ جاپانی گورنمنٹ کو منظور کرنا پڑا اور دول یورپ کے ساتھ جاپان کو از سر نو عہد و پیمان کے ذریعہ سے تعلقات قایم کرنے پڑے۔

سنہ ۱۸۵۹ء مین یوکوہاما نیگاساکی اور ہیکوڈیٹی مین یوروپین نوآبادیان قایم ہوئین۔ اور یوروپین اقوام کو ایک محدود آزادی ملک مین تجارت کرنے کے لئے حاصل ہوگئی۔

خاندان شوگن سے شہنشاہ اور بڑے بڑے رؤسا سے بہت سخت ناراض ہوئے کہ اُس نے غیر قومون کو جاپان مین آنے اور ان سے تجارت کرنے کی اجازت دی۔ تجار اور دستکار لوگون کی آمدنی مین جو ریشم و چاء وغیرہ کا کام کرتے ہین اُمید کے خلاف اضافہ ہوگیا اور رؤساء و قوم سموری کے سپاہی جو کچھ کام کے کرنے کے عادی نہ تھے۔ اُن کو آزادی تجارت کی پالیسی کی وجہ سے گرانی غلہ و دیگر ضروریات زندگی محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ ملک مین بغاوت پھیل گئی اور ایک بڑی بھاری خانہ جنگی سول وار ہوئی جسمین یوروپین اقوام کے لوگ گلیون مین مارے گئے اور انگریزی سفارت پر دو دفعہ حملہ کیا گیا۔ آخرش لڑائی اور دول یورپ سے تنگ آکر سنہ ۱۸۶۷ء مین آخری شوگن نے استعفاء دیدیا اور گورنمنٹ ملکی کے جملہ اعلیٰ ترین اختیارات شہنشاہ کے ہاتھ مین دے گئے۔ ادہر جاپان نے بھی محسوس کیا کہ موجودہ حالت مین ایک میان مین دو تلوارین رہنا ممکن نہ تہا۔

سنہ ۱۸۶۹ء مین جدید بادشاہ کی تخت نشینی ہوئی تہی اور وہ ایک سولہ سالہ لڑکا تھا۔ جاپان کے تعلقات ممالک مغربیہ سے قایم ہوئے دس سال ہوگئے تھے۔ مگر ابھی تک گورنمنٹ مین بہت سے ایسے افسر موجود تہے۔ جن کا تعلق یا تو خاندان شوگن سے تہا۔ یا جنگی زبان پر یہ کلمہ رہتا تہا کہ وحشیون کو ملک سے نکالو،، نابالغ شہنشاہ کے مشیرون کو جن اہم تکالیف و مشکلات کا انتظام ملکی مین مقابلہ کرنا پڑا۔ اس کی تاریخ ہند مین عہد اکبر مین مثال ملتی ہے۔ ادہر مغربی بادشاہون کے سفیر اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ یورپ کی تجارت کو جاپان مین ہر قسم کی آزادی حاصل ہو اور جو یوروپین لوگ ملکی بغاوت مین ضائع ہوچکے تھے۔ اُن کی جانون کا کثیر تعداد مین معاوضہ دیا جاوے اور دہر رؤساء اور

"شموری" قوم کے سپاہی زور مار رہے تھے - کہ غیر قومون کے لوگون کو ملک بدر کیا جاوے ان کے علاوہ سلطنت کے کاشتکار اور دستکار لوگ تھے جو چاہتے تھے کہ کسیطرح ملک مین امن و امان قایم ہو - تاکہ اُن کو آرام سے روٹی نصیب ہو الغرض ہر طرف سے مصیبت اور پریشانی کا سامنا تھا - آخرش بادشاہ کے وزیر ملک مین امن و امان قایم کرنے مین کامیاب ہوئے اور "وحشیون کو ملک سے نکالو" کی صدا ترک کی گئی -

بجاے مغرب سے گریز کرنے کے بادشاہ کے وزیرون نے اپنی پالیسی کا پہلا اصول یہہ قایم کیا کہ مغرب کے ملکون سے فن سپہ گری - تمدن اور سوشل - سائنس جن مین اُنکو جاپان پر فوق حاصل ہے سکھایا جاوے اور قوم نے اس اصول کو قبول کیا -

گورنمنٹ نے تجویز کیا کہ یڈو بدستور سلطنت کا دار الخلافت رہے - مگر اُس کا نام ٹوکیو رکھا جاوے اور شہنشاہ اپنی تنہائی سے نکلکر ملک کا کام انجام دے - "شموری" قوم کے لوگون کو جن کا پیشہ پشتہا پشت سے سپہ گری تھا اور روپیہ کمانے کو ذلیل سمجھتے تھے - حکم دیا گیا کہ وہ اپنی کاہو جوڑی چھوڑین اور معمولی رعایا سے کہا گیا کہ قانون کی نگاہ مین سب لوگ برابر مین اور بشرط قابلیت اب کوئی فوجی یا ملکی عہدہ نہین ہے - جو اُن کو نہ مل سکے - سب سے بڑا کام یہ ہوا کہ ۲۰۰ سے زیادہ روساء نے اپنی ریاستون سے جن کے نظم و نسق علیحدہ - علیحدہ تھے اور جن پر کے سکے (Coins) مختلف اقسام کے تھے دست برداری دیدی اور معمولی رعایا کی طرح سے شہنشاہ کی ماتحتی قبول کی -

بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

جاپانی طلبا ہزارون کی تعداد مین یوروپ و امریکہ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجے گئے اور قومی فوج اور بحری طاقت کی بنیاد ڈالی گئی -

انگلستان سے محکمہ ریل - تار - انجنیری - ٹکسال اور جہاز بنانے کے لیے بڑے بڑے مشاہیر بلائے گئے - امریکہ سے محکمۂ تعلیم و ڈاک خانہ کے مشیر طلب کئے گئے - جرمنی سے ڈاکٹر اور فرانس سے فوجی آفیسر آئے - غرضکہ ہر طرف سے ترقی کے آثار نمودار ہوئے -

جاپانی وزارت کو کئی اہم اور ضروری ملکی کام انجام دینے تھے ہزارون مدرسہ و کالج کھولے گئے - تاکہ رعایا کو تعلیم دی جاوے اور پالیمنٹری گورنمنٹ Parliamentary Government کے قابل بنایا جاوے - ملک کی فوجی طاقت بڑھائی گئی -

تا کہ جاپان زبردست یوروپین طاقتون کے پنجہ سے محفوظ رہے - اور دنیا کی بڑی اور طاقتور سلطنتون مین شمار ہونے لگے - ملک مین تجارت و صنعت و حرفت کو فروغ دیا گیا تاکہ تعلیمی فوجی و دیگر اخراجات کے لئے روپیہ کافی تعداد مین بہم پہونچے "شوگن" کی گورنمنٹ اور یوروپین طاقتون کے درمیان جو عہدنامجات ہوتے تھے اُس مین یوروپین لوگون کو جاپانی عدالتون کے دائرہ اختیارات کے باہر رکھا گیا تھا اور جاپانی عدالتون کو کسی یوروپین کے سزا دینے کا اختیار نہ تھا اب جاپانی نوجوانون کو جو یوروپ و امریکہ سے تعلیم حاصل کرکے واپس آئے تھے یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور وہ اس مین اپنے ملک کی ذلت سمجھنے لگے چنانچہ عہدنامون مین ترمیم کرنے کا خیال پیدا ہوا اور آخرش یوروپین طاقتون کو عہدنامجات مین تبدیل کرکے یوروپین لوگون کو جو جاپان مین تجارت یا سیاحی کرتے تھے تو جاپانی تعزیرات کا پابند بنانا پڑا - ان سب سے زیادہ دشوار کام کوریا کو یوروپین طاقتون سے محفوظ رکھکر جاپان کے ماتحت بنانا تھا چنانچہ اسکی خاطر جاپان کو چین اور روس کے مقابلہ مین ۱۸۹۴ء و ۱۹۰۴ء مین دو خونریز لڑائیان لڑنی پڑین اور ۱۹۱۵ء مین سلطنت کوریا کا شہنشاہ جاپان نے باضابطہ الحاق علاقہ جاپان مین کرلیا اور دنیا کی دیگر طاقتین دیکھتی رہین - یہ الحاق جاپان کی بحری و بری طاقت کی جوتیون کا طفیل تھا - کیونکہ دیکھ چکی تھی کہ پانچ سال قبل جاپان نے روس کے کیسے دانت کھٹے کئے تھے -

۱۸۷۳ء مین ملکی سال و سمت کو بالائے طاق رکھکر عیسوی سنہ جاپان مین جاری کیا گیا اور عیسوی و دیگر مذاہب کے لوگون کو جاپان مین اپنے مذہب کی تلقین کرنے کی اجازت دی گئی - ایک قومی ٹکسال سکہ جات بنانے کے لئے قائم کی گئی اور نوٹون اور مختلف سکون کی قیمتین مقرر کی گئی - تعلیم کو عام بنایا گیا - اور کل رعایا کو اپنے بچون کو مدرسہ مین بھیجنا لازم آیا -

۱۸۹۰ء مین جاپان مین پارلیمنٹ قائم کی گئی - اس سے کچھ عرصہ قبل مقامی کونسلین ایک محدود طریق پر قائم کی گئی تھین - جن مین دوٹون کے ذریعہ سے ممبران منتخب کئے جاتے تھے - موجودہ پارلیمنٹ کی بنا یوروپ کے جملہ ممالک کے طرز حکومت کو بغور مطالعہ کرکے جاپانی مدبران نے ڈالی تھی - اور شہنشاہ نے بنفس نفیس اس کا افتتاح کیا تھا یہ پارلیمنٹ اپنا کام نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہے اور اس نے جاپان کو اُس کے موجودہ عالی رتبہ پر پہونچا دیا ہے -

جاپانی سوسائٹی کی ایک جھلک

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۱ ستمبر ۱۹۱۵ء

جو اشخاص چند روزہ سیر و تفریح کے لئے جاپان جاتے ہین - وہ وہان کے باشندگان کے طرز معاشرت و سوشل روایات کی عجیب عجیب کہانیان بیان کرتے ہین اور ان کہانیون مین جاپانی لوگ بڑے سے بڑے افعال کے مرتکب اور اعلی سے اعلی انسانی خوبیون کے دلدادہ بیان کئے جاتے ہین - چنانچہ ایسے اشخاص کی شہادت جنکو عموماً قلیون - ہوٹلون کے ملازمون یا نیچے درجہ کے مرد عورتون سے واسطہ پڑتا ہے زیادہ قابل لحاظ نہین ہے - ہم جو جاپانیون کے حالات لکھتے وہ ایسے آدمیون کے قلمون اور زبانون کے نکلے ہوئے ہین - جن کی عمر جاپان مین گزر گئی اور جنہون نے جاپانی خصائل پر بڑی گہری نگاہ ڈالی ہے -

قدرت نے جاپانیون مین حب وطنی - بادشاہ کی عظمت - بہادری مصیبت مین استقلال اپنی ذات پر اعتماد - کفایت شعاری - محنت - شرافت - صفائی - خلق کوٹ کوٹ کر بھرا ہے اور گو جملہ نسل انسانی کو اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے - لیکن بنظر انصاف سے دیکھا جائے تو اسی قسم کے لوگ اشرف المخلوقات کہلائے جانے کے سچے دعویدار ہو سکتے ہین - جو خوبیان جاپانیون مین ہین ان مین سے اکثر دیگر ممالک کے لوگون مین بھی ملتی ہین - مگر زمانہ موجودہ کی تہذیب کا جاپانی لوگ اعلی نمونہ ہین - جاپانی حب وطنی کی کیفیت ناظرین جنگ روس ۱۹۰۴ء کے موقع پر بڑی وضاحت کے ساتھ ملاحظہ کر چکے ہونگے - اُن مین سے دو واقعہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اس جگہہ پیش کئے جاتے ہین - ایام جنگ مین ایک ضعیف العمر عورت سخت بیار تھی اور اس کا اکلوتا لڑکا باوجودیکہ وہ جنگ مین شریک ہونے کا ازحد خواہشمند تھا اپنی بیار مان کو چھوڑ کر میدان جنگ مین نہین جا سکتا تھا - مان نے لڑکے کی دلی خواہش کو محسوس کرلیا اور اپنی زندگی کو بیکار اور اپنے بیٹے کی زندگی کو ملک کے لئے کار آمد سمجھکر شب مین خودکشی کر لی - تاکہ لڑکے کو تیمارداری سے سبکدوشی حاصل ہو جائے - اور وہ شریک جنگ ہوسکے ا - ایسی جنگ کے موقع پر جب فوج بھرتی کی جارہی تھی تو ضرورت سے زیادہ درخواستین شریک جنگ ہونیکے لئے پیش ہوئین اور بہت سے نوجوانون کو جنہون نے ملک کی خاطر جان دینا اپنا پہلا فرض سمجھ رکھا تھا - شک ہوا کہ ان کی درخواستین گورنمنٹ نامنظور کر دیگی - چنانچہ ان لوگون نے بڑی لمبی چوڑی درخواستین جن مین

اُن کی دلی آرزو کا پورا اظہار تھا اپنے جسموں کے نیلے خون سے لکھیں اور اُن درخواستوں کو گورنمنٹ کو سب سے پہلے منظور کرنا پڑا! - یہہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایسی درخواستوں کی تعداد جو بدن کے خون سے لکھی گئی تھین تیس ہزار تھی -

جاپانی دنیا بھر مین سب سے زیادہ ہنسنے والے ہوتے ہین - حتیٰ کہ جب وہ موت - بیماری یا کسی دیگر مصائب کا ذکر کرتے ہین تو اس وقت بھی مسکراتے رہتے ہین - جاپانیون مین یہ دستور ہے کہ وہ اپنے ذاتی غم و رنج کا حال دوستون کو سنا کر غمگین بنانا گناہ سمجھتے ہین - چنانچہ جسوقت کوئی اُن سے کسی نوجوان آدمی یا عورت کی موت یا کسی شخص کے قتل ہو جانے کا حال دریافت کرتا ہو تو بھی وہ مسکرا کر ہی جواب دیتے ہین - صدہا سال سے جاپانیون کو یہہ یقین ہوا ہے کہ مصائب کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیئے اور اپنا دکھ درد کسی کے سامنے نہ رونا چاہیئے چنانچہ عمل کرتے کرتے یہ بات اُن کی خصلت مین شامل ہو گئی ہے - ایک جاپانی رئیس کا بیس سالہ لڑکا جو نہایت ہونہار تھا - ایک دوست نے جسنے لڑکے کو عرصہ سے نہ دیکھا تھا دریافت کیا کہ "لڑکا کہان ہے" - باپ نے مسکرا کر جواب دیا کہ اس کا سر کاٹ ڈالا گیا - !

جسوقت فوج لام پر جاتی ہے تو بیویان اپنے شوہرون سے اور باپ اپنے بیٹون سے مسکرا کر بغلگیر ہوتے ہین - جب کوئی آدمی مرتا ہے تو جاپانی دھاڑ مار کر کبھی نہین روتے - برعکس اس کے اپنی تقدیر پر شاکر رہتے ہین اور متوفی کے لئے بڑی صدق دل سے دعا مانگتے ہین موت کے موقع پر جو دوست و احباب شریک ہوتے ہین - تو وہ غم کا اظہار کبھی نہین کرتے بلکہ مرحوم کی تعریف اور خوبیان بیان کرتے ہین - اور پسماندگان کو مبارک دیتے ہین - کہ اُن کے گھر مین ایسا شخص پیدا ہوا جسکی زمانہ مین تعریف ہوئی - جسوقت جنازہ نکالا جاتا ہے - تو اُس کے آگے ہوئے جھنڈون مین مرحوم کی تعریف لکھی ہوتی ہے - اور شریک میت اوس کی خوبیان بیان کرتے جاتے ہین - جس قوم مین موت و مصائب کا اس خوبی سے سامنا کیا جاتا ہے - تو سامان راحت و فرحت کا استعمال وہ کس حسن لیاقت کیساتھ کرتی ہوگی -

جاپانیون کا اخلاق نہایت زبردست ہے - غم کی طرح غصہ چھپانے کے بھی جاپانی عادی ہوتے ہین - کسی اعلیٰ خاندان کے مرد اور عورت کو آپ کبھی غصہ کا ظاہری شکار ہوتے اور چلاتے ہوئے نہ دیکھین گے - نیچے درجہ کے آدمی اور مزدور کبھی آپس مین لڑنے جھگڑنے لگتے ہین - ورنہ جس شخص کی تھوڑی سی تعلیم بھی ہوئی ہے - وہ اپنا مزاج سہولت پر رکھتا ہے اور آہستہ سے

بولتا ہے - عورت کا زیادہ بولنا یا چڑچڑے مزاج کا ہونا خاوند کے حق مین اس کو طلاق دینے کے لئے کافی وجہ سمجھی جاتی ہے - اور جس طرح ہندوستانیون کے گھرون مین صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہتی ہے - یا گالیون کی بوچھارین پڑتی رہتی ہین - اس کا جاپان مین نام ونشان بھی نہین ہے -

جاپانی بہ نسبت بعض دیگر مغربی اور مشرقی اقوام کے زیادہ نیک چلن ہوتے ہین - مگر اُن سے زیادہ نیک چلن اُن کی عورتین ہوتی ہین - ایک معزز انگریز مصنف نے اپنی کتاب مین لکھا ہے کہ جو جاپانی لندن مین رہتے ہین وہ ان کارروائیون پر جو نوجوانان لندن روزشام کو ہائیڈ پارک مین کرتے ہین - سخت ناراض ہوتے ہین اور تعجب کرتے ہین کہ اہل لندن نیک چلنی کے ابتدائی اصولون سے ناواقف ہین !-

جاپان مین ہندوستان کی طرح شادی کرنے کا رواج عام ہے - مگر شادی کے وقت دولھا دُلھن کی عمر ہندوستانی دولھا دُلھن کی عمر سے زیادہ ہوتی ہے - قانون کے مطابق شادی کے وقت دولھا کم سے کم اٹھارہوین سال اور دلھن سولھوین سال مین ہونی چاہیئے - مگر رواج نے ان دونون عمرون مین اضافہ کر دیا ہے - اور اکثر مرد عورتون کی شادی پچیس تیس سال کی عمر مین ہوتی ہے -

اپنے ملک کی تواریخ مین جاپانی عورتون نے نمایان کام کئے ہین - ابتک شہنشاہی تخت پر نہ صرف ستّ بلکہ بحیثیت حکمران بیٹھی ہین - جن مین سے دو کے کارنامے نہایت زبردست اور قابل تحسین ہین عورتون نے مردون کا لڑائی مین ساتھ دیا ہے اور اکثر تواریخی واقعات ایسے ہین - جن مین عورتین اخیر دم تک ہاتھ مین تلوار لئے ہوئے قلعہ جات اور مکانات کی حفاظت کرتی رہین - اپنی آبرو اور عصمت کی خاطر جاپانی عورتون نے ہندوستان کی راجپوت عورتون کی طرح اکثر خودکشی کی ہے اور مردون کا بڑے اہم کامون مین ہاتھ بٹایا ہے -

کتب نویسی - اور علم ادب کی اشاعت مین بھی عورتون نے ایک معقول حصّہ لیا ہے - اور چند جاپانی عورتین اس درجہ شاعر گزری ہین کہ اُن کا کلام دیگر ممالک مین بھی بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے - سابق شہنشاہ بیگم جاپان یعنی موجودہ حکمران کی والدہ ماجدہ نے جاپانی عورتون کی حالت بہتر بنانے مین بیحد کوششین کی ہین - اور اپنے ملک کی قابل وفاضل عورتون کے بیشمار طریق پر مدد کی ہے -

گو جاپانی عورتوں کو ابتک اپنی مغربی بہنوں کی طرح آزادی نصیب نہیں ہے۔ تاہم ایشیا کی جملہ قوموں میں جاپانی عورتوں کو سب سے زیادہ آزادی حاصل رہی ہے۔ ہندوستان کی عورتوں کی طرح جاپانی عورتیں اپنے خاوندوں کی نہایت فرمان بردار اور مطیع ہوتی ہیں۔ اور پاک دامنی کو نعمتِ عظمیٰ خیال کرتی ہیں۔ اکثر نیچے درجہ کی عورتیں اپنے خاوندوں کے پیشہ زراعت یا دستکاری میں مدد کرتی ہیں اور مردوں کا دیگر طریق پر ہاتھ بٹاتی ہیں۔

موجودہ شہنشاہ کے والد کے زمانہ سے پہلے بہت کم عورتیں تعلیم یافتہ تھیں اور جن کو تعلیم دی بھی جاتی تھی تو وہ ادنیٰ قسم کی ہوتی تھی۔ برعکس اس کے لڑکے اور لڑکیوں کو مدرسہ میں داخل کرانا آجکل قانونی ضروریات سے ہے اور عموماً چھ سال کی عمر تک بچے مدرسوں میں پہونچ جاتے ہیں۔ کم سے کم نو سال تک مدرسہ میں رہنا ضروری ہے اور بچوں کو کتابی تعلیم کے ساتھ موسیقی۔ زردوزی۔ مصوری وغیرہ کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم کے لئے بھی جاپان میں تو اتنی ہی سہولت ہے جتنی لڑکوں کی تعلیم میں اور عورتوں کے لئے ایک علیحدہ یونیورسٹی ہے۔ جو ہر طرح پر جرمنی یا امریکہ کی اعلیٰ یونیورسٹیوں کا مقابلہ کرتی ہے

تہذیب و تعلیم مغرب سے جاپان سب ایشیائی ملکوں سے زیادہ مستعد ہوا ہے اور اُس نے جس لیاقت سے مغرب اور مشرق کی خوبیوں کو اپنی ذات میں ملایا ہے۔ اُس کی وہ آپ ہی نظیر ہے۔

اعلیٰ طبقات کی عورتیں ملک کو فائدہ پہونچانے کے اکثر ذرائع میں مشغول رہتی ہیں اور اکثر عورتیں کتب خانے۔ دواخانے۔ تعلیمی سوسائٹیاں قائم کرنے اور یتیم بچوں کی پرورش اور تعلیم کے لئے یتیم خانے کھولنے اور چلانے میں مصروف پائی جاتی ہیں۔ سنہ ۱۹۰۸ء میں محکمہ تعلیم کی مختلف شاخوں میں چھتیس ہزار عورتیں کام کر رہی تھیں۔ اب اس تعداد میں وسعت و آبادی ملک میں اضافہ ہونے کی وجہ سے اور بھی زیادتی ہو گئی ہوگی۔ اور بلا خیال تردید یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ کل مملکت کے مدرسے اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کم سے کم پچاس ہزار عورتیں آجکل تعلیم دینے کا کام کر رہی ہیں۔ ہمکو افسوس ہے کہ مدرسوں میں پڑھنے والی لڑکیوں کی تعداد اس وقت ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ مگر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ چھ سال سے پندرہ سال بلکہ زیادہ عمر تک کی ہر ایک جاپانی لڑکی آجکل مدرسہ میں

تعلیم پارہی ہے - اس عالمگیر تعلیم کا مسٹر گوپال کرشن گوکھلے مرحوم کے مسودہ قانون جبریہ تعلیم سے کہ جسکو ہماری سرکار عالیہ نے ضروریات ملک کے لئے پیش از وقت خیال فرمایا مقابلہ کیجئے

ببین تفاوت رہ از کجا ست تا بہ کجا

شیو چرن

مسلمانون کی وفاداری کی حیرت انگیز مثال

(ماخوذ از البشیر ۵ استمبر ۱۹۱۵ء)

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

موجودہ جنگ یورپ نے سائنس کی ترقی - انسانی معلومات کی وسعت اور علوم جدیدہ کی کامیابی کی ایسی حیرت انگیز مناظر اہل دنیا کے سامنے پیش کئے ہین - جو میرے خیال مین ایک حدتک ضرور اُس خون ریزی اور عالمگیر بربادی کی تلافی کرلیتے ہین - جو اس عظیم الشان کارزار کی بدولت ہو رہی ہے -

یہہ عجیب وغریب مشین کی توپین - یہہ تخت سلیمانی کو یاد دلانے والے ہوائی جہاز اور زپیلین - یہہ شعلہ بار پچکاریان - یہہ زہریلی گیس پھیلانے والی کالین - یہہ غوطہ خور اور آبدوز کشتیان اور یہہ سمندر مین کانین بچھانے کی کشتیان قدرت الٰہی کے ایسے عجیب اور قابل قدر مناظر ہین - جو بغیر اس محشر خیز ہنگامہ کے انسانی مشاہدہ مین آنا قریباً غیر ممکن تھے لیکن ان تمام مناظر مین سب سے زیادہ حیرت انگیز اور قابل قدر جو منظر ہے وہ اس موقعہ پر مسلمانون کی برٹش گورنمنٹ کے ساتھ مستقل اور غیر متزلزل وفاداری ہے -

دنیا مین تمام جذبات کا مقابلہ آسانی کیساتھ کیا جا سکتا ہے - لیکن مذہبی جذبات کا مقابلہ کرنا اور مآل اندیشی اور مصالح وقت کو مذہبی جذبات کے جوش سے مغلوب ہونے دینا غالباً دنیا کے سخت ترین امتحانون مین سے ہے بلا خوف تردید ہم کہہ سکتے ہین کہ ہندوستان کے ہر طبقہ اور ہر گروہ کے مسلمانون نے اس مشکل امتحان مین اس قدر امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی ہے کہ اُس کی کوئی اور نظیر دنیا کی تاریخ مین موجود نہین ہے -

اس وقت تک ہندوستان مین جس قدر باغیانہ سازشون گورنمنٹ کے افسرن اور حکام کو امداد دینے والے باشندگان ملک پر بزدلانہ حملون اور باضابطہ مسلسل خفیہ انجمنون اور

پولٹیکل ڈکیتیون کا پتہ چلا ہے اور اُن کے حالات کا انکشاف ہوا ہے - اُن سے بحمد اللہ مسلمانان ہندوستان کا دامن بالکل پاک و صاف ثابت ہوا ہے - یہان تک کہ مقدمہ سازش لاہور کی سنسنی پیدا کرنے والے انکشافات سے بھی ہندوستان کے مسلمان بری اور بے تعلق ثابت ہوتے ہین -

لیکن باوجود سلطان ٹرکی کو خادم حرمین شریفین تسلیم کرنے اور باوجود اس کے کہ مسلمانون کا ایک بہت بڑا گروہ اُن کو خلیفۃ المسلمین کہتا ہے اور باوجود مذہبی عظمت کے جو تمام دنیا سے اسلام مین سلطان موصوف کی کی جاتی ہے اس واقعہ سے پورے طور پر باخبر ہونے کے بعد کہ برٹش گورنمنٹ اور سلطانِ ٹرکی باہم سرگرم کارزار ہین - ہندوستان کے مسلمانون کا گورنمنٹ کے ساتھہ طرز عمل اور اُن کی عملی وفاداری اور جان نثاری مین ایک سرمو فرق نہ آنا ایک ایسا نادر الوجود و مہتم بالشان واقعہ ہے - جس کی وجہ سے برٹش گورنمنٹ ہندوستان مین اپنے طرز حکومت کی کامیابی پر اور ہندوستان کے مسلمان اپنی وفاداری اور اطاعت شعاری پر جس قدر فخر کرین وہ کم اور بہت کم ہے -

کیا وفاداری کا یہہ جذبہ نہایت حیرت انگیز نہیں ہے کہ انگلستان کے رومن کیتھولک باشندون کا ایک گروہ تو بوجہ اس کے کہ جرمن بھی رومن کیتھولک ہین - برٹش گورنمنٹ کی دعاے فتح و نصرت مین شرکت سے اجتناب کرے اور ہندوستان کے مسلمان اپنی مساجد و معابد مین سرکار برطانیہ کی فتح و نصرت کے واسطے اُن مخالفین کے مقابلہ مین دعائین مانگین - جن مین اُن کے خادم حرمین شریفین بھی داخل ہین اور نہ صرف جاہ طلب دنیادار بلکہ مسلمانون کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا احجاج اور حفاظ اور صوفی اور شمس العلما ان دعاؤن مین پیش قدمی اور سرگرمی ظاہر کرین - سچ یہہ ہے کہ آج تک دنیا مین کسی محکوم قوم نے اپنے حاکمون کے ساتھہ ایسی مضبوط وفاداری اور اطاعت شعاری کا اظہار نہین کیا ہے اور نہ کر سکتی ہے -

نہ صرف ہندوستان کے بلکہ جزائر عرب اور خلیج بنگال کے وہ خودمختار عرب والیان ملک مثل سلاطین مسقط اور لاہج کے جن مین مذہبی جذبات ہماری مسلمانون سے زیادہ پائے جاتے ہین - اس موقعہ پر برٹش گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری اور جان نثاری مین ہندوستان کے مسلمانون کے پہلو بہ پہلو جا رہی ہین -

اگر اہل ہنود اپنا تن من دھن اس موقع پر برٹش گورنمنٹ کے اوپر نثار کردین تو کوئی جائے تعجب نہین ہے - اسواسطے کہ برٹش گورنمنٹ کی برکات سے اونہون نے تعلیمی اور تمدنی ترقی اور تمول مین سب سے زیادہ حصہ پایا ہے - اور اُن کے مذہبی جذبات اور محسوسات کو موجودہ جنگ سے کوئی صدمہ نہین پہونچتا ہے - لیکن باوجود اس کے کہ اُس قوم کے ایک گروہ مین باضابطہ مسلسل سازشین برٹش گورنمنٹ کی بیخ کنی کے واسطے دریافت ہورہی ہین اور اُسے قوم کے سینکڑون ہونہار اور تعلیم یافتہ نوجوان جو برٹش گورنمنٹ کی فیاضانہ تعلیمی پالیسی کے سرچشمہ سے سب سے زیادہ سیراب ہوئی ہین - آئے دن ملک مین بدامنی بد اخلاقی اور بغاوت کے سامان مہیا کرتے ہین - لیکن اس وقت تک کسی ہندو لیڈر نے اشارتاً اور کنایتاً بھی ان مسلسل اور متواتر افعال قبیحہ کو ہندو قوم کی ناعاقبت اندیشی کی جانب منسوب نہین کیا نہ اوس قوم کے لیڈرون اور اکابرنے اپنی قوم کے ایسے نوجوانون کو ناعاقبت اندیشی سے بچانے کا خیال کیا اور نہ کسی گورنمنٹ کے افسر نے اس باضابطہ اور مسلسل سازش کو ہندو قوم کی طرف منسوب کیا - اہل ہنود مین سے ہر ایک آج کل اپنی قومی وفاداری اور جان نثاری کے ڈنکے بجاتا ہے - اور چہار طرف سے سواسے اُن کے آواز بازگشت کے اور کوئی صدا سُنائی نہین دیتی -

اگر ہندوستان کے پارسی اس موقع پر برٹش کے ساتھ غیر معمولی وفاداری اور جان نثاری کا ثبوت دین تو کوئی تعجب کی بات نہین ہے - اسواسطے کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان مین اُن کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے - لیکن برٹش گورنمنٹ کی برکات سے جو ترقی - عروج اور حقوق اُن کو اُس ملک مین حاصل ہین - وہ کسی اور محکوم قوم کو حاصل نہین ہین - اگر ہندوستان کے یورشین اور دیسی عیسائی اس خطرناک موقع پر اپنا کل جاہ وحشم اور جان ومال کو برٹش گورنمنٹ پر قربان کردین تو وہ بھی تعجب کی بات نہین ہے اسواسطے کہ اُن کا وجود اور اون کی ہستی برٹش گورنمنٹ کیساتھ اس ملک مین قایم ہے اور جو اعلیٰ حقوق اور مراعات اُن کو حاصل ہین - وہ رعایا کے کسی اور طبقہ کو حاصل نہین ہین جنکی بدولت وہ اپنے کو فاتح ہند اور شریک سلطنت خیال کرتے ہین -

لیکن مسلمانون کی حالت ان تینون قومون سے مختلف ہے نہ اُن کو وہ تعلیم اور تمول حاصل ہے - جو اہل ہنود نے برطانیہ کے عہد حکومت مین حاصل کیا ہے نہ اُن کا اعزاز اور اقتدار ہے

جو پارسیون کو برٹش گورنمنٹ نے عطا فرمایا ہے۔ نہ اُن کے وہ حقوق اور مراعات ہین۔ جو یورپشین اور دیسی عیسایئون کو حاصل ہین۔ ایسی حالت مین اُن کی گورنمنٹ کے ساتھ سچی اور عدیم المثال وفاداری جو سلطنت برطانیہ کے استقلال اور ملک مین امن و امان اور ہندوستان کے بہبود کے خیال پر مبنی ہے تمام دیگر اقوام کی وفاداری سے بہت زیادہ قابل قدر و منزلت ہے۔

لیکن کیا مسلمانون کی اس وفاداری اور جان نثاری کی دل سے قدر و منزلت اور اعتراف کیا گیا ہے۔ جسکے وہ مستحق ہین اور کیا اُن کے ویسے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے جو اس حیرت انگیز طرز عمل کے صلہ مین ہونا چاہئیے تھی۔ مگر واقعات اس بات کے شاہد ہین کہ جس قدر مسلمانون کی وفاداری اور اطاعت شعاری کا یہ رویہ حیرت انگیز ہے کہ اس سے زیادہ اوس کی ناقدری اور خود مسلمانون کی جانب سے مسلمانون کو مشتبہ اور ناعاقبت اندیش قرار دینا تعجب خیز ہے۔

اگر برٹش حکام کی طرف سے کوئی سرد مہری یا بے اعتنائی اس زمانہ مین ظاہر ہو۔ تو اوس کی شکایت کا بلاشبہ یہ موقع نہین ہے۔ اس واسطے کہ وہ خود ایک نہایت سخت اور خطرناک حالت مین مبتلا ہین۔ اور اُن کو ایک طرف تو میدان جنگ کا فکر اور دوسری طرف اپنی نہایت وسیع قلمرو مین اس خطرناک موقع پر امن و امان اور تسلط قایم رکھنے کا خیال دامنگیر ہے۔ اُن کا اس زمانہ مین غیر قومون کے ساتھ غیر معمولی احتیاط کا برتاؤ کرنا کچھ بیجا نہین ہے۔ جبکہ جنوبی افریقہ مین اُن کو خود اپنی ہم قوم اور ہم مذہب رعایا کے گروہ سے غداری اور بغاوت کا مقابلہ کرنا پڑا ہے۔ باوجودیکہ اُن کو آزادی اور حکومت خود اختیاری کے وہ تمام حقوق حاصل تھے۔ جو اہل ہنود کے دایرہ خیال سے بھی ابھی بہت دور ہین۔ اس کے علاوہ شخصی مصایب اور خانگی پریشانیون مین برٹش حکام آج کل ایسے مبتلا ہین کہ اس وقت نہ اُن سے کسی خدمت کے صلہ کی توقع ہونا چاہئیے نہ اُن کا کوئی غیر معمولی احتیاط اور جو کچھ وہ کرتے ہین اُن کا فعل قابل شکایت ہونا چاہئیے۔ گورنمنٹ سے جو کچھ ہمکو کہنا ہے اور جو کچھ لینا ہے۔ اوس کا وہ وقت ہوگا۔ جبکہ میدان جنگ سے فتح و نصرت کیساتھ اعلی حضرت ملک معظم کی افواج واپس آئین گی اور دنیا مین ایک مستقل اور قابل وثوق امن قائم ہوگا البتہ اس وقت ہماری قوم کے اکابر اور اُن مقتدر حضرات کا جن کو گورنمنٹ کی بساط اعزاز پر

حاشیہ نشینی کی عزت حاصل ہے اور جنکی جنبش سب حکام کی با خبر سامعہ کو نہایت آسانی سے اپنی طرف متوجہ کر سکتی ہے - یہ کام تھا کہ وہ اپنی قوم کی اس عدیم المثال وفاداری اور ایثار کی کما حقہٗ داد دیکر اُن کی ہمت افزائی کرین - تاکہ اُن کے حوصلے پست نہو جائین اور انکی وفاداری کے جذبات مین اور زیادہ قوت اور جوش پیدا ہو اور گورنمنٹ کی خفیہ پورٹون اور حکام کے دلون مین اپنی قوم کی سچی وفاداری کے ایسے حالات کا ذخیرہ مہیا کرتے جو صلہ اندوزی کے وقت اُن کی قوم اور اُس کے ذریعہ سے اُن کے ذاتی اعزاز اور سرخروئی کا باعث ہوتا جس طرح پر کہ سید احمد خان علیہ الرحمۃ نے ۱۸۵۷ء کے پر آشوب زمانہ مین سب سے اول مسلمان وفاداران گورنمنٹ کے حالات اور جذبات بذریعہ ایک مطبوعہ کتاب کے حکام وقت کے سامنے پیش کی تہی اور اُس نازک وقت مین جبکہ حکام وقت کے نقطہ خیال کے خلاف لب کشائی کرنا جان جوکھون کا کام تھا - اُس قوم کے سچے ہمدرد نے اسباب بغاوت ہند لکھکر اپنی قوم کی بے گناہی ثابت کی - اونہون نے اپنی عزت اپنی قوم کے اعزاز مین خیال کی اور اپنی قوم کے خون مین ہاتھ لال کرنے کو اپنی سرخروئی کا ذریعہ نہین گردانا -

لیکن نہایت افسوس کے ساتھ دیکھا جاتا ہے کہ آج کل مسلمانون مین اُن حضرات کا جنکو گورنمنٹ ہاؤس کے ایوان شاہی مین داخلہ کی عزت حاصل ہے - یہ خیال ہے کہ وہ اپنی وفاداری کا ثبوت صرف اس طرح پر دیسکتے ہین کہ اپنی قوم کو شوریدہ سر اور ناعاقبت اندیش قرار دین - اور گورنمنٹ کے بہی خواہون اور وفاشعارون کا حلقہ اپنی قوم مین اس قدر محدود کر دین - کہ سوائے اُن کے چند ہم خیالون کے کوئی اور قابل اعتماد نہ خیال کیا جائے - جن باتون کا حکام کو خیال بہی نہین ہوتا اُن کو یہ حضرات اپنی دماغ سوزی اور قوت متخیلہ کی کرشمہ سازی سے نہایت ڈراؤنی اور مہیب شکل مین دکہا کر خواہ مخواہ گورنمنٹ کو اپنی قوم کی طرف سے مشتبہ اور بدظن کرتے ہین اور جو لوگ گورنمنٹ کی وفاداری کے ساتھہ اپنی قوم کے بہی خواہ اور ہوا خواہ ہین - اُن پر نہایت جہوٹے اور بے بنیاد الزام لگا کر مفت مین بدنام کرنے کی کوشش کرتے ہین - یہ ہے عاقبت اندیشی کی حیرت انگیز مثال جس مین بدقسمتی سے آج کل ہماری قوم کے چند سرآوردہ اصحاب مبتلا ہو رہے ہین ؎

من از بیگانگان ہرگز ننالم   کہ با من انچہ کرد آن آشنا کرد

یاد رکھو کہ اپنی قوم کو مشتبہ اور غدار بنا کر کسی طرح قابل اعتماد نہین بن سکتے اور مسلمانون مین سے

گورنمنٹ کے ہوا خواہون کی تعداد گھٹا کر تم کسی طرح اعزاز و امتیاز کے مستحق نہین ہو سکتے ایک غدار اور نا عاقبت اندیش قوم کے چند افراد جو اپنے کو لیڈر رکھتے ہون - گورنمنٹ کی نظر مین کیا وقعت اور عزت حاصل کر سکتے ہین - اچھی طرح سمجھہ لو کہ گورنمنٹ بھی سچی عزت اُسی شخص یا اشخاص کی کرتی ہے - جو اپنی قوم کی نگاہ مین بھی معزز اور موقر ہون اور لیڈر بننے کا شرف بھی اُسی کو حاصل ہو سکتا ہے - جسکے متبعین کی تعداد اور اُس کے فرمان بردارون کا حلقہ اثر نہایت وسیع ہو - ٥

ہر کہ با اہل خود وفا نہ کند　　نہ شود مرد نزد دانش مند

لیکن مجھے کامل امید ہے - کہ ان دل شکن واقعات سے مسلمانون کی سچی اور غیر متزلزل وفاداری اور امن پسند پالیسی مین جو اُن کی پاک مذہب کی مقدس تعلیم کا نتیجہ ہے کوئی فرق نہین آئے گا - اور اپنی ضرب المثل صبر اور استقلال کیساتھ وہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رہین گے - اور جس طرح کہ اپنے عروج کے زمانہ مین اُن کے اسلاف اور بزرگ رواداری رعایا پروری اور فیاضی کی زبردست یادگارین دنیا کی تاریخ مین چھوڑ گئے ہین اسی طرح اس تنزل اور محکوم ہونے کی حالت مین ہمارا ایثار - وفاداری امن پسندی اور صداقت آئندہ زمانہ کی تاریخ مین یادگار رہے گی ٥

وفاداری بشرط استواری مین ایمان ہے　　مرے بت خانہ مین گر کعبہ مین گاڑو برہمن کو

راقم محمد یعقوب وکیل مراد آباد

کرمون کا پھل

ماخوذ از اودھ اخبار - ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء

(۱) مجھے ہمیشہ آدمیون کے پرکھنے کا خبط رہا ہے - اور مین تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہون کہ یہ مطالعہ جس قدر دلچسپ اور انکشافات سے لبریز ہے آماشاید اور کوئی مطالعہ نہو گا - لیکن اپنے دوست لالہ سائین دیال سے بہت عرصہ تک دوستانہ اور بے تکلفانہ تعلقات رہنے پر بھی مجھے اُن کی تھاہ نہ ملی - یون تو وہ بہت ہی معمولی درجہ کے آدمی تھے - جسمین انسانی کمزوریون کی کمی نہ تھی - وہ وعدے بہت کرتا تھا - لیکن اُنہین پورا کرنے کی زیادہ ضرورت نہ سمجھتا تھا - اُسے اپنے فرض پر پابند رہنے کے لئے دباؤ اور نگرانی کی ضرورت تھی - محنت سے

جی چرانے والا اور اصولون کا کمزور ایک ڈھیلا ڈھالا آدمی لیکن جب کوئی مصیبت سر پر آپڑتی تو اس کے دل مین استقلال اور مردانگی کی وہ زبردست طاقت پیدا ہو جاتی تھی - جسے شہادت کہہ سکتے ہین - اس کے پاس ایک مختصر سی کپڑے کی دوکان کے سوا کوئی ذریعہ معاش نہ تھا - اور مذہبی باتون سے اسے وحشت ہوتی تھی - ایسی حالتون مین اس کی ہمت اور استحکام کا سوتا کہان چھپا ہوا تھا - یہان تک میری نگاہ تحقیق نہین تھی -

(۲) باپ کے مرتے ہی مصیبتون نے اس پر یورش کی - غریب نے ابھی برسی سے نجات نہین پائی تھی کہ مہاجن نے نالش کی اور عدالت کے طلسمی احاطہ مین پہونچتے ہی یہہ مختصر ہستی یون پھولی جس طرح مشک پھولتی ہے - ڈگری ہوئی - جو کچھہ جمع جتھا تھی برتن بھانڈے ہانڈی تو سب اس کے گہرے پیٹ مین سما گئے - مکان بھی نہ بچا - بیچارے مصیبتون کے مارے سائین دیال کا اب کہین ٹھکانا نہ تھا - بالکل آوارہ وطن کوڑی کوڑی کو محتاج کئی کئی دن فاقہ سے گزر جاتے اپنی تو خیر چندان فکر نہ تھی - لیکن بیوی تھی - دو تین بچے تھے - اُن کے لئے تو کوئی نہ کوئی فکر کرنا ہی پڑتی تھی - آہ! مین نے ایک بار اسے ریلوے اسٹیشن پر دیکھا - اس کے سر پر ایک بھاری بوجھہ تھا دم پھول رہا تھا - لیکن بشرہ سے کامل صبر ٹپک رہا تھا - کئی مہینہ تک یہی کیفیت رہی - بالآخر اس کی ہمت اور قوت برداشت اسے اس دشوار گزار وادی سے باہر نکال لائی -

(۳) تھوڑے ہی دنون کے بعد مصیبتون نے اس پر پھر حملہ کیا تین مہینہ کے لئے بمبئی چلا گیا - تھا - وہان سے لوٹ کر اس کی ملاقات کو گیا - آہ وہ نظارہ یاد کر کے آج بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین - صبح کا وقت تھا مین نے دروازے پر جا کر آواز دی اور اپنے معمول کے مطابق بے تکلف اندر چلا گیا - مگر وہان سائین دیال کا وہ ہنس مکھ چہرہ نظر نہ آیا - اس کی بیوی سر جھکائے ہوئے آئی - اور مجھے اس کے کمرہ مین لیگئی میرا دل بیٹھہ گیا - سائین دیال ایک چارپائی پر میلے کچیلے کپڑے لپیٹے آنکھین بند کئے پڑا اور دل سے کراہ رہا تھا - اس کی بیوی نے میری طرف مایوس نگاہون سے دیکھا - میری آنکھون مین آنسو بھر آئے - اس مٹے ہوئے ڈھانچے مین ہڈی کو بھی مشکل سے جگہہ ملتی ہوئی - زندگی کا کیا ذکر مین اس کی صورت دیکھکر گھبرا گیا - کیا بجھتے ہوئے چراغ کی آخری جھلک تو نہین ہے - یہ میری سہمی ہوئی صورت دیکھکر وہ مسکرایا اور بہت ہی مدھم آواز مین بولا تم ایسے اُداس کیون ہو یہ سب میرے کرمون کا پھل ہے -

(۴) مگر کچہ عجیب بدقسمت آدمی تہا۔ ڈاکٹرون نے بھی جواب دیدیا تہا۔ لیکن مصیبتون کا ابھی اس سے پُرانا حساب چکانا تھا اس کو اپنی آنکھون سے اپنے اکلوتے بیٹے کا سوگ دیکھنا تہا۔ کیسا ہنس مکھ۔ کیسا خوبصورت ہونہار لڑکا تہا۔ جفا شعار موت نے اسے چھانٹ لیا۔ پلیگ کی دبائی پہی ہوئی تہی۔ شام کو گلٹی نکلی اور صبح کو وہ زندگی چراغ سحری کی طرح بجہہ گئی۔ مین اس وقت اس بچے کے پاس بیٹھا ہوا تہا۔ میری اور سائین دیال کی آنکھون کے سامنے ظالم موت نے اس بچے کو ہماری گود سے چھین لیا۔ مین روتا ہوا سائین دیال کے گلے سے لپٹ گیا۔ جب میرے آنسو تھمے تو مین نے سائین دیال کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کے چہرہ پر مردانہ تسلیم اور استقلال کا رنگ نمایان تہا۔ اس غم والم کے سیلاب اور طوفان مین بھی سکون کی کشتی اس کے دل کو ڈوبنے سے بچائے ہوئے تھی۔

اس نظارہ نے مجھے متحیر بنادیا۔ ممکنات کی حدین گو کتنی ہی وسیع ہون ایسی جانکاہی کے عالم مین حواس اور اطمینان کو قایم رکھنا ان حدود سے پرے ہے۔ لیکن اس لحاظ سے سائین دیال انسان نہین۔ مافوق الانسان تہا۔ مین نے روتے ہوئے کہا بھائی صاحب اب صبر کا موقع ہے اس نے مستقل انداز سے جواب دیا ہان یہ سب میرے کرمون کا پھل ہے۔

(۵) سائین دیال نے دہیرج کو ہاتھ سے نہ دیا وہ حسب دستور زندگی کے کامون مین مصروف ہوگیا۔ دوستون کی ملاقاتین اور کنار دریا کی سیر اور تفریح اور میلون کی چہل پہل ان دلچسپیون کی ایک ایک حرکت کو ایک ایک بات کو غور سے مطالعہ کرتا مین نے یارانہ دوستی کے آداب کو فراموش کرکے اسے اس عالم مین دیکھا۔ جہان اس کے خیالات کے سوا اور کوئی غیر نہ تہا۔ لیکن اس عالم مین بھی اس کے چہرہ پر اسی مردانہ تحمل کا جلوہ تہا۔ شکوہ شکایت کا کبھی ایک لفظ اس کی زبان پر نہین آیا۔

(۶) اس اثنا مین میری چھوٹی لڑکی چند رکھی نمونیا کی نذر ہوگئی۔ دن کے دہندے سے فرصت پاکر گھر پر آتا اور اسے پیار سے گود مین اُٹھا لیتا تو جو میرے دل کو تفریح اور روحانی تقویت ہوتی تہی اُسے لفظون مین مین نہین ادا کرسکتا۔ یکایک مین نے سائین دیال کو آتے دیکھا مین نے فوراً آنسو پوچھ ڈالے اور اس ننھی سی جان کو زمین پر لٹا کر باہر نکل آیا۔ اس صبر وتحمل کے دیوتا نے میری طرف ہمدردانہ نگاہون سے دیکھا اور میرے گلے لپٹ کر رونے لگا۔ مین نے

اس طرح کبھی چیخ مار کر روتے نہین دیکھا۔ روتے روتے اس کی ہچکیان بندھ گئین۔ اضطراب سے بے سدھ اور بے حال ہوگیا۔ یہ وہی شخص ہے۔ جس کا اکلوتا بیٹا مرا اور پیشانی پر بل نہین آیا۔ یہ کایا پلٹ کیون ؟

(۷) اس سانحہ کے کئی دن بعد جبکہ غم رسیدہ دل سنبھلنے لگا تھا۔ ایک روز ہم دونون دریا کی سیر کو گئے شام کا وقت تھا۔ دریا بھی تھکے ہوئے مسافر کی طرح آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ ہم دور جاکر ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ مین نے کہا کتابون مین تو استقلال اور صبر کی بہت سی روایتین پڑھی ہین لیکن یقین مانو تمہارا جیسا مستقل مزاج مشکلات مین سیدھا کھڑا رہنے والا انسان آج تک میری نظر سے نہین گزرا۔ تم جانتے ہو کہ مجھے انسانی خواص کے مطالعہ کا ہمیشہ سے شوق ہے۔ لیکن میرے تجربہ مین تم اپنی قسم کے اکیلے آدمی ہو مین یہہ نہ مانونگا کہ تمہارے دل مین درد و گداز نہین ہے۔ اسے مین اپنی آنکھون سے دیکھہ چکا ہون۔ پھر اس عارفانہ صبر و اطمینان کا راز تم نے کہان چھپا رکھا ہے۔ تمہین یہہ راز اس وقت مجھہ سے کہنا پڑے گا۔

سائین دیال کچھہ سشش و پنج مین پڑ گیا اور زمین کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ یہہ کوئی راز نہین میرے کرمون کا پھل ہے۔

یہہ جملہ مین نے چوتھی بار اس کی زبان سے سنا۔ بولا۔ جن کرمون کا پھل ایسا تقویت بخش ہے ان کرمون کی سمجھہ مجھے بھی تلقین کرو مین ایسے پھلون سے کیون محروم رہون۔

سائین دیال نے پرحسرت لہجہ مین کہا۔ ایشور نہ کرے کہ تم سے ایسے کرم سرزد ہون۔ اور تمہاری زندگی پر ان کا سیاہ داغ لگے مین نے جو کچھہ کیا ہے وہ خود اپنی ہی نگاہ مین ایسا شرمناک معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مجھے جو کچھہ سزا ملے مین اُسے خوشی کیساتھہ جھیلنے کو تیار ہون آہ! مین نے ایک ایسے پاکیزہ خاندان کو جہان میرا اعتبار اور وقار تھا۔ اپنے نفس کی غلاظت سے ملوث کیا ہے۔ ایک ایسے پاک دل کو جسمین تازگی اور وفا تھی اس پاک دل مین مین نے گناہ اور دغا کا بیج ہمیشہ کے لئے بو دیا۔ یہ گناہ ہے۔ جو مجھسے سرزد ہوا ہے اور اس کا پلہ ان مصیبتون سے بھاری ہے جو میرے اوپر اب تک پڑی ہین یا آیندہ پڑینگی کوئی سزا کوئی صدمہ کوئی نقصان اس کا کفارہ نہین ہوسکتا۔

مین سائین دیال کو ہمیشہ عزت کی نگاہون سے دیکھتا ہون۔ ان باتون کو سُنکر میری نظرون

مین اس کی عزت سہ چند ہو گئی۔ مین نے اُس کی طرف ارادتمند آنکھون سے دیکھا اور اس کے گلے سے لپٹ کر بولا۔ سائین دیال آج معلوم ہوا کہ تم اُن پاک نفسون مین ہو۔ جن کا وجود دنیا کے لئے برکت ہے۔ تم ایشور کے سچے بھگت ہوا در مین تمہارے قدمون پہ سر جھکاتا ہون۔

اسلام کی کشش

ماخوذ از زمیندار ۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء

مسٹر ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ سابق پرنسپل مدرسۃ العلوم علیگڈھ مصنف پریچنگ آف اسلام نے اپنی کتاب کے اخیر مین چند ایسے اشخاص کا تذکرہ کیا ہے۔ جو باوجود عیسائی پادری اور ماہر دنیات عیسوی ہونے کے اور باوجودیکہ نہ کسی مسلم مشنری نے ان تک اسلام کو پہنچایا۔ اور نہ ابھی ان کو کوئی ذاتی تعارف اہل اسلام سے حاصل ہوا۔ جس سے ان کے خیالات مین تبدیلی پیدا ہوتی۔ انہون نے دین الٰہی قبول کیا اور تادم مرگ اس پر استوار رہے۔ تاریخ کے صفحات ایسی مثالون سے بھرے ہوئے ہین۔ اور مسٹر آرنلڈ نے بھی چیدہ چیدہ چند مثالین بیان کی ہین۔ مگر ان مین سب سے زیادہ دلچسپ وہ حصہ ہے جو کتاب تحفۃ الاریب فی الرد علی اہل الصلیب کے مصنف نے قلمبند کیا ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۴۲۰ء مین ایک عیسائی پادری نے لکھی تھی۔ جسنے اپنا نام بعد قبول اسلام عبداللہ بن عبداللہ رکھا دیباچہ کتاب مین مصنف نے اپنی سوانح عمری دی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مجورکا کے ایک شریف خاندان مین پیدا ہوا۔ اور اس کے والدین کا ارادہ شروع سے ہی اس کو پادری بنانے کا تھا۔ چھ سال کی عمر مین اس کو انجیل کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ جس کا اس نے بہت سا حصہ حفظ کر لیا۔ اور جب وہ نحو۔ منطق کی تعلیم بھی حاصل کر چکا تو اسے بریڈا واقعہ کیٹیلونیا کی یونیورسٹی مین بھیجا گیا۔ جہان اس نے کچھ عرصہ علم ہیئت و علم الطب کی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد کامل چار سال تک دینیات کا مطالعہ کرتا رہا۔ لیڈیا سے وہ بولانا کے مشہور یونیورسٹی مین گیا۔ جس کی ہر دلعزیزی اور شہرت کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ وہ اپنی کتاب مین ذکر کرتا ہے۔ کہ وہان مین ایک معزز ضعیف العمر پادری نکولس مارٹل نامی کے مکان مین جا کر ٹھیرا۔ یہ پادری اپنے علم اتقاء اور ریاضت نفس مین اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ اور لوگون کے دلون مین اس کی قدر و منزلت بھی اس کے علم و اتقاء کے مطابق تھی۔ دینیات کے پیچیدہ پیچیدہ مسائل اور مشکل سے مشکل عقدے کشش جہت سے اس کے

پاس حل و جواب کے لئے آتے تھے۔ جن کے جواب وہ بآسانی دیتا۔ اور دنیائے عیسائیت میں سے کسی کو اس کے جوابات پر نکتہ چینی کی قابلیت و جرأت نہ ہوتی تھی۔ سالہا سال تک میں نے اس پادری کی خدمت کی اور اس سے دین عیسوی کے اصول و فروع۔ احکام و نواہی اچھی طرح حاصل کئے۔ میں ہر وقت اس کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا اور وہ بھی مجھ سے اس قدر خوش ہو گیا کہ مجھے اپنا دلی دوست بنا کر اپنے مکان اور سٹور روم (گودام) کی کنجیاں میرے حوالہ کر دیں۔ اس طرح اس عمر رسیدہ پادری کی خدمت اور شاگردی میں مجھے دس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا۔

اتفاقاً ایک روز پروفیسر صاحب (عمر رسیدہ پادری صاحب) بیمار ہو گئے۔ اور لیکچر ہال میں تشریف نہ لاسکے۔ ہم سب طلباء لیکچر ہال میں بیٹھے ہوئے اُن کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اور مختلف مسائل دینی پر بحث ہو رہی تھی۔ کہ انجیل کا وہ فقرہ جو حضرت عیسٰی کی زبانی خدا نے فرمایا ہے کہ "میرے بعد ایک نبی آئیگا۔ جس کا نام پیر کلیمیٹ ہوگا۔" ایک طالب علم کی نظر پڑا۔ اس نے سب کو اس کی طرف توجہ دلائی اور بحث اسی فقرہ پر ہونے لگی۔ پیرکلیمیٹ کے نام پر ایک زور شور کی بحث ہوئی۔ مگر یہ عقدہ نہ حل ہونا تھا نہ ہوا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی جداگانہ رائے دی۔ جس کے ماننے کے لئے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ آخر کار بحث کو ادھر بیچ ہی میں چھوڑ کر طلباء اپنی اپنی جگہ کو چل دئے جب میں اپنے پروفیسر صاحب کے مکان پر پہنچا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہاری بحث آج کس مضمون پر تھی؟ میں نے کہا کہ پیرکلیمیٹ کے نام پر بحث تھی۔ مگر ایک کی رائے دوسرے سے نہ ملتی تھی۔ اور آخر تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ میں نے یہ بھی بتلایا کہ کس کس طالب علم نے کون کونسا شخص تجویز کیا تھا۔ پروفیسر صاحب نے دریافت کیا۔

پروفیسر صاحب۔ تم نے کیا جواب دیا۔

میں۔ فلاں عالم دینیات و مفسر انجیل نے جو لکھا ہے۔ وہی میں نے بھی کہا۔

پروفیسر صاحب۔ شاباش۔ تمہارا جواب ایک لحاظ سے تقریباً بالکل صحیح ہے۔ تاہم حقیقت سے بہت بعید ہے تم میں سے بعض اصلی نام کے قریب قریب پہنچے ہیں۔ مگر در حقیقت کسی کا بھی جواب درست نہیں اور اصلیت یہ ہے کہ سوائے عالمان اجل اور فاضلان اکمل کے اور کوئی اس کا صحیح جواب نہیں جانتا۔ اور تم نے ابھی بہت ہی کم علم حاصل کیا ہے۔ یہ الفاظ سُنکر میں پروفیسر صاحب کے قدموں پر گر پڑا۔ ان کو بوسہ دیا۔ اور عرض کی۔

مین - اے استاد مہربان - آپ کو معلوم ہے کہ مین دور دراز ملک سے آپ کی خدمت مین تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا ہون پچھلے دس سال سے آپ کی خدمت دل وجان سے کر تا رہا ہون - آپ کی فیض رسانی کا ذکر تحصیل حاصل ہے - آپ نے جو جو عنایت مجھ پر کی ہین اُن کا شکریہ کرنے سے میری زبان قاصر ہے - اب ان عنایات کے پیمانہ کو اس شخص کا اصلی نام بتلا کر لبریز کر دیجیے - کہ تا دم زلیست غلام بے دام ہون "

میری زبان سے یہہ الفاظ سنکر ضعیف العمر پادری زار زار رونے لگا اور بولا کہ اے فرزند یقیناً تم نے میری بہت خدمت کی ہے اور مین بہی تم کو بوجہ اس خدمت کے اور بوجہ اس محبت کے جو تم کو میرے ساتھ ہے - بیحد عزیز رکھتا ہون - مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اگر یہہ قابل قدر نام معلوم ہو جاے تو تمکو اس سے بہت فائدہ ہوگا - مگر جان من خوف یہ ہے کہ اگر مین تم پر اس راز کو ظاہر کر دون - تو عیسائی تمکو فوراً جان سے مار ڈالین گے -"

مین - خدائے اعلیٰ کی قسم - صداقت انجیل کی قسم اور اس پاک ہستی کی قسم جس پر انجیل نازل ہوئی - مین صدق دل سے وعدہ کرتا ہون کہ بغیر آپ کی اجازت کے آپ کا راز کسی کے سامنے افشا نہ کرونگا -

پروفیسر صاحب - اے فرزند جب تم اول اول میرے پاس آئے تو تمکو یاد ہوگا کہ مین نے تمہارے وطن کی بابت تم سے سوال کیا تہا - میرا مدعا اس سے یہ معلوم کرنا تہا کہ آیا وہ ملک مسلمانون کے ملک کے قریب تہا - یا نہیں - آیا تمہارے ملک کے رہنے والے مسلمانون کے برخلاف جنگ کرتے تھے یا نہین - اور سب سے بڑی بات یہ کہ تمہارے دل مین اسلام کی طرف سے کس قدر نفرت جاگزین تھی - پس اسے دل پسند معلوم کر - کہ پیریلایٹ سے مراد مسلمانون کا نبی محمد ہے - جس پر خدا کی الہامی کتاب (قرآن پاک) جس کے نزول کا ذکر پیغمبر دانیال نے کیا ہے - نازل ہوئی - بالیقین اُن کا مذہب سچا مذہب ہے - اور اُن کا دین وہی شاندار دین ہے - جسکی انجیل شہادت دیتی ہے -

مین - جناب من اگر یہ سچ ہے - تو دین عیسوی کی بابت آپ کی کیا راے ہے -

پروفیسر صاحب - اے فرزند - اگر عیسائی اپنے اصلی دین پر قایم رہتے تو وہ بھی خدا کے سچے مذہب کے پیرو تھے - کیونکہ حضرت عیسیٰ دیگر پیمبرون کی طرح خدا کا ہی مذہب لائے تھے -

مین - مگر اب اس کا علاج کیا ہے -

پروفیسر صاحب - اسلام قبول کر لو -

مین - لیکن کیا جو شخص اسلام قبول کرلے - اس کو نجات حاصل ہوگی -

پروفیسر صاحب - بیشک اس کو نجات ملیگی - اس دنیا مین بھی اور آخرت مین بھی -

مین - مگر جناب من - عاقل آدمی جس چیز کو دوسرون کے لئے اچھا سمجھتا ہے - اسکو اپنے لئے بھی پسند کرتا ہے - آپ فرماتے ہین - کہ اسلام سچا اور بہترین مذہب ہے - کیا مین یہہ دریافت کرنے کی جرأت کرسکتا ہون کہ جناب کیون ابھی تک دائرہ اسلام مین داخل نہین ہوئے

پروفیسر صاحب - جناب من اسلام اور پیغمبر اسلام کی صداقت و عظمت کی حقیقت جو مین ابھی تم کو بتلا چکا ہون خدائے تعالی نے عہد پیری مین مجھہ پر ظاہر کی ہے جبکہ مین عمر رسیدہ ہو گیا ہون اور میرے قویٰ مضمحل ہو گئے ہین - مین اس کو بطور حیلہ و بہانہ کے بیان نہین کرتا کیونکہ برعکس اس کے خدا کی دلیل میرے اس بہانے کے خلاف ہے - لیکن اگر خدا مجھے اس وقت ہدایت دیتا جبکہ مین تمھاری عمر کا تھا - تو مین چیزون کو چھوڑ کر دین حق کو قبول کر لیتا - مگر دنیا کی محبت تمام گناہون کی جڑ ہے - تمکو معلوم ہے کہ دنیائے عیسائیت مین بھی کسی مرتبہ رفیعہ پر ہون اور میری کس قدر عزت ہوتی ہے - اگر اب عیسائیون کو معلوم ہو جائے - کہ میرے خیالات اسلام کی طرف راغب ہین - تو وہ مجھے ہرگز ہرگز زندہ نہ چھوڑین گے اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیا جائے - کہ مین ان سے جان بچا کر مسلمانون کے ملک مین صحیح و سلامت جا پہنچون تو صورت حالات یہ ہوگی - کہ مین ان سے کہون گا کہ مین نے اسلام قبول کیا ہے اور وہ مجھے جواب دین گے کہ اسلام قبول کر لینے سے تم نے اپنا بھلا کیا ہے - ہمارے اوپر کوئی احسان نہین کیا - کیونکہ دین حق پر ایمان لانے سے تم خدا کے عذاب سے نجات پاؤگے - اس حالت مین مین غریب ستر سال کا بوڑھا مغلوک الحال ان کی زبان و عادات سے ناواقف فاقہ کشی کرتا ہوا مر جاؤنگا - اور ان کو خبر تک نہوگی کہ عیسائیت مین میری کیا عزت و رفعت (قدر و منزلت) تھی - خدا کا شکر ہے کہ مین حضرت عیسیٰ[ع] کے اصلی مذہب پر قائم ہون - خدا اس پر میرا گواہ رہے -

مین - تو جناب مجھے مشورہ دیتے ہین کہ مین مسلمانون کے ملک مین جا کر اسلام قبول کرون

پروفیسر صاحب - بیشک اگر تم عاقل اور نجات کے خواہان ہو تو فوراً ایسا ہی کرو - کیونکہ اس سے تم کو دین و دنیا کی بہبودی حاصل ہوگی - اور سنو اس وقت تک کسی کو

اس معاملہ کا علم نہین ہے - جو میرے اور تمہارے درمیان ہوا ہے - تم بھی اس کو کمال احتیاط سے پوشیدہ رکھنا - کیونکہ اگر یہ ظاہر ہوگیا - تو تمہاری جان کی خیر نہین ہے - اور مین تمہاری جان بچانے کے لئے کچھہ نہ کرسکون گا - اگر تم نے مجھہ پر الزام ڈالا - تب بھی کچھہ فائدہ نہ ہوگا - کیونکہ جو کچھہ مین کہون گا - وہ ساری دنیا مانے گی - اور جو کچھہ تم میری برخلاف کہوگے - اس کو کوئی یقین نہ کرے گا - اگر تم نے ایک لفظ بھی اس معاملہ کا افشاء کیا - تو مین تمہارے خون سے بری الذمہ ہون گا -

مین - خدا نہ کرے - کہ افشاے راز کا خیال تک بھی میرے دل مین آئے -

مین نے پروفیسر صاحب سے اخفاے راز کا وعدہ کیا - اور پھر سفر کی تیاری کی - اور ان سے رخصت ہوا - جاتے وقت انہون نے مجھے بہت سی دعائین دین - اور سفر خرچ کے لیئے پچاس دینار عطا کئے - مین اپنے زاد بوم شہر مجورکا کو روانہ ہوا - اور وہان چھہ ماہ قیام کیا - بعدہٗ جزیرہ سسلی کو چلا گیا - اور پانچ ماہ تک انتظار کرتا رہا کہ کوئی جہاز ایسا ملے - جو مجھے مسلمانون کے ملک مین پہنچا سکے - آخرکار ایک جہاز کی نسبت معلوم ہوا کہ ٹیونس کو جانے والا ہے مین نے اس کا ٹکٹ خرید لیا - شام کو ہمارا جہاز سسلی سے روانہ ہوکر دوسرے دن دوپہر کو ٹیونس پہنچ گیا -

جب مین جہاز سے اُتر کر چنگی خانہ پہنچا - تو چند عیسائی سپاہیون نے میرا حال سُنکر مجھسے ملاقات کی - اور مجھے اپنے مکانون پر لے گئے - چند ایک عیسائی سوداگر بھی ٹیونس ہی مین بود و باش رکھتے تھے - ان کے ہمراہ ہولئے چار ماہ تک ان کے ہان مہمان رہا - اور انہون نے بھی مہمان نوازی مین کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا - اس اثنا مین مین نے ان سے دریافت کیا کہ آیا سلطان ابو العباس احمد سنہ ۱۳۹۴ع کے دربار مین کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے - جو عیسائیون کی زبان بول سکتا ہو - انہون نے کہا کہ ہان ایک شخص یوسف نامی جو ایک بڑے پایہ کا عالم اور طبیب - اور سلطان کا منظور نظر ہے - عیسائیون کی زبان جانتا ہے - مجھے اس خبر کے سننے سے جو خوشی ہوئی اس کی کوئی انتہا نہ تھی - مین اس کے مکان کا پتہ معلوم کرکے ایک روز وہان گیا - اپنا سارا حال اس کو کہہ سُنایا - اور کہا کہ میرے یہان آنے کا مدعا صرف یہ ہے کہ مین مسلمان ہونا چاہتا ہون - حکیم یوسف اس بات کو سنکر بیحد خوش ہوا - کیونکہ مین سلطان کے سامنے بتوسل اس کے

مسلمان ہونے آیا تھا۔ وہ فوراً ہی گھوڑے پر سوار ہوا اور مجھے ساتھ لیکر محل شاہی کو چلا۔
محل کے اندر جاکر اس نے سلطان سے میرا تمامی حال بیان کیا اور درخواست کی کہ سلطان
مجھے اپنے سامنے بلالین۔ سلطان نے اس کی درخواست منظور کی اور مجھے شرف باریابی بخشا
سلطان۔ مرحبا۔ تم مسلمان ہونے آئے ہو۔ بڑی خوشی کی بات ہے اسلام قبول کرو
خدا کی رحمت تمہارے شامل حال رہے۔
مین نے ترجمان سے کہا۔ کہ بادشاہ سلامت کی خدمت مین عرض کرو۔ کہ عموماً لوگ اس وقت
اپنا مذہب چھوڑتے ہین۔ جبکہ ان کے ہم مذہب آدمی ان کے برخلاف ہون۔ یا ان کو کسی قسم
کی تکلیف دیتے ہون۔ اور وہ اپنے مذہب سے تنگ آگئے ہون۔ مگر میری حالت ایسی
نہین ہے۔ حضور سے میری التجا ہے۔ کہ حضور ٹیونس کے عیسائی سپاہیون اور سوداگرون
کو اپنے روبرو حاضر کرکے میرے بارہ مین ان سے دریافت فرمائین۔ تاکہ حضور کو معلوم ہوجائے
کہ میری نسبت ان کے کیا خیالات ہین اس کے بعد مین مسلمان ہوجاؤن گا۔
سلطان نے ترجمان کے ذریعہ کہا۔
سلطان۔ تمہاری درخواست بالکل ویسی ہی ہے۔ جیسی عبد اللہ ابن سلام نے حضرت
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے قبول اسلام کے وقت کی تھی۔
پھر سلطان نے عیسائی سپاہیون اور چند عیسائی سوداگرون کو بلوایا اور جب وہ آگئے
تو مجھے ایک علیحدہ کمرہ مین بند کرکے ان سے میری بابت دریافت کیا۔
سلطان۔ اس پادری کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ جو چند ماہ کا عرصہ ہوا۔ فلان
جہاز سے یہان آیا تھا۔
عیسائی۔ وہ ہمارے مذہب کا ایک چیدہ عالم ہے۔ اور ہمارے گروہ نے اس سے
بڑھکر عالم اور متقی کوئی نہین دیکھا ہے۔
سلطان۔ اچھا تو تم اس کی بابت کیا کہو گے۔ اگر وہ مسلمان ہوجائے۔
عیسائی۔ توبہ۔ توبہ۔ وہ ہرگز ہرگز ایسا نہ کرے گا۔
جب سلطان نے میری نسبت ان کی رائے معلوم کرلی تو مجھے بلایا اور اسیوقت ان عیسائیون
کے روبرو مین نے کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ پڑھا۔ اور بصدق دل مسلمان ہوگیا۔
عیسائیون نے اپنے چہرون پر صلیب کا نشان انگلیون سے کیا۔ اور کہا کہ یہ صرف شادی

کرنے کے لئے مسلمان ہوا ہے - کیونکہ ہمارے ہان پادری شادی نہین کرتے - یہ کہکر وہ ایک مضطربانہ حالت مین وہان سے چلے گئے -

اسی کتاب کے صفحات ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ سے ظاہر ہوتا ہے - کہ بعد قبول اسلام اس نے اپنا نام عبداللہ بن عبداللہ رکھا - چار دینار روزانہ اسے خزانہ شاہی سے ملنے لگے - اور تھوڑے سے عرصہ کے بعد اس کو جنگی خانہ کا افسر انچارج بنا دیا گیا - آج تک ٹونس مین اس کا مزار موجود ہے اور اس کا خاص احترام کیا جاتا ہے -

اس واقعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا - کہ دنیاوی جاہ و عزت کی طلب بعض اوقات عاقل سے عاقل انسان کو راہ راست سے گم کر دیتی ہے اور وہ غلط راستے کو چھوڑ کر صراط مستقیم کو اختیار نہین کر سکتا - سچ ہے - ولا تجبو الدنیا فتکونوا من الخسرین -

کتاب مذکور کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے - کہ وہی مسلمان جن کو آج تعصب اور حقارت بھرے دل تہذیب و تمدن کا دشمن - ظالم - جابر - اور قومون کو تباہ کرنیوالا بتاتے ہین - اسلام کی بدولت آج سے چھ صدی قبل اس پایہ تہذیب کو پہنچے ہوئے تھے - جس پر زمانہ آجتک پہنچنے سے قاصر رہا ہے - اسلامی تاریخ ایسی بیشمار مثالین پیش کر کے اس حقیقت کو عالم آشکار کر رہی ہے کہ جن نامسلمانون کو خود نامسلمان ملک پناہ نہ دے سکتا تھا - جن کو خود اپنے ملک اور اپنے ہم مذہبون مین دینی آزادی حاصل نہ تھی - ان کو مسلمانون کی معدلت نواز اور حریت پسند حکومتون نے پناہ دی - برابر کے حقوق دئے - اور ان مین سے نو مسلم و غیر مسلم کو سلطنت کے عہدہ ہائے جلیلہ پر ممتاز کیا - در اصل شاذ ہی کوئی ایسا حقیقت تلاش یورپین ہوگا جسنے دین اسلام کو اچھی طرح سمجھا ہو - اور سمجھنے کے بعد بھی غیر مسلم ہی رہا ہو -

اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم پر چند متعصب اور کم علم یورپین اصحاب نے بعض ناپاک حملے کئے ہین ان کا جواب ایک قابل یورپین نے نہایت خوش اسلوبی کیساتھ دیا ہے - اگر زمانے نے مہلت دی - تو انشاء اللہ عزیز ممدوح کے خیالات کا اقتباس ہدیہ ناظرین کیا جائیگا - وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم -

(محمد حمید از شملہ)

زرتشت کا اثر ہندوستان پر

بہ سند تازہ شد آئین دین زرتشتی

(ماخوذ از زمیندار ۲۶ ستمبر ۱۹۱۵ عیسوی)

(۱) - ۱۱ ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو ہندوستان کی پارسی قوم نے زرتشت کی سالگرہ منائی - جو ایران کا پیغامبر اور ایران ہی نہیں ہندوستان میں بھی آئین آتش پرستی کا مروج تھا -

زرتشت کی پیدائش کے متعلق کوئی معتبر و مستند تحریری شہادت موجود نہیں - لیکن زمانہ حال کی تحقیق و تدقیق نے قدیم ایرانی خط میخی یا مسماری کے جو کتابے برآمد کئے ہیں - اُن کی مدد سے ایک حد تک یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ شہر رَے جو شمالی ایران میں واقع ہے - زرتشت کا مولد تھا - اور زرتشت کی پیدائش خاندان کیانی کے آخری بادشاہ دارا سے گشتاسب کے عہد میں بارہ سو برس قبل مسیح ہوئی تھی -

اس کی پیدائش کا دن ۱۱ ر ستمبر تھا - اور یہی دن ہے - جس دن کہ ایران کا پہلا شاہنشاہ کیومرث اور اس کے نامور جانشین ہوشنگ و کیخسرو بھی پیدا ہوئے تھے -

یہ دن پارسی سال کے اول ماہ کے چھٹے روز پڑتا ہے - پارسی اسے خورداد سال کہتے ہیں - خورداد پارسیوں کے عقیدے کے بموجب سرگروہ فرشتگان ہے - اور پانی - نباتات اور تمام قسم کے پھلوں پر اس کی حکومت ہے -

گزشتہ چند روز سے پارسی روزے رکھ رہے ہیں - یہ رسوم مرگ کے متعلق ہیں - جو زیادہ راسخ الاعتقاد ہیں - وہ ۱۸ روزے رکھتے ہیں - دوسرے کہتے ہیں کہ ہماری کتاب مقدس میں صرف ۱۲ روزوں کی تاکید ہے - ان روزوں کو "مُتقاد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے -

پارسیوں کا عقیدہ ہے کہ ان دنوں بالعموم ارواح متوفی عالم بالا سے اتر کر اپنے گھروں میں آتی ہیں - مردوں کے متعلقین اپنے گھروں میں خاص اہتمام کرتے ہیں - تاکہ روحوں کو اپنے عارضی قیام میں کوئی امر باعث تکلیف و پریشانی نہ ہو -

یہ زرتشتیوں کے مراسم و معتقدات ہیں جنہیں ہندوستان میں ہم پارسی کہتے ہیں اور اب تک انکی نسبت یہی سمجھتے رہے ہیں کہ ایران میں فتوحات اسلامی کے ایام میں وہ مسلمانوں کے خوف سے جلائے وطن ہو کر ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے اور یہاں پر ایک ایسا حیرت انگیز تمدن قائم کیا تھا - جسے عام اہل زمانہ آج تک ہندو تمدن سمجھتے رہے - مگر اصل میں وہ پارسی تھا - حتیٰ کہ پاٹلی پتر (پٹنہ) کے جو حیرت انگیز آثار تمدن اس وقت برآمد ہوئے ہیں - موڑیا راجاؤں کیا تھا جو عظیم الشان مدنیت ہندوستان میں منسوب کی جاتی ہے مہاراجہ چندر گپت سے جس بنیان شائستگی کو نسبت دی گئی ہے - ان سب کے بانی اصل میں یہی پارسی تھے موڑیا قوم خود پارسیوں کی تھی اور مہاراجہ چندر گپت بھی فارسی الاصل تھا -

ڈاکٹر سپونر لکھتے ہین۔

ہمارے تاریخی افق ہند پر پہلے پہل موریا اور چندرگپت کب اور کہان نمودار ہوتے ہین؟ اندازہ کیا گیا ہے کہ بہت او پر شمال مغرب ہندوستان مین کہین ٹیکسلا کے قریب سے نمو داری ہوئی ہے۔ یہ حملہ آور فاتح (چندرگپت) ایران سے اسکندر اعظم کی معیت مین آیا تھا۔ اور خاص ایرانی (پارسی یا زرتشتی مجوسی) تھا۔

اب دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا چندرگپت اسکندر اعظم کے اس لشکر عظیم مین سے تھا جو ایران سے ہندوستان فتح کرنے آیا تھا۔ پلوٹارک کے ایک اعلان سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہ امر بہ ظاہر نا ممکن بھی نہین ہے۔

بہرحال تحقیق کے ساتھ صرف اس قدر معلوم ہے کہ وفات اسکندر کے بعد جب چندرگپت نے مگدھ دیس پر فوج کشی کی تو اس نے ایک عظیم ایرانی لشکر کی مدد سے تخت حاصل کیا اپنی سرحد سے مگدھ دیس پر اس طرح چڑھائی کرنے اور اپنے ہم قوم یعنی آخری نند کو آخر ایرانی ٹڈی دل لشکر کی بدولت مغلوب بنانے کے بعد چندرگپت نے اپنے لئے شاہنشاہی محل تعمیر کرائے۔ جو براہ راست پرسی پولیس (ایران) کے محلون کی نقل تھے۔

چندرگپت کے ہندوستانی قصر و کاخ کو غیر ملکی (ایرانی) نمونے کی تصویرون سے آراستہ پیراستہ کیا گیا۔ ان کی زیب و زینت ایرانی وضع پر کی گئی۔ دربار کی ترتیب خاص ایرانی طریق پر ہوئی۔ اور شاہی رسم مین یہان تک اہتمام کیا گیا کہ بادشاہ یا مہاراجہ کا سر ایرانی دستور ہی کے مطابق ڈھلنے لگا۔

طرز تحریر کی ترویج ہوئی تو وہ بھی ایران کے کیمیائی طریق پر ہوئی۔ چندرگپت کے پوتے کے عہد کے کتابے دارا ے ایران کے عہد سلطنت کے کتابے جیسے نمونے کے ہین۔

اس کے ہان ایرانی معمار ہین۔ جن کا اسے اس قدر احترام مدنظر ہے کہ وہ اپنی رعایا کے ان افراد کے لئے خاص تعزیرین وضع کرتا ہے۔ جو ایرانی معمارون کو کسی قسم کی اذیت پہنچا ئین معمار مذکور ایرانی دیوتا (ہورمزد یا اہورامزدا) کا نام موری محلات سے اس طرح وابستہ کر دیتے ہین کہ وہ زمانا قرن کے امتداد کے بعد "اسورا مایا" کی صورت مین ہماری گوش زد ہوا ہے قطع نظر اس کے چندرگپت سلیوکس کی دختر سے شادی کرتا ہے۔ سو خر الذکر وہی تاجدار ہے جو ان دنون سرزمین ایران پر حکمران تھا۔

کیا ان تمام باتون سے یہ امر بآسانی سمجھ مین نہین آسکتا۔ کہ چندرگپت موریائی ایرانی تھا۔
دو باتین ایسی ہین۔ جو اس استدلال پر کچھ شک و شبہ ڈالتی ہین۔ ان مین سے ایک چنکیا کی شخصیت ہے
کہتے ہین کہ چنکیا ایک برہمن وزیر تھا۔ اور اس کی ہوشیاری اور حیلہ سازی کی بدولت حملہ آور موریا کو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوئی تھی۔
دوسری بات یہ ہے کہ چندرگپت اور نند راجاؤن کے آخری گھرانے مین کچھ تعلق بتایا جاتا ہے
مگر جب ہم ان امور پر نظر غائر ڈالتے ہین تو ہمارے پہلے قیاس ہی کی تائید ہوتی ہے۔
خاندان نند کے ساتھ تعلق بھی ہمارے راستے مین کوئی مشکل حائل نہین کرتا۔ مسٹر جیاس ول کا یہ خیال بہت معقول ہے کہ "نوانند" کے معنی نو نندون کے نہین۔ بلکہ جدید نندون کے ہین۔ اور یہ اصطلاح خاندان نند کے صرف دو آخری راجاؤن پر بخوبی چسپان ہے۔
(۲) راسخ الاعتقاد ہندوستان نے کب کسی اثر کو قبول کیا ہے؟ کب کسی غیر مذہب کے پرچم تمدن تلے پناہ لی ہے؟ ہندوستانی اساطیر اولین کا ہمیشہ یہی دعویٰ رہا ہے کہ جو تمدن آج تم ہندوستان مین دیکھ رہے ہو یہی نہین۔ بلکہ دنیا بھر مین جہان جہان جس جس نوعیت و جنسیت کے تمدن پھیلے ہین۔ ان سب کے بانی ہندو تھے۔ یا یہ کہ دوسارے تمدن ہندو شائستگی ہی سے ماخوذ ہوئے تھے اس دعوے کی نسبت خواہ کچھ ہی کیون نہ کہا جائے۔ لیکن بہر حال یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ ہندوستان کا تمدن بہت ہی قدیم ہے اور چاہے اُس کا ماخذ آسمانی ہو یا انسانی اس مین شک نہین کہ اس تمدن نے دنیا پر بہت بڑا اثر ڈالا ہے۔ اور دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ پر نافذ الکلمہ رہا ہے۔
یہہ تو ہمارا عقیدہ ہے۔ لیکن دانایان فرنگ کی تحقیق اب آج کل اس کی تائید مین نہین۔ بلکہ ابطال مین ہے۔ وہ اس قدر تو مانتے ہین کہ قدیم ہندو (آریہ) اور قدیم ایرانی ہیدونون ایک ہی قوم ہین۔ لیکن اسی کے ساتھ یہہ بھی ماننے لگے ہین کہ ہندوستان مین آریون نے کسی خاص تمدن کی تخلیق نہین کی بلکہ جو کچھ آثار تمدن یہان نظر آرہے ہین۔ وہ ان خالص ایرانیون کے یادگار ہین۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے ہزار بارہ سو برس قبل ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے اور یہان اپنی ایک عظیم الشان حکومت و سلطنت قائم کی تھی۔ مہاجرین ایران کو جو ہندوستان مین آباد ہوئے۔ ہندؤن کے رسم ورواج و مذہب و معاشرت سے کچھ علاقہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ زرتشتی (آتش پرست) تھے۔ اور ہندو بت پرست تھے

ہندوؤن کی زبان سنسکرت یا ہندی تھی اور اُن کی پہلوی یا پارسی تھی۔ اگرچہ بعد مین ان پارسیان پر بھی ہندی زبان کا رنگ چڑھ گیا۔ اور وہ ہندوؤن مین شاید اپنا مذہب پھیلانے کے لئے ہندی زبان مین کتابین تالیف کرنے اور وعظ کرتے رہنے پر مجبور ہوگئے تھے

دانایان فرنگ کو یہان تک غلو ہے کہ مہاراجہ چندر گپت۔ پنڈت چانکیہ۔ راجگان خاندان "نند" فرمان روایان موریا۔ جو ہندوؤن کی راے مین بہترین ہندو تمدن کے ناشر و بانی گزرے ہین۔ یہہ سب ہندو نہ تھے۔ بلکہ فی الاصل پارسی تھے۔ اتھروید اور ارتھ شاستر جو ہندو مذہب کی عمدہ علمی کتابین ہین۔ یہہ بھی ہندوؤن کی نہ تھی۔ نہ پارسیون کی تھین۔

ڈاکٹر سپونر کی راے مین قول فیصل یہ ہے۔ کہ غالباً راجگان خاندان نند ابتدا ہی سے پارسی نہ تھے۔ بلکہ شروع کے نند راجے پکے راسخ العقیدہ ہندو تھے۔ لیکن بعد مین پارسی فرمان روا حکومت کرنے لگے۔ اور چونکہ اس خاندان کے ساتھ وہ بھی دور و نزدیک کا تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے اُنہین بھی اسی خاندان نند کا راجہ کہا گیا۔

تمام محقق اس امر کے اظہار مین متفق اللسان ہین کہ قدیم نند راجاؤن اور ان کے نو دولت کمتر درجہ کے جانشینون مین ایک عظیم خلیج فارق حائل ہے۔

موخر الذکر کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور اس کا تحریری ثبوت موجود ہے کہ انہون نے سارے کھتریون کا استیصال کر دیا تھا۔

اگر وہ ایرانی حملہ آور سمجھے جائین تو یہ کافی معقول ہو سکتا ہے۔ اگر وہ خود ہندو کھتری تھے۔ تو پھر کھتریون کی بیخ کنی کا مسئلہ سمجھ مین نہین آسکتا۔

ہمین یہہ بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ زمانہ مابعد کے کمتر درجے کے نند راجے اپنی دولت و حشمت کے لئے شہرۂ آفاق تھے۔

ہم بعد مین ثابت کرینگے کہ اگر سرزمین ہندوستان مین ایرانی حکمرانون کا وجود تھا تو وہ ابتدا مین تاجر شہزادون کی حیثیت سے وارد ہوتے ہونگے۔ اور انہون نے اسیطرح تخت و حکومت حاصل کی ہوگی۔ جس طرح انگریزون نے کی ہے۔

کیا ثروت و دولت مناسب صفت نہین؟۔

ہمین یہہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ نند راجاؤن پر داستان ہنود مین موریاؤن کی نسبت زیادہ روشنی ڈالی گئی ہے۔

کیا قومی تنفر اس معاملہ مین بھی ذمہ دار ہے ؟

بہر حال آخری دو نند راجہ اور موریا خاندان ہنود کے نزدیک یکسان قابل نفرت ہے - اس اعتبار سے دونون خاندانون کا باہمی تعلق ہمارے نزدیک کوئی معقول دلیل نہین۔

چنکیا کا معاملہ اور بھی دلچسپ ہے -

چنکیا بھی ہمارے تاریخی افق پر ٹیکسلا مین نمودار ہوتا ہے - اور اس کی نسبت یہ بتایا جاتا ہے کہ مہاراجہ چندرگپت کا یہ برہمن وزیر با تدبیر اصل مین طبابت کا پیشہ رکھتا تھا۔

کیا یہ ادعا راست و درست ہے ؟ ممکن ہے یہی مفروضہ مسلم ہو - مگر ایک وزیر السلطنت کے مرتبہ کے برہمن کے لیے یہ حالات ہمارے نزدیک مشتبہ و مشکوک نظر آتے ہین -

طبابت گو مجوسیون کے ساتھ خاص طور پر وابستہ تھی - لیکن مشرق مین اسے کوئی درجہ امتیاز حاصل نہین تھا۔

ہندوستان کے منتہائے شمال مغرب مین برہمن بالعموم راسخ الاعتقاد مشہور نہین ہین - پھر یہ کیا معاملہ ہے - اور اس عقدۂ لاینحل کو جو رسوخ فی الاعتقاد کی کمی سے ایک نئی پیچیدگی کی شکل مین طرح طرح سے الجھاؤ پیدا کر رہا ہے - کیونکر سلجھایا جائے ؟ -

اس کا جواب حقیقی تو راسخین فی العلم دین گے - لیکن کیا یہ ممکن نہین کہ اس معاملہ مین برہمن کا لفظ ہی غلط فہمی کا باعث ہو ؟ -

اچھا اب ہم چنکیا کی تصنیف کی ہوئی فقہی کتاب (ارتھ شاستر) کا ملاحظہ کرتے ہین - اور دیکھتے ہین کہ چنکیا کس قسم کا برہمن تھا۔

سب سے اول کتاب کی نذر دلتقدیم (ڈیڈیکیشن) ہماری توجہ و التفات کو خاص طور پر جذب کر لیتی ہے اور خود اس مین منجذب ہو جاتی ہے -

"شکر" اور "برہسپت" یہ کیا ہین - یہ آسمانی علوی ہستیان ہین - لیکن کتاب کو ان ہستیون کے نام سے معنون کرنا ہمارے لئے کم از کم امید افزا ضرور ہے -

امید افزا ہونے کا ایک سبب یہ ہے کہ اس مین سیارۂ زہرہ (شکر) اور مشتری (برہاسپت) کو نذر گزرانیون کا رنگ پایا جاتا ہے - اور زمانہ قدیم کے مغ و موبد (پروہت اور پیشوا) اگر منجم نہ تھے - تو اور کچھ بھی نہ تھے۔

اس وقت کے پیشوایان مذاہب کیسے تھے - اُن مین فن تنجیم (سیارون کے متعلق حکم

لگانے اور اُن سے آیندہ حوادث کی پیشینگوئی کرنے کا باقاعدہ رواج عام تھا۔ وہ سیارون کو انسانی دنیا پر متصرف مانتے تھے۔ اور تغیرات عالم کو انہین سے وابستہ جانتے تھے۔

سیارون کے لئے پیشوایان مذہب اعلیٰ سے اعلیٰ چیزین بھینٹ چڑہاتے تھے۔ اور یہی عقیدت کی شان تھی۔ جسکی بنا پر یہ کتاب بھی زہرہ و مشتری کی نذر کی گئی۔ کیونکہ ایرانی مجوسیون کا یہ خاص دستور تھا اور وہ بڑی سختی کیساتھ اس قاعدۂ مذہبی کے پابند رہا کرتے تھے۔

اچھا اس خصوصیت ممیّزہ سے بھی قطع نظر کرلو جو ایرانی مجوسیون کے لئے مخصوص تھی۔ اور جو صاف ثابت کر رہی ہے کہ یہ کتاب دبہ لحاظ اپنی خصوصیت کے جس کا ہندوؤن مین رواج نہ تھا) آمین ایران سے تعلق رکھتی ہے۔ آؤ اس کتاب کے علوم و فنون کو دیکھین۔ اس کی ترتیب و تبویب کو دیکھین اور اس تسلسل علمی پر غور و خوض سے نظر ڈالین۔ جو کتاب مذکور (ارتھ شاستر) مین بڑی صفائی کیساتھ یون مذکور و مرقوم ہے:-

(۱) انوکشکی۔ (۲) تینون وید۔ (۳) ورتہ۔ وزراعت یا عام کاروبار۔ (۴) حکومت

کیا کوئی راسخ الاعتقاد ہندو کسی شے کو تینون ویدون پر مقدم کر سکتا ہے؟ پھر کیا بات ہے کہ اس کتاب مین وید کو ایک اور علم سے موخر رکھا گیا ہے؟۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ انوکشکی سے کیا مراد ہے۔ جسے ویدون پر فوقیت دی گئی ہے۔

خوش قسمتی سے مصنف خود ہی صاف طور پر اس اصطلاح کا مفہوم بتاتا ہے اور اسے سنکھیہ۔ یوگ اور لوکایت پر مشتمل ٹھہراتا ہے۔

موخر الذکر کے معنی ازروئے ترجمہ دہریت یا نیچریت یعنی فطرت پرستی خیال کئے جاتے ہین۔ اگر یہ امر صحیح ہو تو چانکیا کی راسخ الاعتقادی فوراً زائل ہو جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ہرگز ہندو نہ تھا۔ لیکن اس سے بھی قطع نظر کرکے یوگ (اعمال جوگیانہ) کی تقدیم اس کتاب مین نہایت معنی خیز ہے۔ جس پر یہان مبسوط و مفصل بحث کرنے کی چندان ضرورت نہین۔

یوگ کے عملیات آج بھی موجودہ ہندوستان مین اور کسی شے کی نسبت مجوسیون کی قدیم رسمیات سے بہت زیادہ مشابہت کا دعوٰی رکھتے ہین۔

پھر ان دلائل واضحہ کی روشنی مین کیا یہ کہنا جائز ہے کہ (ارتھ شاستر) ہندو تصنیف ہے یا اس کا مصنف ہندو تھا؟۔ ہرگز نہین۔ وہ علانیہ اپنے آپ کو پارسیون کی کتاب ثابت کر رہا ہے کہ ہندوستان مین جس متمدن قوم کے لئے یہ لکھی گئی تھی وہ پارسی تھے۔ جن کے

تمدن کی خوشہ چینی سب نے کی اور اس کو اپنا بنا لیا۔

(۳۳) راجہ اس شخص کو اپنا پیشوا مقرر کر سکتا ہے۔ جس کا خاندان اعلیٰ اور چال چلن عمدہ ہو۔ جو ویدون اور چھ انگون سے خوب واقف ہو۔ جو سماوی و اتفاقی شگونون کا مطلب سمجھ سکے۔ جو حکمرانی و فرمان روائی کے علم مین خوب ماہر ہو۔ جو فرمان برداری کا عادی ہو۔ جو انسدادی تدابیر مندرجہ اتھروید پر عمل پیرا ہو کر آسمانی اور انسانی مصائب کو ٹلا سکے یہہ مہاراجہ چندر گپت کے وزیر اعظم (چانکیہ) کی تعلیم ہے۔ جو اس کی مشہور و معروف کتاب مین درج ہے۔ اس سے ڈاکٹر سپونر نے حسب ذیل نتیجہ استنباط کیا ہے۔

یہہ امر صاف ظاہر ہے اگر چانکیا خود اتھروید (افسون گر) نہ ہوتا تو راجہ کو اپنے اتھروید پروہت کی ذلیل متابعت کا کبھی مشورہ نہ دیتا۔

عام طور پر یہی خیال ہے کہ پروہت مذہبی پیشواؤن کی اسی خاص جماعت مین سے مقرر ہو سکتے ہین۔

لیکن ایسا کیون ہوتا ہے؟

دربار مین اتھروید پیشوا کی اس قدر عظمت اور راجہ پر پروہت کی متابعت ایسی باتین ہین۔ جو آسانی سے سمجھ مین آ سکتی ہین۔ اور اتھروید و دیگر ویدون کی اضافی حیثیت بھی ہنود کے خیال مین بے محل معلوم ہوتی ہین۔

لیکن کیا یہ ممکن نہین کہ ویدون مین اتھروید کی کم پایگی ہی متذکرہ بالا مسئلہ کے حل کرنے مین مدد دے؟۔

یہہ مسلم ہے کہ اتھروید محض جادو اور منترون پر مشتمل ہے

یہہ بھی ظاہر ہے کہ اگر قدیم ہندوستان مین فارسی الاصل راجے تھے۔ اور وہ اپنے ہمراہ اپنے مذہبی پیشوا بھی لائے تھے۔ تو ان کے تمام مذہبی رسمیات کا یہان قایم رکھنا بھی مقصود تھا ان کی جستجو ہمین لازماً اتھروید مین کرنی چاہیئے۔

اگر سرزمین ہندوستان کے اولین فرمانروا ایرانی تھے تو اتھروید پروہتون کا شاہی دربارون مین اس قدر عجیب وغریب رسوخ حاصل کر لینا باعث حیرت و استعجاب نہین رہتا۔

اس صورت مین یہ بات بالکل صاف ہے کہ لوگ ایک حد تک دراصل مجوسی ہی ثابت ہو جائین گے۔ جو حملہ آورون کے ہمراہ آئے ہوئے معلوم ہون گے۔

مشابہت نسل مماثلت اعتقادات اور مطابقت رسم و رواج کے باعث ہندوؤن نے انہین یقینی طور پر برہمن سمجھ لیا۔ کیونکہ تقدس ان مین تھا اور آن مین بھی۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ خواہ کسی قوم کا مذہبی پیشوا ہو۔ اگر اس کی حالت ہندوؤن سے ملتی جلتی ہو گی تو ہندو اس کو ہندو ہی سمجھین گے اور چونکہ ہندوؤن کی پیشوائی برہمنون ہی سے مخصوص ہے۔ اس لئے ایسے مذہبی پیشوا کو ہندو بجز برہمن کے اور کیا سمجھ سکتے ہین۔ لیکن اس پر بھی افتراق جنسیت کے آثار بالکل معدوم نہین ہوئے تھے۔ ہندو ان کو برہمن بھی سمجھتے تھے اور ان برہمنون اور دوسرے اصلی ہندوستانی برہمنون مین فرق بھی کرتے تھے۔ جن کے وسیع شواہد کا ایک گنجینہ قدیم آثار ہنود نے فراہم کر رکھا ہے ایرانی برہمن ہندوؤن کی نظر مین عموماً کمتر و کمتر درجے کے متصور ہوتے تھے۔ مگر ہندوستان کی ایرانی حکومت انہین سب سے اعلیٰ و اشرف سمجھتی تھی۔ شاہی آنکھون مین اس فروتری کا کوئی وجود نہ تھا۔ یہ ایرانی راجاؤن کے ہموطن پروہت تھے۔ جن کی نسبت ایرانیون کا گویا ایک طرح کا قومی و جنسی عقیدہ ہو گیا تھا کہ انہین کی افسون گری سے راجاؤن کی محافظت ہوتی تھی۔

ایرانی راجاؤن کو ہمیشہ اور ہر حال مین مذہب کے نام سے یہی سبق پڑھایا جاتا تھا کہ پروہتون کی سحر کاری سے ان کا تاج و تخت قایم ہے۔

ان حقائق واضحہ سے صاف طور پر یہہ عجیب و غریب امر مترشح ہوتا ہے کہ ہندوستان میں پروہت باقاعدہ اتھروَن برہمن ہی ہوتے تھے۔

لیکن کیا اس قیاس کی تائید مین کوئی شہادت موجود ہے۔؟

کیون نہین۔

ہمین یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اتھروَن وید کا نام دو لفظون سے مرکب ہے۔ اس وید کو "اتھر وانگراساس" بھی کہتے ہین۔

اس مرکب لفظ کا ہر ایک لفظ اچھا خاصہ ایرانی ہے۔

یہ فرض کرنا صحیح نہین کہ تمام وید خالصتہً فارسی الاصل ہے۔ یا ان سب کے واضع و بانی اہل ایران ہی تھے۔ نہین۔ ہم خود تو ہندوؤن کی راے سے اتفاق رکھتے ہین اور کوئی وجہ نہین سمجھتے۔ کہ وید مقدس کے کسی حصہ کو غیر ہندوؤن سے منسوب کرنا کسی طرح جائز خیال کرسکین۔ لیکن دانایان فرنگ کا یہہ خیال نہین ہے۔

وہ اگر وید مقدس کے تمام اجزا کو نہین تو بیشتر اجزا کو ایرانی مجوسیون کا نتیجہ طبع ماننے لگے ہین

ڈاکٹر سپونر لکھتے ہین۔

ہماری موجودہ علمی تحقیقات اور محققانہ معلومات کی بنا پر جن نتیجہ صادقہ کو واقعات کیساتھ صریحی تطابق حاصل ہے۔ اس سے اتنا ضرور تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ یہہ راتھروید حقیقت مین مجوسی اور ہنود کے اعتقادات کا جامع اور معجون مرکب ہے۔

مجوسیون نے ہندوؤن کے اُن عقائد کو بھی اس مین شامل کر دیا ہے۔ جو ان کے عقائد سے مشابہ تھے۔ اور جن کے شمول سے خود اُن کے نفس مذہب پر کوئی ناگوار اثر نہین پڑتا تھا ممکن ہے کہ ابتدا مین نو وارد مجوسی برہمنون اور ہندی برہمنون کے مابین کسی نوع کی کچھہ قومی رقابت اور جنسی حسد وکینہ بھی بہ لحاظ لقاے نفس کہین کہین رہتا ہو۔

ڈاکٹر سپونر امکان مذکورالصدر پر خصوصیت کیساتھ زور دیتے ہین۔ لیکن اسی کے ساتھہ وہ اس بات کے بھی قایل ہین۔ کہ ہندوستان مین جب فاتح ایرانیون نے بود وباش اختیار کر لی تو بر بناے اتحاد جنس ہندوؤن سے وہ بہت جلد گھل مل گئے۔ جس سے ڈاکٹر موصوف یہہ راے استنباط کرتے ہین کہ فوائد مشترکہ کی ضرورت نے ان دونون مغائر اقوام (ہنود ومجوس) کو باہم گر متفق ومتحد بنا دیا ہوگا۔

سب سے عجیب بات جو ڈاکٹر سپونر نے دریافت کی ہے وہ ہندوؤن کے مقدس صحیفہ محرمیہ (وشنو پران) کے ایک اقتباس پر مبنی ہے جس سے ڈاکٹر موصوف کی راے مین کسی ہندو یا غیر ہندو کو ہرگز جرأت انکار نہین ہو سکتی۔ کیونکہ یہہ الحاقی بات نہین ہے اور نہ الحاق کا اس پر شبہ وشک ممکن ہے۔ ڈاکٹر موصوف بڑے طمطراق کے دعوے سے لکھتے ہین۔

(۱) وشنو پران مین مذکور ہے کہ "انکراسا" ایک "سکادویپ" دید ہے یعنی ایرانی صحیفہ ہے

(۲) عجیب بات یہ ہے کہ سکا دویپ مین جنگ جو ذات کو گلدھ کے نام سے یاد کیا گیا ہے

(۳) برہمنون کو ماگا اور کھتریون کو مگدھ کہتے ہین۔ اور سنسکرت مین مگدھ کے معنی صرف باشندہ مگدھ ہی کے نہین۔ بلکہ ایرانی جنگجو اور "دنگلے آدمی" کے ہین۔ اور یہ محض اتفاقی بات نہین۔

یہہ باتین اتفاقی ہون یا نہ ہون۔ بہر حال ان سے ڈاکٹر سپونر نے ہندوستان مین ایرانیون کے استعمار وحکومت پر استدلال کرتے ہوئے ثابت کیا ہے۔ کہ ہندوستانی

تمدن حاضرہ جسپر ہندو فخر کرتے ہین ۔ اصل مین اس پر پارسیون کو فخر کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ انہین کے آباؤاجداد اس کے بانی تھے یہہ ہم نہین جانتے ۔ یہہ اکتشافات صرف خدمت علم و تاریخ کے لئے ہین یا کسی دوسری مصلحت پر مبنی ہین ۔ لیکن ہم یہہ ضرور جانتے ہین کہ شریف ہندو قوم نہایت متمدن و مہذب و صاحب علم و فضل گزری ہے ۔ اور ایک بہت بڑا تمدن اس نے دنیا مین یادگار چھوڑا ہے جسپر ہم پچھلے سال بھی اپنے سلسلۂ مضامین (ہندو مسلمانون کے تعلقات) مین بحث کر چکے ہین اور اب کسی دوسری فرصت مین بھی ہم تبصرۂ مزید کرین گے ۔

جاپان پچاس سال قبل کیا تھا اور اب کیا ہے؟

ماخوذ از ہندوستانی ۰ ۳ ستمبر ۱۹۱۵ء

ہم اپنے مضمون مین یہہ نہین بتائین گے کہ جاپان مین کتنے دریا ہین ۔ وہ کس کس طرف کو بہتے ہین ۔ کتنے اونچے اونچے آتش فشان پہاڑ ہین ۔ اور سال مین اوسطاً کتنے زلزلے آتے ہین ۔ کتنی جھیلین و آبشار ہین وغیرہ وغیرہ ۔ یہہ حالات معمولی جغرافیہ کی کتابون مین جو ہمارے اسکون مین پڑھائی جاتی ہین ۔ مل سکتی ہین ۔ ہمارا مدعا اس باب مین صرف یہہ دکھانا ہے کہ گزشتہ پچاس سال کے عرصہ مین یعنی شہنشاہ مُتسُہِتو سابق حکمران مملکت جاپان کی تخت نشینی سے اب تک سلطنت کی وسعت آبادی اور تجارت وغیرہ مین کیا کیا اضافہ ہوا ہے ۔

سلطنت جاپان کے جملہ جزائر کی تعداد تقریباً ۳۰۰۰ ہے ۔ پچاس سال قبل ان مین سے بہت سے غیر آباد اور ویران تھے ۔ اور اب بھی بعض بعض اس قابل نہین ہین کہ وہان انسانی بود و باش ہو سکے ۔ مملکت کے کنارون کی لمبائی جسکی جاپانی جنگی جہازون کو محافظت کرنی ہوتی ہے ۱۸۰۰۰ میل اور سب سے بڑے جزیرہ یعنی نپن کا رقبہ تقریباً ایک لاکھ مربع میل یعنی ریاست حیدرآباد کشمیر کے رقبہ سے فرداً فرداً دس ہزار مربع میل زیادہ ہے ۔ سلطنت کا موجودہ و پرانا دارالخلافت و نیز بڑے بڑے شہر اسی جزیرہ مین واقع ہین اور اسی جزیرہ کی تعریف مین جاپانی شاعرون اور مصنفون نے اپنی طبیعتون کی زور آزمائی کی ہے ۔ سنہ ۱۸۷۱ء سے سنہ ۱۹۱۱ء تک ان جزائر کی آبادی مین جو اضافہ ہوا ہے اُس کی کیفیت یہہ ہے کہ سنہ ۱۸۷۱ء مین ۳۳۱۱۰۸۲۵ تھی اور سنہ ۱۹۱۱ء مین ۰۰۰۰۰ ۱۵ تک پہونچگئی سنہ ۱۹۱۵ء مین

جاپان اور چین مین جنگ ہوئی - جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ جزیرہ فارموزہ چینیون کے قبضہ سے نکل کر جاپان کے قبضہ مین آگیا سنہ ۱۹۱۰ء مین سلطنت کوریا کا الحاق باضابطہ شہنشاہ جاپان نے اپنی مملکت مین کر لیا - جسکی وجہ سے ایک لاکھ مربع میل رقبہ اور تقریباً ایک کروڑ آبادی اور جاپان مین شامل ہوگئی سنہ ۱۹۰۵ء مین جاپان نے اس کے مقابلہ مین لڑائی لڑی - جس مین کامیابی حاصل ہونے کی وجہ سے بندرگاہ آرتھر جزیرہ نما لیوٹنگ کا اور جزیرہ سگھالین کا ایک بڑا حصہ جاپان کے قبضہ مین آگیا - سنہ ۱۹۱۵ء یعنی جبکہ یہہ مضمون لکھا جا رہا تھا - جاپان نے جرمن کے مقابلہ مین جنگ کی - جسکی وجہ سے جزائر کیاچاؤ اُس کے قبضہ مین آگئے - اس وقت سلطنت جاپان کی آبادی تقریباً ساڑھے چھہ کروڑ ہے - یعنی جتنی کہ جرمن کی یورپ مین ہے - اور علاوہ جرمن کے دنیا مین کوئی دوسرا ملک نہین ہے - جہان آبادی اس قدر زیادہ ترقی کر رہی ہو - پچاس سال کے عرصہ مین مع فتوحات کے جاپان کی آبادی دو چند ہوگئی ہے ابھی تک ۶۲ فی صدی انسانون کا پیشہ زراعت ہے - مگر ترقی تجارت کی وجہ سے ہر سال ہزارہا آدمی زراعت کا پیشہ چھوڑ کر شہرون مین آباد ہو رہے ہین سنہ ۱۸۹۳ء مین ایسے قصبون کی آبادی جن کی مردم شماری دس ہزار سے زائد ہے ۶۷ لاکھ سے اوپر تھی سنہ ۱۹۰۸ء مین ایسے شہرون کی آبادی جن کی مردم شماری بیس ہزار سے زائد تھی - ایک کروڑ ہوگئی! سنہ ۱۸۹۳ء مین ۲۵ شہر ایسے تھے - جن کی آبادی تیس ہزار ایک لاکھ تک تھی اور ۶ شہر ایسے تھے جنکی آبادی ایک لاکھ سے اوپر تھی سنہ ۱۹۰۸ء مین دس شہر ایسے تھے جنکی آبادی ایک لاکھ سے زائد تھی اور ۹۰ شہر ایسے تھے جنکی آبادی تیس ہزار سے زائد تھی اور ۲۶ ایسے تھے جنکی آبادی بیس ہزار سے زائد تھی - دار الخلافت ٹوکیو کی آبادی سنہ ۱۸۹۳ء مین ۱۲۱۰۴۴ تھی - سنہ ۱۹۰۸ء مین ۹۰۷۶۸ ہو گئی - یعنی تقریباً کلکتہ - بمبئی - اور مدراس کی مجموعی آبادی کے برابر - ایک زمانہ تھا کہ جاپانیون کو غیر مملکت کے باشندون سے سخت نفرت تھی - ایک زمانہ آج ہے کہ دنیا کے جملہ اقوام کے لوگ جاپان مین موجود ہین اور تجارت کر رہے ہین - مندرجہ ذیل تفصیل ملاحظہ ہو -

چینی ۱۱ ہزار - برطانوی دو ہزار چھہ سو - امریکن (ریاست ہائے متحدہ) ایک ہزار آٹھ سو - فرانسیسی چھہ سو - اہل کوریہ پانچ سو - پرتگالی دو سو - سوئیس یک صد - اہل ہالینڈ یک صد - اہل سیام - ۱۷ - ترک و مصرانی ۲۰ - ان کے علاوہ ہزارون ہندوستانی تجارت - ملازمت یا تعلیم کی غرض سے ہر سال جاپان جاتے ہین اور اس ملک سے

فائدہ اٹھاتے ہین - موجودہ جنگ یورپ سے جو تجارت جرمن کو ہندوستان اور دیگر ممالک مین نقصان پہونچا - اُس سے جاپان نے سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا - ہندوستان سے جاپان چونکہ زیادہ قریب ہے - لہذا ہندوستان کے بازار آج کل جاپان کے مال سے بھرے ہوئے ہین - ہندوستانی لوگ تو زبانی اور کاغذی جمع خرچ ہی کرتے رہے - مگر جاپان نے جنگ کے ایک سال کے عرصہ مین ہی کرورون روپیہ کما لیا! سنہ ۱۸۶۸ء سے قبل جاپان مین ایک اخبار یا رسالہ بھی نہ تھا سنہ ۱۸۵۴ء مین ایک بہت بڑا زلزلہ آیا تھا - اوس کا مفصل حال لوگون نے پرچون پر ہاتھہ سے لکھکر سلطنت کے مختلف شہرون مین تقسیم کیا تھا سنہ ۱۸۶۸ء مین جب گورنمنٹ مین تبدیلی واقع ہوئی تو سرکار کی طرف سے ایک گزٹ جس کا نام ڈیجو وان نشی "انتظامی کونسل کی روزانہ کارروائی" تھا شائع کیا گیا - اس گزٹ مین ملکی انتظامات تقرری افسران و محکمہ فوج وغیرہ کی خبرین شائع کی جاتی تھین سنہ ۱۸۷۱ء مین مشہور جاپانی مدبر کڈو نے ایک اور اخبار "شین لاغی جبرون کا مجموعہ" کے نام سے جاری کیا - جس مین سب سے پہلے یہہ خبر درج کی گئی تھی کہ شہنشاہ محض چند ہمراہیون کے ساتھہ بازار مین نکلا - برعکس اس کے سابق حکمران جاپان بڑے ساز و سامان کیساتھہ نکلا کرتے تھے اور تین روز پہلے سے رعایا کو ممانعت ہو جاتی تھی کہ اپنے مکانون مین آگ نہ جلاوین - تاکہ ہوا دھوئین سے پاک رہے - مکانون کی اوپر کی منزلین بند کر دی جاتی تھین - تاکہ اوپر سے کوئی شخص شاہی جلوس پر نگاہ نہ ڈال سکے -

"شین زاشی" کچھہ عرصہ کے بعد بند ہو گیا - مگر اسی زمانہ مین دو اخبارات اور گورنمنٹ کی امداد سے قایم ہوئے - مگر سب سے بڑا کام جس سے جاپان مین اخبارات کو فروغ ہوا وہ ایک شخص مسمی بلیک تھا جو اسکاٹلینڈ کا رہنے والا تھا - یہ شخص عرصہ سے یوکوہاما مین ایک انگریزی اخبار چلا رہا تھا - اسے خیال پیدا ہوا کہ ٹوکیو (دار الخلافت جاپان) مین اگر جاپانی زبان مین اخبار چلایا جاوے تو اس سے بہت فائدہ متصور ہے یہ شخص جاپانی زبان سے ناواقف تھا - چنانچہ اس نے جاپان کے مشہور اہل قلم سے مدد لی اور اڈیٹری مین اپنا نام رکھا - اڈیٹری مین اپنا نام رکھنے کی وجہ یہہ تھی کہ اس زمانہ تک گورنمنٹ جاپان کو غیر ممالک کے باشندگان کے خلاف ہوئی قانونی عمل کرنے کا مجاز نہ تھا - بلیک نے سرکاری کارروائیون کی بڑی زور سے تردید کی اور قریب قریب اپنے اخبار کو اس ڈھنگ سے

چلا یا۔ جسطرح انگلستان یا امریکہ کے اخبارات لکھے جاتے ہین۔ گورنمنٹ کو یہہ کارروائی سخت ناپسند تہی۔ مگر گورنمنٹ مجبور رہتی۔ کیونکہ اڈیٹر کے خلاف وہ کوئی قانونی عمل نہین کرسکتی تھی لہذا گورنمنٹ نے یہ ترکیب چلی کہ بلیک کی تقرری ایک بڑی تنخواہ کے عہدہ پر کی اور اس کا اخبار بند کرادیا۔ اسی عرصہ مین ایک قانون جاری کیا۔ جس مین انگریزون کو جاپان مین اخبار چلانے کی ممانعت کی گئی اور اس قانون پر انگریزی سفیر متعینہ جاپان کے دستخط لے لئے گئے۔ اس کے بعد بلیک کو موقوف کرایا گیا۔ یہہ قانون مطابع جو جون ۱۸۷۵ء مین نافذ ہوا تہا۔ نہایت سخت تہا اور اس کی منشا اخبارات کی آزادی قطعی چہین لینے کا تھا جسطرح سے کہ ہندوستان مین ان دنون گورنمنٹ کو اختیار حاصل ہے کہ جس اخبار کو چاہے بند کردے یا اس سے ضمانت طلب کرے اوسیطرح جاپانی گورنمنٹ بھی اپنے اختیارات کو سختی کے ساتھ کام مین لاتی تھی۔ سینکڑون اخبار نویس و نامہ نگاران اس قانون کی بدولت جیل خانون مین گئے۔ مگر جاپانی لوگون نے اپنی آزادی کو پورے طور سے ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ انگلستان۔ جرمن۔ امریکہ سے۔ جو ہر سال سینکڑون طلباء تعلیم حاصل کرکے واپس آتے تہے وہ ان ممالک کے اخبارات اور اپنے ملک کے اخبارات کا مقابلہ کرتے تھے۔ اور جاپانی اخبارات کی حالت نہایت ردی بناتے تھے۔ ان لوگون نے اخبارون اور لکچرون مین گورنمنٹ کی اس حرکت پر سخت ناراضگی ظاہر کی اور آخرش مجبوراً ۱۸۸۷ء مین گورنمنٹ کو اس قانون مین ترمیم اور نرمی کرنی پڑی۔

۱۸۹۰ء مین جو جدید پارلیمنٹ کا پہلا اجلاس ہوا۔ اس مین بہت سے اہل اخبار شامل تھے۔ انہون نے قانون مطابع پر سخت حملات کئے اور ۱۸۹۷ء تک اخبارات کے معاملہ مین گورنمنٹ کی دست اندازی قطعی جاتی رہی۔ چنانچہ اب جاپان کے اخبارات کو اتنی ہی آزادی حاصل ہے۔ جتنی امریکہ۔ انگلستان۔ فرانس یا جرمن کے اخبارات کو حاصل ہے۔ جاپان مین سب سے پہلا اخبار ۱۸۶۱ء مین قایم ہوا تہا۔ آج علاوہ ماہواری اور دو ہفتہ رسالون کے جاپان مین کم سے کم ۷۰۰ اخبارات شائع ہوتے ہین اور خاص دارالخلافت ٹوکیو سے ۲۰ روزانہ اخبارات نکلتے ہین!۔

جاپان مین دس ہزار آبادی کا بھی کوئی قصبہ ایسا نہین ہے۔ جہان روزانہ اخبار

نہیں ہے یہ اخبارات جملہ مضامین جو قیاس میں آسکتے ہیں درج کرتے ہیں۔ تمدن فوج۔ مذہب۔ علم ادب۔ سوشل ریفارم۔ سائنس۔ صنعت و حرفت۔ موسیقی۔ ڈاکٹری وغیرہ کے متعلق علٰحدہ علٰحدہ اخبارات ہیں۔ مگر گھوڑدوڑ کے متعلق بہت کم اخبارات شائع ہوتے ہیں۔ کیونکہ گھوڑدوڑ میں بازی لگانا جرم ہے۔ رسالوں کی تعداد کا کوئی ٹھکانا نہیں ہے اور مزدوروں لوگوں سے لیکر عالیشان رؤساء تک ایسا کوئی فرقہ نہیں ہے۔ جسکی دلچسپی کے مضامین رسالجات شائع نہ کرتے ہوں۔ رسالوں میں نہایت اعلیٰ درجہ کی تصاویر ہوتی ہیں اور اکثر مستورات اخبارات و رسالجات کی اڈیٹر یا نامہ نگار ہیں۔ سب سے بڑا اخبار جی جی ہے۔ جو ۱۸۸۲ء میں قایم ہوا تھا۔ اور جسکی اشاعت دو لاکھ سے زیادہ ہے اس کو جاپان کا لندن ٹائمس سمجھنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں اور کئی اخبارات ایسے ہیں۔ جن کی اشاعت لاکھ سے زیادہ ہے۔ وسعت آبادی اور سطانع میں جاپان کی ترقی کا ذکرا دپر آچکا ہے اب اس کی تجارت، صنعت کی ترقی کا ذکر کرتے ہیں ۱۸۵۹ء میں جاپان کا باضابطہ تعلق دیگر ممالک سے ہوا اس سے قبل اہل پرتگال، ہالینڈ گاہے گاہے اپنے جہازوں میں مال بھرکر لاتے تھے۔ جس طرح ہندوستانیوں کے ہاتھ بیچ جایا کرتے تھے۔ اوسیطرح جاپانیوں کے ہاتھ اپنا سامان فروخت کرکے جاپان سے سونا چاندی اپنے ملکوں کو لیجاتے تھے ۱۸۶۸ء میں جاپان کی تجارت کا تخمینہ ایک کرور پونڈ کیا گیا تھا۔ اس سے قبل کی میزان مستند نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ درآمد و برآمد کی نگرانی ۱۸۶۸ء سے قبل کما حقہ نہ تھی علاوہ ازیں اپنی ملکی ضروریات کے لئے جاپانی کاریگر سامان تیار کرتے تھے اور بیرونجات کو بھیجنے کی گنجائش نہ تھی۔ اگر جاپان سے باہر کوئی چیز کبھی نکلتی بھی تھی تو اس کی تعداد زیادہ نہ تھی اور جاپانی ریشم۔ چائے اور چاول دوسرے ممالک کی پیداوار کے مقابلہ میں زیادہ قیمت نہ لاتے تھے ۱۸۹۴ء کی جنگ چین و جاپان نے جاپانیوں کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔ تین کرور پچاس لاکھ پونڈ جاپان کو چین سے تاوان جنگ ملا۔ اُس کو جاپانیوں نے تجارتی مدرسہ و کالج کھولنے میں اور اپنے ملک کی صنعت و حرفت کو فروغ دینے میں صرف کیا۔ اس سے قومی دولت میں بہت اضافہ ہوا اور بجائے چاندی کے سکوں کے ۱۸۹۷ء سے ملک میں سونے کے سکوں کا رواج ہوگیا۔ گورنمنٹ نے تجارتی درسگاہیں کھولنے پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ رعایا نے جو کارخانے کھولے اُن کی بھی بڑی فراخدلی

سے مدد کی - جاپانیون مین اب یہ خیال پیدا ہوگیا کہ جو مال اوس کے ملک مین جرمن - انگلینڈ یا
امریکہ سے آتا تھا وہ خود اپنے ملک مین تیار کر کے محض اپنی سلطنت کے ہی نہین بلکہ دیگر ممالک
کی ضرورتین بھی پوری کرسکتے ہین - چنانچہ ۱۸۷۲ء سے قبل جاپان مین ایک کارخانہ بھی ایسا
نہ تھا جسکو "فیکٹری" کا نام دیا جاسکتا - مگر ۱۸۸۳ء مین ۸۴ کارخانے اور ۱۸۹۳ء مین ۱۱۶۳-
کارخانے علاوہ روئی کے اور سرکاری کارخانون کے قایم ہوگئے - ۱۹۰۹ء کے اخیر مین جاپان
مین ۸۰ کارخانے صرف روئی کے کامون کے تھے - جسمین ۱۷ لاکھ ۸۶ ہزار چرخیان کام کرتی
تھین - اب تو یہہ تعداد اور بھی بڑھ گئی ہوگی - اور دیا سلائی - صابون - چھتری اور سگرٹ سے
لیکر توپ - ہوائی - جہاز ہر قسم کے انجن اور تار پیڈو کشتیان تک کوئی چیز بھی ایسی نہین
ہے کہ جو جاپان مین نہ بنتی ہو - غرضکہ اپنی صنعت و تجارت مین جاپان کو وہ فروغ حاصل ہے
جو امریکہ - انگلستان - جرمنی کو حاصل ہے - بلکہ بڑے بڑے یورپین مدبران پریشان ہین کہ جاپانی
چیزین ارزانی محنت کے وجہ سے یورپ کے بازارون مین یورپ کی بنی ہوئی چیزون سے
زیادہ سستی بکتی ہے -

اوپر ذکر کیا جاچکا ہے - کہ ۱۸۸۰ء مین جاپان کی تجارت کی میزان ایک کرور پونڈ تھی -
۱۹۱۰ء مین یہہ میزان دس کرور پونڈ ہوگئی! - اس میزان مین صرف وہی جزائر شامل
ہین - جو عرصہ سے جاپان کے قبضہ مین چلے جاتے ہین - فارموزا - سیگھین - کوریا -
پورٹ ارتھر - اور لیوٹنگ وغیرہ جو جاپان کو فتوحات کے ذریعہ سے حاصل ہوئے ہین - ان کے
علاوہ ہین - اگر ان سب جزائر اور مقامون کی تجارت کو یکجا کیا جاوے تو جاپان کی تجارت
۳۰ گذشتہ سال کے عرصہ مین بیس گنی سے زائد ہوگئی! یہہ وہ حیرت انگیز اور دندان شکن
ترقی ہے جو تاریخ موینا مین خود ہی اپنی نظیر ہے - اور جرمنی یا امریکہ کو بھی کبھی نصیب نہوئی!
بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہین کہ خوبصورتی اور صفائی کے مقابلہ مین جاپان کا مال کمزور
اور کم چلنے والا ہوتا ہے - مگر وہ یہہ فراموش کرجاتے ہین کہ جرمنی انگلستان اور امریکہ کے خیال
کے مقابلہ مین جاپانی مال کتنا سستا ہوتا ہے کیا معترض لوگ یہ امید کرتے ہین کہ جاپان کا بنا ہوا دو
آنہ والا موزہ اُتنا ہی چلنا چاہیئے جتنا کہ برٹش یا جرمن ساخت کا چھہ آنہ والا موزہ! - وہ کونسا مہذب
ملک ہے کہ جو تجارت کے پیرایہ مین دوسرے ممالک سے سب سے زیادہ دولت کھینچنے کا خواہشمند نہین ہے
جو جاپان پر یہہ الزام عائد کیا جاتا ہے یہ مصرعہ - رموز مملکت خویش خسروان دانند +

اجرام فلکی کا وزن کیونکر معلوم کر سکتے ہین

رہنمائے تعلیم لاہور ستمبر ۱۹۱۵ عیسوی

اس رسالہ مین کسی دوسری جگہ عالی جناب منشی عبد اللہ خان صاحب ہیڈ ماسٹر ناگ پاڑا اُردو اسکول میونسپل کمیٹی کا ایک مختصر سا مضمون بعنوان "حکایات کے سبق کے متعلق یادداشت" مرسلہ مولوی محمد عبد الرحیم صاحب سیکرٹری انجمن معلمین اردو مدارس میونسپل بمبئی درج ہے۔ امید ہے کہ ہمارے ناظرین جب آپ کا وہ مضمون اور حسب ذیل مضمون پڑھین گے۔ تو ان پر واضح ہوگا۔ کہ آپ کو نہ صرف طریقہ تعلیم مین ہی ید طولی حاصل ہے: بلکہ آپ جملہ علوم و فنون مین فاضل اجل ہین مگر پھر بھی یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنے رسالہ کے ناظرین کرام سے ذرا تفصیل کیساتھ انٹروڈیوس کرایا جائے۔ آپ شہر ستارا واقع بمبئی پریسیڈنسی کے رہنے والے ہین۔ آپ نے پونہ ٹرنینگ کالج مین پہلے۔ دوسرے اور تیسرے سال کے امتحانات میں کامیابی حاصل کی ہوئی ہے۔ اس لحاظ سے صاحب موصوف تھرڈ ایر ٹرینڈ ٹیچر ہین۔ آپ کو مرہٹی و سنسکرت زبانون مین بھی نہایت اعلیٰ درجہ کی دسترس حاصل ہے۔ اور علم نجوم مین تو خصوصیت کیساتھ ید طولی رکھتے ہین۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء مین بھارت دہرم مہا منڈل سبہا نے ہندوستان کے اخبارات مین سیارون کی تاثیرات کے متعلق چند سوالات شائع کئے تھے اور یہ شرط لگائی تھی۔ کہ جو شخص ان سوالات کے جوابات سب سے اچھے اور مدلل لکھے گا۔ اس کو ایک خاص مقدار کا زر نقد بطور اظہار قدردانی پیش کیا جائیگا چنانچہ منشی صاحب موصوف نے ان سوالات کے جوابات جو عقلی دلائل پر مبنی ہین ایسے عمدہ پیرایہ مین لکھے کہ سبہا مذکور نے آپ کا درجہ ہندوستان بھر کے ماہران علم نجوم مین اول قرار دیا اور آپ کو ایک خاص رقم پیش کرنے کے علاوہ آپ کے جوابات کو بھی مرہٹی زبان مین کتاب کی صورت مین چھاپ دیا۔ ن۔ن

الغرض جناب منشی عبد اللہ خان صاحب ان فضلاء مین سے ہین جن کو علامہ کا خطاب سجتا ہے۔ پس ہم آپ کے مضامین حاصل ہونے پر جس قدر بھی فخر کرین۔ کم ہے۔ امید ہے۔ کہ جناب موصوف آیندہ بھی رسالہ ہذا کو اپنے نادر مضامین سے زینت بخشتے

اور ان سے ناظرین رسالہ ہذا کو مستفید فرماتے رہا کرین گے۔ اڈیٹر

سورج۔ چاند۔ ستارون اور سیارون کے پیدا کرنے کی علت غائی خالق کون و مکان خدائے علام الغیوب کے علم مین ممکن ہے کہ کچھہ اور ہو۔ لیکن بظاہر یہہ اس لئے بنائے گئے ہین۔ کہ ہمین اپنی روشنی اور حرارت سے فائدہ پہنچائین۔

بادی النظر مین اجرام فلکی کے محض یہ تعلقات ہمین اس امر کی جرأت نہین دلا سکتے کہ ہم ان کی حقیقتون پر غور و خوض کرین نہ یہہ امید ہو سکتی ہے کہ ہمین اپنے اس مقصد مین کامیابی ہوگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسطرح ہم زمین پر اپنے آس پاس کی چیزون پر غور کر سکتے ہین۔ اور ان کی حقیقتون سے واقف ہو سکتے ہین۔ اسیطرح اجرام فلکی کے حقایق پر بھی غور کر سکتے ہین۔ مثلاً ہم اپنے اردگرد کی چیزون کا وزن کر سکتے ہین۔ ایک چیز کا فاصلہ دوسری چیز تک آسانی سے معلوم کر سکتے ہین۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسیطرح اجرام فلکی کا وزن ایک جرم سے دوسرے جرم تک اُن کا فاصلہ اُن کی رفتار۔ یہی نہین۔ بلکہ یہہ بھی کہ وہ کن اجزا سے مرکب ہین اُن مین کتنی حرارت ہے وغیرہ نہایت شرح و بسط کے ساتھہ معلوم کر سکتے ہین۔

زمانۂ قدیم مین یہ باتین جس قدر معما اور دور از قیاس سمجھی جاتی تھین۔ زمانۂ حال مین علمی ترقی کی بدولت یہہ مسائل اسیقدر آسان اور قرین ہو گئے ہین۔

تخمیناً چار سو برس سے بیشتر یہہ سوال زیر بحث تھا کہ سیارون کا مرکز زمین ہے یا سورج محققین اس کی تحقیق مین مصروف تھے۔ چنانچہ اسی زمانہ مین ایک مشہور منجم ٹائیکو براہے نے نہایت ہی غور و خوض اور تحقیق کے بعد اجرام سماوی کے بہت کچھہ حالات قلمبند کئے۔ تصویرین بنائین۔ مدارون کے نقشے کھینچے۔ جن کے ذریعہ سے اُن کی حقیقتون پر غور کرنا اور صحیح نتیجہ پر پہنچنا بہت آسان ہو گیا تھا۔ لیکن صیاد اجل نے اس شیفتہ تحقیق کو اتنی مہلت نہ دی کہ اس گل مقصود پر وہ کچھہ ترنم اور نغمہ سنجی کرتا۔ یہہ انتقال کر گیا۔ اور اُس کے ایک شاگرد مسمی بہ کیپلر نے اپنے اُستاد کے تحقیق کردہ مسائل و دلائل پر کافی توجہ کی۔ اور بقول کسیکہ "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" اپنی ساری عمر اسی چار پانچ برس تال مین صرف کرکے اجرام سماوی کی نسبت بہت سارے قانون دریافت کئے۔

کیپلر کی جانفشانی اس کی محنت شاقہ کوئی معمولی بات نہ تھی۔ لسا اوقات ایسا

ہوا ہے کہ جن دریافت شدہ حالات کو اصول ریاضی کی بنا پر اس نے مدلل کیا تھا۔ معلوم ہوا کہ صحیح نتیجہ دینے والے نہیں ہیں۔ اور سارے توڑ جوڑ غلط ہیں۔ اصلی حالات سے اُن کی مطابقت نہیں ہو سکتی۔ لیکن ان ناکامیوں سے اس کے دل پر آفرین بر دست و بر بازوے او) مایوسی کا اثر ہونا۔ ایک ناممکن بات تھی۔ اس کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ اُس نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور سلسلۂ تحقیق کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ چنانچہ سیاروں کے مدار اور ان کی گردش اور اُن کے درمیانی فاصلہ کی نسبت کامل بیس برس کی فکر و تحقیق کے بعد مندرجہ ذیل تین قانون مرتب و ثابت کر دئے۔

(۱) سیاروں کے مدار بیضوی ہیں اور نظام شمسی کا مرکز سورج ہے۔

(۲) سورج اور سیاروں کو ملانے والے فرضی خطوط مستقیم وقت مقررہ میں ایک خاص فاصلہ طے کرتے ہیں۔

(۳) اس عدد کا مکعب جو کسی سیارے سے اُس کے مدار کے مرکز تک کے فاصلہ کو ظاہر کرنے والے عدد کے مربع کے مساوی ہوتا ہے۔ جو اس سیارے کو اپنے مدار پر ایک دفعہ گھوم جانے کے لئے درکار ہے۔

یہی تین قانون تھے۔ جن میں کشش ثقل کا سربستہ راز چھپا ہوا تھا۔ جسکی جانب خود کیپلر کا دماغ رجوع نہ ہوا تھا۔ لیکن جب نیوٹن نے اسپر غور کیا۔ حقیقت نے رہنمائی کی معلوم ہوا کہ سارے اجسام ایک دوسرے کے ساتھ کشش ثقل کے ذریعہ سے رشتہ داری رکھتے ہیں۔ چنانچہ کیپلر اپنی ایک کتاب کے آخر میں رقمطراز ہے (جس سے ظاہر ہے کہ کشش ثقل کے مسئلہ کی طرف اس کا ذہن رجوع نہ ہوا تھا۔)

کہ جب خدا تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے سیاروں کے حرکات اور ان کے قانون دریافت کرنے والے شخص کا (خود کیپلر مراد ہے) پانچہزار سال تک منتظر رہا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں ان قوانین کے اصول دریافت کرنیوالے شخص کے انتظار میں بیقرار رہوں۔ یعنی اس کو قوی امید تھی کہ میرے بعد خدا تعالیٰ کسی ایسے شخص کو بھی ضرور پیدا کر دیگا جو میرے دریافت اور ثابت کردہ قوانین کی بنا پر اُن کے اصول دریافت کرے گا۔ فی الحقیقت ہوا بھی ایسا ہی کہ اس سے کچھ عرصہ کے بعد نیوٹن پیدا ہوا اور اُس کا دماغ کشش ثقل کے مسئلہ کی جانب رجوع ہوا۔ جس کی مدد سے اس نے

وہ اصول دریافت کئے۔ جن پر سیارون کی حرکتون کے قانون موقوف تھے۔ اور کیپلر کی محنت ٹھکانے لگی

اس سے پہلے کہ اصل مضمون پر بحث ہو مندرجۂ ذیل امور قابل یادداشت ہین۔

ماہرین علم ہیئت نے

(۱) زمین سے سورج تک کے فاصلہ کو۔ سورج سے دیگر سیارون کی دوری کا اندازہ کرنے کے لئے فاصلہ کی اکائی فرض ہے۔

(۲) وہ وقت جو زمین کو سورج کے گرد ایک دفعہ گھومنے کیلئے درکار ہے دیگر سیارون کے اُس وقت کے اندازہ کرنے کے لئے جو اُن کو سورج کے گرد ایک دفعہ گھومنے کے لئے درکار ہے۔ وقت کی اکائی فرض کیا ہے۔

(۳) سورج کے وزن کو دیگر سیارون کے وزن کے اندازہ کرنے کے لئے وزن کی اکائی فرض کیا ہے۔

علاوہ ازین یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ

(۱) سورج سے زمین ۹ کروڑ میل دور ہے اور زحل اس سے ۹ گنا فاصلہ پر۔ یعنی ۸۱ کروڑ میل۔ لیکن سورج سے زمین تک کا فاصلہ سورج سے دوسرے سیارون تک کے فاصلون کی اکائی ہے۔ اس لئے ۸۱ کروڑ (یعنی سورج سے زحل کا فاصلہ) بمنزلہ ۹ اکائی ہے۔

(۲) زمین سورج کے گرد ایک چکر ایک سال مین پورا کرتی ہے اور زحل ۲۷ سال مین لیکن زمین کے سورج کے گرد ایک دفعہ گھومنے کا وقت دوسرے سیارون کے گرد گھومنے کے وقت کی اکائی ہے۔ اس لئے ۲۷ سال (یعنی سورج کے گرد زحل کے ایک دفعہ گھومنے کا وقت) بمنزلہ ۲۷ اکائی ہے۔

اب کیپلر کے دریافت کردہ قانون نمبر ۳ کی سچائی ثابت ہو گئی۔ اس لئے کہ سورج سے زمین تک کے فاصلہ کا مکعب $(۹)^۳ = ۹ \times ۹ \times ۹ = ۷۲۹$ برابر ہے۔ اس کے سورج کے گرد ایک دفعہ گھوم جانے کے وقت کو ظاہر کرنے والے عدد کے مربع۔

$(۲۷)^۲ = ۲۷ \times ۲۷ = ۷۲۹$

علیٰ ہذا القیاس سورج سے دوسرے سیارون مثلاً مریخ و مشتری وغیرہ کی دوری کا مکعب اُن کے سورج کے گرد ایک دفعہ گھوم جانے کے وقت کے

مربع کے مساوی ثابت ہوگا۔

نیوٹن کا دعویٰ ہے کہ جب ایک جرم دوسرے جرم کے گرد کشش ثقل کے اثر سے گردش کرے تو (اُس عدد کا مکعب جو اُن کے درمیانی فاصلہ کو ظاہر کرے) ÷ (اس عدد کا مربع جو اُن میں سے ایک کو دوسرے کے گرد گھوم جانے کے وقت کو ظاہر کرتا ہے) = (اس عدد کے جو ان دو جرموں کے مادہ کے وزن کو ظاہر کرے)۔

اب اگر ہمیں یہ منظور ہو کہ کرۂ زمین اور چاند کا مجموعی وزن دریافت ہو تو چونکہ زمین اور چاند کا فاصلہ سورج کے فاصلہ کا $\frac{1}{400}$ ہے اور چاند $\frac{1}{13}$ سال میں اپنے مدار پہ ایک دفعہ گھوم جاتا ہے۔

اس لئے (زمین اور چاند کے وزن کی حاصل جمع) = $(\frac{1}{400})^3 \div (\frac{1}{13})^2$ = $\frac{1}{340000}$ تقریباً (یعنی ۳ لاکھ ۴۰ ہزار زمین اور چاند کے کرے مساوی ہیں سورج کے کرے کے)

کشش ثقل کا عمل صرف نظام شمسی ہی تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ تمام کائنات میں جاری ہے۔ چنانچہ اس دعویٰ کی نیوٹن کے بعد ہیلے۔ ہرشل۔ لاپلاس وغیرہ وغیرہ ماہرین علم ہئیت نے .... تائید ہی نہیں کی ہے۔ بلکہ اپنی اپنی کتابوں میں ثابت بھی کر دیا ہے۔

تارے جو دکھائی دیتے ہیں۔ اُن میں سے بعض ایسے ہیں جو ہمیں بوجہ دوری بظاہر ایک نظر آتے ہیں۔ لیکن دوربین کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہے۔ اس قسم کے تاروں کو جفت تارے کہتے ہیں۔ ان کی رفتار بھی قانون کشش ثقل سے وابستہ ہے۔ اگر ان دو تاروں کا درمیانی فاصلہ اور ایک دوسرے کے گرد مدار پر ایک دفعہ گھوم جانے کا وقت معلوم ہو تو کیپلر کے قانون نمبر ۳ سے ان کا وزن معلوم ہو سکتا ہے۔ جفت تارے کے دو تاروں کا درمیانی فاصلہ معلوم کرنے کے لئے پہلے اس امر کے معلوم کرنے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ نظام شمسی سے کتنے فاصلہ پر ہیں۔

بعض تاروں کا فاصلہ بڑی جانفشانی اور سخت کوشش کے بعد دریافت کیا گیا ہے۔ پھر بھی بے شمار تارے ایسے ہیں۔ کہ ان کی دوری معلوم کرنا اب تک تو ناممکن سا ہے۔

کسی دور کی چیز کا فاصلہ معلوم کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے کسی مقام پر ایک خط مستقیم مناسب لمبائی کا ناپ لیا جائے یہ فرض کرکے کہ وہ چیز (جس کا فاصلہ معلوم کرنا ہے) ایک نقطہ ہے۔ یا اس پر کوئی نقطہ ہے۔ خط مستقیم کے دونوں سروں سے اس چیز یا نقطہ پر نظر ڈالی جائے۔ اس طرح دیکھنے کے بعد خطوط نظری کے اُن کے درمیان اُس چیز یا اس کے مفروضہ نقطہ پر جو زاویہ بنے اس کو ناپ لیا جائے اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر یہ زاویہ ایک سیکنڈ کا بنے تو فاصلہ خط مفروضہ کا تخمیناً ۲ لاکھ دس ہزار گنا ہوتا ہے۔ اور اگر زاویہ دو سیکنڈ کا بنے تو فاصلہ قاعدۂ مذکورہ کے بموجب مفروضہ خط مستقیم کے طول کے دو لاکھ دس ہزار گنا کا ½ ہوتا ہے۔ اور تین سیکنڈ کا زاویہ بنے تو فاصلہ دو لاکھ دس ہزار گنا کا ⅓ ہوتا ہے۔

سورج پر (جو تمام تاروں کی بہ نسبت ہم سے بہت قریب ہے) اگر زمین کے نصف قطر (۴ ہزار میل) کو خط مستقیم مان لیں تو خطوط نظری کے درمیان ۹ سیکنڈ کا زاویہ بنتا ہے۔ اس لئے سورج کا فاصلہ $\frac{4000 \times 210000}{9}$ = ۹ کروڑ میل تقریباً ہے۔

کرۂ زمین پر زیادہ سے زیادہ لمبا خط مستقیم اس کا قطر ہے۔ مگر تارے اس قدر دور ہیں کہ مذکورہ قاعدہ کے لئے اس کے قطر کا خط مستقیم ناکافی ہے۔ اس لئے کہ اس کے دونوں سروں سے خطوط نظری کسی تارے پر زاویہ نہیں بنا سکتے۔ بلکہ کسی تارے پر پہنچنے سے پہلے مل جاتے ہیں۔

مدار ارضی کا قطر ۱۸ کروڑ میل ہے اگر اس کو خط مفروضہ مانکر مدار ارضی کے کسی مقام سے کسی تارے پر نظر ڈالی جائے۔ اور چھ مہینے کے بعد (جبکہ کرۂ زمین اس کے دوسرے سرے پر پہنچ جائے) اسی تارے پر پھر نظر ڈالی جائے تو خطوط نظری کے درمیان کسی تارے پر ایک سیکنڈ کا بھی زاویہ نہیں بن سکتا ہے۔ چنانچہ کلب (‏ ‏) جو ایک مشہور اور نہایت روشن تارا ہے اس پر مدار ارضی کے قطر کے ہر دو سروں سے خطوط نظری کے درمیان ⅓ سیکنڈ کا زاویہ بنتا ہے۔ مدار ارضی کا نصف قطر (یعنی کرۂ زمین سے سورج کا فاصلہ) ۹ کروڑ میل ہے۔ اس کو اگر خط مفروضہ مان لیں تو یہ زاویہ (جو کلب پر بنتا ہے) ⅙ سیکنڈ کا بنتا ہے۔ اس طرح سے نظام شمسی سے اس تارے کا فاصلہ سورج سے زمین کے فاصلہ کی نسبت تخمیناً چھ لاکھ گنا ہوگا۔

کلب جو حقیقت میں جفت تارا ہے۔ دوربین کے ذریعہ سے دیکھنے سے اُس کے دو تارون کا درمیانی فاصلہ ۷ سکینڈ دکھائی دیتا ہے۔ اور اِن مین سے ایک دوسرے کے گرد ۵۰ سال مین ایک دفعہ گردش کرجاتا ہے۔ اس لئے $\frac{۷ \times ۱۰۰۰۰۰}{۲۱۰۰۰۰}$ = ۲۰ ہے پس اس سے ظاہر ہے کہ اُن دو تارون کا درمیانی فاصلہ سورج اور زمین کے درمیانی فاصلہ کا ۲۰ گنا ہے۔

نیوٹن اور کیپلر کے قانون کے بموجب کلب کا وزن $\frac{۲۰ \times ۲۰ \times ۲۰}{۵۰ \times ۵۰}$ = ۳ $\frac{۱}{۵}$ (یعنی کلب کے ہر دو تارون کا وزن سورج سے ۳ $\frac{۱}{۵}$ گنا ہے)

زمین کی کثافت اضافی ۵ ہے۔ اور زمین کا قطر ۸ ہزار میل ہے۔ ایک مکعب فٹ پانی کا وزن $\frac{۱}{۲}$ ۶۲ پونڈ ہوتا ہے۔ اس حساب سے کرۂ زمین کا وزن ۶۰ کروڑ ٹن ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

مشرق اور مغرب کے متبرک درخت

ماخوذ از ظل السلطان بابت ستمبر ۱۹۱۵ء

کسی تمدنی۔ تاریخی یا مذہبی مسئلہ کے تحقیق کو جو بات دشواری پیدا کرتی ہے وہ ایک واقعہ کا زمانہ سلف اور قدیم اقوام مین یکسان طور پر وقوع مین آتا ہے۔ یہ واقعات اس طرح ملتے جلتے ہوتے ہین کہ ان کے اسباب اور علل پر اطمینان ہو ہی نہین سکتا۔ کیا یہ اوس زمانہ کی طرف اشارہ کرتے ہین۔ جب آج کل کی علیحدہ علیحدہ بستیان ملی ہوئی تھین ؟۔ یا صرف اس بات کی شہادت ہے کہ فطرت انسان ہمیشہ اپنی ضروریات کے پورا کرنے مین خود ہی اپنا راستہ ایک دوسرے کو دیکھکر تلاش کرتی ہے ؟۔ تمام اوقات اور تمام ممالک کی اقوام کے مذہبی خیالات اور چند قسم کے درختون کا تعلق بھی انھی واقعات (بشرطیکہ یہ لفظ اس مثال مین استعمال ہوسکتا ہو) مین شامل ہوسکتا ہے۔ ہندوستان مین درختون کی پرستش کے متعلق یہان زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہین۔ چھوٹا سا پودا تلسی ہندوستان کی ہر عورت کے دل مین مقبولیت رکھتا ہے۔ یہان بھی وہی پیچیدگی نظر آتی ہے۔ کیونکہ تلسی یا جسکو انگریز Basil بیسل کہتے ہین۔ مغرب مین بھی متبرک شمار کیاجاتا ہے

یہ پودا سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کے مقبرہ پر اوگا اور اس مین جادو کی کئی تاثیرین موجود ہین۔ تلسی کے علاوہ ہندوستان مین جو درخت متبرک خیال کئے جاتے ہین وہ فکس (Ficus) یا انجیر کے خاندان سے ہین۔ بڑ کا درخت جسکی شاخون سے جڑین نکلتی ہین۔ پہلے پہلے ہندوستان کے دیکھنے والون کے نزدیک عجائبات سے تھا۔ ہندوستان مین آنے والون نے پہلے اسے دکن مین دیکھا اور یہین تک محدود خیال کیا۔ چنانچہ ملٹن نے جس مین ہر قسم کے علم حاصل کرنے اور اس کو بیان کر دینے کی قابلیت تھی۔ ایک مشہور موقع پر اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک درخت کے متعلق اُس نے کہا ہے کہ:-

وہ مالابار دکن مین اپنی شاخین پھیلائے ہوے ہے۔ اتنی چوڑی
اور اتنی لمبی اُس کی شاخین پھیلی ہوئی ہین کہ جھکی ہوئی شاخون
مین جڑین نکل آئین اور اُن سے درخت پیدا ہوئے۔ درخت کے گرد
یہ ستون بن گئے اور سایہ کر لیا اوپر اونچی محرابین بن گئین اور درمیان مین راستے

بڑ کے درخت سے زیادہ مشہور پیپل کا درخت ہے۔ یہ بھی انجیر کے خاندان مین شامل ہے۔ بدھ اس کو اپنے مذہب مین متبرک خیال کرتے ہین۔ سیلون کے ہر گاؤن مین بھو (Bo tree) درخت ہوتا ہے جسپر یہان کے باشندے نازان ہین۔ اس کے گرد پتھرون کا احاطہ بنا دیا جاتا ہے۔ تاکہ جڑون اور تنہ کو کسی قسم کا صدمہ نہ پہونچے۔ عموماً اسکے سامنے ایک باغیچہ ہوتا ہے۔ جس مین خوشبودار پھول کھلتے ہین۔ درخت مین چینی لالٹینین اور خوش رنگ کپڑون مین جھنڈیان بندھی ہوتی ہین۔ اس موقع پر یہ ذکر کر دینا چاہیئے کہ جو بچارے سری پاداد (چوٹی آدم پر بدھ کے متبرک نقش قدم) کی زیارت کو جاتے ہین وہ درختون مین جھنڈیان باندھتے جاتے ہین۔ یہ رسم بہت قدیم ہے۔ اس کی اصلیت کے متعلق جتنے بھی قصے مشہور ہین وہ ایسے ہی ہین۔ جیسے کسی پرانی بات کے لئے ہوا کرتے ہین۔

پیپل کا تعلق وشنو سے بتلایا جاتا ہے۔ اور بدھ وشنو کی خاص تعظیم کرتے ہین۔ ایک بڑے بھو درخت کے نیچے گوتم بدھ کو پیغام ربانی پہنچا تھا۔ اور اس درخت کا انتخاب کرنا شاذ اتفاقی نہ تھا۔ بلکہ بدھ سے مدتون پہلے سے بھو کی فضیلت چلی آتی تھی۔ ان درختون کی بہت عمر ہوتی ہے اس درخت کے نشانات ابتک

رہا کچھ زمانہ پہلے تک) گیا مین موجود ہین - سیلون کے ایک مقام انوزدھ پور مین ایک اتنا ہی مشہور درخت ابھی تک محفوظ ہے - وجہ یہ ہے کہ یہان مذہب بدھ ابھی تک زندہ ہے اس درخت کو آسوکا کی بہن سنگھا متا نے لگایا تھا - ایک مصنف کو اکثر اس درخت کے احاطہ کے اندر کھڑے رہنے کا اتفاق ہوا ہے اور ہمارے پرشور زمانہ اور بدھ کے خاموش وقت کا موازنہ کر کے دل کبھی رنج سے خالی نہ رہا - بدھ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے نصف صدی پہلے گزرا ہے -

ایک اور عجیب درخت پیپل یا بڑ کا ہے - جسکے متعلق نیرکس نے سکندر اعظم سے بیان کیا تھا کہ اس کے نیچے (۷۰۰) آدمی آسکتے ہین کہا جاتا ہے کہ یہہ درخت ابھی کچھ دن ہوئے موجود تھا اور نربدا کی طغیانیون سے صدمے اٹھانے کے بعد بھی اس کا قطر (۲۰۰۰) فٹ کا تھا - اور اس مین ۳۰۰۰ شاخین تھین پیپل کی عظمت تمام ہندوستان مین کی جاتی ہے - مگر وہ بات نہین ہے - جو سیلون مین درخت بھوکے متعلق ہے - یہان تو ایک پتی توڑنا گناہ ہے - اور اگر نمونہ کاٹ لیا یا توڑ لیا جاسکے تو غالباً بلوہ ہو جائے - ہر گاؤن مین جو راستہ پر یا سڑک کے بازو پر یہہ درخت نظر آئیگا اور اس کے نیچے ایک چھوٹا سا مندر ہوگا کہین کہین مرتی بھوا کا بیٹا یا پتنی - پنچایت کا خدا بشکل پتھر کی مورت مین نظر آتا ہے اور عموماً اڑتے ٹیڑھے پتھر جو سرخی سے پتے ہوتے ہین - خدا بنا ئے جاتے ہین - آخری شام یا شروع رات مین کوئی شخص ان درختون کے قریب نظر نہین آتا - کیونکہ تمام قسم کے بھوت پریت ان کی شاخون مین گھوستے رہتے ہین - غول کے غول ایک درخت سے دوسرے درخت پر جاتے ہین - سب سے زیادہ شور کرنے والا بھوت باتو (Bala tala) ہے یہہ ایک برہمن کا لڑکا ہے اور یہہ ڈورے کی رسم اور شادی کے درمیان مر گیا تھا - ایسی روحین دنیا مین مقید کر دی جاتی ہین - کیونکہ یہہ رسم پوری نہین کرنے پاتین یہہ دنیا مین پھر آنے کی کوشش کرتی ہین - اس لئے لوگ ان سے احتیاط رکھتے ہین اسیطرح سیلون مین بہودی لیا - (Bhode lema) ایک حاملہ عورت کی روح جو بچہ پیدا ہونے سے پہلے فوت ہو گئی تھی) ایک خطرناک بھوت ہے - یہہ دنیا مین آنے کی کوشش مین راستہ چلنے والون کو رسی کی شکل مین

ملتا ہے اور اُکی گردن مین لپٹ کر گلا گھونٹتا ہے - ایسے موقع پر جو حربہ استعمال کیا جا سکتا ہے وہ بندوق ہے - بندوق چلی اور رسی غائب - زمین پر ایک مردہ گرگٹ نظر آنے لگا - مصنف کو خود کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا البتہ سنا ہے یہ بھوت عجیب طریقہ سے سانس لیتا ہے جس سے سیٹی کی آواز نکلتی ہے - کم سے کم آواز کی روایت تو صحیح ہے -

وہ انجیر کا درخت جس سے حضرت مسیح (علیہ السلام) کا مشہور قصہ وابستہ ہے - پیپل یا بڑ کا درخت نہ تھا - بلکہ فیکس کیریکا (Ficus carica) تھا -

(۲) جیسا کچھ ہندوستان مین پیپل ہے ویسا ہی ایش (Ash) ہمارے آباؤاجداد کے نزدیک تہا - اسکینڈے نیویا کے قدیم باشندون کے ہزارہا قصے جادو کے درخت ڈرسیل (Drassil) کے متعلق مشہور ہین - کارلائل نے ایک مشہور مقام پر کہا ہے -

"اسکینڈے نیویا" والون کے نزدیک تمام زندگی ایک درخت ہے ڈرسیل انسانی وجود کا درخت ہے اس کی جڑین موت کی سلطنت تک گئی ہین - اس کا تنہ جنت تک پہونچا ہے - شاخین تمام دنیا پر چھائی ہوئی ہین - اس کے نیچے موت کی ملکوت مین قسمت کے تین شخص ماضی و حال اور مستقبل رہتے ہین - جو اس کی جڑون مین ایک پاک کنوئین سے پانی دیتے ہین - اس کی کلیان اور کونپلین (واقعات تکالیف و مصائب) تمام ممالک مین اور تمام زمانہ مین پھیلی ہوئی ہین اس کی ہر پتی ایک سوانح عمری اور ہر ریشہ ایک کام یا لفظ ہے اس کی شاخین قومون کی تاریخ ہین - اس کی سنسناہٹ دنیا کا شوروغل ہے - جو شروع سے جاری ہے -

قدیم نارس (Norse) (انگریزون کے آباؤاجداد) اور ہندو دونون انسانی زندگی کو درخت کی صورت مین پیش کرتے ہین - ایک تو شمالی پہاڑون کے ایش (Ash) کو منتخب کرتے ہین اور دوسرے گرم میدانون کے انجیر (Fig) (پیپل یا بڑ) کی طرف رجوع کرتے ہین - آج کل بھی انگلینڈ مین کئی نشانات درختون کی پرستش کے موجود ہین -

اور ایک سچا عیسائی اُس دہریکے دیکھکر چونک پڑتا ہے - جسکے نشان بیسوین صدی تک چلے آتے ہین - مثال کے طور پر بڑے دن کو لو - دسمبر کے آخری ہفتہ مین دعوتین کرنا - خوشیان منانا - تعطیلین لینا - یہ سب کیا ہے - یہ رومیون کے سیٹرنیلیا (Saturnalia) کی تقلید ہے - بڑے دن پر درخت بنانا - اُس مین روشنی کرنا اور رنگین جھنڈیان لگانا کیا ہے

درختون کی پرستش کا ایک نشان ہے - جیسے بدھ مذہب والے پیپل کو کپڑون اور پھولون سے سجاتے ہین - اوس کی جڑ مین دئے جلاتے ہین - اس کے علاوہ اور لغویات تہین ؟ جیسے کہ پھول (ایک اونچا بانس جو مئی مین آراستہ ہوا ہوتا) مئی کے مہینہ کی خوشیان ہین -
اُن کی مذمت مین سترہوین صدی کے مصنفون نے جو کچھ لکھا ہے اُس کے دیکھنے سے اصلی واقعات کا پتہ چلتا ہے -

یونان اور اطالیہ قدیم مین ہم کو درختون کی پرستش کے بہت سے علامات ملتے ہین - پرانے یونانیون کے نزدیک درخت کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی تہی جیسی دریا پہاڑ اور قدرت کی دوسری خوبصورت صناعیون مین تصور کی جاتی تہی - ان کے بڑے بڑے خداون کو درختون سے واسطہ رہا ہے - زیوس (Zeus) نے دوڈنا مین اپنے منشا کا اظہار درختون کے ہلنے کی آواز مین کیا ہے - حقیقت مین پچھلے عیسائیون کے نزدیک مذہب عیسوی نے اس چیز کے قصہ سے پلٹا کھایا -
اس ممنوع درخت کا پھل جسکے قاتل مزہ نے موت اور ہماری تکلیف کا قدم دنیا مین لایا -
اس کے بعد صلیب عیسٰی کے متعلق جو روایات مشہور ہین اُن کا ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا - لیکن ایسا ارادہ کرنا اس مضمون کے حدود سے باہر قدم رکہنا ہے اس لئے جس کسی کو شوق ہو وہ کیورئیس متھس آف دی مڈل ایجز (Curious myths of the middle ages) مین قصہ صلیب دیکھ لے -

یہودیون کی ایک روایت ہے کہ درخت نالج (Knowledge) (علم) کے تین بیجون مین سے ایک بیج سیتھ نے آدم کے منہ مین دفن کرنے سے پہلے ڈالا - اس سے جو درخت پیدا ہوا اس سے صلیب بنایا گیا - پھر یہان ویسی ہی پیچیدگی نظر آتی ہے جس کا ذکر شروع مضمون مین کیا گیا ہے - درخت تلسی کی ابتدا کے متعلق بھی ہندوستان مین ایک ایسا ہی قصہ مشہور ہے - وشنو کی معشوقہ ورندہ نے اپنے آپ کو جلا دیا - اس خدا کو چین نہ آتا تھا - یہان تک کہ پاربتی نے اس مردہ کی راکھ مین تین بیج بوئے - ان مین سے ایک تلسی کی شکل مین پیدا ہوا - جسکی محبت خدا اور بندے دونون کرنے لگے -
یہودیون کے متعلق ہزارہا قصے ہین - لیکن اُن کو یہان لکھنے کی گنجایش نہین -
شاید درخت مین کوئی ازلی معجزہ ہے - جسکی وجہ سے اس کو کسی باطنی خدائی کا

ظاہری نشان مان لیا کرتے تھے - اب ہم اس مسئلہ کو یہین ختم کرتے ہین - کارلائل کہتا ہو کہ مسلسل غور و فکر سے انسان کو معلوم ہوا کہ دنیا ایک ظاہری نمایش ہے اور کوئی اصل چیز نہین - تمام مسیحی، رحین ہند و محدث - جرمن - فلاسفر - شیکسپیر یا کوئی اور فکر کرنے والا کہین پر کیون نہ ہو دنیا کو ایسا ہی تصور کرے گا -

"ہماری ہستی ایسی ہے جیسے خواب"

اور ہمارے خواب مین درخت اور سایون مین سے ایک ہے جو اس اصلیت کے قریب ہو پہنچے ہین جسکو ہم اُس وقت دیکھین گے جب اپنی اس نیند سے جس کا نام زندگی ہے - موت مین آنکھین کھولین گے -

(ترجمہ) سید عبد الکریم متعلم محمڈن کالج علیگڈھ -

ظل السلطان - اس موقع پر ہم یہ ظاہر کر دینا مناسب خیال کرتے ہین کہ اسلامی نقطہ خیال سے نہ کوئی درخت قابل پرستش ہے اور نہ متبرک - پرستش کے قابل صرف وہی ایک ذات ہے جسنے کل چیزون کو بنایا ہے اور درخت کا بھی خالق وہی ہے - قرآن مجید اور احادیث مین جو کسی درخت کو عمدہ اور کسی کو بُرا کہا گیا ہے وہ اُن کے منافع اور مضرت کے لحاظ سے ہے - یعنی جس درخت کا پھل خوش ذائقہ اور مفید ہوتا ہے یا اُس مین عمدہ حسین خوبصورت اور خوشبودار پھول لگتے ہین اس کو شجرہ طیبہ یا شجرہ مبارکہ کہا گیا ہو اور جس درخت کا پھل بدمزہ اور مضر یا پھول بدبودار ہوتے ہین اون کو خبث سے تعبیر کیا گیا ہو اسلام جو ایک خالص توحید کی منادی کرنے دنیا مین آیا اوس کے نزدیک اس قسم کے تبرکات کی جو وقعت ہے اُس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوگا -

ایک درخت جسکے نیچے ٹھیر کر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صحابہ سے بیعتہ الرضوان لی تھی اور واقعہ کی مناسبت سے اُس درخت کا نام بھی شجرۃ الرضوان پڑ گیا تھا - بعض مسلمان اُس کو بہت متبرک سمجھنے لگے تھے - اور جا بجا مسلمان اس درخت کی عظمت زیادہ کرنے لگے تھے -

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اسلامی تعلیم کا ایک مکمل نمونہ تھے - یہہ حالت دیکھکر اوس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا کہ مبادا یہ عظمت بڑھتے بڑھتے اشجار پرستی تک نہ پہنچ جائے -

کیا سائنس کی مدد سے حیوانات کی تخلیق ممکن ہے

ماخوذ از وکیل امرتسر ۶ اکتوبر ۱۹۱۵ء

یہہ ایک اہم سوال ہے جسکے حل کرنے کے لئے ماہران سائنس اپنا پورا زور صرف کر رہے ہین - پروفیسر شافر کا جو ایڈنبرا یونیورسٹی مین علم النفس کے پروفیسر ہین - دعویٰ ہے کہ جاندار اور بیجان مادہ مین اب سے پیشتر جو امتیازی حد فاصل تھی - وہ سائنس دانون کی نظر مین اب بہت کم ہو گئی ہے - اور یہ یقین بالکل بیجا اور غلط ہے کہ زندگی صرف گزشتہ زمانہ مین کسی وقت ظہور مین آئی تھی - پروفیسر موصوف لکھتے ہین - کہ برعکس اس کے ہسم اس امر کے تسلیم کرنے پر مجبور ہین کہ رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول کے مطابق زندگی کا بیجان مادہ سے موجودہ اور نیز آئندہ زمانہ مین بھی ظہور ممکن ہے - یعنی جسطرح گزشتہ زمانہ مین انسان - گھوڑا - اونٹ - کتا - بلی پیدا ہو چکے ہین - اور ان کا ماخذ بیجان مادہ تہا - اسیطرح ممکن ہے کہ وہ آئندہ زمانہ مین بھی بیجان مادے سے پیدا ہو جائین -

بیجان چیزون سے جاندار چیزین عام طور سے یہ خیال اہل دنیا مین پہیلا ہوا ہے - کہ روے زمین پر زندگی کا جو اول اول ظہور ہوا وہ کسی مافوق الفطرت اور غیر معمولی طاقت کا کرشمہ تہا - مگر اس خیال کی تائید کسی علمی اصول سے نہین ہوتی اس کی بجاے ہسم یہ یقین کرنے پر مجبور ہین کہ جاندار مادہ کا سرچشمہ بیجان مادہ ہے اور زندگی ضرور رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول اور عمل کا نتیجہ ہے -

زندگی کی صحیح تعریف زندگی کیا ہے ؟ یہہ ایک ایسا سوال ہے جسنے نہایت تیز فہم اور طاقتور دماغون کو بھی پریشانی مین ڈال دیا ہے - ہربرٹ سپنسر جیسے اہل دماغ سائنسدان کو بھی اپنی کتاب "اصول علم حیات" مین مجبور ہو کر تسلیم کرنا پڑا کہ کوئی ایسی صحیح تعریف نہین ہو سکتی جو جاندار چیزون کی ان تمام خاصیتون پر حاوی ہو سکے - جو اب تک دنیا کو معلوم ہو چکی ہین - اور ساتھ ہی اس تعریف سے وہ تمام اوصاف خارج کئے جا سکین - جو بیجان چیزون کے مانے جاتے ہین - ہربرٹ سپنسر کو ایک ایسے عقدہ کے حل کرنے کی طرف مطلق رغبت نہین ہوئی جو نہایت عالی دماغ فلاسفرون کے لئے بھی جو عقل کے پتلے کہلاتے تھے - دشوار ثابت ہو چکا تہا - اِس کی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ چند سالون مین علم کے ذخیرہ مین جو اضافہ ہوا ہے

اور جو ترقیاں ہوئی ہین - ان سے یہ امر ممکن معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پیشتر جو حد فاصل جاندار اور بیجان چیزون مین مانی جاتی رہی ہے وہ اس قدر نمایان نہین ہے - جس قدر کہ وہ ابتک سمجھی جاتی رہی ہے -

ذی روح و غیر ذی روح کے یکسان اوصاف | زندگی سے جس قدر سوالات کا تعلق ہے ان تمام کا تعلق مادہ سے بھی ہے - زندگی کے متعلق کسی امر کی تحقیقات بھی انہین طریقون سے ہوسکتی ہے - جن سے مادہ کے متعلق تمام باتون کی تحقیقات ہوتی ہے - اور اس قسم کی تحقیقاتون سے جو عام نتایج نکلے ہین - ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ جاندار چیزون پر ایسے قوانین حاوی ہین جو ان قوانین سے مشابہ ہین جو بیجان مادہ پر حاوی ہین - فلاسفرون اور سائنسدانون نے زندگی کے اوصاف کی بابت جس قدر زیادہ تحقیقات کی - ان کو اس عملی اصول کی صداقت کا اسی قدر زیادہ یقین ہوتا گیا کہ زندگی بیجان مادہ مین تبدیلی کا نام ہے اور اسیقدر زیادہ انکے اس عقیدہ مین کمزوری آتی گئی کہ ان کو زندگی کے اوصاف کی تشریح کرتے وقت ان اوصاف کو کسی نامعلوم طاقت کی طرف منسوب کرنا چاہیئے -

جاندار اور بیجان مین موہوم فرق | کیمسٹری کے طالب العلم جانتے ہین کہ اس دنیا کی تمام چیزین دو حصون مین تقسیم کی جاسکتی ہین - ایک وہ جنہین آرگینک کہتے ہین یعنی ذی روح اور دوسری وہ جنہین ان آرگینک کہتے ہین یعنی غیر ذی روح کہتے ہین - ان دونون مختلف اوصاف رکھنے والی چیزون کے درمیان جو حد فاصل گزشتہ صدی کے وسط تک سائنسدانون کو بہت نمایان اور وسیع معلوم ہوتی تھی - وہ آخر کار بہت دھندلی اور کمزور نظر آنے لگی اور موجودہ زمانہ مین تو وہ بالکل قایم نہین رہی - اب تو ہر روز یہ امر زیادہ عیان ہوتا جاتا ہے کہ جاندار چیزین دراصل ان لعابدار مرکبات سے واسطہ رکھتی ہین - جو نیٹرجن کی قسم کی چیزون سے بنتے ہین - وہ جاندار مادہ جو لعابدار ہوتا ہے اور جسے انگریزی اصطلاح مین پروٹوپلازم کہتے ہین - جو دراصل ایک ایسے مرکب کی شکل کا ہوتا ہے - جس مین لعاب پایا جاتا ہے بس جاندار اور بیجان مادہ مین یہی فرق ہے -

آیندہ کے امکانات | اگر زندگی یعنی جاندار چیزون کا موجودہ زمانہ مین بنانا ممکن ہے اور اپنی طرف سے مجھے اس مین شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہین آتی تو آرگینک مادہ تو درکنار رہا - ان آرگینک مادہ کے بھی جوش دینے سے جو عرق بنیگا وہ زندگی کا سرچشمہ ہوگا

اس بارہ مین لوگون نے جس شک کا اظہار کیا ہے۔ اس کے باعث یہہ ضروری نہین ہے کہ ہم یہ تسلیم نہ کرین کہ بیجان چیزون سے جاندار چیزین بنانا ممکن ہے۔

لوگون مین یہ خیال پایا جاتا ہے کہ اول اول جب زندگی یعنی جاندار چیزون کا ظہور ہوا تھا تو وہ ایک فوق الفطرت طاقت کا نتیجہ تھا۔ یہہ خیال علمی اصول سے بالکل گرا ہوا ہے۔ اس لئے ہم نہ صرف یہ یقین کرنے مین حق بجانب ہین بلکہ مجبور بھی ہین کہ جاندار چیزون کا وجود رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے عمل اور اصول کی بدولت ظہور مین آیا ہوگا۔

کیا زمین پر زندگی دوسرے سیارہ سے آئی تھی؟

بعض قابل ترین سائنسدانون کا یہ یقین ہے کہ اس دنیا مین جاندار چیزون کا ظہور کسی دوسرے سیارہ یا دنیا یا یون کہو کہ کسی دوسرے نظام شمسی کی طفیل مین ہوا تھا۔ یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول اور عمل کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ بیجان مادے مین تبدیلی پیدا ہو کر زندگی پیدا ہوگئی ہو۔ لیکن اس قسم کے تغیرات روئے زمین پر پہلے کب اور کہان واقع ہوئے۔ کب اور کہان واقع ہو کر ان کا عمل جاری رہا۔ یا وہ اب بھی کہان واقع ہو رہے ہین؟ یہ سوالات جس قدر دلچسپ ہین۔ اسیقدر مشکل بھی ہین۔ لیکن ان کے مشکل ہونے کی وجہ سے سائنسدانو کو یہ فرض کر لینے کا حق حاصل نہین کہ روئے زمین پر زندگی کے متعلق تغیرات ہی نہین ہوئے

حیات بعد الممات

انسان کی زندگی ان کئی کروڑ ننھی ننھی جاندار کوٹھریون کا نتیجہ ہے جو ہمارے جسم کے اندر اور خون مین پائی جاتی ہین ان کوٹھریون مین سے بعض کی زندگی کا ہم خاتمہ کر سکتے ہین۔ مگر باقی کوٹھریون کی زندگی پھر بھی قایم رہ سکتی ہے۔ زندگی کے جس حصہ کو عام طور پر موت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ وہ جسوقت واقع ہوتا ہے اس وقت بھی بعض کوٹھریان زندہ رہ جاتی ہین۔ اور جسم کے بالکل مردہ ہو جانے کے بعد بھی ان کوٹھریون مین سے کئی ایک جو اعصاب اور پٹھون مین ہوتی ہین۔ زندہ پائی گئی ہین۔ ان کوٹھریون مین سے بعض کی زندگی کم ہوتی ہے اور بعض کی زیادہ۔ بعض کوٹھریان جن سے مفید جاندار چیزین بنتی ہین۔ ان کی زندگی رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے عمل کے ذریعہ سے ایک خاص وقت مین غیر ضروری ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ مر جاتی ہین۔ کیونکہ ان کی زندگی کا قایم رہنا نقصان دہ ہوتا ہے اس مین شک نہین کہ اس قسم کی کوٹھریون کی زندگی کا خاتمہ کرنے مین قدرت نہایت عمدہ خدمات انجام دیتی ہے۔ اگر قدرت ان کی زندگی کا خاتمہ نہ کرے تو ایک زمانہ اس قسم کا آتا کہ

جبکہ عمل جراحی سے ان کی زندگی کا خاتمہ کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

موت کا وقت - یہہ بھی بعض اوقات کہا جاتا ہے کہ موت انسان کے بے حس ہونے کا نام ہے اور زندگی حس کی موجودگی کو کہتے ہین - مگر یاد رہے کہ علم حیات کے بعض ماہرین کی یہ بھی رای ہے کہ حس کی حالت کسی خاص پیمانہ پر قایم نہین رہتی بلکہ اسے حسب ضرورت دور کیا جا سکتا ہے - لیکن اس کی تائید علمی اصول پر نہین ہو سکتی - بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جسم انسان مین جو زندہ کوٹھریان ہین وہ آخر کار بوڑھی ہو جاتی ہین - اور اپنے فعل کو پورا کرنے سے قاصر رہتی ہین - جب کوٹھریون کی حالت یہ ہے تو اس کا نتیجہ موت ہونا چاہیے - یہ ایک عالمگیر قاعدہ ہے جو ہمیشہ تک قایم رہیگا۔

دیگر علما کی رائین - سر لنکاسٹر کا خیال ہے کہ پروفیسر شافر کے دعوے پر بھینی یا گھبراہٹ پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہین - کیونکہ اگر فی الواقع انسان مختلف چیزون سے بن سکتا ہے تو ایسے انسان کے رفتہ رفتہ ترقی کرنے کے اصول کے مطابق بننے کے لئے ابھی ۱۰ کروڑ سال درکار ہین - زندگی کے جس مرکب کی نسبت پروفیسر شافر نے دعوی کیا ہے - اس کا دریافت ہو جانا گو اغلب ہے - مگر بالکل یقینی نہین ہے - پروفیسر صاحب نے متعصبانہ بحث سے بچنے کے لئے زندگی اور "روح" مین کوئی تمیز نہین کی - مگر یہ دونون چیزین ایک دوسرے سے جدا جدا ہین - میری راے مین جسے روح کہتے ہین - وہ رفتہ رفتہ ترقی کے عمل سے پیدا ہوتی ہے اور زندگی کا ایک حصہ ہے۔

سر آلیور لاج نے جو برمنگھم یونیورسٹی کے پرنسپل اور قابل سائنسدان ہین یہ راے ظاہر کی ہے کہ بیشک کسی نہ کسی دن مصنوعی طریقہ سے جاندار مادہ پیدا کیا جا سکیگا۔ گو ابتک یہ بات نصیب نہین ہو سکی مگر اس کے لئے مسلسل تجربات ہو رہے ہین - مانچسٹر کے لاٹ پادری اس بارہ مین فرماتے ہین کہ زندگی کا پیدا کرنا اس وقت خدا کے ہاتھہ مین ہے اور آئندہ بھی اسی کے ہاتھہ مین رہیگا - بہر حال یہہ ایک دلچسپ علمی بحث ہے اور اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان راز زندگی دریافت کرنے کے لئے کس قدر بیتاب ہے

انسداد جرائم

ماخوذ از دوہ اخبار ۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء

فاضل ہمعصر ماڈرن ریویو مین مضمون عنوان الفوق پر مسٹر بیرشور سین صاحب پنشنر ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ

پولیس کی قلم سے ایک نہایت اعلیٰ آرٹیکل شائع ہوا ہے یہ مضمون خصوصاً اس وجہ سے زیادہ اہم ہو کر ایک پولیس افسر کی ساری عمر کے تجربہ کا نچوڑ ہے اور بہت کم پولیس افسر پبلک کو اپنے قیمتی تجربون سے فائدہ پہنچاتے ہین - راقم مضمون کے خیال مین جرائم کے خاص سبب ہوا کرتے ہین - یعنی ایک تو افلاس یا کافی خوراک کا نہ ملنا - اور دوسرے کافی تربیت کا نہونا - اول الذکر باعث کے متعلق مسٹر ہیرسٹیو رسین کیا خوب فرماتے ہین - کہ فاقہ کشی اور ڈاکہ زنی کرنیل ملیسم صاحب نے اپنی کتاب کرائیل آف کرائم (داستان جرم) مین اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے - کہ جن تین چار سو مجرمون کا اس کتاب مین ذکر ہے - انہون نے کبھی جرم نہ کیا ہوتا اگر انہین کافی خوراک مل سکتی - ہندوستان مین کوئی قانون الغربا نہین ہے - اور اکثر بے روزگارون کا گذارہ پبلک کی خیرات پر ہوتا ہے لیکن بعض قلیل التعداد بیکار آدمی جن کو یا تو خیرات مل ہی نہین سکتی یا جو خیرات مانگنے مین کسر شان سمجھتے ہین - ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیتے ہین - ایسے آدمیون کی تعداد کسی صورت مین پانچ لاکھ سے کم نہین ہے - صرف دو ہی سال کا عرصہ ہوا ہو کہ گورنمنٹ پنجاب نے انسداد گداگری کا مسودہ قانون محض اس لئے منظور کر دیا ہے کہ اس سے کئی لاکھ آدمیون کی پرورش کا کفیل ہونا متصور تھا - لیکن بایں ہمہ ہماری فیاض گورنمنٹ کا فرض ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا ذریعہ ضرور نکالے - جس سے ان لوگون کا کام نبجایا کرے - جو کام چور تو نہین ہین - مگر پھر بھی کام نہ مل سکنے کے باعث بیکار اور فاقہ مستی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہین - ایسے لوگون کو کام کے مل جانے سے وہ اپنی بسر اوقات کر سکین گے -

آگے چل کر صاحب موصوف فرماتے ہین کہ فاقہ مستی کا صرف یہی باعث نہین ہے - بلکہ تمام اجناس کی گرانی اور ضروریات زندگی کے بڑھ جانے سے بھی سوسائٹی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے - اور فاقہ کشی تک نوبت آجاتی ہے - اس سے لوگون کے دلون مین سراسیمگی پیدا ہوگئی ہے - اور معلوم نہین کہ وہ آپس مین کیا کر گزرین - کیونکہ راہ گم کردہ جہاز مین سامان خورد نوش کی کمی کے باعث مسافران جہاز ایک دوسرے کو نگل جانے یا اپنے ساتھیون کو جہاز سے گرا دینے پر آمادہ ہوجایا کرتے ہین - اس صورت حالات کا زیادہ اثر متوسط حال طبقہ پر پڑتا ہے اور کسی وجہ سے ان کے خیالات کو بھی زیادہ صدمہ پہنچ رہا ہے اور بنگال مین اس طبقہ کے اکثر نوجوانون کو ڈاکو لوگ اپنے ساتھ شامل کرنے مین کامیابی حاصل کر رہے ہین - گزشتہ چند برسون کے واقعات نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ صرف خیالات ہی نہین ہین - بلکہ

اصلیت کو لئے ہوئے ہین۔

بنگال مین ایک وقت تھا۔ جبکہ شائستہ خان نے چاولون کی قیمت فی روپیہ آٹھ من مقرر کر رکھی تھی۔ لیکن گزشتہ مہیب زلزلہ کے وقت آج سے چند سال پیشتر چاولون کے بیوپاریون نے ایک سیر فی روپیہ چاول بیچنے کی کوشش کی۔ جیسے اس وقت صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے چار سیر کا نرخ مقرر کر دیا۔ کیا گورنمنٹ اب بھی کوئی اس قسم کی کارروائی کر سکتی ہے۔ مجھے خوف ہے۔ کہ گورنمنٹ کو فری ٹریڈ کے اصول ایسا نہ کرنے دین گے۔

لیکن یقیناً گورنمنٹ دوسری صورتون مین لوگون کی مدد کے لئے بہت کچھ کر سکتی ہے۔ اور جو چیزین خاص گورنمنٹ کی طرف سے فروخت ہوتی ہین۔ اُن کی قیمت کو گھٹا سکتی ہے۔ مثلاً اسکولون کی فیس مین تخفیف کی جا سکتی ہے۔ امتحانون کے داخلہ کو گھٹایا جا سکتا ہے اور کورٹ فیس وغیرہ مین بھی کمی ہو سکتی ہے۔

اس وقت گرانی کا سوال ساری دنیا کے لئے حل طلب معمہ ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ جنگ یورپ چھڑنے کے زمانہ سے کچھ عرصہ پیشتر ممالک یورپ کی بہت سی میونسپل کمپنیان اپنی طرف سے دُکانین کھول کر گرانی کا انسداد کرتی رہی ہین۔ اگر ہمارے ملک کی گورنمنٹ بھی ان میونسپلٹیون کی مثال پر چلے تو کوئی شخص اس پر اعتراض نہ کریگا۔ البتہ انجمن ہائے تجارت کے چند سنڈیکیٹ تو شاید اعتراض کرین۔ مگر ان کے اعتراضات خودغرضی پر مبنی ہونے کے باعث ناقابل وقعت ہونگے۔

صاحب مضمون کی رائے مین گورنمنٹ کا یہ بھی فرض ہے کہ لوگون کو تعلیم دینے اور متوسط الحال لوگون کے لئے وسائل آمدنی پیدا کرنے سے لوگون کی اخلاقی حالت کو رو باصلاح کرے۔ تمام سرکاری آسامیون کے لئے جو آدمی مقرر کئے جائین۔ اُن کے لئے امتحان مقابلہ کا طریقہ ہونا چاہیئے۔ اس صورت مین متوسط الحال لوگون کو یہ معلوم کر کے اطمینان ہو جائیگا کہ اپنی لیاقت اور ہمت سے جو رتبہ چاہین حاصل کر سکتے ہین۔ فی الحال کوئی آدمی خواہ استعداد علمی کے لحاظ سے کیسا ہی قابل کیون نہو۔ سرکاری ملازمت حاصل نہین کر سکتا۔ ورنہ اُس مین ترقی یا عزت حاصل کر سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ کسی گورنمنٹ افسر کا فرزند یا کسی حاکم کا مُنہ چڑھا مصاحب نہو۔ صاحب اقبال گھرانے مین پیدا ہونے کے باعث ہی کسی فرد بشر کو دوسرون پر فوقیت دینے سے اکثر عوام مین ایک قسم کی مایوسی سی پیدا ہو جاتی ہے۔

کیونکہ امیر و غریب گھرانے میں پیدا ہونا کسی آدمی کے اختیار میں نہیں ہے - لہذا قوم کے کسی حصہ کو اس قسم کی مایوسی کا شکار نہیں ہونے دینا چاہیئے۔

فاضل مضمون نویس نے اس کے بعد اُن جرایم کے متعلق بحث کی ہے - جن کا باعث نہ احتیاج ہے اور نہ ترقی کے راستہ کی بندش - بلکہ ان کا ارتکاب محض ایڈونچر یا حصول امتیاز کے خیال سے ہی ہوتا ہے - بنگال میں یہہ اسپرٹ حال ہی میں پیدا ہوئی ہے - اور اس میں کئی واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں - یعنی بعض نوجوانوں نے ڈاکہ پر کمر باندھ لی اور دوسروں نے ان کے انسداد پر اس بات کو ایک نہایت دلچسپ مثال دیکر واضح کیا گیا ہے۔

چند لڑکوں اور نوجوانوں کے گروہ ڈاکہ زنی پر اتر آئے - لیکن اُن سے بہت زیادہ نوجوان آدمیوں نے شہروں اور مواضعات میں ایسے جتھے اور دستے قایم کرئے جن کا مقصد بدمعاشوں کو گرفتار کرنا اور سوسائٹی کی حفاظت کرنا تھا - لیکن عام قاعدہ کے موافق چونکہ ان میں سے بعض آدمی غدار ثابت ہوئے - اس سے پولیس کو ایسا معلوم ہونے لگا - کہ لوگ ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں پس وہ نیک و بد میں تمیز نہ کرسکی - اور نیک نہاد لوگوں کو بنظر اشتباہ دیکھنا شروع کردیا - چنانچہ مجھے تین انسپکٹران پولیس نے بتایا تھا کہ کوئی سات سال ہوئے ضلع باقرگنج میں ایسا ہی واقعہ ہوا تھا - سن چار میں بھی اسی قسم کا واقعہ ہوا تھا - مگر مجھے یاد نہیں رہا کہ اس بات کا ذکر مجھ سے کس نے کیا تھا - جس شوق امتیاز کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے - وہی ان لوگوں میں بھی موجود ہے جو حال میں اس قدر پولیس افسروں کے مارے جانے کے باوجود پولیس میں ملازمت حاصل کرنے کے خواہشمند ہیں۔

تعلیم یافتہ عورتوں کی ایک تصویر

ماخوذ از اودھ اخبار ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۵ء

ہم سے زیادہ تعلیم نسواں کا کوئی حامی نہ ہوگا - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکیوں کا طریقہ تعلیم سخت اصلاح کا محتاج ہے - تعلیم کا نتیجہ بقول ہم تلم ہندوستان ابتک یہہ نکلا ہے کہ عورتیں فیشن ایبل اور آرام طلب بنتی جاتی ہیں - تعلیم یافتہ عورتوں کو کھانا پکانا یا بچوں کو

دودھ پلانا یا گھر کا کام کاج کرنا دوبھر ہے۔ جسم و لباس کی صفائی ایک برکت ہے لیکن ہر وقت اچھا لباس زیب تن رکھنے سے گھر کے ضروری کاموں سے اجتناب کرنا پڑتا ہے۔

ہند و تعلیم یافتہ لیڈیان اپنا زیادہ وقت کتابون کے مطالعہ یا ہوا خوری یا بناؤ سنگار مین صرف کرتی ہین۔ ان کے خیال مین کھانا پکانا یا سینا پرونا حقیر کام ہین۔ اگر موجودہ نسل کے لوگون کی دادی ان عورتون کو دیکھے جو تمام دن آرام کرسی پر بیٹھکر کتابین پڑہتی رہتی ہین تو بہت حیران ہو کہ نہ ان کے سامنے چرخہ ہے نہ اُنہین چکی پیسنی پڑتی ہے نہ بچون کے رکھہ رکھاؤ پر وہ توجہ ہے۔ جس طرح ایک فیشن ایبل جنٹلمین کو آج کل شرم آتی ہے کہ بازار سے دس پانچ سیر وزن میوہ یا سبزی خود اٹھالائے۔ یا کنوئین پر جاکر دو چار ڈول پانی کے بھر کر خود نکالے یا بوقت ضرورت اپنا کھانا خود پکائے۔ اسیطرح عورتون مین روز بروز نزاکت اور آرام طلبی بڑہتی جاتی ہے اس کا نتیجہ اخراجات کی زیادتی اور صحت کی خرابی کے سوا کچھہ نہ ہوگا۔ بلکہ اولاد کمزور پیدا ہوگی۔

چالیس سال پہلے کا ہندوستان بالکل مختلف تھا بڑے بڑے ساہو کارون کی عورتین کنوئین سے پانی بھر کر لاتی تھین۔ رانیان مہارانیان تک چرخہ کاتتی تھین۔ ہم نے دیکھا ہے کہ راج کنیان تک کی شادیون مین ابھی تک چرخہ جہیز کی چیزون مین شامل ہوتا ہے۔ راجپوتانہ مین بعض جگہہ عورتین چار چار میل سے پانی لاتی ہین۔ دو گھڑے سر پر ہوتے ہین۔ ایک ڈول بغل مین سہیلیون سے باتین کرتی ہوئی اس بے اعتنائی سے چلی آتی ہین۔ گویا سر پر پھولون کا ہلکا سا گلدستہ رکھا ہے۔ ابھی تک نواح دہلی سے راجپوتانہ اور گجرات تک عورتین خود ہی آٹا پیستی اور چرخہ کاتتی ہین۔

اسی دستور کی وجہ سے ہندوستان مین اب تک آبادی ہے۔ ورنہ نازک مزاج عورتین تنومند اولاد پیدا نہین کرسکتین۔ ظاہر ہے کہ شہرون کی آبادی کی صحت بمقابلہ دیہات کے ناقص ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ دیہاتی مستورات محنت شاقہ اُٹھاتی ہین۔ حالانکہ یورپ مین بھی اب حالت بدل گئی ہے۔ وہان مستورات

ہر قسم کی محنت کا کام کرنے کو تیار ہین۔ ٹرکی مین جہان پردہ بھی ہے۔ اناطولیہ کے تجارتی مقامات مین کارخانون اور روٹی بنانے کے کارخانون مین کام کرتی ہین اور اپنے شوہرون کو کاشتکاری مین مدد دیتی ہین۔

جرمنی کی ۶ کروڑ اور ۴۰ لاکھ آبادی مین سے ایک کروڑ عورتین اپنی محنت سے روٹی کماتی ہین ۴۵ لاکھ زراعت اور صنعت کے کامون مین مزدوری کرتی ہین ۱۲½ لاکھ ملازمت پیشہ ہین۔ ۲ لاکھ اخبار بیچتی ہین ۹۰۰ ہزار معلمہ ہین۔ ستر ہزار نرسین ہین جن مین زیادہ عالی خاندانون کی لیڈیان ہین۔ ۱۲ ہزار تھیٹرون مین ملازم ہین۔

فرانس کی ۳ کروڑ ۹۰ لاکھ کی آبادی مین ۶۴ لاکھ عورتین محنت مشقت سے روزی حاصل کرتی ہین۔ ایک لاکھ ۲۸ ہزار مختلف سرشتون مین ہین۔ ۱۸ ہزار ڈاک ٹیلیفون و تارگھرون مین ۶ ہزار ریلوے کمپنیون مین ۱۱ لاکھ ۸۲ ہزار کارخانون مین ۹½ لاکھ درزی کا کام کرتی ہین۔ ۲ لاکھ ۲۵ ہزار سوداگرون کی دکانون پر ملازم ہین۔ ایک لاکھ معلمہ ہین۔ ۳۰ ہزار ماہران موسیقی۔ ۱۳ ہزار نرسین۔

امریکہ مین ۴۰۰ معلمہ ہین ۱۰۰ محکمہ پولیس مین ۱۰۰ ایرسٹر اور ایک جج ہے۔ اور بیشمار اخبارات فروخت کرتی ہین۔ اور محکمہ ڈاک مین ملازم ہین۔

لہذا تعلیم یافتہ ہندوستانیون کے طبقہ مین مستورات کے اس میلان کو ابھی سے بدلنے کی ضرورت ہے۔ کہ عورتون کو کسی کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عورتین جس قدر زیادہ مشقت پسند ہون اتنی ہی ان کی صحت درست رہتی ہے۔ زمانۂ گذشتہ مین ہزارون لاکھون مثالین ملتی ہین۔ کہ بیوہ عورتون نے چرخہ کات کر چکی پیسکر اپنی اولاد کو پالا ہے لیکن زمانۂ حال کی عورتون مین سے خدانخواستہ اگر کسی کو یہ مصیبت پیش آئے تو کیا حال ہو۔ لہذا عورتون کو بالکل نازک نہ بنا دینا چاہیئے۔

ڈیڑھ لاکھ برس کا قدیم انسان

ماخوذ از زمیندار سنہ ۱۹۱۵ء

مشرقی افریقہ مین ایک خشک جھیل کی تہ مین سے ڈیڑھ لاکھ برس کا ایک پرانا انسانی پنجر برآمد ہوا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ شخص جھیل مین ڈوب کر مر گیا ہوگا اسکے نیچے

زمین کا ایک اور طبقہ تھا۔ جس میں بہت سے گینڈون کے پنجر دبے ہوئے تھے۔ مٹی کی ایک تہ انسانی پنجر کو چھپائے ہوئے تھی۔ اس پر مرور زمانہ سے مٹی کے اور طبقات بنتے اور جمتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ جھیل ہی خشک ہوگئی۔

ایک جرمن پروفیسر نے مذکورہ بالا قدیم انسانی پنجر کی حقیقت دریافت کی ہے اور وہ جرمنی میں اسپر لیکچر دیتا ہے۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔

پنجر کی حالت عمومی بنی نوع انسان کے اس حبشی نمونے پر دلالت کرتی ہے جو سرزمین یورپ کے غارون اور طبقات الارض مین پایا جاتا ہے۔ خانہ جسم اور استخوان بینی کی بناوٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ ماقبل تاریخ کا یہ انسان جنوبی افریقہ کے بدنما اور کھلڈرے وحشی انسانون سے مشابہت رکھتا ہے۔ افریقہ کے وحشی انسانون نے تو سیدہے کھڑے ہو کر چلنا سیکھہ لیا ہے لیکن قدیم انسان مذکور سیدہا چلنا نہ جانتا تھا۔ اس کی پسلیان اور سینہ لنگور کی طرح ہے لیکن کاسہ سر اور دانت موجودہ انسانون کے سے ہین۔ جو شخص تشریح انسان سے واقف ہو وہ پنجر کے انسانی ہونے مین کچھہ شک و شبہ نہین کر سکتا۔

شرلعیت اور رواج

ماخوذ از وکیل امرتسر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء

یہ ضروری ہے کہ جب کوئی مسلمان خلاف قانون وراثت اہل اسلام کسی رواج کا عذر پیش کرتا ہے تو اس کو نہایت بین اور واضح ثبوت دینا پڑتا ہے۔ ورنہ فیصلہ شرلعیت اسلامیہ کے مطابق ہوتا ہے۔ لیکن پنجاب مین اس قسم کے مقدمات اس کثرت سے عدالتون مین پیش ہوتے ہین۔ اور رواج کو شرع پر اس قدر تفوق حاصل ہوگیا ہے۔ کہ اس بارے مین ایک خاص قانون وضع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جو کہا جاتا ہے کہ ایک مستقل قانون رواج کی شکل مین رونما ہوگا۔

اس مدعا کے لئے شملہ پر حکومت پنجاب کی طرف سے ایک کانفرنس عنقریب منعقد ہونے والی ہے۔ جس مین چیف کورٹ کے جج اور وکلاء اور لیجسلیٹو کونسل کے متعدد ممبر شریک ہونگے اور اگر تجویز مذکور اس مین پاس ہوگئی۔ اور رواج نے بالآخر قانون کی شکل اختیار کر لی۔ تو مسلمانون کو قانون شرلعیت اسلامیہ کے مطابق تقسیم جائداد کا حق حاصل نہین رہیگا۔

مذکورہ بالا عبارت وکیل ۲۵ ستمبر کے اُس مقالہ افتتاحیہ کا اقتباس ہے جو رواج کی مخالفت اور شریعت کی تائید مین لکھا گیا ہے۔ وکیل نے اس معاملہ پر قوم کی وکالت کا حق ادا کیا ہے۔ اور علم الاقتصاد کے مشہور اصول کہ زر کا کثیر التعداد افراد مین تقسیم ہو کر پھیلنا مفید ہوتا ہے۔ اور یورپ مین ماہرین اقتصاد اور قانون دانون کے اقوال سے ثابت کیا ہے کہ مسلمانون کے قانون وراثت کیساتھ کسی اور قوم کا قانون لگا نہین کھا سکتا

مسلمان اگر زندہ ہوتے۔ اُن مین احساس ہوتا۔ اور "مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب" پر ناک بھون چڑھانے والے اس حقیقت سے آگاہ ہوتے کہ اسلام یا قومیت منہ چڑھانے بگڑ لنے اور باہمی بغض و نفاق کی بجائے اپنے اصول کی حفاظت۔ عزت اور اشاعت کا نام ہے۔ تو یقیناً وکیل کے قلم کی نرم آواز سے نہ صرف پنجاب بلکہ کل ہندوستان مین گونج پیدا ہو جاتی۔ ہر شہر۔ ہر قصبہ اور قریہ مین سینکڑون جلسے ہوتے۔ گورنمنٹ پنجاب کی خدمت مین ہزارون عرضداشتین اور وفد پہنچتے۔ اخبارات کے کالم سیاہ ہوتے۔ عالم و جاہل۔ امیر و غریب اور شہری و دہقانی کی درخواست ہوتی کہ عادل گورنمنٹ مذہب۔ اور اصول قومیت نہ چھیڑے۔ لیکن آج کل مسلمان مردہ ہین اور بدقسمتی سے اُن مین وہ عادات و خصائص پیدا ہو گئی ہین۔ جو کسی عہد مین کفار کے ساتھ مخصوص تھین۔

شہر مدین مین بت پرستی کیساتھ بد دیانتی اور بے ایمانی...... پھیلی۔ باسنگ دار ترازو اور کم وزن باٹون کی ترویج ہوئی اور بندگان خدا کے حقوق غصب ہونے لگے تو قدرت الٰہیہ نے حضرت شعیبؑ کو مبعوث فرمایا۔ جنھون نے توحید اور امانت و دیانت کی تلقین شروع کی اور کفار کی طرف سے اس کا جواب اصلوٰتک تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا او ان نفعل فی اموالنا ما نشاؤ اور یا شعیب ما نفقہ کثیراً مما تقول و انا لنراک فینا ضعیفا۔ ملا نے لاکھ سمجھایا کہ خواہ مخواہ کی مخالفت نہین۔ تمہاری بہتری چاہتا ہون۔ مگر کفار کی طرف سے یہی جواب تھا کہ اگر تمہاری قوم نہ ہوتی تو ہم تجھے جیتا نہ چھوڑتے۔

اِس عصیان و کفران کا جو نتیجہ ہوا وہ یہ تھا کہ عذاب الٰہی سے منکرِ شریعت الٰہیہ جہان تھے وہین تباہ و برباد ہو گئے۔

مصر کی پر آشوب و تباہ کن ضلالت۔ فراعنہ کی رعونت و حکومت اور انبیاء و ملوک

کی قوم بنی اسرائیل کی رسوائی و ذلت حد سے بڑھ گئی تو غیرت حق جوش مین آئی اور موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ حضرت ہارون کو ساتھ لیا اور حکم ربانی کے مطابق مصر پہونچے۔ تلقین و تبلیغ شروع کی لیکن پرنخوت حکمران جماعت نے ساحر کا خطاب دیا۔ اور کبھی مست نشاء حکومت فرعون نے الیس لی ملک مصر ہذا کے تعلی آمیز راگ الاپے نبی برحق نے اپنی قوم سے اپیل کی خدا سے امداد کے طلبگار ہو کر مخالفین کا مقابلہ کرو۔ تو انہون نے جواب دیا کہ تو نے پہلے بھی ہمکو تکلیف دی اور اب بھی اذیت دینے آیا ہے۔ اور کوئی ہوتا تو دل چھوڑ دیتا۔ مگر الوالعزم نبی باستقلال مقابلے مین جمنے کی وجہ سے انجام کار مشکلات پر غالب آیا۔ بارے سنگدل اسرائیلی نرم ہوئے اور ایک قلیل جماعت کے ساتھ حضرت موسیٰ نے عصائے توحید سے کفر و حکومت کا سر توڑنا چاہا۔

مغرور فرعون اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ مقابل مین صف آرا ہوا۔ تھوڑے سے مقابلہ و مقاتلہ کے بعد انصار حق دریا کے پار نکل گئے اور فرعونیون نے تعاقب کیا اور اپنی شامت اعمال اور دین فطرت کے عدم اتباع کی وجہ سے دریا مین غرق ہو گئے۔

بنی اسرائیل شاد و شاد دین الٰہی کی خدمت کرتے رہے۔ لیکن جب ارض مقدس مین داخل ہونے کے لئے حکم ربانی پہنچا۔ تو غلامی کے خوگرد نی الطبع اسرائیلی کہنے لگے ہم اس وقت تک اس مین نہین داخل ہو سکتے۔ جب تک زبردست حکمران قوم خود بخود نہ خالی کر جائے۔ اور اگر لڑائی کی ضرورت ہے تو تم دونون بھائی (موسیٰ و ہارون) جا کر لڑ دیکھو۔ اس نافرمانی کی سزا یہ ملی کہ وہ صحرا مین چالیس برس تک گم کردہ راہ پھرتے رہے۔ پھر عیسیٰ اور محمد رسول علیہما الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے سے انکار کیا۔ تو ذلت و مسکنت کی وہ ابدی مہر لگی۔ جو آج تک نہ ٹوٹی ہے اور نہ ٹوٹے گی۔

اس کے بعد ایک شہر ایک قصبہ اور ایک ملک و قوم کی بجائے تمام دنیا کی روحانی و جسمانی حالت بگڑی۔ نور پر ظلمت۔ حق پر باطل۔ حریت پر غلامی اور عدالت و انصاف پر ظلم و ستم کا غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور خلیفۃ اللہ یعنی حضرت انسان کی خود غرضی و نفس پروری یہان تک بڑھ گئی کہ وہ شرک اور دیگر جرایم کے ساتھ اس جنس لطیف کے خلاف بھی ظلم پر کمربستہ ہو گئے۔ جس کو انس و محبت کی دیوی اور خدمت و افادت کی مجسم تصویر بلکہ خود انہین کا تتمہ و ضمیمہ کہنا چاہیے۔ یعنی خواتین تمام حقوق سے محروم کر دی گئین۔

ہندوستان کے مشہور و معروف مقنن کی عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا کہ غلام اور مریض امراض مہلکہ کی طرح عورت بھی ملکیت نہیں حاصل کر سکتی - وہ وراثت سے قطعاً محروم ہے - بچپن میں اُس کی حفاظت و اخراجات باپ کی شفقت پر ہیں - اور جوانی و پیری میں خاوند و فرزند کے رحم پر۔ اور اس سے بڑھ کر وششٹجی مہاراج نے یہ کہکر اس کے برائے نام حقوق کا اور خاتمہ کر دیا۔ کہ باوجود ان روحانی فوائد کے جو اولاد نرینہ یا تبنیٰ پیچھے چھوڑنے سے والدین کو پہنچتے ہیں - عورت خاوند کی اجازت بغیر تبنیت میں بھی حصہ نہیں لے سکتی -

یورپ کے امام و متبوع روحانی جج نے اُن نقصانات سے متاثر ہو کر جو حد سے بڑھی ہوئی آزادی نسوان سے اُس کی قوم کو پہنچے تھے - اپنے فیصلہ میں لکھدیا۔

فرقہ اناث اپنی ذاتی ملکیت کا بھی مالک نہیں - اجرائے ڈگری (شادی) کی تاریخ سے عورت اور اس کی جائداد بحق خاوند قرق ہو جاتی ہے - لہذا اس کے نام حکم امتناعی جاری ہوتا ہے کہ وہ کسی سے معاہدہ تک نہیں کر سکتی "۔

انبیاء و ملوک کا قدیم خاندان بنی اسرائیل فرعونیوں کی غلامی اور جکڑ بند میں ظلم کا مزا چکھنے کے باوجود اس ستم ظریف دوڑ میں کسی سے پیچھے نہ رہا - اور بے زبان و مظلوم خواتین کو اُن کے حقوق سے محروم کر دیا -

عربوں نے خاندانی حقوق و جائداد کے تحفظ اور ننگ و عار کے خیال سے بیس بیس شادیاں اور لڑکیاں زندہ در گور کرنی شروع کر دیں

ایرانیوں نے اس سے بھی بڑھ کر ستم ڈھایا کہ اور تو اور ماں بہن اور بیوی تک کا فرق اُڑا دیا - اس تجاوز عن الحدود کا جو نتیجہ ہونا تھا اور ہوا وہ محتاج بیان نہیں - اور آج بھی علم التشریح کا یہ اصول کہ "ماں کی عادات و اطوار اور صفات و جذبات کا بچے پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے " - صاف بتا رہا ہے کہ جس قوم اور ملک میں جنس اور بے بس کرکے نہ صرف خاوند بلکہ ساس - نند اور بعض صورتوں میں خاوند کے بعید رشتہ داروں کے جائز ناجائز احکام کی تعمیل پر ماؤں کو مجبور کیا جائیگا - اور وہ خادمانہ حیثیت میں رہنے کی وجہ سے خود داری اور اعتماد علی النفس کو خیرباد کہکر رنج و کرب اور غم و غصہ کی حالت میں زندگی بسر کرینگی - اُن کے فرزند ایسے رستم اور تہمتن ہرگز نہیں ہو سکتے جو آجکل بین الاقوامی میدان مقابلہ و مسابقہ میں اپنے ہاتھوں قبر کھودنے کی بجائے حریف سے

گوے سبقت لیجائیں۔
دنیا کے اس ظلم وستم اور عالمگیر تباہی وبربادی سے غیرت حق حرکت میں آئی۔ فاران کی چوٹیوں سے وہ چشمۂ ہدی ابلا۔ جسکی انبیاے رسل بشارت دیتے آئے تھے۔ اعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ایک ایسا کامل ومکمل قانون لائے۔ جسکی اُس وقت دنیا کو سخت ضرورت تھی۔ اس قانون نے جہان اور روحانی وجسمانی اصلاحیں کین۔ رسومات قبیحہ کی بیخ کنی کی وہان وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون کا صفت آگین آئین بھی قایم کیا اور بتایا کہ حاجات تمدن واستفادہ کی وجہ سے ضرورت ہے کہ مان بیٹی بہن اور بیوی مخصوص حصص وراثت کی مستحق قرار دی جائین۔
اور حضور انور نے اپنے متبعین کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جسکو قانون واصول کے مقابلہ مین مال تو مال اپنی جان تک کی پروانہ تھی۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ دو شخص حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوئے۔ اور ایک نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ہمارا فیصلہ کتاب اللہ کے مطابق فرماسئے۔ دوسرے نے گزارش کی۔ ہان کتاب اللہ کے موافق فرمائیے۔ مگر اُس سے قبل مجھ کو گفتگو کی اجازت ہو۔ ارشاد ہوا۔ جو چاہتے ہو کہو۔ شخص مذکور رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ میرے بیٹے نے اس شخص کی عورت کے ساتھ فعل ناجائز کیا۔ لوگون نے بتایا کہ میرے بیٹے پر سنگسار ہونے کی سزا ہے۔ مین نے ایک سو بکریان اور ایک لونڈی فدیہ مین دی۔ اس کے بعد لوگون نے بتایا۔ کہ میرے بیٹے کی سزا صرف سو درّے لگنا اور ایک سال تک اخراج عن البلد ہے۔ اور رجم کی سزا عورت کو ہوگی۔ حضور فداہ ابی وامی نے فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جسکی ہاتھ مین میری جان ہے مین کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہون۔ تمہاری بکریان اور لونڈی تمھین واپس دی جاے لڑکے کو سو درّون اور ایک سال اخراج عن البلد کی سزا ہے۔ اور اسے انیس تم اس شخص کی عورت کے پاس جاؤ۔ اگر زنا کا اقرار کرے۔ تو سنگسار کردو۔ چنانچہ اپنے اعتراف کے مطابق وہ رجم کردی گئی۔
محل غور ہے کہ دو شخص آتے ہین۔ ایک کو بیوی اور دوسرے کو بچے کی جان کا خطرہ ہے۔ مگر دونون کتاب اللہ کا فیصلہ چاہتے ہین۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ ایک کمزور دل خاتون اپنے ہاتھون موت مول لیکر قانون پر بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

یہ اتباع قانون الٰہی مسلمانون مین اس قدر عام تھا کہ اورون کا کیا ذکر خود خلفاء اور ملوک کی تمیز نہ کی جاتی تھی اور تمام قانون کے سامنے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور تھے۔ چنانچہ فتح بیت المقدس کے وقت بنی غسان کا مشہور رئیس جبلہ ابن ایہم مشرف باسلام ہوا۔ اور طواف کعبہ کے وقت چادر کا کونہ ایک غریب مسلمان کے پیر تلے آگیا۔ تو مغرور رئیس نے طیش مین آکر غریب کو ایک تھپڑ مارا۔ جس کا جواب ترکی بترکی ملا۔ غسانی نے خلیفۃ المسلمین حضرت عمرؓ کی خدمت مین حاضر ہوکر تمام ماجرا گوش گزار کیا۔ ارشاد ہوا۔ تم نے جو کچھ کیا۔ اس کی سزا پائی۔ جبلہ بولا۔ ہم اس رتبہ کے لوگ ہین کہ ہم سے کوئی گستاخی سے پیش آئے تو قتل کا مستحق ہوتا ہے۔ جواب ملا۔ جاہلیت مین یہ تھا۔ مگر اسلام نے امیر و غریب اور پست و بالا کو ایک کر دیا ہے۔ اور اس اتباع پر مسلمانون کو اس قدر فخر تھا کہ مصالحانہ سفارتی گفتگو مین رومیون نے اپنے جاہ وحشم پر ناز کرتے ہوئے جب کہا کہ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا تاجدار ہے اور تعداد مین ہم آسمان کے تارون اور زمین کے ذرون کے برابر ہین۔ تو اسلامی قائم مقام حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہم نے فرمایا۔

تمکو ایسے شاہنشاہ کی رعایا ہونے پر فخر ہے۔ جسکو تمھاری جان و مال کا اختیار ہے۔ لیکن ہم نے اپنا ایسا تاجدار بنایا ہے۔ جو کسی بات مین اپنے آپ کو ترجیح نہین دے سکتا اگر زنا کرے تو درے لگین اور چوری کرے تو ہاتھ کاٹے جائین۔

برادران ملت! مقام توجہ ہے کہ یورپ کی سب سے بڑی اور قدیم تاجدار قوم کا ایک فرد اپنی شوکت و عظمت اور کثرت پر ناز کرتا ہے۔ تو اس کے مقابلہ مین تمھارا ایک ایسا بزرگ جسکی نیکی اور ملت پرستی ضرب المثل تھی۔ اتباع شریعت غرا اور عدم امتیاز امراء و غربا پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم مین سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہم اپنے قانون کے سچے پیرو ہین۔

اس اتباع قانون کا جو نتیجہ ہوا وہ یہ تھا کہ اُس قوم کا پلہ دنیا سے بھاری ہو گیا۔ جسکو ہمارے قومی شاعر نے ڈہورون کا گلہ کہا ہے اور اگر اس کی عظمت و شوکت کا صحیح اندازہ کرنا ہے۔ تو ناظرین تاریخ کے اُن صفحات پر نظر غائر ڈالین۔ جو عہد عمرؓ کی حیرت انگیز فتوحات۔ بغداد کی پرشوکت و حشمت خلافت۔ ہسپانیہ مین مورون کی کامیابی۔ ہندوستان پر محمود غزنوی۔ اور شہاب الدین کے حملون۔ خالد و قعقاع جیسے سپہ سالارون۔ بو علی سینا۔ شہاب الدین

مقتول اور رازی و غزالی جیسے فلاسفرون - حسان ابن ثابت ابو العلی معری اور فردوسی و خاقانی جیسے ادیبون بخاری و مسلم جیسے محدثون - امام مالکؒ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف جیسے فقہا - ابن خلدون و بلاذری جیسے مورخین - اور عائشہ صدیقہ - حضرت خولہ اور زبیدہ جیسی خواتین کے متعلق خبر دیتے ہین -

بعد ازان مسلمان امراء حکام نے دین مبین کو چھوڑ دیا - محبت کی جگہہ بغض و حسد نے لے لی - ممنوعات شرع کا ارتکاب کھلے بندون ہونے لگا - تو ہسپانیہ سے حکمران مسلمان اس بُری طرح سے نکالے گئے - کہ اس سرزمین مین ایک متنفس بھی باقی نہ رہا - ایک ایک دن مین پچاس پچاس ہزار خدا کے بندے جہاز مین سوار کر کے غرق کر دئے گئے اور اب اگر اُن کے وجود کا ثبوت ملتا ہے - تو اُن کے کھنڈرون سے جو بُری حالت مین ہین - یا اُن نیم وحشیون سے جن کی پشتو نی زبان مین کچھہ تو عربی الفاظ ہین - اور کچھہ مقامی زبان کے -

علیٰ ہذا القیاس عباسیون کی خود غرضی - نفس پروری اور عدم اتباع شریعت کی وجہ سے وسط ایشیا کی ایک وحشی قوم (ترک) نے اس بُری طرح سے خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجائی کہ صدمہ کی وجہ سے مورخ کا قلم رک جاتا ہے - ہاتھ کام سے بیکار ہو جاتے ہین - اور کلیجہ بلیون اچھلنے لگتا ہے - مگر زیادہ زمانہ نہ گذرنے پایا تھا - کہ تیسری ہی نسل مین بقول

ع - صیاد آپ زلف کے پھندے مین آگیا -

فاتح مفتوح اور در پئے تخریب محافظ دین متین بن گئے - اور مختلف گروہون مین بٹ کر اعلائے کلمۃ اللہ کرنے لگے - جن مین سے ایک خاندان فارس ہوتا ہوا ہندوستان جنت نشان کی طرف بھی آنکلا اور یہان پہنچکر جہان اس نے اپنی محکوم قوم سے بہترین برادرانہ تعلقات پیدا کئے - وہان مدت تک اپنے اصول بھی ہاتھ سے نہ دئے - لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کے امراء و حکام مین عیش و عشرت اور عدم اتباع شریعت کا مرض بڑھ گیا - جس کا نتیجہ درانجام یہ ہوا کہ کئی نسلون باعزت و شوکت حکومت کرنے کے بعد سلطنت مسلمانون کے ہاتھ سے نکل گئی - مگر مقام شکر تھا - کہ عوام کے اسلام مین فرق نہ آیا تھا -

لیکن آج چودھوین صدی مین نہایت افسوس کے اس اندوہناک واقعہ پر قلم اٹھانے کی ضرورت پڑتی ہے - کہ جس مذہب نے وحشیون کو مہذب جاہلون کو عالم اور مردون کو زندہ کیا تھا - آج اس کے متبعین پنجاب کے پانچ دریاؤن مین ایسی بُری طرح سے

اسے غرق کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اصلی وارثوں کو اس کی لاش تک کا پتہ نہ ملے۔
متبعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے قصوں کو الف لیلہ کی کہانیاں۔ تاریخ کے فیصلے کو بچوں کا کھیل اور اقوام کے گرنے اُبھرنے کو گھروندوں کا بنانا اور گرانا نہ تصور کرو۔
اور اپنے کو دکانہ ہاتھوں سے دین فطرت کو برباد کرنے سے پہلے ذرا غور کرو کہ اس کا انجام کیا ہوگا اور آیا اس کے بعد ہم خود بھی زندہ رہ سکیں گے یا نہیں؟
قوم شعیب اور موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے قصوں کو غور سے پڑھو۔ اور دیکھو کہ مخالفین اصول حقہ کو حق تعالیٰ کس طرح سزا دیتا ہے؟ اور ہسپانیہ۔ بغداد۔ ترکوں۔ اور مغلوں کے عروج وزوال پر اظہار مسرت اور رنج وکرب کرنے کی بجائے اُن کے اسباب پر غور کرو اور پھر سوچو کہ ہمکو کیا کرنا چاہیئے۔
مورخین اور علمائے سیاست کا فیصلہ ہے کہ کوئی قوم صفحۂ ہستی سے اس وقت تک نہیں مٹ سکتی۔ جبتک کہ وہ اپنے لباس تمدن اور اصول کو بخوشی یا بجبر فراموش نہ کردے۔
چنانچہ رومن امپائر کی حیرت انگیز ترقی کا ایک باعث یہ بھی تھا کہ رومانی اپنی تہذیب اور اصول کے پھیلانے میں بے انتہا کوشش کرتے تھے۔
خوش قسمتی سے ہمکو ایک ایسی حکمران قوم ملی ہے۔ جو اپنی اور رعایا کی ضروریات کی وجہ سے محکوم قوموں کے ذاتی قوانین میں دست اندازی نہیں کرنا چاہتی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ ہم خود اپنی بربادی کے درپے ہیں۔
زندہ دلان پنجاب تم اپنے ترجمان حقیقت سے ؏۔ تمہیں آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی۔ کا طعنۂ دلخراش سن چکے ہو۔ مختلف ممالک کے ہاں بھائیوں کی بربادی وتباہی کا منظر تمہاری نظروں کے سامنے ہے۔ تم بارہا اپنی حرکت نبض کا ثبوت دیچکے ہو۔ مگر اب پھر تباہی کے گڑھے میں گرنے کے لئے تیار ہو۔ سنبھلو۔ سوچو اور بچو۔ ؏۔ ڈرو اس سے جو وقت ہے آنے والا ⁂
و آخر دعوانا ان اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم و لا الضالین۔

مآثر و آثار اسلام

ماخوذ از زمیندار روزنامہ ۱۶ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب دیوبندی نے اپنے ایک طویل مضمون میں حضرت معاذ بن جبل کا

واقعہ بیان کیا ہے کہ معاذ بن جبل انصاری رضی اللہ عنہ نوجوان خوش رو - خوش خو - کشادہ دل سخی تھے - اپنی قوم کے بہترین نوجوان مین سے تھے - سخاوت وکشادہ دستی کا یہہ حال تھا کہ کسی چیز کا رکھنا اور جمع کرنا جانتے ہی نہ تھے - ایسے سخی کریم النفس کی آمدنی اگرچہ وہ فی حد ذاتہ زیادہ بھی ہو کہان تک خرچ کا ساتھ نباہ سکتی تھی - آخر قرض لیکر خرچ کرنا شروع کیا - اور اس قدر قرض دار ہو گئے - کہ تمام اموال منقولہ وغیر منقولہ قرض کے احاطہ مین آگئے -

جب آمدنی کی کوئی صورت نہ رہی - قرض خواہون نے مطالبہ شروع کیا تو حضرت معاذ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین بدین غرض حاضر ہوئے کہ آپ کے ایماپر قرض خواہ کچھہ نہ کچھہ مسامحہ کرین گے اور کسی حصہ دین سے درگذر کر کے تھوڑی سی پر قناعت کرلین گے قرض خواہون نے باوجود آپ کے ایما کے کچھہ بھی چھوڑنا گوارا نہ کیا - تو آخر خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے آپکا تمام مال فروخت کرکے قرض ادا فرمادیا - حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بالکل خالی ہاتھہ رہ گئے - کوئی چیز اُن پاس باقی نہ رہی - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کی اس حالت کا فکر تھا - فتح مکہ کے سال آپ نے ملک یمن کے کسی حصہ پر ان کو والی مقرر فرماکر بھیجا - تاکہ اُن کی حالت کسیقدر درست ہو جائے اور جو نقصان مالی اُن کو پہنچا ہے - اس کا جبر اس آمدنی سے ہو جاوے - جو بیت المال سے بمعاوضہ عطا ہوگی -

حضرت معاذ ادھر تو امیر یمن تھے - اُدھر وہان کچھہ تجارت کی سلسلہ جنبانی کردی اور اسطرح اچھی مقدار مال کی اُن کے پاس جمع ہوگئی - جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضر ہوئے - صدیق اکبر کی خلافت کا زمانہ تھا - حضرت عمرؓ نے آپ سے عرض کیا کہ آپ معاذ کے پاس اتنا چھوڑ کر جس سے وہ زندگی بسر کرسکین - باقی سب روپیہ وسامان لیکر بیت المال مین داخل فرمالین - صدیق اکبرؓ نے اس کے جواب مین فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے اسی لئے بھیجا تھا کہ اُن کے نقصان کی تلافی ہو جائے - ایسی حالت مین مین اُن سے خود نہ لون گا - ہان وہ خود داخل کرین تو مضایقہ نہین -

حضرت عمرؓ نے جب یہ دیکھا کہ ابوبکر صدیقؓ نے اس بات کو قبول نہین کیا تو خود حضرت معاذ کے پاس پہنچے - اور یہہ درخواست کی تم اس مال کو داخل بیت المال کردو - حضرت معاذ نے وہی جواب دیا کہ مین یمن مین بھیجا ہی اس لئے گیا تھا - کہ وہان رہ کر تلافی نقصان کرون اب مین ہرگز کچھہ بھی نہ دونگا -

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سنکر خاموش ہو گئے۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد حضرت معاذ آپ سے ملے اور فرمایا کہ بھائی میں آپ کے ارشاد کی تعمیل کرونگا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں پانی کے گرداب میں غوطے کھا رہا ہوں۔ ڈوبنے کے قریب ہوں۔ تم نے مجھ کو اُس سے نجات دلائی ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سارا ماجرا عرض کیا۔ اور جو کچھ کما کر لائے تھے سامنے رکھکر بحلف عرض کیا کہ میں نے کسی چیز کو مخفی نہیں رکھا۔

صدیق اکبرؓ نے حلف کے ساتھ فرمایا کہ میں اس میں سے کچھ نہ لونگا۔ میں اپنی طرف سے تمکو ہبہ کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ موجود تھے۔ فرمایا کہ اب اس کے رکھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نہایت جلیل القدر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ اُن کی فضیلت و منقبت کا اندازہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد یاتی امام العلماء برتوۃ۔

(معاذ بن جبل قیامت کے روز علماء کے آگے رہیں گے۔ اور اونچے مقام پر ہوں گے۔ ایسے جلیل القدر صحابی سے یہ تو ناممکن تھا کہ بیت المال میں کسی قسم کی خیانت ولے احتیاطی کرتے یا رعایا کو ستاکر اپنا خزانہ بھرتے۔ بطور روزینہ کے کچھ لیا تو وہ جائز تھا۔ بیت المال کے مال میں تجارت کر کے نفع حاصل کیا تو باذن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

آپ نے اُن کو یمن بھیجا ہی اس لئے تھا کہ وہاں اُس نقصان کا جبر ہو جائے۔ جو تمام جائداد و اموال کی فروخت سے پہنچ چکا تھا۔ ایسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اول صدیق اکبرؓ سے اور پھر خود حضرت معاذ سے اموال مکسوبہ یمن کو واپس کر دینے کے لئے اصرار کرنا اس بنا پر تو ہو نہیں سکتا۔ کہ اُن کی طرف کسی قسم کی سوءظنی تھی۔ یا اس طریقہ کسب کو نا جائز اور مال مکسوب کو حرام و مشتبہ سمجھتے تھے۔ بلکہ بات تو یہی تھی کہ حضرت معاذ جیسے پاک بے لوث کے لئے آپ اس کو پسند نہ فرماتے تھے۔ اُن کے دل میں ثروت و دولت کی کچھ بھی قدر و منزلت ہو۔ ولایت و قضاء کے معاوضہ میں جو ایک ضروری اسلامی و دینی خدمت تھی۔ سواء کفاف یا قدر گزران اوقات کچھ بھی لیں۔ غرض اُن کے دل کو حب دنیا سے پاک رکھنا اور اس تلوث سے دور کرنا تھا۔ جو ممکن ہے کہ ولایت صوبہ کی جلیل القدر منصب یا تحصیل مال میں ہو گیا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک حضرت معاذ کی طبیعت میں کچھ بھی تعلق یا میلان

اس مال کی طرف رہا۔ آپ کی طرف سے اس کی واپسی پر اصرار رہا اور جس وقت وہ تعلق منقطع ہو کر خود واپس کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ دل سے اس خیال کو دور کر کے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت میں سب کچھ حاضر کر دیا۔ اور آپ نے اس کے قبول سے انکار فرمایا تب حضرت عمرؓ نے بھی یہی فرمایا کہ اب اس کے رکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ کیونکہ اس لئے کہ جو مقصود تھا۔ حاصل ہو گیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ پہلے ان کو رکھنا حرام و ناجائز تھا۔ اب حلال ہو گیا۔

ایک عیسائی کے خیالات دربارۂ اسلام

مسٹر محمد حمید بی۔ اے۔ (شملہ)

ماخوذ از زمیندار مطبوعہ ۱۷-۲۱-و ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۵ء

ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو لیٹنر۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ او۔ ایل نے کتاب ریلیجس سسٹمز آف دی ورلڈ Religious Systems of the world میں ایک مضمون بعنوان دین محمدی لکھا ہے اور متعصب و کم علم اشخاص نے جو جو ناپاک اور سراپا غلط حملے اسلام اور پیغمبر اسلام (صلعم) کے ذات پر کئے ہیں۔ ان کا نہایت خوش اسلوبی سے جواب دیا ہے مضمون کی دلچسپی اس وجہ سے اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے کہ اس کا لکھنے والا ایک زمانہ حال کا یوروپین اور عیسوی مذہب کا پیرو ہے۔ اسلام کی بابت خواہ کتنی ہی واقفیت غیر مسلم افراد حاصل کریں۔ مگر بہت کم ایسے ہونگے جو ہٹ دھرمی اور تعصب کو چھوڑ کر حق بجانب بات کہہ دیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی وجہ زیادہ تر تعصب اور اپنے ہم مذہبوں میں ملحد ٹھیرائے جانے کا خیال ہے۔ مگر صداقت ایسی چیز نہیں کہ دیر تک چھپی رہے۔ باطل کو فروغ ممکن ہے کہ ایک قلیل مدت کے لئے ہو۔ مگر ہمیشہ کے لئے نہیں ہو سکتا۔ اور آخر حق کا بول بالا ہو کر ہی رہتا ہے۔

لقد جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا ط

ڈاکٹر موصوف فرماتے ہیں۔

اکثر دین محمدؐ کی بابت جو کچھ میں نے سیکھا ہے اس کی ابتدا میں نے ۱۸۵۴ء میں قسطنطنیہ کے ایک مسجد کے مکتب میں کی اور قرآن شریف کے چند جز و حفظ کر لئے۔ میں نے ٹرکی ہندوستان اور دیگر اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے رابطہ و اختلاط

بڑھایا اور زبان عربی کا مطالعہ کیا۔ کیونکہ قرآن شریف اور مسلمانون کے دیگر مذہبی کتب عربی ہی مین ہین اور عربی کی واقفیت کے بغیر اسلام اور مسلمانون سے کماحقہ واقفیت پیدا کرنا تقریباً ناممکن ہے مگر زبان عربی کی واقفیت بھی کسی کام نہین آ سکتی اگر ہم کو اسلام اور مسلمانون سے ہمدردی نہو۔ یہ ہمدردی ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جو علم کو علم کا رتبہ دیتی ہے بغیر ہمدردی کے علم استخوان بوسیدہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتا۔ ایسے یورپین سکالرجن کو اہل اسلام اور ان کے مذہب سے ہمدردی نہ تھی بہت سی سخت غلطیون کے مرتکب ہوئے ہین۔

اسلام بیشک بہتر لفظ ہے مگر اسلام مین یہودیت وعیسویت وغیرہ جملہ پیغمبرون کے مذاہب شامل ہو سکتے ہین۔ اس لئے مین نے اس مضمون کا عنوان دین محمدی رکھا ہے۔

دین اسلام سب پیغمبرون کا دین رہا ہے۔ اس لحاظ سے یہودی اور عیسائی بھی مسلم ہین حضرت محمد صاحب (صلعم) نے کوئی نیا دین نہین نکالا۔ بلکہ وہی خدائی دین لائے۔ جو حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ لائے تھے۔ مگر چونکہ یہود ونصاریٰ اپنے اپنے دین سے منحرف ہو چکے تھے۔ اور اپنے اصلی مذہب کو کھو بیٹھے تھے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ایک مصلح آئے اور دین حق کی تکمیل کرے ہر سہ پیغمبرون کی تعلیم بلحاظ خدا کو ایک ماننے اور اس کو ہر وقت اور ہر جگہ حاضر ناظر جاننے کے یکسان ہی تھی۔ اور ایک وقت تھا کہ یہودی اور عیسائی بھی اپنے آپ کو مسلم کہہ سکتے تھے۔ مگر جب انہون نے خدا کا پچھے مذہب سے انحراف کیا تو ضرورت پڑی کہ ایک نبی آخری دفعہ دین اللہ کی تکمیل کے لئے بھیجا جائے۔ حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کی طرف سے آئے اور دین خدا کی تکمیل کر گئے۔

اکثر کہا جاتا ہے کہ قرآن پاک رسول مقبول کا تصنیف کردہ ہے اور اس مین جو کچھ ہے وہ سب توریت اور انجیل وغیرہ سے لیا گیا ہے۔ مگر میرا ایمان ہے کہ اگر دنیا مین الہام کوئی چیز ہے اور الہام کا وجود ممکن ہے۔ تو قرآن شریف ضرور الہامی کتاب ہے۔ اگر پہلے درجہ کا ایثار نفس۔ نیک نیتی اپنے مشن (مقصد) کے تکمیل کے خیال سے باوجود ہزارہا تکالیف کے باز نہ رہنا۔ سوسائٹی کی غلطیون کو فوراً معلوم کرنا اور ان کے اصلاح نہایت دانشمندانہ تدبیر سوچنا اور ان تدابیر کو عملی جامہ پہنانا۔ اگر یہ سب باتین ہی رسالت کے ظاہری اور بیرونی نشانیان ہین۔ تو مین نہایت عاجزی سے اس بات کا اقرار کرنے پہ مجبور ہون کہ حضرت محمد صاحب

(صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی تھے اور اُن پر وحی نازل ہوتی تھی۔
حضرت محمد صاحب (صلعم) نے صاف صاف فرمایا کہ دین اسلام وہی دین ہے جو حضرت ابراہیم لائے تھے۔ آن حضرت کے پاک دل مین خلق خدا کی بہبودی کا خیال جوش زن تھا۔ اس لئے یہ کہنا کہ اسلام صرف ملک عرب ہی کے لئے بھیجا گیا تھا۔ سخت غلطی ہے۔
اسلام جیسا کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے تمام دنیا کے لئے آیا ہے اور اس کی بدولت لکھوکھا وحشی اور غیر مہذب انسان تہذیب و تمدن کے اعلیٰ پایہ پر پہنچے ہین۔ اسلام کے بغیر یہ لکھوکھا تو مسلم کبھی اسلامی برادری مین داخل نہ ہو سکتے۔ جو اسلام کا خاص امتیازی نشان ہے۔
عیسائیون نے حضرت رسول مقبول پر نہایت ہی نامعقول اور ناپاک حملے کئے ہین۔ اور وہ سب کے سب بے بنیاد اور کم علمی کا نتیجہ ہین۔
ہر ایک مسلمان اپنے دین کا نمونہ ہے۔ ہر ایک قابل شخص کو آزادی حاصل ہے کہ دینی معاملات مین اپنی راے دے اور یہ صرف اس لئے کہ وہ مسلم ہے۔
مسلمان اپنے علماء کے اس قدر محتاج نہین ہین۔ جتنے کہ عیسائی۔ عیسائی بغیر کسی پادری کے عبادت نہین کر سکتے مگر برخلاف اس کے مسلمان بغیر کسی عالم یا مولوی کے توسل کے اپنے خدائے واحد کی عبادت کر سکتے ہین اور یہ بھی نہین کہ وہ مسجد کے بغیر نماز ہی نہ پڑھ سکین بلکہ نماز کے وقت وہ جس جگہ ہون وہین اس فرض کو ادا کر لین۔
مسلم واعظ یا عالم جو کام چاہین کر سکتے ہین قدماء مین سے بعض چند عالم کفش دوزی کا کام کرتے تھے۔ مسلمانون کے ہان کوئی پوپ وغیرہ نہین۔
قرآن شریف مین ایک جگہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملامت کی گئی ہے کہ کیون ایک غریب اندھے سے منہ موڑا اور اس کی دل شکنی کی۔ اگر جیسا کہ عیسائی کہتے ہین۔ پیغمبر اسلام (صلعم) سچے نبی نہ ہوتے اور قرآن شریف اُن کا خود تصنیف کردہ ہوتا تو کیا اس سرزنش کو قرآن مین رہنے دیتے؟ ہرگز نہین۔
مسلمان کی ظاہری علامتین نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا اور کلمہ شہادت کا بصدق دل پڑھنا ہے۔ ان تمام اعمال کا تفصیلی ذکر مختلف مذہبی کتب مین موجود ہے۔ اور جملہ ضروری باتین ان کتابون کے مطالعہ سے بلکہ بقول شیخ الاسلام ہر ایک مسلمان سے سیکھی جا سکتی ہین۔ کیا کوئی عیسائی پادری بھی کہہ سکتا ہے کہ جملہ مسائل دینی ہر ایک عیسائی کو

معلوم ہین

اسلام نے نماز سے پہلے وضو کرنا فرض رکھا ہے جس سے مقصود صفائی ظاہری و باطنی ہے

زکوٰۃ کو اسلام نے بجا طور پہ مالی عبادت کہا ہے ہر شخص کو اپنے مال و جائداد مین سے چالیسوان حصہ یعنی ڈھائی فیصدی - غربا - مساکین و مستحقین کو دینا لازمی ہے - جب یہ رقم خزانہ شاہی مین داخل ہوتی ہے - تو منجملہ دیگر نیک کامون کے اس سے غلامون کو آزاد کرایا جاتا ہے - اگرچہ اسلام کو غلامی کا ملزم قرار دینے اور اس کی بنیاد کو مستحکم کرنے والا کہا جاتا ہے - لیکن حق یہ ہے کہ غلامی کی آزادی اور ان کی حالت کی بہتری کا دنیا مین سب سے پہلے اسلام نے ہی بیڑا اٹھایا اور ایسا قانون بنایا جس سے آخر کار یہ رسم بالکل نیست و نابود ہو گئی - اسلام نے جو حقوق غلام کو دئے کسی قوم یا مذہب نے نہ دئے تھے -

زکوٰۃ دینے والے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مال اس نے جائز طریقہ سے حاصل کیا ہو - چوری - ڈاکہ - یا کسی دیگر ناجائز طریق سے مال جمع کرکے اس مین سے زکوٰۃ دینا ہرگز جائز نہین - زیادہ خوش اعتقاد اور نکوکار آدمیون کے لئے بہت سے زیادہ زکوٰۃ دینے کی بھی اجازت ہے اور اس کار خیر کی جزا ان کو خدا کے ہان سے ملے گی -

حج کعبہ ایک بڑی اہمیت رکھتا ہے - دنیا کے ہر ایک حصہ سے مسلمان وہان جمع ہوتے ہین - یہ اجتماع اتحاد اسلامی کو از سر نو تازہ اور استوار کرنے والا پیمان ہے - اور دنیائے اسلام کا ایک ایسا جامع اور حقیقی معبد ہے کہ اب تک عیسائیت کو نصیب نہین ہوا - مزید بران حج ہی ایک ایسی چیز ہے - جسکی وجہ سے عربی تہذیب و تمدن کو وسعت ہوئی اور ہوتی ہے - زبان عربی ایک طرح سے نہ صرف مذہب اسلام کی کلید ہے - بلکہ مسلمانون کے قلوب کی کنجی بھی ہے - دنیائے اسلام کے ہر گوشہ مین کوئی عربی لفظ ہر مسلمان تک پہنچ سکتا ہے اور زبان عربی کا وجود مسلمانون کے پاس تمدن کی وہ مشترکہ ملکیت ہے - جو آج تک دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہین ہوئی -

روزہ ایک طرح سے ضبط کی تعلیم ہے - مگر اس سے جسمانی صحت پر نہایت عمدہ اثر پڑتا ہے اور اس کا فرض کیا جانا پر از حکمت ہے - ظاہری و باطنی صفائی کے فرائض (نماز - وضو - روزہ وغیرہ) بالکل معقول ہین - اور ان کی ادائیگی کے ساتھ حکمت کے

لحاظ سے صحت بدنی کی ضروریات بھی پوری ہوتی جاتی ہین۔

اسلام نے جو قواعد شراب۔ خنزیر۔ اور خلاف شرع ذبیحہ وغیرہ سے پرہیز کرنے کے متعلق رکھے ہین۔ ان کی نسبت بلاریب و بآسانی کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ قواعد عمل پیرا ہونیوالون کو محض تکلیف دینے کی خاطر نہین بنائے گئے۔ بلکہ ان سے جسم اور روح کی ترقی اور صفائی مدنظر ہے۔

مسلمانون کی سوسائٹی کو دیکھئے۔ امیر و غریب مین کوئی فرق امتیازی نظر نہین آتا۔ دونون دوش بدوش نماز پڑھتے ہین اور ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھاتے ہین۔ ایک مسلم کا غلام نہ صرف گھر کا ایک ممبر ہے۔ بلکہ اس کے لئے گورنمنٹ اور سوسائٹی مین اعلیٰ پوزیشن پر پہنچنے کے لئے بہ نسبت ایک غریب عیسائی کے بہت مواقع ہین۔ ملازمین کو بھی کھانا ملتا ہے جو مالک کھاتا ہے۔ جو شخص کھانے کا محتاج ہے اسے کھانا ہر جگہہ مل جاتا ہے اور خیرات قانون الفقرا کے توسل سے نہین۔ بلکہ براہ راست کی جاتی ہے۔ اسلامی نقطہ خیال سے خیرات کرنیوالا اس شخص کے زیر احسان ہے۔ جس نے اس کی خیرات کو قبول کیا اور اس طرح اسے نیاضی کے نیک جذبات کو پورا کرنے کا موقع دیا۔ اگرچہ خیرات و فیاضی عیسائیت نے بھی بہت سکھائی ہے لیکن اگر مین نے کبھی کوئی اعلیٰ درجہ کا عیسائی (شاید نیک دل شخص سے مراد ہے) اپنی عمر مین دیکھا ہے تو یا وہ مسلمان تھا۔ جسنے حضرت عیسیٰؑ کی بحیثیت پیغمبر عزت کی۔ یا وہ یہودی جیسنے اسپنے لوٹنے والے عیسائیون کی حالت بیماری مین تیمارداری کی۔

مسجد مین تمام مسلمان برابر ہین۔ عیسائی گرجون کی طرح ان مین خاص نشستین نہین ہوتین۔ امام یا اگر امام موجود نہ ہو تو کوئی اور مسلمان آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھا سکتا ہے۔ اور جب مسلمان امام کے آواز پر بطریق مقررہ نماز مین ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہین تو معلوم ہوتا ہی کہ اصل عبادت بیشک اسی کا نام ہے کہ کامل خاموشی طاری ہے اور کسی قسم کی بے قاعدگی کا نام و نشان نہو۔

اکثر معترضین قواعد و قوانین کے الفاظ کی طرف زیادہ غور کرتے ہین اور ان کے اصلی مطلب کو سمجھنے کی کوشش نہین کرتے۔ اس لفظی پوجا سے بہت سے بڑے بڑے نتایج پیدا ہوئے ہین۔ اگرچہ سخاوت ایک اعلیٰ درجہ کی صفت اور سب سے افضل نیکی ہے مگر خیراتی چندہ کے جمع اور تقسیم کرنے مین جن جن مقررہ طریقون اور قانونی رسوم کو ادا کرنا ہوتا ہے

ان سے اس کی فضیلت اور شان بالکل گھٹ جاتی ہے - ہم اس بات کا لحاظ نہین رکھتے کہ قوانین لوگون کی رہنمائی کے لئے بنائے جاتے ہین -

آج یورپ مین نہلسٹ (راباچیین) اور اشتراکیین کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اگر یورپین سوسائٹی کی بنا اسلام پر رکھی جائے - کیونکہ اسلام لوگون کو غیر قانع اور ہر موجود چیز سے ناخوش رہنے والا نہین بناتا - جو یورپ کی تہذیب وتمدن کا خاصہ اور مطمح نظر ہے -

نکاح ایک مذہبی کام اور سنت رسول ہے - نکاح کے وقت دو گواہون کا ہونا ضروری ہے خاوند اپنی منکوحہ کو مجبور نہین کرسکتا کہ وہ اس کے ساتھ غیر ممالک کو جائے - مگر اس حالت مین بھی خاوند پر فرض ہے کہ نان ونفقہ اس کو دیتا رہے - عورت اور خاوند مین اگر کوئی تنازع ہو تو حکم مقرر ہوتے ہین - اور اگر دونون کے نباہ کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو طلاق کی اجازت مل جاتی ہے - ہر عاقل آدمی اس بات کو مانے گا کہ اسلام نے جو قانون نکاح اور طلاق کے متعلق رکھے ہین - اس پر عیسائیون نے جتنے اعتراض کئے وہ سب کے سب بیجا اور کم علمی کا نتیجہ ہین -

یہ کہنا کہ اسلام نے مرد کو عام اجازت دی ہے کہ جتنی بیویان چاہے نکاح مین لے آئے اور جسے چاہے طلاق دیدے - صریح بہتان ہے - طلاق سوائے خاص خاص صورتون کے اور وہ بھی بغیر حکم کے فیصلہ کے نہین دی جا سکتی -

نکاح کے وقت مہر کا مقرر ہونا ضروری ہے اور اکثر عورتین مہر کی مقدار خاوند کی استطاعت سے بہت زیادہ مقرر کرتی ہین کہ نہ مرد اس رقم کو ادا کر سکے گا - اور نہ طلاق - کیونکہ طلاق کے وقت مہر کا ادا کرنا لازمی ہے - مجھے نہایت رنج وافسوس سے اس بات کا اقرار کرنا پڑتا ہے - کہ باوجودیکہ مسلمانون کو طلاق دینے کی اجازت ہے - مین نے طلاق کے واقعات عیسائیون مین بہ نسبت مسلمانون کے زیادہ دیکھے ہین - مجھے اس بات کے کہنے مین بھی تامل نہ ہونا چاہیئے - کہ قریبی رشتہ دارون - بوڑھون - عالمون اور اجنبیون کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور حیوانات پر رحم کرنے مین اکثر مسلمان نام نہاد عیسائیون کے لئے نمونہ تہذیب ہین کثرت ازدواج پر عیسائیون نے جو اعتراض کئے ہین وہ بالکل بیجا ہین - کیونکہ اگرچہ اس سے زیادتی تعداد نسوان کا انتظام ہوجاتا ہے اور بدکاری اور اس کے متعلقہ بیماریون سے آدمی محفوظ رہتا ہے - تاہم یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اکثر مسلمان ایک ہی بیوی رکھتے ہین -

جسکی وجہ سوائے اسلامی تعلیم کے اور کوئی نہین ہوسکتی۔ آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک ایسی قوم مین آئے تھے کہ جن کے ہان لڑکی کا ہونا قسمت کی برگشتگی کا مترادف سمجھا جاتا تھا۔ اور جہان لڑکیان لبا اوقات زندہ گاڑ دی جاتی تھین بیویون کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ اور جب کوئی مرد مرجاتا تو اس کی بیویان دیگر جائداد کی طرح اس کے وارث آپس مین تقسیم کر لیتے تھے۔ اس غیر محدود تعداد ازدواج کو پیغمبر اسلام (صلعم) نے روکا اور خدا کا یہہ حکم سُنایا۔ کہ ایک مرد زیادہ سے زیادہ چار بیویان نکاح مین رکھہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ ہر ایک سے یکسان محبت و انصاف کرسکے۔ اب اگر عملی طور پر ایسا کر کے دیکھا جاے تو معلوم ہو جائیگا کہ کوئی شخص دو یا دو سے زیادہ بیویون کے ساتھہ یکسان محبت اور یکسان انصاف نہین کرسکتا۔ پس معلوم ہوا کہ قانون اسلام کا اصلی مطلب صرف ایک ہی شادی کی رسم قایم کرنا تھا۔

اسلام نے عورت کو ملکیت کی ذیل سے نکال کر مالک بنا دیا اور خاوند کے مرنے کے بعد اس کی پہلی قانونی وارثہ اس کی بیوی ہی قرار دی گئی۔

حضرت صاحب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایک الزام یہہ لگا یا گیا ہے کہ انہون نے خود متعدد شادیان کر کے (نعوذ باللہ) عیاشی کو جائز قرار دیا۔ آؤ اس بیان کی تحقیق کرین۔ خوش قسمتی سے ہم کسی فرضی قصے کہانی کے ہیرو پر بحث نہین کر رہے۔ بلکہ ایک ایسے تاریخی شخص کی زندگی پر نکتہ چینی کر رہے ہین۔ جس کا ہر قول و فعل مجموعہ احادیث مین درج ہے۔ جن کو مسلمانون نے ضابطۂ قانون اسلام کی حیثیت سے قرآن شریف سے صرف دوسرے درجے پر رکھا ہے۔ ان کے جمع کرنے مین سخت ترین احتیاط و نکتہ چینی سے کام لیا ہے۔ اور ان کی صداقت پرکھنے کے لئے سخت سے سخت قواعد مقرر کئے ہین۔ اور جب تک کسی حدیث کا راوی رسُول پاک کا کوئی معتبر صحابی نہ ہو۔ اسے قابل تسلیم و تعمیل نہین سمجھا جاتا۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جاے تو ہمارے حضرت عیسٰی کے اقوال و افعال ایسے محققانہ طور پر قلم بند نہین کئے گئے۔ اچھا تو اب بتلائیے کہ آن حضرت (صلعم) کو عیاش ثابت کرنے کے لئے آپ کے پاس کسی صحیح یا ضعیف یا مشکوک روایت کی سند ہے؟ اگر بفرض محال ایسی کوئی روایت موجود بھی ہے تو مین بلا تامل کہہ سکتا ہون کہ اس روایت کی جب پوری طرح تحقیق کی جائے گی تو بالکل بے بنیاد اور غلط ثابت ہوگی۔ برعکس اس کے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) ہر تعریف کے مستحق ہین۔ کہ انہون نے ایسے لوگون مین رہ کر اپنی عفت کے دامن کو

عیاشی کے بدنام دھبہ سے بچائے رکھا۔ جو اس نیک طریق کے مطلقاً پابند نہ تھے۔ جاہل اور عیاش عربون مین انہون نے اپنی زندگی کے پچیس سال بڑے درجے کی پرہیزگاری اور اتقاء مین بسر کئے اور آخرش جب ۲۵ سال کی عمر مین آپ نے شادی کی تو کسی نوجوان حسینہ سے نہین بلکہ ایک چالیس سالہ بیوہ سے اور اس لئے کہ وہ ان کی محسنہ اور ان کی نبوت پر پہلی ایمان لانیوالی عورت تھی۔ جب تک وہ زندہ رہی آپ اس کے ساتھ وفادار رہے۔ اور اس کی وفات کے بعد بھی تمام عمر اس کی تعریف کی۔ حضرت خدیجہؓ کے وصال کے کئی سال بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک روز آنحضرت (صلعم) سے پوچھا کہ کیا مین حضرت خدیجہؓ جیسی نہین ہون۔ تو آپ نے فرمایا نہین۔ تم ہرگز ویسی نہین ہو۔ کیونکہ وہ مجھپہ ایمان لائی اور میری مصیبت اور کس مپرسی کی حالت مین میری مددگار رہی جبکہ کوئی اور مجھپہ ایمان لانے والا تھا نہ مددگا۔

یہہ سچ ہے کہ پچپن ۵۵ سال کی عمر کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے متعدد شادیان کین۔ مگر کیا جس شخص نے اس عمر تک اس قدر ضبط اور نفس کشی کا ثبوت دیا ہو۔ اس کی نسبت یہ خیال کرنا مناسب ہو گا کہ عیسائیون نے ان شادیون کے جو وجوہ دئے ہین۔ اور جو نتائج ان سے نکالے ہین۔ ان کے برعکس کچھ اور ہی وجوہات ہون گے۔ جنہون نے آنحضرت (صلعم) کو ان شادیون پر مجبور کیا وہ وجوہات کیا ہو سکتے ہین؟۔

میرا ایمان ہے کہ بڑھاپے مین ان شادیون سے آنحضرت (صلعم) کا مطلب صرف اپنے مظلوم و مقتول صحابیون کی بیوگان کی سرپرستی کرنا اور ان کی عصمت کو بچانا تھا۔ آپ کے معتقدین کی تعداد قلیل تھی اور مخالفون کا زور تھا۔ مسلمانون پر طرح طرح کے مظالم توڑے جاتے تھے۔ یہان تک کہ بعض اوقات انہین کھانا بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بہت سے صحابی ابی سینیا کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے پاس جا کر پناہ گزین ہوئے۔ ایک عرصہ تک وہ ابی سینیا مین نجاشی کی پناہ مین رہے۔ بعض نے وہین داعی اجل کو لبیک کہا۔ ایسے مظلوم۔ پردیسی ساتھیون کی بیوگان کو حضرت صاحب (صلعم) اپنے نکاح مین لے آئے۔ تاکہ ان کی جانین اور عزتین تلف نہ ہون پس یہ خیال کہ آنحضرت (صلعم) نے یہہ شادیان کسی نامناسب ارادے سے کین۔ محض بے بنیاد ہے۔ خصوصاً جب ہم اس بات کو مدنظر رکھین کہ آنحضرت (صلعم) اپنی

جوانی کے عالم مین پرہیزگاری کا کافی ثبوت دے چکے تھے۔
آن حضرت (صلعم) کے حضرت زینبؓ کے ساتھ شادی کرنے کے متعلق بھی غلط فہمیان ہوئی ہین۔ کیونکہ حضرت زینب ان کے آزاد کردہ غلام اور متبنّٰی زید کی مطلقہ بیوی تہین جاہل عربون کے ہان متبنّٰی کی مطلقہ عورت سے شادی کرنا ناجائز سمجہا جاتا تہا۔ حالانکہ وہ اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویون سے شادی کرلینا جائز سمجہتے تھے۔
آن حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیہودہ رسم کو یہ کہکر توڑا کہ حقیقی بیٹا اور متبنّٰی یکسان نہین ہین۔ اور اس لئے متبنّٰی کی مطلقہ سے شادی کرنا ناجائز نہین پس جو کچہہ آپ نے کیا وہ اس قانون الٰہی کی تصدیق وشہادت کی غرض سے تہا۔ نہ اس لئے کہ آپ کو ایک اور شادی کی ضرورت تہی۔ قرآن شریف مین جو آیت اس بارہ مین آئی ہے اس کا معترضین نے غلط مطلب سمجہکر اسے فعل ناجائز قرار دینے والا حکم کہا ہے۔ مگر جو کچہہ معترضین نے سمجہا وہ غلط سمجہا ہے۔
ان غلط فہمیون کی وجہ ایک حد تک یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اکثر لوگ کسی مذہب کے مخالف یا معترض کی تصانیف کو پڑہ کر یہہ سمجہہ لیتے ہین۔ کہ معترض نے جو کچہہ کہا ہے وہ بالکل ٹہیک ہے اور اس مذہب کی اصلی مذہبی کتب کا مطالعہ نہین کرتے۔
تجرد کی رسم مسلمانون مین تقریباً معدوم ہے۔ شاذ ونادر ہی کوئی ایسی عورت ہوگی۔ جو شادی کی عمر کو پہنچ گئی ہو۔ اور اس کی شادی نہ ہوئی ہو۔
زنا کی سزا مرد وعورت دونون کے لئے یکسان ہے۔ زانی وزانیہ کے لئے حکم ہے کہ ہر ایک کو علانیہ سَو دُرّے لگائے جائین۔
اسلام نے لونڈیون کا رکھنا جائز قرار دیا ہے اور اس لئے ان کی اولاد کے حقوق بھی منکوحہ عورتون کی اولاد کے حقوق کے برابر رکھے ہین۔
مسلمانون کے ہان شراب خانے وقمار خانے وغیرہ مطلقاً نہین ہین اور نہ ان کو طوائف بازی (علانیہ حرام کاری) کے لئے کسی قانون بنانے کی ضرورت کبھی محسوس ہوئی (کیونکہ زنا حرام ہے) اس کی علانیہ اجازت کیسے ہوسکتی ہے۔؟
اگر ان کی روزانہ عام گفتگو سنی جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ بہت سے یورپینون کی نسبت وہ عام طور پر زیادہ شائستہ اور مہذب ہوتے ہین۔ مین نے سکولون اور کالجون کے

نوجوان مسلمان لڑکے دیکھے ہین - ان کی روش - ان کی گفتگو عیسائی نوجوانون کی گفتگو وغیرہ سے بدرجہا زیادہ مہذب ہوتی ہے - بلکہ اگر سچ پوچھا جائے تو اکثر عیسائیون کی گفتگو وغیرہ اس قسم کی ہوتی ہے کہ اگر وہ کسی اسلامی ملک مین ہوتے تو سخت سزا کے مستحق ٹھیرتے

ایک مزوجہ مسلمہ زمانہ حال کی عیسائی مزوجہ عورت سے بدرجہا بہتر ہے - اول الذکر شہادت یا گواہی دے سکتی ہے اگرچہ جمہوری فرانس نے آج تک یہ حق عورت کو عطا نہین کیا -

اسلام پر ہر قوم اور ہر ملک بغیر کسی قسم کی تکلیف کے کاربند ہو سکتے ہین - قرآن شریف کے احکام کے سمجھنے مین جلدی نہ کرنی چاہیئے - کیونکہ اس سے اکثر سخت غلطیان وقوع مین آتی ہین - مثال کے طور پر لیجیے - قولہ تعالیٰ واقتلوا الکافرین یعنی کافرون کو قتل کرو - یہہ ایک قرآنی حکم ہے مگر دوسری جگہ صاف لکھا ہے کہ اگر وہ تم کو قتل کرین تو تم ان کو قتل کرو - اگر وہ تم سے لڑین - تو تم ان سے لڑو - پس جو شخص صرف پہلی ہی آیت کو دیکھکر یہہ کہے کہ اسلام کشت وخون کی تعلیم دیتا ہے - سخت غلطی کا مرتکب ہوگا - جہاد ایک جوابی لڑائی ہے - جو اپنے بچاؤ کی خاطر ان لوگون کے خلاف کی جاتی ہے - جو مسلمانون کو صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے اذیت دیتے ہین -

مذہبی آزادی مسلمانون کے ملک مین بہ نسبت عیسائیون کے بہت زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے یونانی - ارمنی اور یہودی - اسلامی سلطنتون کے ماتحت بود وباش رکھتے ہین - اسلامی سلطنتون سے یورپ کو رحمدلی مذہبی آزادی اور بردباری کے سبق حاصل کرنے چاہئین سورہ حج مین قرآن پاک نے صاف فرمایا ہے کہ جہاد کا مطلب صرف مساجد اور ان معابد کا بچانا اور ان کی حفاظت کرنا ہے - جن مین خدا کی عبادت ہوتی ہے - مجھے بہت سے ایسے مسلمانون کا علم ہے - جنہون نے گرجاؤن وغیرہ کے لئے چندے دئے - کیا کوئی عیسائی کہہ سکتا ہے کہ اس نے کبھی مساجد کے لئے چندہ دیا - ! حالانکہ ان مساجد مین سچے خدا کا نام لیا جاتا ہے -

کہا جاتا ہے - کہ مسلمانون نے عیسائیون پر بہت ظلم کئے ہین - مگر یہہ کہتے وقت اس بات کا مطلق خیال نہین کیا جاتا کہ عیسائیون نے بعض موقعون پر کسی بیدردی سے مسلمانون کا قتل عام کیا ہے - جب حضرت عمرؓ نے یروشلم کے فتح ہونے سے پہلے قسم کھائی کہ شہر کو فتح کر کے اس کے تمام محافظین کو تہ تیغ کر دیا جاویگا - تو شہر کے فتح ہونے کے بعد آپ اس قسم کے

پورا کرنے سے باز رہے اور فرمایا۔ کہ مجھپر جو گناہ بھی ہو۔ مین اپنی قسم کو توڑ دون گا۔ مگر یہ نہین ہو سکتا۔ کہ مخلوق خدا کے ایک متنفس کا بھی خون بہایا جاوے۔

آخیر مین مین یہہ کہنے سے باز نہین رہ سکتا۔ کہ اسلام یہودیت۔ اور عیسائیت دراصل ایک ہی سرچشمہ کے بہترین ہین۔ اور میری خواہش ہے کہ وہ دن خدا جلد لائے۔ کہ عیسائی حضرت محمدؐ صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت کرنے سے حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی عزت کر سکین۔

عیسائیت اور اسلام بعض باتون مین مشترک ہین اور وہ شخص دراصل ایک اچھا عیسائی ہے جو حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور ان کی صداقتون کی دل سے عزت کرتا ہے

عید کی غرض

ماخوذ از زمیندار ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۵ء

دنیا کے جملہ مذاہب کے شعار مین کوئی نہ کوئی غرض مستتر ہوتی ہے۔ مگر ایک اسلام ہی ہے جس مین کہ دین و دنیا دونون کی خاطر ہر ایک شعار اسلام مین ما بہ الامتیاز خصوصیات رکھی گئی ہین۔

نماز پنجگانہ سے یہ عبادت مقصود ہے کہ اتحاد قومی ہو اور خداوند تعالیٰ کی یاد سے تزکیہ نفس ہوتا رہے۔

روزہ سے تقویٰ اور مفلسون کے ساتھ غم خوری مقصود ہے۔ زکوٰۃ سے بھی غربا کی اعانت اور امرا کی حرص کا کم کرنا مطلوب ہے۔

عید الاضحیٰ جو حج کی تکمیل کا عنوان ہے۔ دونون قسم یعنی دنیوی و دینی مصالح اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ عید کی دینی مصلحت یہ ہے کہ ہم سال بھر مین ایک دفعہ یکجا ہو کر مذہبی جذبات کا اندازہ لگا سکین۔ اگر اصلی حالت پر قایم ہو تو سمجھ لین گے کہ مذہب زندہ ہے اور اگر بجھ رہا ہے تو قیاس ہو سکے گا کہ مذہب چراغ سحری کی طرح ٹمٹما رہا ہے۔ اگر بندگان خدا اسلام شعار اسلامی سے بے بہرہ ہو گئے ہین۔ تو اس مجمع عام مین خطیب کو اور نیز جملہ مومنین راسخین کو معلوم ہو سکے گا کہ نخل اسلام آبیاری کا طالب ہے۔ یا اس کے بار و برگ ابتک ہرے بھرے ہین۔

اگر عید مذہبی رنگت مین نمایان ہو تو ایک گونہ شبیہ اسلام ہے ورنہ تعیش کی ایکسا لہر ہے

جو آئے دن مسلمانون مین وارد ہو کر تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

دنیوی خصائص کو بھی شعار اسلام مین گہرا تعلق ہے۔ ہر ایک قوم اپنی افراد و اجماع کے عزت کی نمایش کی نظرۃً خواہان ہوتی ہے۔ اسلام نے سال بھر مین دو عیدین اس غرض سے تجویز فرمائین کہ مسلمانون کا اتحاد۔ ان کی یگانگت۔ ان کے اسلام کی سچی تصویر غیر مسلمون کے سامنے پیش ہو کر ایک گونہ تبلیغ اسلام کا کام سر انجام پاتا رہے۔ یہ بھی واضح ہوتا رہے کہ اسلام جسکی اشاعت و خبر گیری کرنے کے لئے کوئی ظاہری سیدنہین ہے۔ باوجود ایسی رکاوٹون کے اپنی صداقت کی مشعل ہاتھ مین لئے ہوئے دنیا مین زندہ موجود ہے۔

دنیوی سوسائٹیان۔ انجمنین اور کانفرنسین جو آئے دن اہل مغز کی حسن سعی کا نتیجہ ہو کر قائم ہوتی رہتی ہین۔ وہ سب فانی ہوتی ہین۔ لیکن بانیٔ اسلام خود خدائی قدوس ہے۔ جس کی بنائی ہوئی اسلامی انجمن کو کسی دیگر سرپرست کی ضرورت نہین ہے۔ بوجہ اس کی صداقت کے اس کا سالانہ اجلاس خواہ مخواہ مقررہ ایام مین ہو جاتا ہے۔ اور علاوہ اس کے اس اجلاس سے ایک یہ بھی فائدہ متصور ہے کہ اگر دینی یا دنیوی مصالح کے لئے کسی تجویز کی ضرورت پیش آئے تو اس جلسہ مین پیش ہو کر کثرت رائے سے اس کا فیصلہ ہو جایا کرے اور دین کامل اپنے پورے کمال سے دنیا مین قائم رہے۔

اگر عید شعائر اسلام کا نمونہ ہے اور منشا سے آیۃ کریمہ دین کی تکمیل کا اظہار کرتی ہو۔ مذہبی روح کو زندہ کرتی ہے۔ عہد محبت کی۔ تجدید کرتی ہے۔ کارنامہ اعمال دینی کو دنیا کے سامنے بطور نمونہ پیش کرتی ہے۔ خدا کی یاد کو تازہ کرتی ہے۔ تمام دنیا کے مسلمانون کو اتفاق۔ یگانگت۔ اتحاد کا سبق دیتی ہے اور اُمت مرحومہ کے ہر فرد کو ایک نظام مین مربوط کرتی ہے اور اخلاق اسلامی کی پوری شبیہ ہے کہ تنبیہات کا فوٹو۔ تو بے شبہ وہ عید اسلامی ہے۔ ورنہ محض نمایش ہے اسراف ہے اور ایک کھیل کا دن ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

محمد لطیف منشی فاضل مختار عدالت۔

ظالم پودے

ماخوذ از اودھ اخبار سنہ ۱۹۱۵ء

مسٹر ایل۔ ایس۔ بیسٹن صاحب لکھتے ہین۔

کئی پودے کیڑون اور جانورون کو شدید صدمے، پہنچاتے ہین۔ اور پودے محض اپنی ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے کیڑون کا مجبوراً شکار کرتے ہین۔

ڈارلنگ ٹونیا نامی پودا عموماً پردار کیڑون کو پکڑتا ہے۔ اس کی ڈالیون کے سرے پر پتے ہوتے ہین۔ جن سے کہ شہد جیسا لعاب نکلتا ہے اور میٹھاس کیڑون کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔ اور پتون کے نچلی طرف خلا واقع ہونے پر یہ کیڑے خوب پھنس جاتے ہین۔ اس ٹوپی کے اوپر کے سرے پر شفاف ریشون سے کئی ایک کھڑکیان بنجاتی ہین۔ جب کوئی مکھی باہر نکلنا چاہتی ہے تو وہ قدرتی طور پر ان کھڑکیون سے آنیوالی روشن شعاعون کی طرف دوڑ پڑتی ہین اور باہر نکلنے کی سرگرم کشمکش سے مکھی اپنی ہلاکت کا موجب بنتی ہے۔

جیوم نامی پھول مین اس سے بھی عجیب مثال ملتی ہے۔ اس پھول مین چھوٹے چھوٹے کانٹے ہوتے ہین۔ مکھیون کی ٹانگیں ان کانٹون مین پکڑ جاتی ہین ان کا چھٹکارا تو کسی طرح ہو ہی نہین سکتا۔ لہٰذا ان کی موت بُری طرح سے واقع ہوتی ہے۔

(وحشت انگیز کانٹے)

جنوبی امریکہ مین ایک پھل بنام مارٹینا ہوتا ہے جو بڑے غضب کے کانٹون سے مسلح ہوتا ہے۔ کئی پھلون کے کانٹے پانچ پانچ چھ چھ انچ لمبے ہوتے ہین اور لطف یہ کہ وہ سب سیدھے نہین بلکہ ٹیڑھے اور خمدار ہوتے ہین۔ کہین اُڑتا پھرتا جانور اس کی زد مین آگیا تو بس بیچارے کی بوٹی بوٹی چھلنی ہوگئی اور یہی کہا جاتا ہے کہ بعض اوقات بیل بھی ان کانٹون سے بڑی اضطرابی کی حالت مین پریشان ہو جاتے ہین

(صرف پھل سے شیر کی ہلاکت)

جنوبی افریقہ کا ایک پھل بنام ہیگو فیٹن چھوٹا سا پودا ہے۔ جسمین بہت بڑے بڑے پھل ہوتے ہیں اور پھلون مین۔ بڑے مضبوط کانٹون کی جھالری ہوتی ہے۔ جب کوئی بھیڑ بکری یا ہرن گھومتا ہوا اس پودے کے اوپر سے گزرتا ہے۔ یہہ جانور کے پیر کے پٹھون مین کھب جاتے ہین۔ بیچارہ جانور ادہر ادہر لنگڑاتا ہوا پھرتا ہے اور اسی حالت مین ہفتے گزر جاتے ہین۔

ایک ہرن کے پانوٗن مین یہ کانٹے پیوستہ تھے اور کسی شیر نے اس پر حملہ کیا۔ جب شیر نے اس کا گوشت کھانا شروع کیا تو خمدار کانٹے اس کے منہ مین آگئے۔ جبڑون مین کانٹون کا پہونچنا ہی تھا کہ انھون نے منہ کے سب حصون کو خوب دبوچ لیا۔ درد اور تکلیف کے باعث شیر اپنا منہ بھی بند نہین کرسکتا تھا اس طور پر جانورون کا بادشاہ گزر جاتا ہے۔

رسوم مین عجیب اختلافات

ماخوذ از ظل السلطان بھوپال بابت اکتوبر ۱۹۱۵ء

غلط فہمی باہمی حقارت اور نفرت دنیا سے اُس وقت اُٹھ جائیگی۔ جب ہم فرداً فرداً یا ہماری قومین اس بات کا احساس پیدا کرلین گی کہ دنیا کے تمام مراسم اور تمام قواعد قوانین تہذیب جو ہماری نظرون مین عجیب وغریب معلوم ہوتے ہین۔ کسی ملک اور کسی قوم مین اس کی ضروریات یا کسی اور وجہ سے رائج ہین۔ جو لوگ ہماری تہذیب اور ہمارے رسوم پر اعتراض کرتے ہین۔ کوئی وجہ نہین کہ اُن سے نفرت یا تضحیک یا تحقیر کے برتاؤ کا اظہار کیا جائے۔ مین نے ایک مرتبہ پیرس مین دیکھا کہ ایک انگریز (باشندہ انگلینڈ) جارہا تھا۔ اُس کے داہنے جانب سے ایک گاڑی گزری تو وہ فوراً آگ بھبوکا ہوگیا اور گاڑی والے سے ڈانٹ کر پوچھا۔ کیون گاڑی داہنی طرف چلاتا ہے اس نے جواب دیا۔ یہان کا یہی دستور ہے۔ آپ نے بڑی نفرت سے کہا۔ کیا واہیات دستور ہے۔ (کیونکہ انگلینڈ مین گاڑیان بائین جانب چلتی ہین) جب کسی کو پیرس کے بازارون مین گزرنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ اس نے دیکھا ہوگا کہ دکانون کے صدر دروازے برہنگی تصویرون کی آرائش ہوتی ہے اور یہ تصویرین پرانی یادگارون اور قدیم نقاشیون کی نقل ہوتی ہین۔ اگر کوئی انگریز دکاندار بھی ایسا کرنے کی جرأت کرے۔ تو یقیناً سزا کا مستوجب ہوگا۔ انگلینڈ مین بھی اگر ایسی آرائش شروع ہوجائے تو تباہی اخلاق سے تعبیر کیا جائے گا۔ انگریز لڑکیان دکان مین داخل ہوتے وقت آنکھین کھلی نہ رکھ سکین گی۔ لیکن فرانس کی شریف سے شریف اور نیک سے نیک لڑکی دکانون مین بلاتکلف داخل ہوتی ہے اور کوئی غیر معمولی

علامت اس کے چہرے سے ظاہر نہین ہوتی - یہہ چیزین جو انگریزون کی نگاہ مین قابل سزا ہین - اگر فرانس سے نکال بھی لیجایئن تو میرے خیال مین اہل پیرس کی بیفکری مین کوئی فرق محسوس نہ ہوگا لیکن جب ہم مشرق و مغرب کو سامنے لاکر رکھتے ہین تو پھر ایک سے بڑھکر ایک رسم جو اپنی لغویت مین جواب نہین رکھتی سامنے آتی ہے - جسکو ایک قوم غلط بیان کرتی ہے دوسری اس کے سچے ہونے کا دعویٰ پیش کرتی ہے - جسکو یورپ والے بدتہذیبی کہتے ہین - اُس کو ایشیا والے بالکل مہذب خیال کرتے ہین جسکو انگریز غلط تصور کرتے ہین اُس کو ہندوستانی بالکل درست مانتے ہین - مغربی تہذیب کو اعلیٰ جانتے ہوے ایک گورا کالے پر تحقیر کی نظر ڈالتا ہے - لیکن وہ نہین جانتا ہے کہ گورے کی بھی بہت سی باتین ایسی ہین جو کالے کے نزدیک قابل تحقیر ہین - لندن مین مشنری کا ایک جلسہ ہوا - جسمین تمام عورتین ہی عورتین تھین - ایک مشنری نے ہندوستان کی عورتون کی قابل رحم حالت کا ذکر کیا اور کثیر الازدواجی کی عجیب و غریب تصویر کھینچکر پیش کی - اس واقعہ نے جادو کا اثر کیا - ہر ہاتھ تانبا چاندی سونا پھینکنے لگا - کیونکہ سامعین کا دل اپنی اُن ہندوستانی بہنون کی بدقسمتی پر لرزنے لگا جنکے گھر اور جنکی زندگی کا کوئی اور بھی حصہ دار ہوتا ہے - مین اس جگہہ کثیر الازدواجی کی طرفداری نہین کرنا چاہتا - لیکن مجھکو اس شخص پر افسوس ہے حالانکہ مین اس کی جرأت کی داد دیتا ہون جو ایک سے زیادہ بیوی رکھتا ہے کیونکہ تجربہ نے بتلادیا کہ ایک بیوی کافی ہوتی ہے - اس موقع پر مجھکو ایک پرلطف واقعہ یاد آیا ایک ہندو مع اپنے خاندان کے عیسائی ہونا چاہتا تھا - اس شخص کے دو بیویان تھین اُس جگہہ بڑی الجھن پڑی - مشنریون کی ایک جماعت تو کہتی تھی کہ اُس مرد کو اور اُس کی بیوی کو عیسائی کرلیا جائے - کیونکہ مذہب عیسوی کسی طرح ایک سے زیادہ بیوی رکھنے کی اجازت نہین دیتا - دوسری جماعت کی راے تھی کہ دوسری عورت کو کیون عیسائیت کی نعمت سے محروم رکھا جاے اور اُس کا دعویٰ یہ تھا کہ کیا وجہ ہے کہ ایک شخص عیسائی ہوکر اپنی منکوحہ بیوی کو چھوڑدے اور سوسائٹی کا مجرم بنے اور یہ جماعت کہتی تھی کہ ایک سے زیادہ بیوی رکھنا کوئی گناہ نہ تھا - بائبل مین کہین اس کی ممانعت نہین ہے - البتہ یہ حکم ہے کہ بشپ (پادری) ایک سے زیادہ نہ رکھے - مجھے یاد نہین کہ نتیجہ کیا ہوا - لیکن اس واقعہ کے ذکر سے میرا مطلب صرف یہ ہے کہ ایک بات مشرق مین

رائج ہے اور قانون اُس کی اجازت دیتا ہے - دوسری بات جو بالکل اس کے خلاف ہی وہ مغرب مین رائج ہے اور قانون اس کی بھی اجازت دیتا ہے - ہم کو چارون طرف نظر ڈال کر وہ بات اختیار کرنی چاہیئے - جو موزون اور مناسب ہو-

کئی برس گذرے کہ لندن مین میرا ایک ہندوستانی دوست طالب علم ملا اس نے اطلاع دی کہ مالکہ مکان نے مجھے مکان چھوڑ دینے کو کہا - وجہ دریافت کرنے پر جواب دیا کہ مجھے بھی نہین ہوا تم جانتے ہو کہ آج کل کس قدر گرمی ہے (اس سال سڑکون پر گزرنے والون کے ہاتھ مین پنکھے نظر آتے تھے) مین باہر آمدہ مین بیٹھا ہوا تھا کہ مالکہ کی لڑکی میرا ناشتہ لیکر آئی - مجھکو دیکھتے ہی ایسی پریشان ہوئی کہ قریب تھا کہ چاء کے برتن اس کے ہاتھ سے گر پڑین - مگر اُس نے جیسے تیسے میز پر برتن رکھے اور ایکدم غائب ہوگئی تھوڑی دیر مین اس کی مان باہر نکلی اور میرے پیرون کی طرف اشارہ کرکے کہا (اُسوقت گرمی کی وجہ سے مین نے جوتا اُتار دیا تھا) کیا شریف آدمی اس طرح برتاؤ کیا کرتے ہین - آپ مکان خالی کر دیجئے اور مین کوئی عذر سننا نہین چاہتی -

اُس نے کہا کہ تم نہین جانتے کہ تم نے ایک شریف لڑکی کے جذبات کو صدمہ پہونچایا -

مین کہنے لگا - شریف لڑکی جی ہان ضرور اگر آپ اُس کو شانہ کھلے ناچ مین جاتے ہوئے دیکھتین تو کبھی ایسی رائے ظاہر نہ کرتین - اُس نے جواب دیا کہ یہ یہان کا رواج ہے اور اس مین کوئی نقصان نہین خیال کیا جاتا - تم مکان بدل دو اور آئیندہ خیال رکھو کہ ننگے پیر نہ رہنا -

زیادہ عرصہ نہین گزرا ہے کہ مین اُس ملک مین سفر کر رہا تھا رات کو دس بجے ایک پادری اور اس کی بیوی ایک اسٹیشن سے سوار ہونے والے تھے - ان دونون کو ایک ڈبہ مین جگہہ نہ مل سکی - مجبوراً پادری کی بیوی کو زنانہ ڈبہ مین جانا پڑا - ریل کی روانگی کے وقت دونون رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہونے لگے اور حسب رواج ایک ایک نے دوسرے کو کھلے پلیٹ فارم پر پیار کیا - میرے ڈبہ مین چند ہندوستانی مسافر بھی تھے - اس منظر کو دیکھکر اُن کی جو حالت ہوئی وہ بیان نہین کی جا سکتی وہ ایسے بھونچکے ہوئے کہ شاید سانس لینا بھی بھول گئے - اُن کے نزدیک یہ فعل ایسی بدتہذیبی اور بےحیائی تھی کہ اُن کو کوئی لفظ اُس کی تذلیل کے لئے نہین ملتا تھا -

ہندوستانی اپنی بیوی کو تالے کنجی مین رکھتا ہے اپنی مان یا بڑے عزیز کے سامنے بات نہین کرسکتا - اگر کوئی دوست خیریت پوچھے تو یہ نہین کہے گا کہ آپ کی بیوی کیسی ہین - بلکہ وہ کہیگا آپ کے گھر مین کیسی ہین - اگر خاوند اور بیوی ساتھ سفر کرتے ہون تو کسی عزیز یا ملازم کے ذریعہ سے کوئی بات چیت ہوگی - کم درجہ لوگون کی بھی جو پردہ کی پابند نہین یہ حالت ہے کہ میان بیوی کہین چلین تو ساتھہ نہ ہونگے - ایک آگے دوسرا پیچھے - اگر کوئی ضروری بات کرنا ہو تو تب بھی ضروری فاصلہ کا لحاظ ضرور رہیگا - یہ سب کیا ہے ملک کا رواج ہے -

برانیٹس مین - مین ایک پنجابی دوست کیساتھ سمندر کے کنارے پر ٹہل رہا تھا وہ ایک جگہہ یکایک رُک گیا اور مجھسے کہنے لگا کہ اس سے بڑھکر اور کیا شرم کی بات ہوگی - اس کا اشارہ اُن چند لوگون کی طرف تھا جو کپڑے اُتار کر نہانے یا پیرنے چلے گئے - مجھکو نہ معلوم کس طرح ایک واقعہ یاد آگیا - مین نے کہا تم نے .... (شہر کا نام لیکر جہان کا یہ شخص رہنے والا تھا) اور جہان مین ایک مرتبہ گیا تھا - ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک تالاب دیکھا ہوگا - مین نے اس طرف گزرتے ہوئے عورتون کی جماعت دیکھی جو لباس سے نہایت شریف معلوم ہوتی تہین - بیشتر اس کے کہ مین یہ سوچون کہ ان کا مطلب کیا ہے مین نے دیکھا وہ جسم سے تمام لباس علحدہ علحدہ کرکے پانی مین کود گئین - کچھہ عورتین داہین بیٹھی ہوئی پیر کپڑے دہو رہی تہین - اور سامنے (جس کا فاصلہ زیادہ نہ تھا) مرد نہا رہے تھے - جنکی چھوٹی چھوٹی لنگوٹیان لگی ہوئی تہین - میرے دوست نے جواب دیا کہ یہ تو پنجاب کی رسم ہے - مین نے کہا کہ یہی یہان رسم ہے - پس ان کو اسیطرح چھوڑو اور آگے چلو - یہ شخص کہتا تھا کہ وہ پھر کبھی اُس طرف نہین گیا - معلوم نہین اپنے ملک کو واپس جاکر اس نے یہ رسم اُٹھائی یا نہین - لیکن اگر کسی مرد کو ایسی حالت مین دیکھہ پایا ہوگا تو جبر تھپڑ مارے نہ رہ سکا ہوگا - اُن جوان لڑکیون کو دیکھو جنہون نے اپنے سسرال والون سے بات کرنا تو کجا اُن کی شکل بھی نہ دیکھی ہوگی - اُن کی شرم سے لوگون کو اندیشہ ہوتا ہے کہ یہ دنیا کیسے بسر کرینگی - لیکن اُنہین کو گنگا یا کسی اور تیرتھہ گاہ پر اشنان کرتے ہوئے دیکھو سب شرم و حیا رخصت ہوجاتی ہے - اگر تم اس جماعت کو دیکھو جو سڑک پر اچھے اچھے کپڑے پہنے گاتی ہوئی جاتی ہے - تو تمکو معلوم ہوگا کہ سب عورتین ایسی ہین جو عموماً گھرون مین رہتی ہین اور کسی تہوار یا شادی کی تقریب مین باہر نکلنے کا

موقع ملتا ہے تو خوب دل کھول کے اور حلق پھاڑ کے گاتی ہین۔ نہ کسی کی ہنسی کی پروا ہوتی ہے نہ کسی کے بُرا ماننے کا خیال۔

لباس اور لباس کے رنگ کا خیال بھی نہایت دلچسپ ہے۔ سفید لباس یورپ والون کے نزدیک خوشی کی علامت ہے۔ تمام مذہبی رسوم کے وقت سفید کپڑے پہنے جاتے ہین۔ دلہن شادی کے وقت سفید پوشاک پہنتی ہے۔ سیاہی کا کہین نشان بھی نہین ہوتا۔ رنج و غم کے موقعون کے لئے مخصوص ہے۔ اب ایک ہندو بیوہ کو دیکھو اس کا لباس سفید ہوگا۔ اگر حاشیہ پر رنگین بیل بھی ہو تو کپڑا سفید ہی رنگ کا ہوگا۔ اور اس رنگ کے بدلنے کی اس کو اجازت نہین ہوتی۔ جو پوشاک اوس کی یورپ والی بہنین خوشی کے موقعون پر پہنتی ہین ان کے رنج و الم کا نشان ہوتی ہے۔ اس کے خلاف مسلمانون کے یہان رنج مین سبز کپڑے پہنے جاتے ہین۔ چنانچہ محرم مین حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی شہادت کی یاد مین مرد عورت سب سبز پوش ہوتے ہین۔ دکن کی عجیب رسم ہے جو تمام دنیا سے نرالی ہے۔ اچھے کپڑے پہننا اور پورے کپڑے پہننا تعظیم کی علامت ہے یورپ مین اور ایشیا مین بھی جب اپنے سے بڑے سے ملاقات کرتے ہین۔ تو اچھی پوشاک پہنی جاتی ہے بادشاہون کے دربار کی خاص پوشاک ہوتی ہے۔ ہندوستان کے بادشاہ جن کو سرفراز کرنا چاہتے تھے۔ اُن کو خلعت عطا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت نظام نے بھی مہاراجہ کشن پرشاد کو وزیر بناتے وقت کئی لاکھ کا خلعت عطا کیا تھا۔ لیکن دکن کی بعض ریاستون مین بالکل اس کے برخلاف رواج ہے ٹرانکور اور کوچین کے مہاراجہ اور کالیکٹ کے زمورن کے سامنے اُن کی رعیت اُس وقت تک نہین آتی جب تک اپنے اوپری حصہ جسم کے تمام کپڑے اوتار کر صرف پیٹھ پر ایک کپڑا نہ لپیٹ لے نہ صرف مرد بلکہ عورتین بھی اسیطرح تعظیم کیا کرتی ہین۔ مہاراجہ کے محل کی عورتون کو پیٹ ڈھانکنے کی سخت ممانعت ہے اور چھوٹے لوگون مین جسم کے اوپری حصہ پر کپڑے پہننے کی سزائین مقرر ہین نہ مرد اور نہ عورتین اسکو محسوس کرتی ہین کہ کھلے پیٹ پھرنا بدتہذیبی ہے۔ ساحل ملابار کے باعزت اور تعلیم یافتہ خاندان اسی طرح نظر آتے تھے۔ البتہ اب چونکہ بیرونی دنیا کے ملنے کا زیادہ اتفاق ہوتا ہے۔ اس لئے یہ دستور کم ہوگیا ہے۔ سر کے لباس مین بھی بڑے بڑے اختلاف ہین۔ مغربی لوگ جب کسی مکان مین داخل ہوتے اور خصوصاً کسی مذہبی جگہ مین تو اپنی ٹوپی

تعظیماً اُتار لیتے ہین۔ کاروبار کی جگہہ ایسا نہین کرتے۔ البتہ فرانس والے دوکانون پر لڑکیون کو بیٹھا دیکھکر اُن کی تعظیم کے لئے ٹوپی کو چھو لیتے ہین۔ تمام عام یا خاص جلسون مین لوگ ننگے سر بیٹھتے ہین۔ سواے ہاؤس آف کامنس کے جہان ممبر ٹوپی نہین اُتارتے اور اگر اُتارتے ہین تو صرف صدر کی تعظیم کے لئے۔ لیکن جب کوئی ممبر تقریر کرنے کھڑا ہوتا ہے تو پہلے ٹوپی اُتار لیتا ہے۔ یورپ مین صرف یہودی مذہبی موقع پر سر ڈھکے نظر آتے ہین۔ مگر یہ پرانے لوگ ہین اور پرانے رسوم کے پابند ہین۔ مگر جب کوئی یہودی عیسائی عبادت گاہ مین داخل ہوتا ہے تو اپنی ٹوپی اُتار لیتا ہے۔ حالانکہ پرانی قومین ایسا نہین کیا کرتین۔ چنانچہ شاہ ایران جب ۱۸۷۲ء مین سینٹ پال گرجا دیکھنے آئے تھے تو اُنھون نے اپنی ٹوپی نہین اُتاری تھی۔

بہت سے رسوم ایسے ہین جو قطعی بے معنی ہین لیکن مشرق و مغرب مین تعظیم کے چند دستور مین جو اختلاف ہے وہ بے وجہ نہین ہے۔ مثلاً سرد ملک مین پیر ڈھکے رہنا ضرور ہے اور گرم ملکون مین اس کی کوئی ضرورت نہین۔ اور ہم اس پرانی رسم کی کہ بڑے شخص سے ملتے وقت یا کسی مجلس مین شریک ہوتے وقت جوتے اُتار دیا کرتے ہین یہی وجہ کہہ سکتے ہین۔ یہ رسم دکن مین زیادہ رائج ہے اور شمالی ہندوستان مین بہت کم۔ جسطرح ہم نے جوتا اُتار دینے کی وجہ بتائی اسی طرح ہم کہہ سکتے ہین کہ ٹوپی اُتار لینا عجز و انکساری کی علامت ہے۔ چونکہ پیرون پر پگڑی انتہاے عاجزی کے وقت ڈالی جاتی ہے۔ یہ دستور عام پرانی اقوام مین رائج ہے۔ سواے بنگالیون کے جن کے قومی لباس مین ننگے سر رہنا بھی شامل ہے۔ جبکہ برہمن اور بنگال کا سُدر دونون اُنھین کی نسل سے ہین جو شمالی ہندوستان مین آئے تھے تو پھر بنگالیون کا عام قاعدہ کے خلاف عمل کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ بنگالیون نے اس زمانہ کے وحشیون کا یہ طریقہ اختیار کیا۔ جس سے دماغ کو آرام ملتا ہے۔ اور جس سے دماغ کی قدرتی نشو و نما مین ترقی ہوتی ہے۔ کچھ ہی وجہ ہو لیکن یہ بھی ایک اچھا اختلاف ہے۔

ترجمہ

سید عبد الکریم

متعلم محمڈن کالج علی گڈھ

لڑکی کی زندگی ہندوستان مین

ایک دفعہ مجھے ایک انگریزی صاحب کی زبانی یہ جملہ "ہندوستان مین لڑکیون کی زندگی کچھہ نہین ہے" سننے کا اتفاق ہوا - اُس ہی وقت سے مین اس مسئلہ پر غور کر رہا ہون اس مین شک نہین کہ یہہ جملہ بہت کچھہ صداقت کا پہلو لئے ہوئے ہے اور بالکل واقعات پر مبنی ہے - اگر ہم کسی لڑکی کے مقصد زندگی پر غور کرتے ہین - تو سوا سے اس کے کچھہ نظر نہین آتا - کہ اُس کو ایک معیاری متاہل زندگی کے لئے تیار کیا جاتا ہے - لیکن ہم یہہ بتلانا چاہتے ہین کہ جو صورتین ہم اس مقصد تک پہونچنے کے لئے اختیار کرتے ہین - وہ کہان تک مستحسن ہین -

پیدایش کے بعد ہی سے اُسے مکان کی چاردیواری مین مقید کرکے رکھا جاتا ہے - جس کا اثر اس کے جسمانی اور دماغی قوی پر پوشیدہ طور پر پڑتا رہتا ہے - اس نازک غریب پودے کو کبھی اتنا موقع نہین دیا جاتا کہ کشادہ میدان کی صاف اور تازہ ہوا کھا سکے اور آفتاب کی روشن شعاع اس پر پڑ سکین - اسکو اس قدرتی نشو و نما کے ذرائع سے محروم رکھکر مصنوعی شیشہ کے مکان مین بند کیا جاتا ہے - جسکی وجہ سے وہ نہایت کملائی اور ٹھٹھری ہوئی حالت مین پڑی رہتی ہے -

عالم طفولیت مین لڑکے اور لڑکیان مصائب کے برداشت کرنے مین برابر کی حصہ دار ہوتی ہین - دونون تازہ اور کشادہ ہوا سے محروم رہتے ہین کہ ان کے لئے کچھہ اس قسم کے کھیل فراہم نہین کئے جاتے ہین جو تفریح پیدا کرنے کیساتھہ جسم اور دماغ کے لئے ورزش کا کام دین اور اس طرح ان کا دل و دماغ بغیر صحت بخش غذا حاصل کئے ہوئے رہ جاتا ہے - حکما کا قول ہے کہ اٹھارہ مہینے سے تین برس کی عمر کے درمیان مین بچّون کی عادات اور خصائل پر جس قسم کا اچھا یا بُرا اثر پڑتا ہے اس مین ڈہل جاتے ہین - جس طرح کا بھی مرد یا عورت بننا ہو اس کی بنیاد اس ہی زمانہ مین پڑ جاتی ہے - اب اس امر پر ناظرات خود غور فرمائین کہ یہ تربیت کا زمانہ کس قدر لاپروائی اور بے توجہی کی حالت مین گزرتا ہے -

بچہ ایک نم تودہ گلی کی طرح ہوتا ہے - اس زمانہ مین اس پر جسطرح کے بھی نقش

پڑجائین۔ وہ خشک ہونے پر اسی طرح مستحکم ہوجاتے ہین کہ اُس کا دور کرنا محال ہوتا ہے لڑکی طبعاً لڑکے کے مقابلہ مین بہت زیادہ نازک طبع ہوتی ہے اور ہر بات کا اس کو بہت جلد احساس ہوجاتا ہے۔ اس پر جس قسم کا بھی اثر ڈالا جائے بہت جلد قبول کرلیتی ہے اگر ایک لفظ بھی اس سے ترش روئی سے بولا جائے تو اُس کا نازک دل چھوٹی موئی پودے کی طرح کمہلا جاتا ہے۔

بچون کے لئے ہوا خوری اور ورزشی کھیل کا انتظام نہ کرنے کی وجہ والدین کی کم استطاعت اور غربت بتلائی جاسکتی ہے۔ حقیقتاً بیشتر صورتون مین یہی وجوہ سد راہ ہوتے ہین مگر قابل افسوس تو یہ امر ہے کہ جو والدین ان باتون پر قادر بھی ہوتے ہین وہ لاپروائی کی وجہ سے ان امور پر کچھ توجہ نہین کرتے وہ یہ نہین سمجھتے کہ لڑکیون کی جسمانی صحت اچھی ہونے کی کس قدر ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی لڑکیان ایک زمانہ مین مائین ہونگی اور جب تک کہ یہ خود تندرست اور توانا نہ ہون۔ بچون کے تنومند ہونے کی توقع کرنی عبث ہے۔ جب ہم لڑکی کے بچپن کے زمانہ سے لڑکپن کے عہد کی طرف نظر کرتے ہین۔ تو وہ اور بھی زیادہ قابل تاسف ہوتا ہے۔ بچپن مین لڑکون اور لڑکیون کی حالت مین زیادہ تفاوت نہین ہوتا۔ لیکن جو ہین وہ تعلیم کے زینہ پر قدم رکھتے ہین تو دونون مین ایک بین فرق ہوجاتا ہے۔ لڑکے بڑی بڑی تمناؤن اور آرزون کے ساتھ مدرسون مین داخل کئے جاتے ہین۔ جہان کھلے میدانون مین اُن کے کھیل اور ورزشون کا انتظام ہوتا ہے۔

اب لڑکیون کی حالت پر غور کیجئے اُن لڑکیون کی جسمانی ورزش کا تو ذکر ہی نہین جو مکانون پر تعلیم پاتی ہین۔ (بلکہ ایسے بھی معدودے چند ہی گھر ہین جہان تعلیم نسوان کو جائز تصور کیا جاتا ہے) لیکن لڑکیان مدرسون مین محض اس مقصد سے داخل کی جاتی ہین کہ کلام مجید پڑھ لین اور کچھ اپنی مادری زبان آجائے۔ جسمانی ورزش اور کھیل تفریح کا اہتمام کجا اس اعلیٰ مقصد زندگی کے حاصل ہوجانے پر وہ مدرسہ سے اُٹھالیجاتی ہین اور گھر کے کام دھندہ دن مین پھنس جاتی ہین۔ چونکہ لڑکپن مین اُن کے قوی اچھی نشو ونما نہین پاتے۔ اس لئے ۲۵ برس کی عمر تک پہونچنے پر ضعیفی کے آثار اُن کے چہرون پر نمایان ہوجاتے ہین۔ چہرے پر جھریان پڑجاتی ہین۔ رنگ زرد ہوجاتا ہے

چلنے مین ایک خاص کمزوری نظر آتی ہے اور کسی نہ کسی مرض کا شکار ہو کر دنیا کو خیرباد کہہ جاتی ہین۔

آج ہم مغربی اقوام کو جو تعلیم اور تہذیب مین یکتا پاتے ہین۔ اس کا سب سے بڑا راز یہ ہے کہ اُن کی مائین علاوہ تعلیم کے زیور سے مزین ہونے کے جسمانی صحت مین بھی پوری ہوتی ہین اور وہ اس کی اہمیت سے بخوبی واقف ہوتی ہین جسکی بدولت وہ اپنے بچون کی جسمانی صحت کا خیال رکھتے ہوے تعلیم و تربیت کرتی ہین۔ اور اس ابتدائی اچھی بنیاد پر ایک روز وہ فخر قوم اور رشک عالم بنتی ہین۔ اس لئے اگر ہم بطور ایک زندہ قوم کے زندہ رہنا چاہتے ہین تو ہمین چاہئیے کہ علاوہ عورتون کو تعلیم دلانے کے اُن کی جسمانی ورزش کا بھی اہتمام کرین۔

سید عبدالجلیل متعلم محمڈن کالج علیگڈہ (ترجمہ)

کیا درخت سنتے اور ڈرتے بھی ہین

ماخوذ از رہنمائے تعلیم لاہور۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء

شریمان ڈاکٹر بوس نے یہ تو ثابت کر دیا ہے کہ درختون مین سب باتین موجود ہین۔ جو حیوانات مین ہین۔ وہ کھاتے پیتے۔ سوتے جاگتے ہین۔ تکان اور زہر کو محسوس کرتے ہین رنج اور خوشی سے متاثر ہوتے ہین۔ بجلی کی لہرون کے اثر کو سمجھتے ہین۔ لیکن اخبار پنجابی مین ایک صاحب عجیب تجربہ بیان کرتے ہین۔ وہ لکھتے ہین کہ ہمارے باغ مین آمون کے بہت سے درخت ہین ایکدرخت دس سال سے پھل نہین دیتا تھا۔ لوگون نے کہا کہ درخت کے پیچھے جاکر کہو کہ اگر پھل نہین دوگے۔ تو کاٹ ڈالے جاؤگے۔ اور ایک آدمی سے دو ایک ضربین کلہاڑے کی لگوا دو۔ مگر ایک تیسرا شخص یہ کہے کہ اب کے سال معاف کردو۔ اگر آیندہ پھل نہ دیگا۔ تو کاٹ ڈالا جائے گا۔ دسمبر اور فروری دو مرتبہ یہی ٹوٹکا کیا گیا اور مارچ کے آخر مین درخت پہ بُور آگیا۔ عقل مین تو بات نہین آتی کہ درخت دہمکی مین آکر پھل دینے لگے۔ ممکن ہے کہ کلہاڑے کی ضرب سے اپریشن ہو جانے سے اس کا مرض بانجھ پن دور ہو گیا ہو۔

جنتری کے متعلق چند نکات کوئی صدی۔ جمعہ۔ یکشنبہ اور چہارشنبہ سے

شروع نہین ہوا کرتی - ہر سال کی جنتری ہر سو برس سال بہر کار آمد ہو سکتی ہے - اکتوبر کی پہلی تاریخ اسی دن ہوگی - جس روز جنوری کی پہلی ہوئی تھی - اسیطرح یکم جولائی سے یکم ستمبر اور یکم دسمبر بلحاظ دن کے مطابق ہوا کرے گی - فروری - مارچ اور نومبر ہمیشہ سے ہر سال ایک ہی دن شروع ہوا کرتے ہین اور ان مین کبھی مطابقت نہین ہو سکتی ہر سال کا پہلا اور آخری دن ہمیشہ ایک ہی ہوا کرتا ہے - یعنی اگر یکم جنوری کو بدھ وار ہو تو ۳۱ دسمبر کو بھی بدھوار ہی ہوگا -

امریکہ مین ایک نیا طریقہ تعلیم

دماغی آزادی کی ضرورت

ماخوذ از وکیل امرتسر ۶ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

سنہ پانامہ کی یادگار مین جو عظیم الشان نمایش ممالک متحدہ امریکہ کے شہر فرانسسکو مین ہوئی - اس مین ایک نئے طریق تعلیم کے متعلق ایک کانگرس بھی ہوئی تھی اسمین اس جدید طریقہ کے بانی ڈاکٹر میریا منٹسوری نے ایک دلچسپ تقریر کی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

تعلیم اور دماغی آزادی ہمین بتایا جاتا ہے کہ تعلیم مین کامل آزادی کا ہونا ضروری ہے یعنی بچے کی رہنمائی کرو اور اس کو پیروی کرنے دو - یہ خیال بہت شاندار ہے - آزادی کے معنی زندگی کے ہین - پرندون کی آزادی پرواز کرنا ہے اور پودون کی آزادی نشو و نما پانا - پرندے اڑنے مین آزاد ہین - اور پودے پھولنے پھلنے مین - اور دونون اپنی اپنی زندگی کے قوانین کی متابعت کرتے ہین - اسیطرح موجودہ زمانہ کے خیال کا مثبت پہلو بچے کی زندگی کی اصلاح کرنا ہے - مثبت سائنس نے بچون کے لئے بہت کیا ہے اس نے انہین تندرست اور خوبصورت بنا دیا ہے اسنے انہین بیماری اور قبل از وقت موت کے خطرات سے آزاد کر دیا ہے -

اگرچہ بچے کو نشو و نما حاصل کرنے مین آزادی ہے - لیکن ہم اسے نشیلی چیزون کے استعمال کی اجازت نہین دیتے - کیونکہ یہ اسکی نشو و نما کے خلاف ہے - ہم اس کی فطرت کے قوانین کا لحاظ کرتے ہین - کیونکہ بد غذا بیماری اور موت کا باعث ہوتی ہے - قوانین صحت کی مناسب نگہداشت بچے کو جسمانی آزادی بخشتی ہے اسیطرح مناسب تعلیم اسے دماغی آزادی عطا کرتی ہے -

سبق کی خاص غرض بچہ بذاتہ ایک انکشاف ہے - اس کو خواہش اور شخصیت
کی بندشوں سے آزاد کرو - میرے طریقہ تعلیم کا ایک خاصہ یہ ہے کہ استاد مجموعی حیثیت
کی نسبت بچوں کے ساتھ انفرادی حیثیت سے کام کرے اور ان کو ایسے سبق دے جو
مختصر سادہ اور با معنی ہوں اور جن مین کوئی غرض پنہان ہو - الفاظ جتنے کم استعمال
کئے جائینگے سبق اتنا ہی مکمل ہوگا - سبق کی سب سے بڑی اور ضروری خوبی
یہ ہے کہ وہ ہمیشہ کسی غرض پر مبنی ہو اور اس قسم کا استاد کی ذات بچے کی نظروں سے
اوجھل ہو جائے اور صرف وہی غرض اس کے سامنے رہ جائے - جسپر استاد بچے
کی توجہ کو مائل کرنا چاہتا ہے -

تعلیم بطور ایک ورزشی آلہ کے با این ہمہ استاد کو ہمیشہ بچے کی پوری پوری نگرانی کرنا
لازم ہے - مثال کے طور پر استاد کو یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا بچہ ایک خاص سبق مین
دلچسپی لیتا ہے یا نہین اس کو کس طرح اس مین دلچسپی لینے پر راغب کیا جاسکتا ہے
اور کب تک معلمہ کو بچے کے چہرے کی علامات کا بھی مشاہدہ کرنا چاہیئے اور اس کی
رہنمائی اس اصول سے کرنی چاہیئے جو اُسے ذاتی فعل کی آزادی دے - اگر معلمہ یہ
معلوم نہ کرسکے کہ بچہ اس سبق کو وبال جان محسوس کرتا ہے اور اس کی نگاہ غیر مطمئن ہے
تو کامیابی مشکل ہے - معلم کو چاہیئے کہ بچے کو بد مزہ سبق کو بار بار رٹنے پر مجبور نہ کرے اور
بچے کو کبھی یہ محسوس نہ ہونے دے کہ مین نے سبق کو نہین سمجھا - اگر بچے کا دل سبق کو
حاصل کرنے کے لئے آزاد ہو تو وہ اسے دو سیکنڈ مین ذہن نشین کرسکتا ہے -
مشق کے ذریعہ سے سبق کا بار بار دہرانا اندرونی نشو و نما کا وسیلہ ہے - جب بچہ
بغیر کسی وقت کے سمجھ سکے تو اس کو خوشی محسوس ہوتی ہے - اس لئے ہم ہر ایک چیز
کو ورزشی آلہ کی شکل مین تبدیل کرتے ہین - یہ بیرونی طور پر تعلیم حاصل کرنے سے مختلف
ہے - جب ہم بچہ کی جگہ خود کوئی کام کرلیتے ہین تو ہم اس کو پیچھے ہٹا دیتے ہین - کیونکہ
متابعت بچے کی نشو و نما کو پیچھے ڈال دیتی ہے -

آزادی کا تعلق بد اخلاقی سے - پرانے تعلیمی طریقہ والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اخلاق
تعلیم کے ذریعہ سکھانا چاہیئے اور آزادی بد اخلاقی کی تعلیم دیتی ہے - لیکن میرا عقیدہ
یہ ہے کہ بچے مین اخلاق باہر سے نہین ڈالا جاسکتا - بچے خلیق ہوتے ہین - مجھ سے اکثر

پوچھا جاتا ہے کہ شریر بچون کو کس طرح پڑھانا چاہیئے؟ - لیکن مینے تو کبھی شریر بچہ دیکھا ہی نہین - پرانے وقتون مین بچے لگاتار چلاتے رہتے تھے - اُن کا چلانا تکلیف کی وجہ سے ہوتا تہا آج کوئی تکلیف کی چیخ نہین سنائی دیتی - یہہ خلاصی پانے کی قدرتی خواہش ہوتی ہے - جو بچون کو شریر بنا دیتی ہے - جب ان کی روحانی ضرورت بہم پہنچ جاتی ہے تو پہر وہ شریر نہین رہتے - مثال کے طور پر فاقہ زدون کے ایک گروہ کو لیجیئے - چونکہ وہ ایک روٹی کے ٹکڑے پر لڑتے ہین - اس لئے ہم انہین بُرے آدمی کہتے ہین - لیکن جب ان کی بہوک دور کردی جاے تو پہر وہ روٹی کے ٹکڑے پر نہین لڑتے - پہر ہم انہین اچھے آدمی کہتے ہین - یہی حال بچون کا ہے - جب ان کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے تو وہ خاموش ہو جاتے ہین - اگر بچے کی دماغی ضرورت پوری کردی جاے تو وہ اچھا بچہ بنجاتا ہے - بچے کو پھیلنے کی خواہش ہوتی ہے - اگر اس مین پہلے سے محبت کا مادہ موجود نہ ہو تو ہم اس کے دل مین محبت نہین ڈال سکتے -

شاگردون کی آزادی

تعلیم کے متعلق ایک اور امر ہے - وہ یہ کہ ہم خوبصورت روحین پیدا کیئے گئے ہین - خیال کی آزادی کی فتح نے نامعلوم وقتون سے زندگی کے لئے پہیلنے کا راستہ پیدا کیا ہے - ہم قدم بقدم شاہراہ ترقی پر چلے آئے ہین - ہر ایک زمانہ مین ہمین مزید ترقی حاصل ہوئی - آج ہمین جسمانی آزادی کی اتنی خواہش نہین - جتنی کہ دماغی آزادی کی ہے - اس کا مطلب یہہ ہے کہ ہمارا خیال دوسرون کے خیال سے آزاد ہو - کسی کا پابند نہ ہو - تاکہ ہم اپنی زندگی کے قوانین کی پیروی کرنے کے قابل ہون - اس لئے اُستاد کو آزادانہ تعلیم کا طریقہ تعلیم اختیار کرنا چاہیئے شاگرد اپنی جگہہ سے اِدہر اُدہر ہو جائین - کہین چلے جائین اور اپنی خواہش کے مطابق کام کرین - لیکن اُستاد انہین کچھہ نہ کہے - وہ اُن پر اسی صورت مین نکتہ چینی کرے - جبکہ وہ دوسرون کے آرام مین خلل انداز ہون -

عجائبات سائنس

ماخوذ از وکیل امرتسر ۲۳ نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

جانورون کو مار کر زندہ کرنا - ماسکو یونیورسٹی کے پروفیسر کمی ٹیف نے تجربہ سے

ثابت کیا ہے کہ زندہ حیوانون کو اگر منجمد کردیا جاے تو انہین دوبارہ زندہ کرنے پر ان کی جسمانی حالت مین کسی قسم کا نقص نہین پایا جاتا اس قسم کے تجربے اول اول سرد خون والے جانورون اور کیڑون پر کیے گئے - ایک دفعہ تیترون کو ایک قسم سے برتن میں بند کردیا گیا - جسکی حرارت نفی ۲۳ درجے سینٹی گریڈ تھی - نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے جسم کے عرقیات فوراً منجمد ہوگئے اور تمام تیتریان اصطلاحی طور پر منجمد ہوگئین - اس کے بعد پروفیسر موصوف نے معلوم کیا کہ اگر ان کے جسم کو رفتہ رفتہ حرارت پہنچائی جائے تو نفی ۱۰ درجے سے کم کسی درجہ پر حرارت پہونچنے سے ان مین پھر زندگی کی علامات نمودار ہوسکتی ہین - مزید تجربون سے معلوم ہوا ہے کہ نفی ۴ درجہ سینٹی گریڈ حرارت پہنچانے سے تیتریان بہت جلد اور کامل طور پر پھر زندہ ہوسکتی ہین - اس کے بعد بھی تجربہ گرم خون والے جانورون پر کیا گیا - ابتک کل ۲۰۰ مختلف تجربات کئے گئے - جو سب کے سب پورے ہوئے - یہی عمل چمگادڑون پر بھی کیا گیا اور انہین کئی ہفتون تک مردہ رکھکر دوبارہ زندہ کیا گیا -

طیور سے موسیقی کی تعلیم

یورپ کے سائنسدان زمانہ آیندہ مین نہ معلوم کیا کچھہ کرنے والے ہین - روزمرہ نئے نئے تجربہ اور نئی نئی ایجادین اور عجیب وغریب باتین سننے مین آتی ہین - ابھی تک تو یہ سننے مین آتا تھا کہ ہوائی جہازون کے تجربات کے متعلق طیور کی پرواز کا مشاہدہ یورپ کے سائنسدان کررہے ہین - کیونکہ تیز ہوا مین اپنے پرون کو سکیڑ کر اُڑتے ہین - اب سننے مین آیا ہے کہ ایک اسکول مین بچون کا گانا سکھانے کی تعلیم مین پرندون سے بہت بڑی مدد دیجاتی ہے - جب گانے کا وقت آتا ہے تو تمام چڑیا اپنی میٹھی میٹھی بولیون سے بولنے لگتی ہین - اور تمام کمرہ ان کے چہچہانے سے گونج اٹھتا ہے چھوٹی عمر کے لڑکے ان کے ساتھہ ان کی بولیون کی نقل کرتے جاتے ہین -

روشنی کا اثر دودھ پر

یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہے کہ سفید رنگ کی بوتلون مین رکھا ہوا دودھ جلدی خراب ہوجاتا ہے - لیکن اگر اس کے برخلاف سرخ رنگ کی بوتل یا سفید بوتل پر رنگ کا کاغذ یا کپڑا لپیٹ دیا جائے اور اس مین دودھ رکھا جائے تو دودھ بوتل مین رکھنے پر دس گھنٹے تک خراب ہوگا - حاصل کلام یہ ہے کہ سفید روشنی کا دودھ پر برا اثر پڑتا ہے اور خاصکر بیمار کے واسطے جب کبھی بھی دودھ رکھا جائے تو اس بات کا ضرور خیال رکھا جائے یعنی بجائے سفید بوتل کے سرخ مین رکھا جائے یا بوتل پر سرخ کپڑا یا کاغذ لپیٹ دیا جائے کیونکہ

اس ترکیب سے وہ خراب نہ ہوگا اور اس کا ذائقہ بھی نہیں بگڑیگا۔

زمانہ حال کا جاپان

(مذہب کا غلبہ)

ماخوذ از علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۳ نومبر ۱۹۱۵ء

زمانہ حال کے جاپان کو سمجھنے سے پہلے (پرکاش کے ایک واقف کار نامہ نگار کے خیال کے مطابق ضرور ہے کہ کسی قدر واقفیت اس ملک کی قدیم تاریخ اور اس کے مذہبی۔ سوشل اور پولیٹیکل انسٹیٹیوشن سے ہو۔ جاپان کی تاریخ کو پڑھنے کے وقت کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ اس ملک مین زندگی کا ہر ایک پہلو ۱۸۶۸ء تک مذہب کے ماتحت تھا۔ شخصی اور قومی زندگی کے ہر پہلو مین مذہب غالب تھا۔ حتی کہ اس کی حب وطنی اور اطاعت سلطنت کی بنیاد بھی مذہب پر ہے۔

ڈھائی ہزار برس پہلے ساری تہذیب یافتہ دنیا مین تہذیب اور زندگی کی بنیاد مذہب پر تھی۔ تمام سوشل اور پولیٹیکل تعمیر اس بنیاد پر کی جاتی تھی۔ قوم مین جو حاکم اعلیٰ ہوتا تھا۔ وہی قوم کا سب سے بڑا مذہبی پیشوا گنا جاتا تھا۔ بادشاہ اور پوپ کے اختیارات ایک ہی شخص واحد کی ذات مین جمع ہوتے تھے۔ قومی بہبودی اور قومی ترقی کا مرکز قوم کا لیڈر ہوتا تھا۔ اور اس کی حیثیت مذہبی ہوتی تھی۔ مذہب عیسوی کے آغاز سے پہلے رومن سوسائٹی کی مذہبی اور پولیٹیکل بندش ڈھیلی ہوگئی اور رومن سوسائٹی کے کیرکٹر مین فوجی پن زیادہ داخل ہوگیا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح کا مشن اول اول سلطنت روم مین نفرت اور مخالفت کی نگاہون سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی تعلیم اہل روم کے قومی مذہب کے خلاف تھی۔ اس لئے وہ باغی اور اُن کی تعلیم بغاوت کے پھیلانے والی خیال کی جاتی تھی۔ جب رومن عیسائیون پر ظلم اور تشدد کرنے لگے تو عیسائیون نے جواب مین کہا کہ ہم صرف اپنے خدا کی پرستش کرتے ہین۔ ہمکو تمہاری پولیٹیکل قانون کی اطاعت مین ہرگز کلام نہین۔ اہل روما جواب دیتے تھے کہ ہمارا قانون ہمارے مذہب پر مبنی ہے۔ اس لئے جو شخص ہمارے مذہب کے خلاف ہے۔ وہ ہمارے قانون کے موافق نہین ہوسکتا۔ چنانچہ وہ عیسائیون کو منافق سمجھتے تھے۔ پھر اس کے بعد جب مذہب عیسائی کو فروغ حاصل ہوا تو ایک زمانہ آیا کہ عیسائی دنیا کی تمام پولیٹیکل طاقت مذہب کا باعث ہوگئی اور پوپ کی ذات مذہبی اور پولیٹیکل اختیارات کا مجموعہ ہوگئی۔ پوپ یورپ کی

سلطنتون کا افسر اعلیٰ تھا۔ جو اپنے حکم سے بادشاہون کو تخت و تاج سے محروم کر دیتا تھا۔ اور دوسرون کو بخش دیتا تھا۔ جب تک پوپ کا زور تھا یوروپ کی تمام طاقت اس کے ماتحت تھی۔ یورپ مین مذہب اور پالیٹکس کی علٰحدگی محض دو تین صدیون کی کشمکش کا نتیجہ ہے ابھی پچاس برس کا بھی عرصہ نہین گزرا کہ انگلینڈ کی دونون مشہور یونیورسٹیان اکسفورڈ اور کیمبرج اصل مین مذہبی بنیاد پر قایم تھین اور مذہبی تعلیم کا مرکز شمار ہوتی تھین۔ مذہبی پابندی ہر ایک طالب علم پر لازمی تھی۔ اب بھی اکسفورڈ کا مذہبی کرکٹر بالکل فنا نہین ہوا۔ بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ اب بھی یورپ مین پالیٹکس کی دنیا سے مذہب جدا نہین ہوا۔ تاج پوشی کی رسوم بہت حد تک ایک مذہبی رسم ہے اور اس مین سب سے بڑا پاٹ ارچ بشپ کا ہے۔ یورپ مین فرانس اور سوئٹزرلینڈ ہی ایسے دو ملک ہین۔ جہان مذہب پالیٹکس سے بالکل خارج ہو چکا ہے۔ پس یہ امر کسی طرح تعجب خیز نہین کہ جاپانی پولیٹکل سسٹم ہمیشہ سے مذہب کے تابع تھا اور اب بھی کسی حد تک ہے۔ اب کیا ہے؟ اسکو فی الحال چھوڑ کر مین یہ بتانا چاہتا ہون کہ پہلے کیا تھا۔

جاپان کے نشو و نما کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ سب سے پہلے مختصر طور پر جاپان کی مذہبی تاریخ دی جائے۔

(جاپان کی مذہبی تاریخ)

جاپان کا قدیم مذہب شنٹو مشہور ہے۔ جس کا آغاز مردہ پرستی سے ہوتا ہے۔ جو خاندان قوم کے مردہ بزرگون کی پرستش خیال کی جاتی ہے۔ اس پرستش کی بنا اس خیال پر ہے کہ یہ بزرگ مدت کے بعد بھوت پریت کی شکل مین زندہ اولاد کے ساتھ اپنا تعلق قایم رکھتے ہین اور مثل زندگی کی موت کے بعد بھی ان کی حفاظت کرتے ہین۔ ان سے مختلف برکات مثلاً اولاد۔ دولت۔ رتبہ۔ صحیابی وغیرہ کی دعا کی جاتی ہے۔ جاپانیون کے اول دیوتا ان کی قوم کے بزرگ تھے۔ جو اس ملک مین آئے۔ اور جنھون نے اس ملک کو آباد کیا۔ جن کی نسل سے موجودہ جاپانی ہین۔ ان سب مین بڑا بادشاہ کا خاندان ہے۔ جو ڈھائی ہزار برس سے زیادہ سے قوم کا اول معبود شمار کیا جاتا ہے اور جسکی پرستش ہر ایک جاپانی پر فرض ہے۔ بادشاہ وقت نہ صرف قوم کا حاکم ہے۔ بلکہ وہ قوم کا معبود یا خدا بھی ہے۔ قوم اس سے بڑھ کر اور کسی معبود کو یا خدا کو تسلیم نہین کرتی۔ عوام الناس اسی کو خدا سمجھتے ہین۔

بادشاہی محل قوم کا سب سے متبرک معبد شمار کیا جاتا ہے - اب تک بھی دیہاتی بادشاہی محلات کے سامنے سرخم کرتے ہین - بادشاہ سے دوسرے درجہ پر ایک ذات یا خاندان کے بزرگ ہین - ان کے نام پر لاکھون مندر بنے ہوئے ہین ہر ایک شہر گاؤن - محلہ - علاقہ مین - اُن بزرگون کے مندر ہین - جہان اُن کی پرستش ہوتی ہے - قدامت کے لحاظ سے اُن دیوی دیوتاؤن کے درجے ہین - ہر ایک انسان اول اپنے خاندان سے شروع کرکے قوم کی ساری بنیاد کے مختلف بزرگون کی درجہ بدرجہ پرستش کرتا ہے - اُن انسانی دیوی دیوتاؤن کے علاوہ قدرت کی طاقتون وغیرہ کے لاکھون دیوی دیوتا بن گئے ہین - مثلاً وہ دیوتا جنہون نے زمین کو بنایا وغیرہ - دوم یہہ زمین و آسمان - چاند - سورج بذات خود دیوتا شمار ہوتے ہین - سوم وہ دیوتا جو ہر ایک انسانی حالت یا زندگی کی حفاظت کرتے ہین - اُن مین درجے اور قسمین ہین - اُن مین نیک و بد کی تمیز ہے - مثلاً پیدایش کا دیوتا - شادی کا دیوتا - موت کا دیوتا - دولت کا دیوتا - طاقت کا دیوتا - ناتوانی وغربت کا دیوتا - صحت کا دیوتا - بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت جاپانیون کے بزرگ براعظم ایشیا سے جزائر جاپان مین آئے اُس وقت اُن کا مذہب محض ایک سادہ درجہ کی پوجا تھی - مردہ بزرگون کی قبرون پر کچھہ رسوم ادا کی جاتی تھین - یہان آباد ہونے کے بعد ہر ایک شخص کی اولاد نے اپنے بزرگون کو پوجنا شروع کیا اور اس طرح سے ذات وار دیوتا اور علاقہ وار دیوتا بن گئے - جب اُن مین سے ایک خاندان نے دوسرے خاندانون پر زور پکڑا تو اس غالب خاندان کے دیوتا قومی دیوتا بن گئے حتیٰ کہ قوم کا لیڈر سب سے بڑا دیوتا شمار ہونے لگا - بادشاہ کا خاندان اپنے کو سورج کی اولاد بتاتا ہے - اس خاندان کی نسبت یقین ہے کہ سورج کی اولاد ہین - اور بادشاہ وقت براہ راست سورج کا قائم مقام اور اس کی اولاد سرداروں مین سردار شمار ہوتی ہے - اول پوجا قبرستان مین ہوتی تھی پھر گھرون مین ہونے لگی - پھر گھرون اور مندرون مین ہونے لگی -

(جاپانی علم اصنام) ۲ امات

جس طرح دیگر مذاہب اور دیگر اقوام کے لٹریچر مین مذہب کے نام سے کچھہ بے سروپا اور دور از کار افسانے داخل ہوگئے ہین (جنہین مائتھالوجی یا علم الاصنام کہتے ہین) اس طرح جاپانیون کی بھی ایک خاص مائتھالوجی ہے - حضرت آدم اور حوا اور زمین کی پیدایش کا

بھی اُنکے ہان ایک عجیب و غریب قصہ موجود ہے - اصل بات یہ ہے کہ دنیا کی کوئی مہذب قوم نہین جسکے لٹریچر مین - جسکے مذہب مین اور جسکی تہذیب مین اس قسم کے افسانے نہ ہون - یونان وروم - مصر - چین سب قدیم قومون کا لٹریچر اس قسم کے قصہ کہانیون سے بھرا ہوا ہے - قبل تاریخ زمانہ مین لوگ سائینس کے مسئلے اسی قسم کے قصون کے ذریعہ سے حل کیا کرتے تھے - خیر یہ تو جملہ معترضہ ہوا -

(جاپانی کیون وطن پرست ہین - ؟)

جاپانیون کے خیال کے مطابق چاند اور سورج جاپان کی سرزمین پہ پیدا کئے گئے اور پھر ان کو آسمان مین نصب کیا گیا - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان مین پہونچنے سے پہلے سورج دیوی (سورج کو دیوی کہتے ہین - جیسا کہ عرب شمس کو مؤنث قرار دیتے ہین) جو اولاد چھوڑ گئی وہ جاپان مین آباد ہوئی اور اس کی نسل سے موجودہ جاپانی ہین جاپانی اس طرح سے اپنے آپ کو آسمانی سمجھتے ہین اور وہ کسی دیگر نسل سے اپنا رشتہ ماننے کے لئے تیار نہین ہین - ان کے مذہب کی تعلیم کے مطابق جاپان وہ مقدس اور پاکیزہ زمین ہے - جہان سورج اور چاند پہلے پیدا ہوئے اور جہان سورج کی اولاد آباد ہوئی - اُن کے نزدیک جاپان سے زیادہ برتر دنیا کے پردہ پر کوئی ملک نہین - اور جاپانیون سے بہتر یا زیادہ پاکیزہ یا آسمانی نسل کی کوئی قوم انسانی نہین - اِن کا بادشاہ ان کا معبود براہ راست سورج دیوتا کی اولاد ہے اور اس لئے ساری نوع انسانی مین سب سے بڑا - سب سے برگزیدہ سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ قابل تعظیم ہے -

جاپانیون کی حب الوطنی اور اُن کی راج بھگتی کی بنیاد اُن خیالات پر ہے - اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ کیون جاپانی قوم اس قدر وطن پرست ہے اور کیون ان کی وطن پرستی اور شاہ پرستی ایک ہی اصول پر مبنی ہے - جاپانیون مین اپنی اصلیت کی بابت یہ خیالات اب تک مضبوط ہین تعلیم یافتہ حلقون مین بیشک یہ خیالات کمزور ہوتے جاتے ہین - اُنکی وطن پرستی جدید طرز کی ہے - جاپانیون کی موجودہ گورنمنٹ اور اُن کے عوام الناس کی اس گہری وطن پرستی اور شاہ پرستی سے فائدہ اُٹھا رہی ہین - اور اسی واسطے شہنشاہ میجی نے ملکی انتظام شروع کرنے کے وقت شینتو مذہب کو سرکاری مذہب قرار دیا جاپانیون کی اعلیٰ ذاتین سب اپنے آپ کو دیوتاؤن کی اولاد سمجھتی ہین - تو اب سوال یہہ

ہے کہ ان کے اندر عیب اور کمزوریاں اور برائیاں کہاں سے آئین ۔ شینٹو مذہب کے واعظ یہ جواب دیتے ہین کہ جو اخلاقی برائیاں قوم مین ہین ۔ وہ ان ناپاکیون سے پیدا ہوئین ۔ جو حضرت ازانگی (آدم) نے اپنی بی بی نامی (حوا) کے پیچھے بھاگنے سے اپنے اندر جذب کین ۔ یا مثلاً جاپانیون کی موجودہ نسل کی عمرین اس واسطے کم ہوگئین کہ جاپانیون کے خاندان شاہی کے مورث اعلی کے پاس جب دیر گیہ آبر دیوی (لمبی عمر کی دیوی) شادی کے لئے گئی تو مورث اعلی نے اُس کو بدصورت سمجھکر دستکار دیا ۔ اور واپس کر دیا اور اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسانون کی عمرین بہت مختصر رہ گئین ۔ پہلے انسانون کی عمرین ہزارون سینکڑون سالون کی ہوتی تھین شینٹو مذہب کے مبلغین نے جن زنجیرون سے اپنے معتقدین کو باندہا ہے وہ ہم کو ہندو مذہب سے زیادہ کڑی اور مضبوط معلوم ہوتی ہین ۔ مثلاً سینٹو دہرم کا ایک بڑا مشہور مصنف لکھتا ہے ۔ کہ جب کوئی جاپانی ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ کو جاتا ہے تو اس کے پرانے دیوتا نئے علاقہ کے دیوتا سے ہند وبست کرنا ہوتا ہے ۔ جاتا ہوا وہ اپنے پرانے دیوتا سے رخصت ہونے کی اجازت مانگتا ہے ۔ اور نئی جگہہ پہنچکر نئے دیوتا کی قبولیت حاصل کرتا ہے ۔ اس کے نقل مکان کی ظاہری وجوہات کچھہ ہی کیون نہ ہون مگر اصلی وجہ اس تبدیلی کی یہہ ہوتی ہے کہ یا تو اس کا اپنا دیوتا اس سے ناراض ہوگیا اور اس کو اپنے علاقہ سے نکال دیا ۔ یا یہہ اس کے علاقہ کے دیوتا سے مانگ لیا گویا ہر ایک شخص ہمیشہ ہر حالت مین خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ یا کہین رہے کسی نہ کسی مقامی دیوتا کی ماتحتی یا غلامی مین رہتا ہے ۔ اس کی ماتحتی یا غلامی سے کبھی اس کو نجات نہین ملتی ۔

(جاپانیون کا لباس)

جاپانیون کا لباس حیرت انگیز ہے ۔ ہندوستان کے انگریزی تعلیم یافتہ آدمیون کو دہوتیون کا مضحکہ اُڑانے کی عادت پڑ گئی ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ گرم ملکون مین چست کپڑون کا استعمال کہین نہین ہے ۔ عام طور پر لوگ کھلے کپڑون کو ہی پسند کرتے ۔ جاپانیون کی پوشاک مین اہم ترین چیز کیمونو ہے جو گلے سے لے کر گھٹنون تک لمبا ہوتا ہے ۔ جیسے انگریزون کا ڈریسنگ گون یا ہندوستانیون کا کھلا جبہ ۔ مگر جبہ اتنا لمبا نہین ہوتا ۔ آستینین اس کپڑے کی کھلے جبے سے بھی زیادہ کشادہ ہوتی ہین ۔ آدھی سلی ہوئی اور آدھی کشادہ ۔ سلی ہوئی بطور ہتیلی کے لٹکتی ہے ۔ اس مین رومال وغیرہ رکھا جاتا ہے ۔ اس کپڑے کو

کمربند سے باندھتے ہین - بٹن اس مین کہین نہین ہوتے - گرمی کے موسم مین متوسط درجہ کے لوگ محض یہہ کمینو پہنتے ہین - اندر ایک مختصر لنگوٹا - جانگیا یا چھوٹا سا تہمد استعمال کرتے ہین - مرد عورت دونون کا یہی لباس ہے - گلے سے لیکر قریباً سینہ تک یہہ پوشاک کہلی رہتی ہے اور اکثر چلنے مین پاؤن کہل جاتے ہین - زیادہ گرمی مین چلنے پھرنے مین بعض لوگ اس لباس کو ٹانک لیتے ہین - جاپانیون کا شریفانہ لباس یہہ ہے کہ اندر ایک معمولی کپڑے کا کمینو - اس کے اوپر ایک ریشمی کمینو - اس کے اوپر ایک جبہ - پاجامہ کی جگہہ ایک جانگیا اور اس کے اوپر ایک غرارہ - یہہ غرارہ کمینو کے اوپر باندھتے ہین - اور اس مین عورتون کے لہنگے کی طرح شکن ہوتے ہین - اور پاؤن مین جرابین -

فوج مین اور پولس مین یورپین لباس پہنا جاتا ہے - نئی فیشن کے جاپانی جنٹلمین یورپین لباس پہنتے ہین - مگر عموماً بندگلے کا کوٹ پہنتے ہین - ان لوگون کی تعداد جو یورپین لباس پہنتے ہین - بہت تہوڑی ہے - ریل کے درجہ اول اور درجہ دوم کی گاڑیون مین - ہوٹلون مین - یونیورسیٹون مین انگریزی تعلیم یافتہ جاپانی اپنی قومی پوشاک مین کثرت دیکھنے مین آتے ہین - میرے خیال مین نسبتاً ہندوستانی تعلیم یافتہ لوگون مین جاپانیون کے مقابلہ مین کوٹ پتلون کا زیادہ رواج ہے - جاپانی عورتون کا لباس قریباً یہی ہے مین نے اسی لباس مین جاپانی لڑکون کو بھی دیکھا ہے -

(جاپانی طرز معاشرت)

دوکانات پر میز کرسی کا رواج نہین ہے - عموماً فرش پر بیٹھتے ہین - اور ہماری طرح کھانے یا لکھنے پڑھنے کے لئے لکڑی کی چھوٹی چوکیون کا استعمال کرتے ہین - زمین پر بیٹھتے ہین اور چوکی پر رکھکر کھانا کھاتے ہین - عورتین کمربند کے ساتھ پشت پر کمر کے پیچھے ایک خاص قسم کی شکل کا کپڑا باندھتی ہین - جو زیبایش کے لئے ہوتا ہے -

جاپانیون کا طریقہ زندگی نہایت سادہ اور بے تکلفانہ ہے - کھانے پینے مین وہ کسی قسم کا حجاب نہین کرتے - ایک ہی کمرے مین سب کام ہوا کرتے ہین - وہین بیٹھتے ہین - وہین سوتے ہین - وہین کھاتے پیتے ہین - غرض کسی قسم کا کوئی پردہ نہین - عموماً ریل مین فرسٹ اور سیکنڈ کلاس مین بھی لوگ گرمی کے موسم مین ران تک ٹانگین کھول کر بیٹھتے ہین ٹھیک جسطرح گرمی مین ایک ہندو دھوتی اُٹھا کر اپنی ٹانگون کو ہوا دیتا ہے - جاپانی

اپنا قمیص اُٹھا کر ہوا کا مزہ لیتے ہین۔

(مکانات)

جاپانی مکانات عموماً لکڑی کے ہین۔ دو منزلہ سے زیادہ اونچے نہین ہوتے۔ اُون مین لکڑی کے دروازے ہوتے ہین۔ جن کو آسانی سے اِدھر اُودھر پھیرا جا سکتا ہے بعض مکانات بڑے بڑے عالیشان ہین۔ یہان کا پارلیمنٹ گھر بھی لکڑی کا بنا ہوا ہے۔ ہندوستان کی طرح لوگ گلی کوچون مین بیٹھتے اور کام کرتے ہین۔

(صفائی)

صفائی جاپانیون کی مشہور ہے۔ صفائی مین یہ دنیا بھر مین اپنا ثانی نہین رکھتے۔ یورپین اقوام کی صفائی اُن کے سامنے ذکر کے قابل نہین۔ بدن کی صفائی۔ کپڑے کی صفائی۔ مکان کی صفائی۔ غرض ہر قسم کی صفائی مین بینظیر ہین۔ بدن اِن کے چکنے رہتے ہین۔ اور ان پر میل کا نشان کہین دکھائی نہین دیتا۔ کپڑے عموماً صاف رکھتے ہین۔ جاپان کے مزدور پیشہ لوگ بھی یورپ کے مزدوری پیشہ لوگون سے بدرجہا صاف ہین۔ ہندوستان کے یا یورپ کے عام ہجوم مین انسان بدبو کے مارے تنگ آجاتا ہے۔ خصوصاً گرمی کے دنون مین۔ یورپ کے ہجوم مین علاوہ جسمانی اور لباس کی بدبو کے تمباکو اور شراب کی بدبو بے حد آتی ہے۔ اور دماغ کو پراگندہ کردیتی ہے۔ مگر جاپانی ہجوم مین آدمی کو بالکل بو نہین آتی۔ مین یہان آتے ہی اکیلا ایک رکھشا والے کے ساتھ ایک میلے مین گیا۔ ایک گھنٹے کے قریب مین اس میلے مین گھومتا رہا۔ اور بعض بعض جگہ ہجوم مین دس دس پندرہ پندرہ منٹ تک ٹھیرا رہا۔ اسی ہجوم مین مرد عورات بچے سب ہی تھے۔ مگر مجھے کسی طرح کی بدبو نہین آئی۔ جاپانی۔ مدراسی ہندؤن کی طرح ہر صبح کو اپنا تمام مکان دہوتے ہین۔ جاپان کے گلی کوچون مین فرش بچھے نہین ہے مین نے دیہات کی کوچون مین بھی ابتک کہین کسی قسم کی غلاظت نہین دیکھی۔ حالانکہ لندن کی گلیون مین بھی کہین کہین غلاظت نظر آئی مگر ٹوکیو مین کہین ایسا نہین دیکھا۔

(حیا اور شرم کا سوال)

بعض یورپین لوگ جاپانیون کو بے شرم بتلاتے ہین۔ اور بعض ہندوستانی بھی شاید ایسا کہنے لگین۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک قوم کا معیار شرم وحیا کا اطلاق علحدہ ہے

اُٹھنے بیٹھنے - رہنے سہنے - کھانے پینے - پھرنے کے قواعد کسی قوم کے لئے جُدا نہین بنائے گئے - ان کا مدار آب و ہوا پر - ضروریات اور رسم و رواج اور عادات پر ہے - مگر ضروری کوئی مطلق فطرت معیار مقرر کرکے جاپانیون کے معیار شرم و حیا کو اُس پر پرکھنا چاہیئے - (اڈیٹر)

(جاپانیون کا اخلاق)

خلق اور تکلف مین جاپانی کسی قوم سے پیچھے نہین ہین - تکلف ان مین بے حد ہے بات بات پر جھکتے ہین - جیسے لکھنؤ مین بات بات پر آداب بجا لاتے ہین اور جھکتے ہین - یا یا جیسے یورپین لوگ بات بات پر تھینک یو یا پلیز کہتے ہین - یا جیسے فرانسیسی لوگ بار بار جھکتے ہین - ویسے جاپانیون کا بھی حال ہے - ان کا خلق سلیم ہے - اس مین کسی کو اعتراض نہین - بعض یورپین اقوام اور بعض یورپین اہل خیال کثرت تکلف کو غلامی کی نشانی بتلاتے ہین - شاید یہ راے صحیح ہو - مگر ظاہری رسوم کی کثرت اور اُن کی کڑی پابندی ہر ایک مہذب سوسائٹی مین ہے - جو آدمی اُن کی پابندی نہین کرتے - وہ جنگلی وحشی غیر تہذیب یافتہ کہے جاتے ہین - ان کو کندہ ناتراش کہا جاتا ہے - سمجھا جاتا ہے کہ ایسا آدمی کسی اچھی سوسائٹی مین نہین رہا - کیونکہ وہ سوسائٹی کے رسم و رواج سے ناواقف ہے - اس پر سوسائٹی کا سکہ نہین لگا - یورپ کے اہل الراے مین ایک جماعت پیدا ہو رہی ہے - جو ان سوشیل پابندیون کو بیٹر بان قرار دیتی ہے اور سمجھتی ہے کہ گویا یہ کانٹے دار درخت ہین - جو زندگی کو دشوار بناتے ہین - اور جن سے مکاری پھیلتی ہے - انسان اپنے طریقہ سے اپنے کلام سے جھوٹ پھیلاتے ہین کہتے کچھ ہین اور مطلب کچھ ہوتا ہے - مثلا یورپین سوسائٹی مین ایک طریقہ رسمی تعریف کرنے کا ہے جسکو Paying of Compliments کہا جاتا ہے - انسان زبان سے تو تعریف کرتا ہے اور دل مین برائی ہوتی ہے - جب کوئی اجنبی یورپین سوسائٹی مین جاتا ہے تو اس کو مدت تک یہ پتہ نہین لگتا کہ جو تعریفی جملے اس کی بابت کہے جاتے ہین - وہ کس حد تک بولنے والے کے سچے خیالات کا اظہار کرتے ہین - یا کہ محض رسمی ہین - یورپین سوسائٹی مین بعض موقعون پر تعریف نہ کرنا اور چُپ رہنا بھی بدتہذیبی کی نشانی سمجھا جاتا ہے - مثلاً یورپین سوسائٹی کا ایک قانون ہے - کہ ہر ایک عورت کو

خوبصورت کہا جائے اور عورتوں یا ہر ایک چیز کی تعریف کی جائے۔ حاصل کلام یہہ کہ ہر ایک قوم کا سوشیل اخلاق اس کی تاریخ کا ایک جز وہے جو بہت حد تک مصنوعی ہے۔ رسمی ہے اور کسی حد تک ہر ایک ملک کی آب وہوا اور مذہبی اخلاق کا عکس ہے۔ یہان تک کہ بیاہ شادی کے قانون بھی اسی زمرہ مین داخل ہوتے ہین۔ جاپان کی تمام زندگی مین اس وقت مغربی خیالات کی وجہ سے ایک عظیم تبدیلی ہوئی ہے۔ جو کچھہ اس وقت حالت ہے۔ یہہ کب تک رہے گی۔ کب تک رہنے کی امید ہے۔ اس پر اس موقعہ پر مین کوئی رائے زنی نہین کرتا۔

اقبال وادبار

ماخوذ از علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ ۳ نومبر ۱۹۱۵ء

(رقم زدہ عالی جناب نواب عماد الملک بہادر مدظلہ)

ان اللہ یحب معالی الامور　　لیس للانسان الا ما سعیٰ

بے عزم درست وسعی کامل　　کس را نشود مراد حاصل

اقبال وادبار دو ایسے لفظ ہین کہ ہر وقت خلق اللہ کی زبان پر جاری ہین۔ ایک موہوم سے معنی ان لفظون کے تو البتہ ہر شخص کے ذہن مین ہین۔ مگر انکی اصل حقیقت کیا ہے اس پر کم کوئی غور کرتا ہے۔ روزمرہ کے محاورہ مین ان کا صرف اس طور پر ہے۔ کہ گویا یہ دونون خارج مین موجود اور بعض صفات واجب کے متصف ذاتی ہین۔ اور ساتھی اس کے لوگ فعل وانفعال کو بھی اُن سے نسبت دیتے ہین۔ ارباب مذاہب کا ان پر اطلاق کرتے ہین۔ خواب وبیداری کی حالتین ان مین بتاتے ہین اور بہ عمزہ نازش بحسرت افسوس انہین یاد کرتے ہین۔ کوئی جو ذرا دقیق بین معنی رس ہوتا ہے وہ البتہ اتنا سمجھتا ہے کہ قسمت تقدیر وغیرہ کی مثال یہ بھی مشیات ایزدی کے نام ہین ورنہ چیلا تو گو زبان سے نہ کہین۔ مگر ان کو شریک باری بنانے مین کوئی دقیقہ باقی نہین رکھتے اور جسطرح ہنود جھمی اور سرستی کی پوجا کرتے ہین۔ اُسی کے قریب قریب بعض مسلمان بھی ان آلہ فرضی کو مانتے ہین۔ بہتیرے لغات ہماری زبان پر ایسے جاری ہین کہ اُنکے مدلولات محض ذہنی ہین خارج مین اُنکا وجود نہین ہے اور ایک ضرورت ذہنی کے سبب سے انسان نے انہین وضع کرلیا ہے جیسے لفظ انسان کہ اس کا مفہوم کلی کہین خارج مین

موجود نہین ہے - بلکہ چند افراد کو مختصر الماہیت پا کر آدمی نے ایک لفظ وضع کرلیا ہی جسکا
اطلاق ہر فرد پر ہو سکتا ہے. اور ساتھہ اس کے کسی فرد خاص کا نام نہین ہے یا مثلاً لفظ
جزیرہ کہ جو کوئی ٹکڑا زمین کا پانی سے بالکل گھرا ہوا ہو اس کا نام ہے اہم ترین کہ سنگلاخ
ہو - یا جزائر رق ہون یا کوئی اور سرزمین موصوف بصفات مذکورہ کہین دیکھنے مین آئے
ان کے سوا ایک قسم کے اور لغات ہین جو بہت سے صفات مجتمعہ یا حالت مجموعی کے
نام ہین - مگر آدمی نے بوجہ جہل ان نامون کو ان صفات یا حالت کا سبب اور پیدا
کرنیوالا قرار دے لیا ہے - اقبال و ادبار اور قسمت اور تقدیر اس کی نظیرین ہین - سب کہا
کرتے ہین کہ انگریزون کا اقبال آج کل یاور ہے - ہندو مسلمانون پر ادبار ہے اگر سرکار
انگریزی کوئی لڑائی فتح کرے کسی تدبیر ملکی مین سرسبز ہو - کوئی مہر عمدہ بنائے - کوئی آلہ نیا
ایجاد کرے تو بہر حال تعریف اُن کے اقبال کی ہوتی ہے -

اگر ہماری قوم کے لوگ کسی قسم کی تکلیف اُٹھائین - کسی امر مین ناقص نکلین - کوئی
تدبیر اُن کی الٹی پڑے علم کی تحصیل مین کوتاہی کرین - حصول دولت مین ہمت ہار
جائین - اخلاق ذمیمہ سیکھین - بزرگون کا دتیرہ چھوڑ دین - تو بہر صورت قصور وار ادبار ٹھیرایا
جاتا ہے - یعنی گویا یہہ امور معلول لعلل اور مسبب باسباب نہین ہین - بلکہ الگ ہو کر
یعنی اقبال آسمان زمین کے کسی پردہ پر بیٹھا ہوا - کسی قوم کو نفع پہنچایا کرتا ہے اور اُس کے
مقابل مین ایک اہرمین یعنی ادبار بیٹھا ہوا دوسری قوم کو نقصان پہنچایا کرتا ہے - عقل ورا اسے
کوئی چیز نہین ہے - یہہ دونون فاعل مختار اور جبار جو چاہتے ہین کرتے ہین کوئی اُن پر حاکم نہین اور
یہ کسی کے محکوم اور فرمان بردار نہین آدمی کے کچھہ بنائے نہین بنتی کوئی تدبیر کارگر نہین ہوتی اور اسیطرح
یہہ کہ انسان ہی بیچارے کے معاملات مین اقبال و ادبار کا ہر لونگ ہے - ایسی بد علمی عموماً حیوان
نبات جماد کے نظم و نسق مین نہین سمجھی جاتی - گویا خداوند عالم و عالمیان اشرف المخلوقات سے ان پر
زیادہ مہربان ہے - اور ہومز اقبال اور اہرمن ادبار کے گیرودار سے اُنہین محفوظ رکھا ہے -

ہر صاحب عقل اس بات کو تسلیم کریگا کہ یہہ آثار و آیات بے وجہ نہین ہین - انتظام عالم
مین ہر نتیجہ کسی مقدمہ پر مرتب ہوتا ہے - ہر معلول کسی علت کے وسیلہ سے ظہور مین آتا
ہے - کارخانہ قدرت سلسلہ علل و اسباب سے ایسا جکڑا ہوا ہے کہ اس مین کسی خود مختار
دیویا اہرمن کا گزر نہین ہے - کسی مخلوق کی یہہ مجال نہین - کہ یہہ سلسلہ توڑ دے یا

ایک معلول کو بھی اپنی علت سے جدا کر دیے۔ حکیم اور فلسفی کا کام یہہ ہے کہ ہر شے کی حقیقت اور ماہیت کے تجسس مین سبب اول تک پہنچ جائے۔ جس سے بالاتر سبب حقیقی اور حکیم مطلق کے سوا کوئی نہین ہے۔ اقبال و ادبار کا نام لینا ایک خاص حالت مجموعی کے وجوہ اور علل تک نہ پہونچنے کا بہانہ ہے۔ تلاش و تفتیش علل کڑی ریاضت کا کام ہے۔ اُس کی محنت کو حکیم ہی گوارا کر سکتا ہے۔ عوام الناس آسانی سے دو لفظ گھڑ کے اپنی مشقت بچا لیتے ہین اور انہین الفاظ کو علت بلا واسطہ ٹھیرا کر اپنے دلون کو تسکین دے لیتے ہین۔ اس مین اُنہین اپنی کاہلی اور قصور کا بھی عذر اچھا ہاتھہ لگ جاتا ہے۔ اور کہنے کو ہوتا ہے کہ ہم کیا کرین ہمارا اقبال یاور نہین۔ مجبور ہین۔

ذرا غور کرنے کا مقام ہے کہ ہماری قومی ہمدردی کا تو یہ حال ہو کہ ہم مین سے کوئی ایک بھی ابنائے جنس کی فلاح اور بہبودی مین کوشش نہ کرے اور ہر شخص اپنے ذہن مین ٹھان لے کہ ہین ایسے کامون مین روپیہ صرف کرنے سے کیا فائدہ وقت ضائع کرنے سے کیا حاصل۔ آخر کوئی نہ کوئی کر ہی لیگا۔ یکدلی اور اتحاد کی یہہ نوبت ہے کہ جو کوئی بھولا بھٹکا بھائی ہمارا جان بھی لڑا دے اور درد دل سے ہماری بھلائی کی فکر بھی کرے تو ہمکو یہہ جستجو پیدا ہو کہ اسے کیونکر بدنام کیجئے اس کی نیت کو کس طرح فاسد ٹھیرائے۔ کیا گرفت کیجئے کہ لوگ اسے ملحد اور زندیق جانین۔ غرض اس کے بگاڑنے مین قرار واقعی واد وش کی جائے۔ جہان کی خاک چھانی جائے۔ تربیت اور تعلیم کا یہہ نقشہ ہو کہ اپنا علم بھی چوپٹ ہو تحصیل معاش کُشندہ نہ سیکھین۔ مشقت کو ذلت سمجھین۔ مفت خوری مین شرم و حیا نہ کرین۔ اور پھر جب تنگی رزق عاجز کرے۔ تو خدا کی ناشکری کے سوا کچھہ نہ کہین اور مآل اندیشی اور حسن تدبیر ایسی کہ تمام فکر محال اور شیخ چلی کے سے خیال لگانے مین صرف ہو جائے گزشتہ حالات پر حسرت و افسوس کیا کرین۔ آیندہ کی نسبت بیہودہ اور بے جا امید ون مین اوقات ضائع کرین ہمیشہ یہہ سوچتے رہین کہ مین فلان امیر کے مثل متمول فلان حاکم کی مانند صاحب اقتدار ہوتا تو کیا ہوتا اور ہو جاؤن تو کیا ہو۔ یہان تک کہ ان ہوسون مین واقعی اور ممکن الحصول مواقع تمتع کے بھی ہاتھہ سے نکل جاین۔ حمیت اور غیرت اس درجہ کہ اگر دنیا مین جاہل اور نالایق ٹھیرائے جائین۔ تو یہہ کہہ کے اپنی بات بنالین کہ دادا جان بڑے عالم تھے۔ سینکڑون شاگردون کو پگڑی بندھوا دی۔ نانا جان بڑے

مہندس تھے۔ اُن کے زیچ آج تک مشہور ہیں۔ ہمیں کسی قابل نہیں ہوا تو کیا ہوا اور اس پر یہ توقع کہ لوگ اپنی بھی اتنی قدردانی اور تواضع تعظیم کریں۔ جتنی کسی صاحب علم و کمال کی کرتے ہیں۔ امیروں کا یہ وتیرہ ہو کہ امارت کو مقصود بالذات جانیں اور مخزن ہر فضل و کمال تصور کریں۔ تجشم کو عزت سمجھیں۔ اپنے خوشامدی اور دست نگر لوگوں کی ستائش کو سچ جانیں اور اس گروہ کی واہ واہ سے پھولے نہ سمائیں۔ مال و وقت عزیز صرف لہو لعب کریں۔ اپنی قوم اور اپنے ملک کی بھلائی میں کوشش نہ کریں اور اس کار خیر میں پیسہ نہ اٹھائیں۔ شریفوں کا یہ نقشہ ہو کہ گو کھانے کو پاس نہ ہو مگر محنت اور مزدوری سے ان کی شرافت میں بٹہ لگے۔ سوال سے عار نہ ہو مگر پیشہ اور حرفہ سے جی شرمائے۔ عابد و زاہد ایسے ہوں کہ مذہب و ملت کو پیسہ بنائیں اور نماز و روزہ کی روٹیاں کھائیں۔ حج و زیارت کے واسطے بازیہ تحصیلے پھریں اور اس فعل کو جسے خداوند عالم اور ہمارے شارع علیہ التحیۃ والسلام نے حرام کیا ہے۔ بظاہر ذریعہ جذب ثواب اور بباطن وسیلہ حصول معاش بنائیں۔ عمال و حکام ایسے کہ ان کو پیٹ بھرنے سے کام۔ ملک خدا چاہے بگڑے اور چاہے سدھرے۔ ان کی بلا جانے۔ حیف صد حیف کہ ہمارا اور ہماری قوم کا یہ حال ہے اور اس پر ہم ادبار ہی کو الزام دیں۔ اپنے قصور پر معترف نہ ہوں اور اپنے ملک کی بہبودی میں سعی و کوشش کرنے کے عوض بیٹھے ہوئے ہائے قسمت وائے نصیب کہا کریں۔

اصل میں ادبار اسی حالت مجموعی کا نام ہے۔ جس کا ایک شمہ بطور مشتے نمونہ از خروارے اوپر بیان کیا گیا۔ اقبال کو بالکل اس کا ضد تصور کر لینا چاہیئے۔ زیادہ اس سے سمجھنا اور ادبار یا اقبال کو ان حالات کا خالق اور سبب قرار دینا عقل سلیم کے نزدیک شایبہ شرک معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ مقدمہ تسلیم کر لیا جائے تو ظاہر ہے کہ مثل امراض جسمانی یہ بھی عوارض ہیں اور ہم بر ان قیاس علاج پذیر۔ اور جس طرح طبیب حاذق پہلے اسباب و علامات مرض کو ہر صورت سے تشخص اور محقق کر کے اس کے مناسب نسخہ لکھتا ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک کے عقلا اور حکماء کو چاہیئے کہ پہلے اپنے قومی امراض کے اسباب و علامات بخوبی دریافت کر لیں اور پھر ہر ہر سبب آدی کے واسطے علیحدہ علیحدہ دوائیں تجویز کریں۔ اگر صدق دل اور خلوص نیت سے علاج میں کوشش کی جائے اور قوۃ الی اللہ اس امر میں اہل توفیق جد و جہد کو کام فرمائیں تو عجب نہیں کہ

اس کا ثمرہ بہت جلد ظہور مین آئے - السعی منا و الاتمام من اللہ ٥

لیس للانسان الا ما سعیٰ — من طریق سعی می آرم بجا
از غم و اندوہ و ماتم برطرف — دامن مقصود اگر آرم بکف
من دران معذور باشم والسلام — ورنہ شد از حبار من کام بکام

عماد الملک

اول اول کس نے کیا دریافت کیا

ماخوذ از کرزن گزٹ مورخہ ۸ نومبر ۱۹۱۵ء

کہتے ہین کہ دنیا مین چاندی اور سونا سب سے پہلے ویلس اور قرطاجنہ والون نے چار ہزار تین سو اٹھ تیس سال کے بعد از آفرینش معلوم اور کان سے نکالنا شروع کیا تھا۔ اور چاندی سونے کے ٹکڑے تبادلہ اشیاء کے کام آنے لگے۔ اس سے پہلے عام طور پر اشیاء و اجناس کا باہمی تبادلہ ہوا کرتا تھا۔

مثلاً ایک کاشتکار نے غلہ پیدا کیا۔ جو اس کے پاس ضرورت سے زیادہ تھا لیکن اسے پہننے کے لئے کپڑا یا ہل کی پھالی کی حاجت تھی۔ جو خود مہیا نہین کر سکتا تھا۔ اناج لیکر کسی جلاہے یا لوہار کی تلاش مین نکلتا۔ جسے کپڑے اور پھالی کے عوض اناج ہی کی ضرورت ہوتی نہ کسی اور چیز کی۔ جب تلاش و جستجو کے بعد کوئی ایسا جلاہا یا لوہار ملتا تو معاملہ شروع ہوتا طے کرنے مین بڑی ادو قدح ہوتی۔ خدا خدا کر کے کہین معاملہ طے ہوتا۔ جب چاندی سونا تعین قیمت اور تبادلہ عام کے واسطے نکل آئے تو خرید فروخت مین بہت آسانی ہو گئی۔ لیکن وزن اور کھوٹے کھرے کا جھگڑا پھر بھی بہت دنون تک باقی رہا۔ یہان تک کہ دی ستوقلیس اول نے مجمع الجزائر یونان پر استیلا پانے کے وقت چاندی اور سونے کا شاہی سکہ جاری کر کے اس مخمصہ کو بھی پاک کر دیا۔ سفید سونا جس کا وزن اصناف تمام معدنیات سے زیادہ ہوتا ہے ۱۱۶۵ھ ہجری مین امریکہ والون نے دریافت کیا لیکن وہ قلیل الوجود ہے۔

سمور و سنجاب اور ایسے ہی دیگر حیوانات کی گرم و نرم نازک و خوشنما پوستین ۸۵۷ - سال بعد آفرینش سے شمالی ممالک سے شروع ہو کر دنیا بھر مین رواج پذیر ہو گئین - اسی زمانہ مین سنگ چقماق سے آگ نکالنا اور کتون کو شکار کرنا سکھانا شروع کیا گیا - اس اختراع و تحقیق کا سہرا ایرانیون کے سر بندھا -

سال وسنہ کا حساب نابوناصر بادشاہ بابل نے باندھا اور آفرینش عالم کی تخمینی تاریخ کے عوض مین ۴۸۴۶ بعد آفرینش ایک شمسی سال و تاریخ کا حساب شروع ہوا اس سے پہلے قمری سال و ماہ پر دنیا کا دار و مدار تھا۔

اسا قص ماندرو پہلا یونانی حکیم ہے۔ جسنے ۴ ہزار ۹ سو ۴۷ مین تحقیق کیا کہ زمین گول ہے اور اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔ ۵۰ سال کے عرصہ مین اس تحقیق نے شہرت پائی۔ لیکن مدتہائے دراز تک علمائے ہیئت کو جو اس تحقیق کے قائل ہو چکے تھے۔ اپنے اس اعتقاد کے اعلان کی جرأت نہین ہوئی۔ کہ زمین گول ہے اور اپنے محور پر گردش کرتی ہے۔ یہان تک کہ تیرہوین صدی عیسوی مین بھی یورپ مین زمین کی گردش وحرکت کے قائل سولی دیئے جاتے۔ اور پتھرون کے ساتھ صندوق مین بند کر کے لڑھکائے اور ہلاک کئے جاتے تھے۔ اسا قص ماندرو نے منازل سماویہ کا ایک نقشہ بھی بنایا تھا۔ لیکن وہ بمرور روزگار ناپید ہو گیا۔ جغرافی نقشہ اول اول سنہ ۱۹۲ھ ہجری مین نبولہ نام ایک مصری نے تیار کیا۔ پھر یوماً فیوماً اس کا رواج بڑھتا گیا۔ نہرون کا آغاز فراعنہ مصر کے زمانہ سے ہوا۔ کہتے ہین کہ ناخو نام فرعون نے ۴۹۷۷ سال بعد از آفرینش نہر سویز کی کھدائی شروع کرائی اور ایک لاکھ ۲۰ ہزار آدمی کھدائی مین جان بحق ہوئے۔ لیکن نہر نہ کھد سکی۔ ۴۹۹۵ سال بعد از آفرینش تالیس نامی یونانی حکیم نے سورج گرہن اور چاند گرہن معلوم کرنے کے اصول و قاعدے باندھے ہے۔ کتابت کا آغاز ایتھنس کے ایک بادشاہ سے پانچہزار سال بعد از آفرینش ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ جس کا نام چن سرات تھا۔

اول اول کیخسرو نے ملک و سلطنت کو سہولت یا انتظام کی غرض سے متعدد حصون مین تقسیم کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ جب اس کی سلطنت بحر ہند اور بحر خضر تک وسیع ہو گئی تو اس نے ملک کے ۱۲۰. انتظامی حصے کئے اور ڈاک و احکام رسانی کے اصول مقرر کئے اس لئے ڈاک کی ایجاد پانچہزار ۳۶ سال بعد از آفرینش شروع ہوئی۔ ڈاک کے ٹکٹ کہتے ہین کہ اول اول لوئیس چہاردہم بادشاہ فرانس کے زمانہ سے چلے۔ لوئیس جب بیرون اور ملک کے سفر کو جاتا اور اپنے حاشیہ نشینون کو ساتھ لیجاتا۔ اور خاص ڈاک کے ذریعہ وہان سے ضروری احکام دار السلطنت کو روانہ کیا کرتا۔ تو اس لئے کہ عملہ ڈاک ان کاغذات احکام کو شاہی تصور کرے لفافون پر خاص علامت کے کاغذ چپان کر دئے جاتے تھے۔ اس سے سنہ ۱۲۶۴ھ ہجری مین ڈاک کے ٹکٹ بن گئے

ہوا کا ثقل اولاً حکیم ارسطو نے ۵۱۴۵ سال بعد از آفرینش معلوم کیا اور متاخرین میں سے حکیم اڈوڈ وربک نے تحقیق کیا کہ ہوا کا کوئی رنگ نہیں ہے کہ دکھائی دے اور یہ کہ کرہ کی ہوا کا کرہ زمین پر چاروں طرف سے سخت دباؤ ہے۔

۴۲۷۱ سال بعد از آفرینش یونان میں پن چکی ایجاد ہوئی اور یون چکی عربوں نے ۱۲۱ ہجری میں ایجاد کی۔

چاندی سونے وغیرہ معدنیات کی جلا کا آغاز ۵۳۳۶ سال بعد از آفرینش مصر سے شروع ہوا۔ اور یہاں تک اُس میں ترقی ہوئی کہ لوہے اور چاندی کے آئینہ بننے لگے۔ جن میں شکل دیکھا جاتا تھا۔ کانچ کے آئینہ کو جو آج کل صورت دیکھنے کے لئے مستعمل ہے۔ ایجاد ہوئے۔ پانچ چھ سو برس سے زیادہ نہیں ہوئے۔ وینس والے ہر قسم کا بلور بارود کے نمک سے بنایا کرتے تھے۔ چاہیں تو اس کو آئینہ حال کی ابتدا کی ایجاد کہہ سکتے ہیں۔ لوئیس چہاردہم بادشاہ فرانس نے ایک آئینہ بنوایا تھا۔ جس کا طول ۲۵ گز کے قریب تھا۔ جو اب تک پیرس کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ ۵۲۷۶ سال بعد از آفرینش اسکندریہ میں پہلا حمام بنا اور رفتہ رفتہ اس قدر عام ہوا کہ جب عمر بن عاص نے مصر فتح کیا تو خاص اسکندریہ میں نہایت عمدہ چار ہزار حمام تھے۔ بعض کی تحقیق یہ ہے کہ حمام پہلے پہل ایران میں بنا تھا اور جمشید اس کا موجد ہوا۔ جسکے زمانہ سے جشن نوروز کی بنا چلی آتی ہے اور خیمہ بھی اسی کی ایجاد کہا جاتا ہے ۲۳۴۸ سال بعد از آفرینش رومانیوں نے پہلی گھڑی بنائی کہ جو پانی سے چلتی تھی اور وقت بتاتی تھی۔ لیکن رائج الوقت بڑی گھڑی کی اصل کا موجد ہارون رشید خلیفہ عباسی کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بغداد میں ۱۷۵ ہجری میں یہ گھڑی ایجاد ہوئی اور ہارون رشید نے ایک گھڑی اور کینہ عامہ کی کنجی شارلمین بادشاہ فرانس کو تحفہ میں بھیجی تھی۔ مگر چھوٹی یعنی جیب گھڑی ۹۲۳ ہجری میں تیار ہوئی ہے۔ ابھی بہت زمانہ نہیں گزرا ۱۶۳۰ عیسوی میں یونانیوں نے اور بقول بعض رومانیوں نے گھنٹہ ایجاد کیا۔

ترا جان بادشاہ روما نے نہروں اور دریاؤں کے پلوں کی تعمیر شروع کی اور پہلا پل دریائے ڈینیوب پر ان ۱۰۴ میں بنایا گیا۔ جس کا طول ۲۷۰۰ قدم تھا۔

کرسی اور میز کا آغاز ۱۲۰۹ میں فرانس سے ہوا اور سولہویں اور تیرہویں صدی میں بہت

کچھ تکلفات کا اضافہ ہوگیا۔ ٹین کے ٹب اور مٹی کے تنور اولاً چوتھی صدی عیسوی مین فرانس مین بنے۔ پانی کا ترازو مصریون کی ایجاد ہے۔ سنہ ۱۲۱ء مین اس کا سراغ ملتا ہے۔ عیسوی سنہ پادری ڈیونس نے عیسی علیہ السلام سے ۵۰۴ سال بعد ارزوی انجمن قایم کیا۔

عربی خط عرب کے ایک قبیلہ مدین نے سنہ ۵ء مین ایجاد کیا۔ اس کے بعد ابن مرۃ الانبار نے جو عرب مین ایک مشہور دانشمند گزرا ہے۔ اس نے حمیری خط مسند کی اصلاح کی اور خط کوفی کے قریب قریب صورت مین بدلا۔ یہی عربی کے باقی تمام خطوط کی اصل ہے خط کوفی سے بوعلی ابن مقلہ نے موجودہ عربی خط نسخ نکالا۔ جو اس قدر مقبول ہوا کہ باقی تمام خطوط کا تقریباً نام ہی رہگیا۔

اسلام مین پہلے جامع مسجد مدینہ کی جامع نبوی ہے۔ جو ہجرت کے دوسرے سال بنائی گئی تھی۔ اس کے ستون اولاً کھجور کے تھے اور چھت کھجور کے پتون سے پاٹی گئی تھی۔ طول ۱۰۰ گز اور عرض ۹۲ گز اور تین دروازے رکھے گئے تھے۔ ٭

مسلمانان روس کا سیاسی و مذہبی ارتقا

ماخوذ از وکیل امرت سر ۸ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء عیسوی

۲۹ دسمبر کے ٹائمز آف انڈیا بمبئی مین اس عنوان سے ایک دلچسپ مضمون شائع ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ بمعصر صحیفہ سے ناظرین کرام کے تفنن طبع کے لئے درج کیا جاتا ہے

مسلمانان روس کی تعداد | روس مین کتنے مسلمان آباد ہین۔ اور ان کی حالت کیا ہے۔ اس کا اندازہ کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی۔ مگر حال مین چند سالون کے اندر ان کی حالت مین ایسی نمایان ترقی ہوئی ہے کہ روسی حکومت کے لئے ان کی طرف بہت زیادہ توجہ کرنا ضروری ہوا۔ مسلمانون کے لیڈر آہستہ آہستہ نگر استقلال کیساتھ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ حکومت کو اس بات کی ضرورت جتلائی جائے کہ پیروان اسلام کی جانب اس کے طرز عمل مین اصلاح ہونا ضروری ہے۔ اور ان کی جہد وجہد کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ملک کے دیگر طبقات مین ان کی طرف سے ہمدردی کا احساس پیدا ہو رہا ہے۔ زار روس نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ خاص اسلامی معاملات کے لئے ایک عہدہ

قایم کیا جائے۔ اور قبل اس کے کہ اسپر عمل کیا جاتا۔ زار نے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے حکم دیا ہے کہ مسلمانون کے عام حالات اور ان کے متعلق تازہ اعداد و شمار فراہم کئے جائین۔ یہہ کام وزارت داخلہ کی شاخ محکمہ امور مذہبی کے سپرد ہوا تہا اور اس کے انجام پانے پر اس کا نتیجہ حال کے "رُیو دو ماند مسلمان" مین شایع کیا گیا ہے۔ ۱۸۹۷ء کی روئداد مردم شماری مین مسلمانون کی تعداد ایک کروڑ ۴ لاکھ بتلائی گئی تہی اور حال کی روئداد مین ایک کروڑ ۷۰ لاکھ ترکمانی کہے گئے ہین مگر یہہ ناممکن ہے کہ ان کی پوری پوری تعداد کا پتہ لگایا جاسکے۔ خاصکر ایسی صورت مین کہ وہ اس قدر وسیع ملک کے ہر گوشہ مین منتشر حالت مین آباد ہین۔ لہذا اس بات کے یقین کرنے کی معقول وجوہ ہین کہ مسلمانون کی مجموعہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔ اور ۲ کروڑ کے لگ بہگ ہے۔ ان کا تعلق مختلف اقوام سے ہے۔ جن مین سے ۵۰ لاکھ سے اوپر تاتاری ہین۔ قریب قریب اسیقدر کرغی اور کوئی ۱۰ لاکھ کفیر ہین۔ ان رقبون کے لحاظ سے جہان جہان یہہ آباد ہین ۔ ۴۵ لاکھ یوروپی روس مین ہین۔ جو زیادہ تر دریاے والگا کے کنارے آباد ہین۔ ۳۵ لاکھ قفقاز مین۔ ۸۰ لاکھ سے اوپر وسط ایشیا اور کوئی سوا دس لاکھ سائبیریا مین ہین۔

معابد اور انجمنین ملک بھر مین مسلمانون کی ۲۶ ہزار مسجدین ہین۔ اور اسلامی امور کے متعلق ۴۵ ہزار عہدہ دار متعین ہین۔ علاوہ ازین مسلمانون کے دوسرے اغراض و مقاصد کے لئے حکومت نے ۲۰۴ انسٹی ٹیوشنون (انجمنون) کو تسلیم کیا ہے۔ ان مین سے پانچ صرف مذہبی اغراض اور ۴۸ رفاہ عام کے کامون کے لئے ہین اور ۲۴ تعلیمی مقاصد کے لئے وقف ہین۔

علمی و ادبی ترقی مسلمانان روس علمی اور ادبی ترقی کے لئے بھی جد و جہد کر رہے ہین۔ ان کے یہان ۱۹۴ کتب خانہ اور ۳۲۴ مطابع اور ۸۱ اخبارات و رسالے ہین۔ یہ اس زمانہ کی تعداد ہے۔ جبکہ سب سے پہلی مرتبہ ان کا شمار کیا گیا تھا۔ مگر اس زمانہ سے ابتک بہت کچھ ترقی ہو چکی ہے۔ اور غالباً اب اسلامی اخبارات و رسالجات کی تعداد ۱۳۰ ہو گی۔ یہہ ہین بعض اعداد جو روسی حکومت نے اس غرض سے فراہم کئے ہین کہ ان سے مسلمانون کی اصلی حالت کا پتہ چلے۔ تاکہ اس عظیم جماعت کے لئے بہتر قوانین بنائے جاسکین۔ جو روس کی کثیر آبادی سے مذہبی اختلاف رکھتی ہے۔ یہہ امر کہ ایسی کارروائی کس طرح دائرہ امکان مین آئی سوا اسکا باعث تعلیم یافتہ مسلمانون کا جوش جانکاہی اور ایثار ہے!

اسلامی کانگرس یہہ نئی آزادی کئی سال کی لگاتار باقاعدہ جد و جہد کے بعد حاصل ہوئی ہے

لہذا اس ارتقاء کی روش کا پتہ لگانا خالی از دلچسپی نہ ہوگا - اس زمانہ مین جو انجمنون اور کانگرسیون کا زمانہ ہے - تعجب انگیز معلوم ہوتا - اگر روسی مسلمان اپنی شکایتون کی آواز بلند کرنے اور اپنے مقاصد اور اغراض کو ایک مرکز پر لانے کے لئے اس طریقہ سے کام نہ لیتے - پہلی کانگریس کی بنیاد سنہ ۱۹۰۵ء مین پڑی تھی - جبکہ تمام مقامات اور طبقات کے مسلمانون نے اس امر کا فیصلہ کیا تھا کہ مقام نجنی نووگراد میلہ کے موقعہ پر جلسہ کرین - مگر روس اسکو اشتباہ کی نظر سے دیکھ رہا تھا - اور اسے منظور نہ تھا کہ یہ تحریک جو ممکن تھا کہ آگے چلکر سلطنت کے لئے خطرہ کا باعث ہو بڑھنے پائے - لہذا حکام کو حکم دیا گیا کہ کانگریس کا اجلاس نہ ہونے پائے - مگر اسلامی قائم مقامون کی چھوٹی سی جماعت نے مستقل ارادہ کر لیا تھا کہ وہ ہمت نہ ہارے گی - لہذا اس نے یہ تصفیہ کیا کہ دریاے والگا کی شاخ اوکا سے گذر کر مقام ریاسینکی پر جلسہ کا انتظام کرنا چاہیئے - اور جب ان کا جہاز مقام مذکور پر پہنچا تو قائم مقامون نے تختہ جہاز ہی پر کانگرس کا اجلاس کیا - ظاہری طور پر ان حالات کے اندر جو کچھ بھی کیا گیا - اس مین بہت کم باقاعدگی تھی - اور دوسرے سال کانگرس کا جو اجلاس ہوا در اصل وہی اصلی اور ابتدائی اجلاس تھا - اس کے صدر نشین علی مردان [illegible] بے تھے - جنکو مقام باکو کا ٹیلک بحیثیت کہا جاتا ہے

سب سے پہلی مرتبہ جب روس [illegible] دوما (ڈوما) قائم ہوئی تھی تو یہ اس مین باکو کی طرف سے رکن منتخب ہوئے تھے [illegible] مین وائبرگ مینی فسٹو پر دستخط کرنے کی وجہ سے وہ عدالتی تحقیقات مین پیش [illegible] غرض مسلمانون نے جس حالت سے پہلی مرتبہ کانگرس کا اجلاس کیا - اس سے اس بات کا ہر طرح ثبوت ملتا تھا کہ انھون نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ اپنی قومیت کو منوا لین - اور ملک کی دستوری حکومت مین حصہ لین - پہلی ڈوما مین ۳۴ تاتاری شریک تھے - مگر ان مین ۱۲ ایسے تھے جن کو جلسہ مین ہونے کے لئے دور دراز کا سفر کرنا پڑا تھا - مسلمانون کو [illegible] اور انکا [illegible] مین جمع دو کرنے کے لئے وہ لگاتار کوشش کر رہے ہین - مذکورہ بالا کانگرس اور بعد کی کانفرنسون مین جو قراردادین منظور ہوئین - ان مین سے کسی اس قابل [illegible] ہین ان کا اعادہ کیا جاے - کیونکہ ان سے کانگریسون کے نصب العین کا پتہ چلتا ہے - سب سے پہلی قرارداد یہ تھی - کہ ایسا انتظام کیا جائے کہ تاتاری جو ڈوما کے رکن بنائے گئے تھے - وہ انہیں بلائے گئے ہین - اور ان کی بجاے حکومت کی جانب سے نامزد لوگ شریک نہ کئے جائین - ان اراکین کو ہدایت کی جاے کہ یہ لوگ ڈوما مین

ایک پارٹی بنائیں جو اون کے ان حقوق کا مطالبہ کرے۔ جن کے وہ سلطنت کے اراکین ہونے کے لحاظ سے حقدار ہیں۔ یہ بھی قرار پایا کہ ان کے کام کا مدعا یہ ہو کہ حکومت سے اس امر کی اجازت حاصل کی جائے کہ تاتاری علاقہ کے سرکاری مدارس میں مذہب اسلام کی تعلیم دی جائے۔ نیز یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ سلطنت کے تمام حقوق میں مسلمانوں کو مساویانہ حصہ ملنا چاہیئے۔ پانچویں قرارداد یہ تھی کہ علاقہ تاتار میں جہان مسلمان چاہیں ان کو انجمنیں قایم کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان مقاصد کو ہمیشہ پیش نظر رکھکر مسلمانوں کی جد وجہد کو ایک مرکز پر لایا گیا۔ تاکہ حکومت پر اس کا اثر قایم ہو سکے۔

مزید آزادی کے لئے جد وجہد کانگرس کو اب حکومت نے تسلیم کر لیا ہے اور اس کے درجہ کمال پر پہونچنے کی ایک شکل یہ ہے۔ کہ ۱۲ ماہ قبل کانگرس کا اجلاس سلطنت روس کے دار السلطنت پٹروگراد میں منعقد ہوا تھا۔ جو مذہب عیسائی کے سب سے زیادہ راسخ العقیدہ پیرون کے مرکزون میں سے ایک ہے۔ روس کے تمام اسلامی حصص اور خصوصاً تاتاری اور وسطی ایشیا سے ۴۴ وکلاء منتخب ہو کر آئے تھے۔ ان مضامین سے جن پر بحث کی گئی ایک یہ بھی تھا کہ عیسائیون اور مسلمانون کے حقوق مساوی ہونے چاہئیں۔ روسی عموماً بڑے راسخ العقیدہ اور متعصب عیسائی ہوتے ہیں۔ لہذا اُن کے نزدیک وسیع النظری گناہ عظیم ہے۔ اس لئے یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں کہ انہون نے دوسرے مذہب والون کی خواہشات مین حوصلہ افزائی کرنے سے پہلے پہل لاپروائی برتی ہو۔ سابق حکومت کی پالسی یہ تھی۔ کہ عیسائیون کو مسلمانون کے خلاف رکھا جائے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ روس مین کوئی مسجد گرجہ کے مینار سے بلند نہونے پائے۔ ہلال ہمیشہ صلیب کے نیچے رہے۔ مگر وہ رفتہ سابقہ حالت مین تبدیلی ہو گئی ہے اور مسلمانون کے حقوق کو تسلیم کرنے کا بیش از بیشتر رجحان معلوم ہوتا ہے۔ بعض کالجون اور یونیورسٹیون مین مسلمانون کی تعداد نہایت ہی محدود تھی۔ پٹروگراڈ کے مدارس صنعت وحرفت مین مسلمان طلبا جملہ طلبا کے صرف دسوان حصہ کے برابر داخل ہو سکتے تھے۔ اس امر کی درخواست کی گئی ہے کہ مسلمانون کی مسجدون اور مدارس کی نگرانی کے لئے ایک خاص کمیٹی مقرر کی جائے۔ مسلمانون کے لئے ہائی اسکول اور کالج کھولے جائیں۔ اور ترکستان اور وسطی ایشیا کے مسلمانون کی پست اخلاقی اور تعلیمی حالت مین اصلاح کی جائے۔

روس کی مسلمان خواتین اس تمام نشو ونما کی سب سے نمایاں خصوصیات وہ کام ہیں جو مسلمان خواتین نے انجام دئے ہین - اور وہ مسائل ہین جو وہان کی خواتین سے متعلق ہین جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ روس کی مسلمان خواتین کی حالت دوسرے ممالک کی عورتون سے کہان تک مختلف ہے - مسلمان خواتین پٹرو گراد کی یونیورسٹیون مین تعلیم حاصل کرتی ہین گیا سال گزشتہ ایک خاتون نے وکالت مین ممتاز درجہ حاصل کیا تھا - پٹرو گراد کی مسلمان خواتین نے کانگریس مین درخواست پیش کی تھی کہ اسلامی معاملات کے متعلق عورتون کو رائے (ووٹ) دینے کی اجازت دی جائے - اگرچہ کانگریس کے نزدیک ایسے امور کا عورتون کی طرف سے پیش ہونا قبل از وقت خیال کیا گیا - لیکن کم سے کم اس سے اس امر کا تو ثبوت ملتا ہے کہ روس مین صنف نازک نے کہان تک ترقی کی ہے - عورتون کو ابتدائی مدارس مین تعلیم دینے کی اجازت ہے - اور اس غرض کے لئے وہ مدارس تعلیم المعلمین مین شریک ہو سکتی ہین - جنگ چھڑتے ہی مسلمانون نے زار سے اپنی دلی اخلاص مندی کا اظہار کیا اور حکومت کی امداد کے لئے اپنا ارادہ ظاہر کیا -

روس مین اسلام کی اشاعت - روس مین اشاعت اسلام کا کام ایک نہایت شاندار کام خیال کیا جا سکتا ہے - روس مین جو اسلام پھیلا اس مین ایک قطرہ خون بھی نہ بہایا منگولیا والون کے حملون نے وسطی ایشیا مین اسلام کی بنیادون کو ہلا دیا - مگر پھر اس نے اپنی جگہ حاصل کر لی اور اپنے فاتحون کو اپنا پیرو بنا کر خود اُن پر غلبہ حاصل کر لیا - معلوم تو ایسا ہوتا ہے کہ اگر روسی حکومت عیسائیت کی پشت پر نہ ہوتی تو تمام وسطی ایشیا اور سائبیریا مین آج مسلمان ہی مسلمان نظر آتے - تاہم گزشتہ دس سال کے اندر ہی روس کے راسخ العقیدہ عیسائیون مین سے پچاس ہزار نے اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا - انہون نے روسی حکومت کو جنگ مین اخلاص مندی کے ساتھ مدد دی اور ان مین سے بھی میدان جنگ مین اپنی جانین لڑا رہے ہین - مسلمانون کی جانب روس کا یہ طرز عمل ایک جرم ہے - اس عظیم الشان انقلاب کا جو روسی حکومت کے اس تعلق مین پیدا ہو رہا ہے - جو وہ اپنی ماتحت مختلف اقوام کے ساتھ رکھتی ہے -

جہنم باصطلاح اہل اسلام کیا چیز ہے

ایک یورو پین کی تحقیق

ماخوذ از کرزن گزٹ ۸ دسمبر ۱۹۱۵ء

الگزنڈر راس صاحب کی راے قرآن شریف کی نسبت کیسی ہی خلاف کیون نہو لیکن اس مین اصلا شک نہین کہ بارہ سو برس کی مدت سے قرآن مجید نوع انسان کے ایک خمس کے مذہبی اور دیوانی و فوجداری کے مسائل اور احکام کا ماخذ ہے اور ان سب کا اعتقاد یہ ہے کہ یہہ کتاب ہمارے پیغمبر پر جبرئیل فرشتہ کے ذریعہ سے آسمان سے نازل ہوئی تھی اور اس کی تفسیرین اس کثرت سے ہین۔ کہ منقول ہے کہ بیس ہزار تفسیرین قرآن شریف کی صرف ایک کتب خانہ طرابلس مین موجود ہین۔ شاید الگزنڈر راس صاحب اسکول ماسٹر کے علاوہ شاعر بھی تھے اور شعرا مذہب کے معاملہ مین ہمیشہ گمراہ ہوتے ہین۔ اگلے زمانہ کے رومیون اور یونانیون کی بد اعتقادی کی بھی یہی کیفیت تھی۔ چنانچہ جودنل شاعر رومی لکھتا ہے کہ بچے بھی جہنم اور روح کا اعتقاد نہین رکھتے ہین اور اس شاعر پر کیا منحصر ہے۔ پلانیی مورخ رومی بھی یہی لکھتا ہے۔ کہ اگر حیات آخر کوئی چیز ہوتی تو ہمکو آرام و راحت کی کیا امید ہو سکتی۔ ایسی زود یقینی سے موت کا کلمہ ہمارے ہاتھ سے جاتا ہے۔ اور ... سب سے بڑی نعمت ہمارے لئے ہے کالیمکس شاعر نے لکھا ہے کہ زمین کے نیچے کیا چیز ہے۔ صرف تاریکی ہے۔ اور حیات آخرت ایک جھوٹی چیز ہے۔ اور جہنم کیا چیز ہے۔ ایک افسانہ بے سروپا ہے۔ مرنے کے بعد پھر کچھ بھی نہین ہے۔ لیوکریشن نے بھی بہشت اور دوزخ کا انکار کیا ہے اور سنیکا حکیم نے ان چیزون کو خواب پریشان اور فسانہ یا وہ ہوا اور افواہ بے سروپا لکھا ہے۔ پھر دمسیتھنیز نامی حکیم نے لکھا ہے کہ لوگون نے عاقبت کو گویا ہوا یا بچا بنا لیا ہے۔ لیکن ... تاریکی ... نہ کوئی عدالت ہے اور نہ کوئی ... [illegible] ان چیزون کا ... [illegible] ہے۔ [illegible] کا ... نہین باقی رہتی۔ اور ... الیشس ... قبل ولادت حاصل تھا۔ وہی بعد موت پھر حاصل ہوگا۔ ... اسلام ... بہت کم ہین۔ جنہون نے ان قدیم شعرا سے ... کی ... یا عاقبت یا بہشت و دوزخ کا انکار کیا ہو۔ پیغمبر اسلام کو بھی بڑا خوف شاعرون کا تھا۔ ... قرآن شریف مین سورۂ شعرا موجود ہے اور ... شاعرون کی ... کی ہے ... شعرا ... الا انھم ... یعنی شاعرون کی پیروی وہ لوگ کرتے ہین

جو گمراہ ہین - کیا تو نہین دیکھتا کہ وہ ہر وادی مین کیونکر بھٹکتے پھرتے ہین اور جو کہتے ہین اسکو کرتے نہین ہین - سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون - یعنی جو لوگ ظلم کرتے ہین - قریب ہے کہ وہ معلوم کرینگے کہ کیا الٹ پھیر ان کی حالت مین ہوا ہے - یعنی ان پر عذاب جہنم کا ہوگا -

جہنم کی کیفیت بیان کرنے سے قبل سوال منکر و نکیر کی کیفیت بیان کرنی ضرور ہے جسکا اعتبار ہر ایک پکے مسلمان کو ہے اور یہہ عذاب قبر کفار کو ہوتا ہے - چنانچہ سورۂ انفال مین لکھا ہے کہ اگر تو دیکھے کہ جب فرشتے کافرون کی روح کو قبض کر لیتے ہین تو اُن کے مُنہ اور جسم پر ضرب لگا کر کہتے ہین کہ تم اس سزا یا اس جلنے کا مزا چکھو - اور ایسے ہی الفاظ سورۂ محمد مین پائے جاتے ہین - ان آیات قرآنی مین احادیث نبوی ملا کر مفسرین نے سوال منکر و نکیر کا مسئلہ بنایا ہے - چنانچہ اس عذاب قبر کو امام غزالی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب زینت الادیان مین یون بیان کیا ہے کہ دو فرشتے جن کا نام منکر و نکیر ہے - اور جنکی نہایت قبیح اور مہیب صورت ہین - اور جن کی آنکھین کرنجی ہین اور ایک حدیث مین یہہ بھی ہے کہ یہہ دونون اندھے اور بہرے اور گونگے ہین - الغرض بمجرد دفن ہونے کے بعد دونون فرشتے مردہ کو قبر مین اُٹھا کر بٹھاتے ہین - مسلمان کا مردہ کفن پہنا کر بغیر صندوق کے دفن کیا جاتا ہے اور قبر مین لحد اس لئے بنائی جاتی ہے کہ ان فرشتون کے سامنے مردہ آسانی سے اُٹھ کر بیٹھ سکے - تب منکر و نکیر یہہ سوالات مردہ سے آسانی سے کرتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہے اور تیرا قبلہ کون ہے - اگر ان سوالات کے جوابات صحیح مردہ نہ دیگا تو وہ فرشتگان عذاب لوہے کے ہتھوڑون سے ایسی شدید ضربین لگائینگے کہ وہ شخص جسپر یہہ عذاب ہو رہا ہے اس کے صدمے سے ایسا زور سے چلائیگا کہ اس کی آواز کو از شرق تا غرب سب جاندار جیسے زمین سنینگے بجز انسان اور جن کے تب ہر ایک کی قبر مین ننانوے طنین بھی جاتی ہین - اب اگر تم پوچھو کہ طنین کیا چیز ہے تو یہ نام اُن سانپون کا ہے - جن کے سات سر ہوتے ہین اور گنہگارون کے بدن کو قیامت تک کاٹا کرینگے - یہہ سوالات منکر و نکیر بچون کو سکھائے جاتے ہین اور یہہ جوابات اُن کو بتائے جاتے ہین کہ اللہ جل جلالہ ربی و الاسلام دینی و القرآن کتابی و الکعبہ قبلتی - خدا میرا پروردگار ہے اور اسلام میرا دین اور کعبہ میرا قبلہ ہے -

خیال کیا جاتا ہے اس عذاب قبر کے مسئلہ کو پیغمبر اسلام نے مثل دیگر مسائل یہود کی کتابون سے اخذ کیا ہے - عذاب قبر کو یہود اور اہل اسلام بھی فشار قبر کہتے ہین - چنانچہ جو معنی سے

یہودی یہ دعا آج تک پڑھتے ہین کہ خداوندا ہمکو معز احکام اور افلاس اور غم والم سے اور ہر قسم کے عذاب سے اور نار جہنم سے اور فشار قبر سے محفوظ رکھ اور ایلیا ابن حشر کہ ایک عالم یہودی تھا اپنی کتاب مین لکھا ہے۔ کہ جب آدمی اس دنیا سے رحلت کرتا ہے تو ملک الموت آکر اس کی قبر پر بیٹھتا ہے۔ تب اُس کی روح فوراً اس کے جسم مین چلی آتی ہے۔ اور وہ اٹھکہ بیٹھتا ہے ملک الموت کے ہاتھ مین ایک زنجیر نصف آہنی اور نصف آتشی ہوتی ہے۔ اس زنجیر سے وہ فرشتہ اس شخص کو مارتا ہے۔ پہلی ضرب مین اس کے اعضا و جوارح جدا ہو جاتے ہین اور دوسری ضرب مین اس کی ہڈیان علیحدہ علیحدہ ہو جاتی ہین۔ تب فرشتے آکر انکو جمع کرتے ہین۔ تیسری ضرب مین وہ شخص خاک ہو جاتا ہے اور اپنی قبر مین واپس بھیجا جاتا ہے۔

ایک اور عالم یہود کا قول ہے کہ فشار قبر عذاب جہنم سے زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ نیکوکارون اور شیرخوارون پر بھی فشار قبر ہوتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو یوم السبت یعنی روز شنبہ کی شام کو مرا ہو اور بنی اسرائیل کے ملک مین رہتا ہو۔

سوال منکر و نکیر کی تصریح گو قرآن مجید مین نہین ہے۔ مگر احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ انس ابن مالک سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ جب مردہ کو دفن کرکے اُس کے دوست آشنا پھرتے ہین تو اُن کے جوتون کی آواز مردہ سنتا ہے۔ تب منکر اور نکیر فوراً آکر اس سے پوچھتے ہین کہ اے محمد اس شخص کے باب مین کیا کہتا ہے منافق اور کافر کہے گا۔ کہ مین ان سے نہین واقف ہون اور لوگون سے زیادہ ان کا حال نہین جانتا ہون۔ تب وہ فرشتے اس سے پوچھین گے کیا تو نہین سمجھتا۔ کیا تو نے نہین پڑھا۔ تب وہ اسکو ایک بڑے ہتوڑے سے ایسی ضرب شدید لگائین گے کہ اگر وہ ضرب پہاڑون پر لگائی جائے تو خاک ہو جائین۔ تب آسمان سے آواز آئیگی۔ کہ اس کے لئے آگ کا بستر اور آگ کا لباس تیار کرو اور جہنم کا دروازہ اس کی قبر مین کھول دو۔ تب وہ جہنم کی گرمی اور باد سموم کا مزا چکھیگا۔ اور زمین یکبارگی اسپر اوٹ پڑے گی۔ اور اس کی قبر تنگ ہو جائیگی اور اس کی پسلیان الٹ جائینگی۔ اور قیامت تک وہ اسی عذاب الیم مین مبتلا رہیگا۔ ایک روز حضرت عثمانؓ ایک قبر پر بیٹھکر اس قدر روئے کہ اُن کی داڑھی تر ہو گئی۔ تب لوگون نے آپ سے کہا کہ نار جہنم کو یاد کرکے آپ نہین روتے۔ مگر قبر پر بیٹھکر آپ گریہ کرتے ہین۔ انہون نے جواب دیا کہ رسول مقبول نے فرمایا ہے کہ قبر پہلی منزل ملک باقی

کی ہے اور اگر آدمی عذاب قبر سے محفوظ رہے تو اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ اس کے لئے اور زیادہ سخت ہوگا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ قبر سے زیادہ میں نے کوئی شئے مہیب نہیں دیکھی ہے منکر نکیر کے بارے میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ اگر اُن میں سے ایک بھی زمین پر پھونک مارے تو پھر اس زمین میں کوئی سبز چیز نہ پیدا ہو۔ سورہ مومنین میں لکھا ہے کہ کفار کے پیچھے ایک برزخ روز حشر تک رہیگا۔ جوہری فیروز آبادی نے برزخ کی یہ تعریف لکھی ہے کہ ایک مقام درمیان دنیا اور آخرت کے ہے۔ جو کوئی مرجاتا ہے۔ وہ پہلے برزخ میں جاتا ہے برزخ کی ابتدا اُسے آدمی کے لئے خراب ہے بیضاوی نے والنازعات کی تفسیر میں لکھی ہے کہ ملک الموت اور ملائکہ عذاب کافروں کی ارواح کو اُن کے قعر اجسام سے اس طرح کھینچکر نکالیں گے جسطرح سے آدمی کسی چیز کو سمندر کی تہ سے کھینچکر نکالے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جب کسی بدکار آدمی کی روح حضرت عزرائیل قبض کرتے ہیں تو آواز بلند کہتے ہیں کہ اے روح نجس اس قالب ناپاک سے جلد نکل تب جسطرح سے کہ ایک گرم سیخ اُون سے کھینچکر نکالا جاسے اور کچھ اُون اس سیخ میں چمٹ رہتا ہے۔ اسیطرح سے کچھ رگیں بھی روح سے چمٹکر کھنچ آتی ہیں۔ اس روح کو بہشت کے دروازے پر لیجاتے ہیں۔ مگر اس کی بدبو سونگھ کر بہشت کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ جب ایک مرتبہ ابوہریرہ نے اس بدبو کا ذکر آنحضرت سے کیا تو آپ نے ناک پر کپڑا رکھ لیا۔ جب بدکاروں کی روح آسمان اور زمین دونوں سے نکال دی جاتی ہے۔ تو سجین میں ڈالدی جاتی ہے۔ اور سجین ایک مجلس ساتوین طبقہ زمین کے نیچے ہے جو موافق ایک حدیث کے ابلیس کے جبڑہ کی ہڈی کے نیچے واقع ہے۔

روز محشر کو بعد حساب کے بدکاروں کی ارواح بائیں جانب پڑے گی اور پل صراط سے ہوکر گزرے گی۔ قرآن مجید میں صراط کو لکھا ہے کہ جہنم کا راستہ ہے۔ مگر حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صراط ایک پل ہے۔ جو دوزخ پر سے گزر کے زمین سے بہشت چلا گیا ہے اور بال سے باریک تر اور تلوار کی دھار سے تیز تر ہے۔ اور اس کے دونوں طرف بڑے بڑے کانٹے لگے ہوئے ہیں۔ پس اس ساعت تیرہ و تار میں کانٹوں میں اُلجھ کر بدکاروں کا پاؤں اس پر سے پھسلیگا۔ اور وہ نیچے دوزخ میں گر پڑیں گے۔ پل صراط کا مضمون بھی یہود سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب یلقوت روبینی میں لکھا ہے کہ بت پرست جہنم کے پل سے گزرینگے اور وہ مثل ریشم کے باریک ہوگا۔ اور وہ لوگ منہ کے بل جہنم میں گر پڑیں گے۔ ملا محمد باقر مجلسی نے جو ایک شیعہ

مذاہب عالم تھے۔ کتاب حق الیقین مین لکھاہے کہ پل صراط تین ہزار برس کے راستہ پر ہے ہزار برس تک وہ لوگ اسفل کی طرف گرتے چلے جائین گے اور ہزار برس تک کانٹون سانپ اور بچھوکے اوپر چلین گے۔ اور ہزار برس تک اعلی کی طرف صعود کرتے چلے جائین گے۔ ملا باقر مجلسی لکھتے ہین کہ اس امر کا اعتقاد کامل رکھنا لازم ہے اور اس کو دلائل عقلی سے ثابت کرنے کی کوشش کرنا وسوسۂ شیطانی پر دلالت کرتا ہے۔

سوال نکیرین قبر مین نیک وبد دونون سے ہوگا۔ اور دونون کے اعمال نیک وبد میزان مین تولے جائین گے۔ میزان اور صراط دونون بمعنی حقیقی مراد ہین نہ بمعنی مجازی اور دونون کا اعتقاد ضروریات دین مین داخل ہے اور اس کی تائید قرآن اور سنت یعنی حدیث اور اجماع سے ہوتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی فرماتے ہین کہ مسلمانون کو میزان کا اعتقاد کرنا واجب ہے۔ جسکے دو پلے اور ایک ڈنڈی ہوگی۔ اور جو بمقدار مین زمین و آسمان کے برابر ہوگی۔ خدا کی قدرت اور جبرئیل کے ہاتھ سے جب اعمال اس ترازو مین تولے جائین گے۔ سورہ انبیا مین یہ لکھا ہوا ہے کہ روز محشر کو ہم میزان عدل کو نصب کرین گے اور کسی بندۂ خدا پر ظلم بقدر ایک دانہ رائی کے بھی نہوگا۔ ہم اس کو ظاہر کردین گے اور ہمارا احساب لینا کافی ہے۔ پھر سورۂ اعراف مین لکھا ہے۔ کہ اس روز کا وزن عادلانہ ہوگا۔ اور جن کے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا وہ لوگ ہین جنھون نے اپنے نفسون پر ظلم کیا ہے۔ وہ جہنم مین رہا کرین گے۔ اور آگ اُن کے منہ جھلسا دیگی یہ میزان کا مضمون شاید یہود سے لیا گیا ہے۔ چنانچہ یہود کی ایک مذہبی کتاب مین اعمال نیک وبد کے وزن ہونے کی مفصل کیفیت لکھی ہے۔ لیکن۔ اس کتاب مین ترازو کے پلون سے مراد ظاہراً یعنی مجازی ہین نہ بمعنی حقیقی۔

سورۂ اعراف مین لکھاہے کہ ان دونون (یعنی نیکوکارون اور بدکارون) کے درمیان ایک پردہ حائل ہوگا اور اعراف پر آدمی ہونگے۔ جو سب کو اُن کے نشانون سے پہچان لین گے۔ اور اہل بہشت سے چلا کر کہینگے سلام علیکم۔ وہ بہشت مین نہین داخل ہو سکتے ہین۔ اگرچہ ان کو آرزو ہے اور جب ان کی نظر اہل دوزخ پر پڑتی ہے تو وہ کہتے ہین۔ خداوندا ہمکو بدیون مین نہ داخل کر اعراف سے مراد وہ حد فاصل ہے جو بہشت کو دوزخ سے جدا کرتی ہے۔ جلال الدین سیوطی لکھتے ہین۔ کہ اعراف پر وہ لوگ کھڑے ہونگے۔ جن کے اعمال نیک وبد برابر ہونگے لہذا نہ وہ بہشت مین جا سکتے ہین اور نہ دوزخ مین۔ شاید یہ مضمون بھی یہود سے لیا گیا ہے چنانچہ ایک عالم یہود کا قول ہے

جنت اور جہنم کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔ اور دوسرے عالم یہود کا قول ہے۔ کہ ان دونون مین صرف ایک بالشت کا فاصلہ ہے۔ دیگر علماء یہود کا قول ہے کہ بہشت اور دوزخ ایسی قریب قریب ہین۔ کہ ایک سے دوسرے مین دیکھنا آسان ہے۔ سقراط حکیم نے بھی اس مضمون کی تائید اپنی کتاب مین کی ہے اور اپنے دوستون سے کہا ہے کہ جو لوگ بیچ اعراف مین ہین۔ یعنی نہ گناہگارون مین ہین نہ بیگناہون مین۔ وہ کشتیون پر سوار ہو کر اس جھیل مین جائینگے۔ جس کا نام اجرن ہے۔ اور اس جھیل مین رہنے سے ان کے اعمال بد ہو جائینگے۔ اس کے بعد سقراط نے لکھا ہے کہ بالکل یقین اس بات کا کر لینا کہ یہہ امر ایسا ہی ہے جیسا مین نے بیان کیا ہے کہ ایک ذی فہم کو زیبا نہین۔ پیغمبر اسلام سونڈن برگ سے متفق الرائے نہ تھے۔ جسنے دوزخ کے بارے مین یہ لکھا ہے کہ ایک بالکل جھوٹی بات ہے اور دنیوی فائدے کے لئے بنائی گئی ہے۔ برزخ کوئی مقام نہین ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

مردون کے لئے نماز یاد عا پڑھنا کار ثواب ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ کہتے ہین۔ کہ جب نماز مردہ تک پہونچتی ہے تو سب چیزون سے زیادہ مردہ اس کو عزیز رکھتا ہے۔ اور ایسی نمازون کی برکت سے خداوندکریم مردون کو ثواب پہاڑون کی برابر دیتا ہے لیکن اعراف کے باب مین اختلاف کثیر ہے کہ آیا وہ ایک حالت تطہیر یا گناہون سے پاک کرنے کی ہے اور اس کا مآل کار بہشت مین داخل ہونا ہے۔

قرآن اور حدیث مین جہنم کا لفظ جو آیا ہے۔ تو فی الواقع یہ لفظ عبرانی لفظ جہنم سے مشتق ہے جسکے معنی وہ ہی جنوبی شہر اورسلیم یعنی بیت المقدس ہے۔ یہہ لفظ اسلام مین بذریعہ مذہب عیسائی کے نہین پہنچا ہے۔ جیسا کہ اسکے آخری حرف م سے ظاہر ہے ابلیس او شیطان یہہ دونون عبرانی الفاظ ہین۔ پیغمبر اسلام نے حشر و نشر کے مسئلہ مین مجوس اور یہود اور نصاریٰ سے اتفاق کیا ہے اور اس مسئلہ کو متواتر بتاکید تمام بیان کیا ہے۔ چنانچہ سورہ مریم مین لکھا ہے کہ تم مین کوئی ایسا نہین ہے جو پل صراط سے نہ گذر سکا۔ تمہارے پروردگار کا حکم قطعی یہی ہے۔ نیکو کار نجات پائینگے۔ مگر بدکار جہنم مین پڑینگے۔

سورۂ الحجر مین لکھا ہے کہ جہنم کے سات دروازہ ہین اور ان مین سے ہر ایک کا علحدہ حصہ ہے۔ اس آیت سے علمائے اسلام نے مجوس اور یہود کی تقلید کر کے سات طبقات جہنم قرار دئے ہین۔ جن مین کفار اور منافقین کے گروہ رہا کرینگے۔ سب سے

اوپر جو طبقہ ہے اس کا نام جہنم ہے۔ اور یہ لفظ عموماً سب طبقات دوزخ پر بھی صادق آتا ہے۔ یہ طبقہ اول دوزخ کا بدکردار مسلمانون کے لئے ہے۔ یا موحدین کے واسطے ہے یہ لوگ اپنے گناہون کے معاوضہ مین معذب ہونے کے بعد آخر بخشدئے جائینگے۔ اور اُن کا خاص جہنم توڑ ڈالا جائیگا۔ دوسرے طبقہ کا نام لظیٰ ہے یہ عیسائیون کے لئے ہے تیسرے طبقہ کا نام حطمہ ہے۔ یہ یہود کے لئے ہے۔ چوتھے طبقہ کا نام سعیر ہے یہ صابئین یعنی ستارہ پرستون کے واسطے ہے۔ پانچوان طبقہ سقر مجوس ہے یعنی آتش پرستون کے لئے ہے۔ چھٹا طبقہ جحیم بت پرستون کے لئے ہے۔ اور ساتوان طبقہ ہاویہ منافقین کے لئے ہے اس کو درک اسفل بھی کہتے ہین۔ یہ سات جہنم بھی یہود سے لئے گئے ہین۔ چنانچہ ایک عالم یہود شمعون نے اپنی کتاب زہر مین لکھا ہے کہ ایک زمانہ ایسا تھا کہ معصیت کی خواہش اس دنیا مین نہ تھی اور معصیت کو ایک آہنی ڈبیا مین بند کرکے سمندر مین ڈالدیا تھا۔ اس زمانہ مین آتش جہنم بجھادی گئی اور بالکل افروختہ تھی۔ لیکن جب برائی کی خواہش یعنی مواد ہوس نے دنیا کو پھر آگھیرا تو دنیا مین بدکردار دن پر اس خواہش کا غلبہ ہوا تو آتش جہنم دوبارہ افروختہ ہونے لگی۔ کیونکہ عالم موصوف نے بیان کیا ہے کہ آتش جہنم بری آدمیونکی ہوا و ہوس اور خواہش بد سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہی خواہش بد اس آگ کو شب وروز افروختہ رکھتی ہے اور اس کو بجھنے نہین دیتی ہے۔ آگے چلکر اس عالم یہود نے لکھا ہے کہ جہنم کے سات دروازے ہین اور سات طبقے ہین۔

یہ عجیب بات ہے کہ جملہ مفسرین قرآن مجید نے ساتوین طبقہ جہنم مین منافقین کو جگہہ دی ہے۔ یہ امر چونکہ موافق عقل سلیم ہے۔ لہذا ہر ایک مذاق کے آدمیون کو اس سے اتفاق ہے۔ لیکن دیگر طبقات جہنم کے بارے مین بڑا جھگڑا ہے۔

مثلاً بعض علما نے بت پرستون کو دوسرے طبقہ مین اور یاجوج و ماجوج کو تیسرے طبقہ مین اور شیاطین کو چوتھے طبقہ مین اور جو لوگ نماز نہین پڑھتے ہین اور زکوۃ نہین دیتے ہین۔ ان کو پانچوین طبقہ مین اور مجوس اور یہود و نصاریٰ چھٹے طبقہ مین جگہہ دی ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جہنم دہریون کا مسکن ہے۔ جو عالم کے قدیم ہونے کے قائل ہین اور وجود باری تعالیٰ سے منکر ہین۔ اور لظیٰ فرقہ ثانویہ کا جو دو خداؤن کو مانتے ہین۔ اور بت پرستان عرب کا مقر ہے۔ اور حطمہ ہندوستان کے برہمنون کا اور سعیر یہود کا۔ اور

سقر نصاریٰ کا اور جہنم مجوس کا مسکن ہے۔ بعض نے دوسرا طبقہ جہنم یہود اور تیسرا طبقہ جو سب سے خراب ہے۔ نصاریٰ کو دیا ہے۔ مگر سورۂ مائدہ سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پیغمبر اسلام کا یہ منشا ہرگز نہیں تھا۔ کیونکہ اس سورہ میں یہ آیت موجود ہے۔ ولتجدن اشد الناس عداوۃ للذین آمنوا الیہود والذین اشرکوا ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ ذلک بان منہم قسیسین ورہبانا وانہم لا یستکبرون۔ یعنی ہر آئینہ تو پائیگا سب سے بڑا دشمن مسلمانوں کا یہود کو اور سب سے بڑا دوست مسلمانوں کا ان لوگوں کو جو اپنے تئیں نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہہ اسواسطے ہے کہ ان میں پادری لوگ اور راہب یعنی سنیاسی ہیں اور یہ تحقیق وغرور نہیں رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک طبقہ جہنم کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ مثلاً سورہ القارعہ میں طبقہ ہفتم کا ذکر ہے۔ یعنی اس سورہ میں کہا ہے کہ واما من خفت موازینہ فامہ ہاویہ یعنی وہ لوگ جنکے اعمال کا پلہ ہلکا ہوگا۔ ان کا مسکن ہاویہ ہوگا اور ہاویہ ساتویں طبقہ جہنم کا نام ہے۔

قرآن مجید میں دل چسپ اور پوست کندہ اور پوری کیفیت جہنم کی ٹھیک ٹھیک بیان کی۔ قرآن شریف کی عبارت میں ایک قسم کے ڈراما کی قوت اور کیفیت معلوم ہوتی ہے اس کے مقابل میں وہ حقیقت جو علماے مسیحی نے دوزخ کی بیان کی ہے کہ وہاں آگ کی بھٹی اور کیڑے، مکوڑے اور ہاے واویلا ہوگی۔ بالکل ہیچ معلوم ہوتی ہے بدکاروں کو قرآن مجید میں اصحاب المشئمہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے یعنی بائیں طرف کے لوگ اور ان کی نسبت لکھا ہوا ہے۔ کہ ان کے بال اور ٹانگیں پکڑ کر ان کو جہنم میں ڈھکیل دینگے (سورۂ رحمٰن) ان کے لئے آگ کے کپڑے بنائے جائینگے (سورۂ حج) آتش لے دود اور دود بے آتش میں وہ لپیٹے ہوئے ہونگے۔ (سورہ رحمٰن) ان کو پانی مثل پگھلے ہوئے پیتل کے دیا جائیگا (سورہ کہف) وہ سردی یا شراب کا مزا چکھینگے سواے آب گرم وغساق کے (سورہ نبا) جتنی دفعہ انکے جسم کی کھال جل بھن جائیگی ہم انکے بدن میں نئی کھال پیدا کرینگے (سورۂ نساء) ان کیواسطے باد سموم اور سیاہ دہوئیں کا سایہ ہوگا (سورۂ الغاشیہ) وہ پھینکتے گا چنگاریاں مثل زرد رنگ اونٹوں کے (سورۂ مرسلات) فاتقوا النار التی وقودہا الناس والحجارۃ۔ یعنی پس ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہے (سورۂ بقر) آتش دوزخ کا دھواں ان کے دلوں پر چڑھے گا۔ اور ان کو چاروں طرف سے گھیرے گا۔ (سورۂ توبہ) جتنی مرتبہ وہ عذاب جہنم سے تنگ آکر نکلنا چاہینگے وہ اسی میں واپس کئے جائینگے۔ (سورہ حج) اسی میں وہ آہ وزاری کرینگے

اور اسی مین وہ ہمیشہ رہین گے (سورۂ ہود) ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ جہنم کے گرد ایک
دُخانی پردہ پڑا ہوا ہے - اس کی چار دیوارین ہین - اور ہر ایک دیوار کا عرض چالیس برس کی
راہ کا ہے - جلال الدین سیوطی لکھتے ہین کہ روز قیامت کو جہنم ستر ہزار رسون سے کھینچا جائے گا
اور ہر رستے کو ستر ہزار فرشتے کھینچین گے - اور وہ مثل شیر کے غراتا اور ڈکارتا ہوا آئے گا
(سورۂ فرقان) مین بھی لکھا ہے کہ جون ہی دوزخ بدکارون کو دور سے دیکھیگا اس سے آواز
مہیب آئیگی - ابو درداؓ سے روایت ہے کہ اہل جہنم پر بھوک مسلط کی جائیگی اور انکی بھوک
اس عذاب کے برابر ہوگی جسمین وہ مبتلا ہونگے - اور جب وہ بھوک کے مارے چلائین گے
تب ان کو ضریع کا کھانا دیا جائیگا (لیس لہم طعام الا من ضریع) سورہ ص مین لکھا ہی کہ وہ
آب گرم اور غساق اور اسی قسم کی اور چیزین پئین گے - ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ
آنحضرت نے فرمایا کہ اگر ڈول غساق کا دنیا مین ڈالا جائے تو اہل دنیا مارے بدبو کے پریشان
ہو جائین - دوسری غذا اہل جہنم کی زقوم ہے - یہ سب سے بدتر درخت ہے اور اہل جہنم کے
لئے بنایا گیا ہے - اس سے تلخ تر کوئی درخت عربستان کے نباتات مین نہین ہے - اس
درخت کا ذکر کتب مقدسہ مین تین مقامات پر کیا گیا ہے - اور قرآن مجید مین لکھا ہی کہ اسکی
بابت لوگون مین باہم جھگڑا ہوگا - وہ کہین گے کہ آتش جہنم درختون کو جلا دیتی ہے - پس یہ
درخت قعر جہنم سے کیونکر اگ سکتا ہے - چنانچہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ اگر ایک قطرہ اس کا
دنیا مین گرے - تو تمام اہل زمین کی غذا کو بگاڑ دے - پس کیا حال ہوگا اس شخص کا جسکی
غذا زقوم ہوگی - درخت زقوم کے پھل مانند سرہائے شیاطین کے ہونگے - اس کی تعبیر
جلال الدین سیوطی نے زہریلے سانپون سے کی ہے - زقوم کا مضمون بھی شاید یہود سے
لیا گیا ہے - چنانچہ یہود کی ایک معتبر کتاب مین لکھا ہے کہ بنی جہنم کے وادی مین دو درخت
خرما ہین اور ان دونون کے درمیان سے دھوان نکلا کرتا ہے - یہی دروازہ جہنم کا ہی جہنم مین
ایک کوہ آتشین بھی ہے - ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اہل جہنم
اس درخت پر ستر برس تک چڑھین گے - اور پھر نیچے گر پڑین گے - اور ہمیشہ یہی ہوا کرے گا
سورہ مومنین مین لکھا ہے کہ اہل جہنم آگ مین بھی مسکرائین گے - ابو سعید خدری نے
اس کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ ان کا اوپر ہونٹ اس قدر سکڑ جائیگا کہ اسکے سر سے مل جائیگا اور اس کے
نیچے کا ہونٹ اس قدر لٹک پڑیگا کہ ناف تک پہنچ جائیگا - عبد اللہ ابن عمر سے منقول ہی کہ

اگر یک سیسہ کا گیند مثل میرے سر کے آسمان سے زمین پر پھینکا جائے کہ پانسو برس کا فاصلہ ہے تو وہ زمین پر سب کے قبل پہونچ جائیگا۔ لیکن اگر وہ گیند سرے سے اس زنجیر آہنی کے پھینکا جائے جسمین گنہگارون کو جکڑ دین گے اور شب و روز برابر چلا جائیگا۔ تو چالیس برس گزر جائین گے۔ تب وہ نیچے پہونچیگا۔

سورۂ اعراف مین لکھا ہے کہ اہل جہنم اہل بہشت سے پکار کر کہین گے۔ کہ ہمکو تھوڑا پانی پلادو۔ یا وہ چیز جو خدا نے تمکو دی ہے۔ اہل بہشت یہ جواب دین گے۔ بہ تحقیق کہ خدا نے یہ نعمتین کافرون کو دینا منع کیا ہے۔ اس واقعہ سے بیضاوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ جنت جسمانی حیثیت سے جہنم کے اوپر واقع ہے۔ ہم فیہا خالدون۔ یعنی وہ لوگ جہنم مین ہمیشہ رہین گے۔ یہی سزا ہے۔ ان سب لوگون کی جو مسلمان نہین ہین مثلاً یہود کو سورۂ بقر مین لکھا ہے کہ وہ کہتے ہین کہ آگ ہمارے جسم سے صرف چند روز تک مس کرے گی سیوطی نے اسکی تفسیر یہ لکھی ہے کہ چالیس دن تک اور یہی تعداد ان ایام کی ہے۔ جن مین یہود کے اسلاف نے گوسالہ پرستی کی تھی۔ مگر سب مسلمان دوزخ سے خلاصی پائین گے۔ بعد گزرنے اس میعاد کے جو اُن کے اعمال کی مناسب ہوگی۔ اور جو نو سو برس سے کم اور سات ہزار برس سے زیادہ نہو گی۔ حدیث مین وارد ہوا ہے کہ ان کے اجسام آتش دوزخ سے جھلس جائین گے لیکن ان کے اعضاء سجود پر آتش جہنم اثر نہ کرے گی اور وہ سفید رہین گے اور ان ہی اعضاء کے ذریعہ سے وہ لوگ پہچانے جائین گے۔ بعض کا قول ہے کہ آتش جہنم ان کے لئے سرد ہو جائیگی اس کے شعلون کی شدت کم ہو جائیگی۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ تمام زمانہ قیام جہنم مین ان پر نوم غرق یعنی گہری نیند مسلط کی جائیگی۔ آخرالامر آتش جہنم کا دھوان اور کثافت ایک چشمہ بہشت کے پانی سے پاک کیا جائیگا۔ اور وہ لوگ داخل جنت ہونگے۔ درانحالیکہ سفید مروارید آبدار سے ہونگے۔ قرآن مجید مین متواتر لکھا ہے کہ بہ تحقیق کہ مین بھر دونگا جہنم کو تم سے اس سے یہہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ جہنم روز قیامت کو بالکل بھرا ہوا ہوگا۔ چنانچہ سورہ ص مین لکھا ہوا ہی کہ روز قیامت کو ہم جہنم سے پوچھین گے کہ کیا تو بھر گیا ہے وہ کہیگا کہ کیا کچھ اور زیادہ بھی ہے۔ انس بن مالک سے منقول ہے کہ جہنم ہمیشہ بھرا جائیگا۔ اور ہل من مزید یعنی اور لاؤ اور لاؤ کہتا جائیگا۔ یہان تک کہ خداوند عالم اپنا پائے قدرت اس مین رکھدیگا۔ تب وہ سمٹ جائیگا اور کہیگا۔ کافی کافی ہے قسم ہے تیری عزت و جلال کی اور تیرے جود و کرم کی۔ ابوہریرہ کہتے ہین کہ یہہ

اس وقت ہوگا۔ جبکہ بہشت اور دوزخ مین باہم جھگڑا ہوگا۔
سورۃ المطففین مین لکھا ہے کہ ایک روز وہ لوگ جو ایمان لائے ہین کافرون پر ہنسین گے اور وہ اپنے بستر عروسی پر بیٹھے ہوئے دیکھین گے کہ کافرکس ذلت کے ساتھ آتش جہنم مین ڈالے جاتے ہین۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ بدکارون کو ایک دروازہ جنت کا دکھایا جائیگا اور اُن سے کہا جائیگا کہ اس دروازہ سے بہشت مین داخل ہو۔ لیکن جب وہ اس دروازے کے قریب پہونچین گے تو وہ فوراً بند کردیا جائیگا اسوقت مومنین ان پر مضحکہ کرین گے۔ اس قسم کا مسئلہ دین مسیحی مین بھی ہے اور یوحنا حواری کیطرف منسوب کیا گیا ہے۔
بت پرستون کے باب مین یوحنا کی انجیل مین لکھا ہے کہ ان پر آتش جہنم کا عذاب بموجودگی ملائکہ اور روبرو دوست بھیڑ (شاید اس سے حضرت عیسٰی مراد ہین) کے ہوگا۔
ابو محمد الحسن ابن مسعود ابن محمد البغوی جنہون نے ۵۱۶ ہجری مطابق ۱۱۲۲ء مین وفات پائی ایک عالم علمائے شافعی مین سے تھے۔ یہہ عالم امام وقت تھے اور زاہد بھی تھے۔ ان کی معمولی خوراک نان خشک تھی۔ لیکن جب ان کو لوگون نے تصنع پر محمول کیا اور کہا کہ امام صاحب زاہد بنتے ہین۔ تو انھون نے روغن زیتون بھی نان خشک کیساتھ شریک کرلیا۔
انھون نے ایک کتاب احادیث تالیف کی اور اس کا نام مصابیح السنن رکھا۔ اسمین وہ احکام اور احادیث صحیحہ لکھی ہین۔ جو آنحضرت کی طرف منسوب ہین۔ اس کتاب کی تلخیص چند مدت کے بعد شیخ ولی الدین ابو عبداللہ محمد ابن عبداللہ الخطیب نے کرکے اس کا نام مشکات المصابیح رکھا۔ یہ کتاب ۷۳۷ ہجری مین ختم ہوئی۔ اس مین مختلف احادیث صحیح اور حسن اور ضعیف لکھی ہین۔ جو پیغمبر اسلام کی طرف منسوب کی گئی ہین اور جس کا سلسلہ روایت صحابہ اور اُن کے تابعین کے ذریعہ سے آنحضرت پر منتہی ہوتا ہے۔ منجملہ ان احادیث کے بعض روایت جو جہنم کے باب مین ہین۔ ناظرین کو دلچسپ معلوم ہونگی۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ دنیا مین جتنی آگ ہے۔ وہ سترواں حصہ آتش دوزخ کا ہے تب ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ہماری دنیا کی آگ کیا کم ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ آتش جہنم اس دنیا کی آگ سے انہتر حصہ زائد ہوگی۔ ابو ہریرہ کہتے ہین کہ آتش جہنم ہزار برس تک افروختہ رہی تب سرخ ہوگئی۔ پھر ہزار برس اور سلگا کی۔ تب سفید ہوگئی۔ پھر ہزار برس اور مشتعل رہی۔ تب سیاہ ہوگئی۔ اب آتش جہنم مین روشنی بالکل نہین ہے۔

بلکہ صرف سیاہی سیاہی ہے۔ جیسا کہ ملٹن شاعر نے اپنی مثنوی مین نظم کیا ہے۔ پھر ابوالحسن نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ روز قیامت کو آفتاب اور ماہتاب مثل پنیر کے جہنم مین ڈالدئے جائینگے۔ راوی ابوالحسن نے پوچھا کہ ان دونون کا کیا قصور ہے کہ جہنم مین ڈالے جائینگے۔ ابوہریرہ نے کہا کہ مین رسول کے قول کو نقل کرتا ہون تب ابوالحسن خاموش رہا۔

نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ سب سے کم عذاب جہنم اس شخص پر ہوگا جسکی آتشین نعلین اس کا مغز مثل پانی کے گھڑے کے اُبلنے لگے اور ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ سب سے کم عذاب جہنم پیغمبر کے چچا ابوطالب پر ہوگا۔ جو نعلین آتشین پہنے ہون گے جس سے ان کا بھیجا اُبلا کرے گا۔ ایک روایت مین وارد ہے کہ بعض اہل جہنم کے پاؤن کے گٹون تک آگ ہوگی۔ بعض کے گھٹنون تک بعض کے کمر تک۔ اور بعض کی گردن تک۔ اُنس بن مالک سے منقول ہے کہ اس دنیا مین جن لوگون نے سب سے زیادہ عیش وعشرت کیا ہے روز قیامت کو وہ آگ مین غوطہ دئے جائینگے اور ان مین سے ہر ایک سے کہا جائیگا کہ اے ابن آدم کیا تو نے کوئی اچھی بات کبھی دیکھی ہے کیا کبھی عیش تیرے پاس سے بھی ہو کر گزرا ہے وہ شخص کہیگا واللہ نہین اور روز قیامت کو اللہ تعالیٰ ان لوگون سے جن پر عذاب جہنم سب سے کم ہوا ہے فرمائے گا کہ اگر ہر ایک چیز جو زمین مین ہے۔ تیرے پاس آجائے تو بھی کیا تو اس کے ذریعہ سے اپنے تئین اس عذاب سے چھڑا سکتا ہے وہ جواب دیگا نہین تب اللہ تعالیٰ فرمائیگا۔ جب تو آدم کے صلب مین تھا تب مین نے تیرے لئے اس سے کم عذاب تجویز کیا تھا۔ اور مین نے تجھ سے کہا تھا کہ میرا شریک کسی کو نہ سمجھنا۔ مگر تو نے میری نافرمانی کی۔

عبداللہ ابن الحارث سے منقول ہے کہ جہنم مین سانپ مانند بخارا کے اونٹون کے ہین جن کے دو کوہان ہوتے ہین۔ اور جب ان مین سے ایک سانپ ایک دفعہ کاٹتا ہے تو اس کا زہر اہل جہنم کو چالیس برس تک محسوس ہوتا ہے۔ جہنم مین بچھو بھی گدھے کے برابر ہین۔ ان کا کاٹا بھی وہی اثر رکھتا ہے۔ جو سانپون کا کاٹا اثر رکھتا ہے۔ ابوہریرہ سے منقول ہے کہ جب خدا نے آگ کو پیدا کیا تو جبرئیل سے فرمایا کہ اس کو جا کر دیکھ۔ پس جبرئیل نے اس کو جا کر دیکھا اور خدا سے عرض کی کہ خداوندا قسم ہے تیری عزت وجلال کی۔ جو تیرا مبارک نام لیگا۔ وہ اس آگ مین داخل نہ ہوگا۔ تب خدا نے اس آگ کو واسطے

خواہش ہائے نفسانی اور شہوات شیطانی کو پیدا کیا اور جبرئیل سے فرمایا کہ اب پھر جا کر اس کو دیکھو۔ جبرئیل نے پھر جا کر اس کو دیکھا۔ اور عرض کیا خداوندا قسم ہے تیری عزت و جلال کی کوئی نہو گا۔ جو اس آگ میں داخل نہو گا۔

انس ابن مالک سے منقول ہے کہ ایک روز آن حضرت نے نماز جمعہ پڑھانے کے بعد ممبر پر جا کر اور قبلہ کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اس وقت جب مین تمہارے لئے دعا کر رہا تھا۔ تو مجھکو بہشت اور دوزخ دکھایا گیا اور آج ہی مین نے نیکی اور بدی کو دیکھا ہے عبد اللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ اس جہنم مین بہت موٹے تازے رہین گے۔ اور اس قدر فربہ ہونگے کہ ان کے کان کی لو اور اُن کے شانے کے درمیان سات سو برس کے سفر کا فاصلہ ہو گا۔ ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ جو جہنم مین ہو اس کے شانون کے درمیان اگر کوئی گھوڑا سرپٹ دوڑاتا ہوا جائے تو تین دن مین پہونچے گا۔ وہ اپنی زبان چار فرسخ تک پھیلا دیگا۔ یہان تک کہ لوگ اس پر چلین پھرین گے۔ اس کے دانت مثل کوہ احد کے ہونگے۔ اور اس کی کھال کی مٹائی ستر ہاتھ کی ہو گی۔ اور ابو ہریرہ سے یہی منقول ہے کہ کافر کی ران مثل کوہ بیضا کے ہوگی اور اس کے سرینون کے درمیان اتنا فاصلہ ہو گا۔ جتنا مکہ اور مدینہ مین ہے۔ انس ابن مالک سے منقول ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ گریہ کرو۔ ایہا الناس اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو۔ یہ تحقیق کہ اہل جہنم کی آنکھون سے آنسوؤن کے دریا جاری رہتے ہین۔ اور جب آنسو موقوف ہو جاتے ہین۔ تو اُن کی آنکھون سے خون بہتا ہے اور ان کی آنکھین سوجی رہتی ہین۔ ابو ہریرہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک وادی جہنم ہے۔ اس کا نام ہب ہب ہے یہ وادی مغرورون کی قیام گاہ ہے۔ جابر سے منقول ہے کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ مجھکو جہنم دکھایا گیا اور مین نے اس مین ایک عورت کو بنی اسرائیل سے دیکھا۔ جسپر عذاب اس وجہ سے ہو رہا تھا کہ اس نے ایک بلی کو پکڑ کر باندھ رکھا۔ مگر اس کو کھانا نہین دیتی تھی۔ اور نہ اسکو کیڑے مکوڑے کھانے دیتی تھی۔ یہان تک کہ وہ بلی بھوک کے مارے مر گئی۔

آسمانی بجلی

ازکرزن گزٹ دہلی ۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء

فرنیکلن سب سے پہلا شخص تھا۔ جسنے کرہ ہوائی مین برقی قوت کی موجودگی کو معلوم کیا۔ پہلی

مرتبہ ۱۷۴۹ء مین اس نے ایک رسالہ لکھا۔ جسمین اس نے چند ایسے تجربات کا ذکر کیا ہے جس سے کرۂ ہوائی مین بجلی کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ آخر ۱۷۵۲ء مین اس نے اس بات کو پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا کہ ایک دن جبکہ مطلع ابر آلود تھا۔ اس نے ایک پتنگ چڑھائی جس کے سرے پر ایک کیل لگی ہوئی تھی۔ اور جس کا دوسرا سرا ایک درخت سے باندھ دیا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جبکہ ایک جھلا پڑ چکا تھا۔ وہ اپنی انگلی ڈور کے قریب لیگیا۔ اور فوراً ایک خفیف دھکا مع ایک چھوٹے سے شعلہ کے محسوس ہوا۔ اس کے بعد صدہا تجربات کئے گئے۔ جن سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کرۂ ہوائی مین برقی قوت کی موجودگی صرف بارش ہی کی حالت مین محدود نہین بلکہ ہر موسم مین پائی جاتی ہے۔ یہ قوت عموماً مثبت قسم کی ہوتی ہے۔ مگر بعض اوقات منفی بھی پائی گئی۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ مثبت قسم کی بجلی ہمیشہ بلندی پر ہوتی ہے زیادہ بلند مکانوں کی چھتون۔ میناروں اور دیگر اونچے مقامات پر سے جب کبھی تجربہ کیا گیا ہے تو عموماً اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ مگر فراخ میدانون مین کبھی کبھی صرف پانچ چھ فیٹ کی بلندی پر ہی اس کی موجودگی محسوس کی گئی ہے۔ برخلاف اس کے پلیس نے تجربہ پر زمین کے قریب ہمیشہ بجلی منفی قسم کی ہوتی ہے۔ جبکہ آسمان صاف ہو تو بجلی اکثر تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ یعنی بعض اوقات ایک ہی مقام پر دن مین کئی کئی مرتبہ کبھی مثبت اور کبھی منفی بجلی پائی گئی ہے۔

کرۂ ہوائی مین بجلی کی موجودگی کا سبب

مختلف قیاس کرہ ہوائی مین بجلی کی موجودگی کے سبب کے متعلق پیش کئے جا چکے ہین مگر یقینی طور پر کسی کو صحیح نہین کہا جا سکتا۔ بعض کی رائے مین یہ ہوا کے زمین سے مسلسل رگڑنے سے پیدا ہوتی ہے۔ بعض نباتات کی نشو ونما کو اس کی پیدائش کا سبب جانتے ہین۔ بعض کا خیال ہے کہ پانی کا بصورت بخار تبدیل ہونا اس کی موجودگی کا باعث ہے۔ اس مین شک نہین کہ آخر الذکر کو اس سے کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ چنانچہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ شدید گرج اور چمک کے بعد بارش کی تیزی نسبتاً بڑھ جایا کرتی ہے۔ جس سے اس خیال کو تقویت ہوتی ہے کہ بخارات کا منجمد ہو کر آب باران کی صورت مین تبدیل ہو جانے کو برقی جزر و مد سے کچھ تعلق ہونا ممکن ہے۔ نیز یہ بھی دیکھا گیا ہے۔ آتش فشان پہاڑون کی آتش فشانی کیساتھ بخارات کچھ بلندی تک اُٹھکر

سیاہ بادلوں کی شکل میں منجمد ہو جایا کرتے ہیں۔ اور کچھ دیر زور شور سے چمکنے اور گرجنے کے بعد پھر بصورت بارش ٹپک پڑتے ہیں۔

قوت مقدار برقی

بجلی کا کوئی حصہ اس وقت تک صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آسکتا۔ جب تک کہ لفظ پوٹنشل یا قوت مقدار برقی کی مختصر تشریح نہ کر دی جائے۔ بجلی کے لئے پوٹنشل وہی چیز ہے۔ جو گرمی کے لئے حرارت۔ جس ایک گرم لوہے کو پانی میں ڈال دو تو تھوڑی دیر میں لوہا نسبتاً سرد اور پانی بہ نسبت پیشتر کے گرم ہو جائیگا اور امتحان کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ اب لوہے اور پانی کی حرارت مساوی درجہ پر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انتقال حرارت ہمیشہ زیادہ گرم چیز سے کم گرم چیز میں ہوتا ہے اور یہ سلسلہ انتقال اس وقت تک جاری رہتا ہے۔ جب تک کہ دونوں چیزوں کی حرارت مقدار میں یکساں نہو جائے۔ بالکل یہی حالت بجلی کی ہے۔ اگر ایک چیز میں برقی قوت مقدار یا پوٹنشل زیادہ ہے اور دوسری چیز میں کم تو فوراً زیادہ مقدار والی چیز میں سے انتقال قوت واقع ہوگا۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ جب تک کہ دونوں چیزوں کا پوٹنشل برابر نہو جائے۔

بجلی کیوں چمکتی ہے

دوران بارش میں یا جبکہ مطلع ابر آلود ہو۔ تمام بادلوں میں مختلف مقدار میں برقی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ یا ممکن ہے کہ پیشتر سے موجود رہتی ہو۔ اور جب تک کہ تمام بادلوں کی قوت مقدار برقی برابر رہتی ہے۔ اس وقت تک تو سکون رہتا ہے۔ لیکن جب ذرا کمی واقع ہوئی تو قریب کے بادل فوراً اپنی بجلی اس کمی کے پورا کرنے کے لئے خارج کرتا ہے۔ اور سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک کہ توازن قائم نہ ہو جائے۔ انتقال قوت ہمیشہ ایک چمک اور گرج کے ساتھ عمل میں آتا ہے۔ جسکی تشریح بعد میں کی جائے گی۔

بجلی گرنا

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بادل سے زمین تک ایک سلسلہ قوت برقی کا قائم ہو جاتا ہے۔ اگر زمین کا پوٹنشل کسی طرح کم ہو جائے تو فوراً قریب کے بادل سے انتقال قوت برقی واقع ہوتا ہے۔ اور اسی کا نام بجلی گرنا ہے۔ چونکہ پوٹنشل ہمیشہ نوکدار اور بلند

مقامات پر زیادہ ہوتا ہے اس لئے ایسے ہی مقامون پر پوٹنشل کی ذرا سی کمی سے بجلی گرنے کا احتمال ہوتا ہے۔

بجلی کی قسمین

بادلون کی بجلی کی بلحاظ چمک چار قسمین ہین۔

(۱) سیدھی چمک یہہ بالکل سیدھی لکیر کی صورت ہوتی ہے۔ ایسی چمک شاذونادر ہی ہوا کرتی ہے۔

(۲) لہریہ دار چمک۔ یہ بالکل عام ہے۔

(۳) شاخدار چمک۔ اصل لکیر نمبر ۲ کے مشابہ ہوتی ہے۔ مگر اس مین درختون کی جڑون کی طرح جگہہ جگہہ سے شاخین پھوٹی ہوتی ہین۔

(۴) پیچدار چمک۔ اس قسم کی چمک ایک مقام سے شروع ہوکر ایک پیچ در پیچ لکیر کی صورت مین دور تک پھیلتی جاتی ہے اور شاذ ہی دیکھی گئی ہے۔

بجلی کا رنگ

بجلی کا اصلی رنگ نافرمانی یا بنفشئی ہے۔ مگر زمین کے قریب اکثر کسی قدر سفیدی مائل معلوم ہوتی ہے۔ مگر جس قدر بلندی پر جاؤ جہان ہوا کے اجزا بہ نسبت زمین کے زیادہ لطیف ہین۔ اسی قدر اس کا اصلی رنگ کھلتا جاتا ہے۔

چمک اور آواز

چمک اور گرج ہمیشہ ایک ساتھ ہی ہوا کرتے ہین۔ مگر چونکہ روشنی کی رفتار بہت زیادہ ہے۔ اس لئے چمک پہلے دکھائی دیتی ہے اور آواز بعد کو سنائی دیتی ہے حساب سے معلوم ہوا ہے کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار فی سکنڈ ہے حالانکہ آواز کی رفتار صرف گیارہ سو فیٹ فی سکنڈ ہے۔ اس کے علاوہ چمک ڈیڑھ سو میل سے بھی زیادہ دور تک بھی آنکھہ کو محسوس ہوسکتی ہے۔ مگر آواز ستر میل سے زیادہ دور تک کی نہین سنائی دیتی۔ ایسی چمک کو جبکہ آواز نہ سنائی دے کوندا ہونا کہتے ہین۔

برقی گولے

گرنے والی بجلی کی ایک شاذونادر قسم اور بھی ہے۔ جسکو کرہ برقی کے نام سے موسوم

کرتے ہین۔ بعض وقت بادلون مین سے ایک چمک کیساتھ ایک سرخ آتشین گولا زمین تک اُترتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور زمین سے ٹکر کھانے کے بعد کبھی تو پھر اُسی تیزی کیساتھ واپس چلا جاتا ہے۔ مگر بعض وقت ایک نہایت دہشتناک اور مہیب آواز کیساتھ پھٹ جاتا ہے۔ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا کئی ہزار توپین ایک ساتھ چھوڑدی گئین۔ یورپ مین اس قسم کی کئی مثالین موجود ہین

چمک کا وقفہ

بجلی کی چمک ایک سکنڈ کے ایک لاکھوین حصہ سے زیادہ دیر تک نہین رہتی بادی النظر مین یہ بات کسی قدر مہمل معلوم ہوگی مگر وایٹاسٹون نے اس بات کو ایک تجربہ کے ذریعہ سے پورے طور پر ثابت کر دکھایا ہے۔

برقی روشنی کی مقدار

بجلی چمکتے وقت جو روشنی دکھائی دیتی ہے وہ اصل روشنی سے بدرجہا کم ہوتی ہے۔ اس کی ایک آسان مثال یہ ہے کہ ایک لاٹھی کے دونون سرون پر کپڑے کے دو لٹو بناؤ۔ اور ان کو تیل مین بھگوکر آگ لگادو۔ ظاہر ہے کہ ایک اندھیرے مکان کو یہ لٹو اچھی طرح روشن کردینے کے لئے کافی ہین۔ اب اس لکڑی کو نہایت تیزی کیساتھ گھماؤ تو تمام روشنی غائب ہوجائے گی اور ایک نیلے نیلے گول آتشین دائرے کے سوا کچھ معلوم نہین ہوگا۔ جس قدر تیزی سے لٹو گھمائے جائینگے اسی قدر اس کی تیزی کم ہوتی جائے گی۔ جب ہاتھ سے گھمانے والی ہنیٹی سے یہ حالت پیدا ہوسکتی ہے تو بجلی جیسی چیز کے لئے جسکی سرعت ناقابل بیان ہے کہ اپنی اصلی روشنی سے وہیٹسٹون کے تجربے کی بنا پر حساب مین ایک لاکھ گنا معلوم ہونا کچھ زیادہ قابل حیرت نہین اپنی اصلی حالت مین اس کی روشنی یقینی سورج کی روشنی سے کسیطرح کم تیز نہوتی ہوگی۔

گرج

بجلی کے ایک بادل سے دوسرے بادل مین ناقابل بیان تیزی کے ساتھ گزرنے سے گرد وپیش کے اجزاے ہوائی مین تلاطم سا پیدا ہوجاتا ہے۔ اور ان اجزا کے ایک دوسرے سے ٹکرانے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام گرج ہے گرج کی آواز ہم تک پہنچتے پہنچتے نہایت کم ہوجاتی ہے۔ کیونکہ یہ آواز کم وبیش تمام فضاے بسیط مین

منقسم ہوتی ہے۔ سب سے زیادہ آواز اس مقام پہ سنائی دیتی ہے۔ جہاں پر بجلی گرتی ہے اور اس صورت مین آواز ایک کرخت کڑک کی سی ہوتی ہے۔ لیکن جبکہ ایک بادل و دوسرے بادل مین برقی قوت کا تبادلہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور وقفہ سے ہوتا ہے تو آواز آتار چڑھاؤ کیساتھ سنائی دیتی ہے۔

گرجنے والے بادل

گرجنے والے بادلون کی مجموعی صورت نیچے سے چپٹی اور اوپر سے ایک مخروطی شکل سے ہوتی ہے بادل اوپر سے جتنا زیادہ نوک دار ہوگا اتنی ہی زیادہ قوت سے زیادہ چمک اور گرج اس مین پیدا ہوگی۔ ایسے بادل عموماً تین چار فٹ کی بلندی پر سرد مقامات اور نو دس ہزار فٹ کی بلندی پر گرم مقامات مین پائے جاتے ہین۔

بجلی گر کر کیا ہوتا ہے

بجلی گرنے کے بعد زمین کے اندر چلی جاتی ہے۔ لیکن یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جبکہ بادلون مین مثبت اور زمین پر منفی قسم کی بجلی کا پٹینشل ہو۔ لیکن جبکہ حالت اس کے برخلاف ہو یعنی بادلون مین منفی اور زمین مین مثبت قسم کی بجلی ہو تو عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ایسی صورت مین بجلی پھر ایک چمک اور گرج کے ساتھ بادلون مین واپس چلی جاتی ہے

بجلی گرنے کا اثر

بجلی گرنے سے آدمی اور جانور عموماً مر جاتے ہین۔ مکانات ٹوٹ جاتے ہین۔ اشیائے مین آگ لگ جاتی ہے اکثر دھاتین پگھل جاتی ہین۔ جب لوہے پر بجلی گرتی ہے تو اس مین مقناطیسی قوت پیدا ہو جاتی اور مقناطیسون مین اکثر تبادلہ قطبین واقع ہوتا ہے۔ بجلی جب ہوا مین سے گزرتی ہے تو اس مین ایک گیس پیدا کر دیتی ہے۔ جسکو اوزون کہتے ہین۔ جسکی وجہ سے بجلی گرنیوالے مقام کے قرب وجوار مین ایک خاص قسم کی بو سی معلوم ہونے لگتی ہے۔ جب کسی جگہ بجلی گرتی ہے تو آس پاس کے آدمیون کو ایک خاص قسم کا دھکا محسوس ہوا کرتا ہے۔ جسکی وجہ قرب وجوار کے مقامات کے پٹینشل کا ایک ناقابل بیان قلیل عرصہ مین توازن قوت برقی قائم ہونے کے لئے دفعتاً زائل ہو جاتا ہے۔

بجلی کا خوف

بعض لوگ بجلی سے اس قدر ڈرتے ہین کہ تعجب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو

یہ ایسے قدر مخدوش نہین جس قدر کہ ہیضہ - بخار - اور دیگر وبائی امراض و حادثات ہوتے ہین - بجلی کے حادثات شاذ و نادر ہی ہوا کرتے ہین - مگر ان امراض سے تو صدہا جانین روز ضائع ہوا کرتی ہین -

حفظ ما تقدم

طوفان باد و باران کے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے - کہ دیوار سے لگ کر نہ بیٹھین نہ کسی دھات کی چیز کو جس کا باہر کی ہوا سے تعلق ہو ہاتھ لگائین -

مکانون کی حفاظت

بجلی سے مکانون کو محفوظ رکھنے کا عام طریقہ یہی ہے کہ مکان کے سب سے زیادہ بلند موقع پر ایک لوہے کا نوک دار چھڑ اس طرح لگا دینا چاہیئے کہ اس کا ایک سرا اوپر کی طرف ہو اور دوسرا زمین تک آ کر چودہ فٹ کی گہرائی پر آویزان کر دیا جاے - تاکہ جو برقی قوت مکان کے اوپر پیدا ہو جاے - وہ بذریعہ تار زمین مین سے گزر تی ہے -

شفق شمالی

قطب شمالی مین یہ دیکھا گیا ہے کہ شام ہونے سے پیشتر اول اول ایک ہلکی سی چمک مقناطیسی خط نصف النہار کی سمت مین دکھائی دیتی ہے یہ روشنی ایک ہلکی زعفرانی قوس کی سی شکل اختیار کرنا شروع کر دیتی ہے جسکے مدور حصہ کا رخ ہمیشہ زمین کی طرف ہوتا ہے - پھر اس مین سے کرنین پھوٹنی شروع ہوتی ہین - جو اول زعفرانی - پھر گہرا سبز اور آخر مین شہابی رنگ اختیار کر لیتی ہین جسکے بعد ایک دل فریب رنگین پیالہ کی سی بن جاتی ہے - یہ پر لطف سین کبھی گھنٹون تک قایم رہتا ہے - پھر یا تو بتدریج یا دفعتاً نگاہ سے غائب ہو جاتا ہے -

شفق شمالی کا رخ ہمیشہ مقناطیسی خط نصف النہار کی سمت ہونا اور اس کا مقناطیسی سوئی پر اثر ڈالنا ضرور اس خیال کی تائید کرتا ہے - کہ اس کے بالائی حصہ کا کرہ ہوائی کی برقی لہرون کے ذریعہ ہونا ممکن ہے - اس خیال کو ان وجوہات سے اور بھی تقویت ہوتی ہے کہ جس وقت شفق شمالی اپنی پوری آب و تاب پر ہوتی ہے - تو ان ممالک کی تار برقی خبرون مین جو قطب سے قریب ہین رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے - بعض اوقات تو خبرون کا سلسلہ گھنٹون تک بند رکھنا پڑتا ہے - اس کے علاوہ مقناطیسی سوئیون کی سمتین اکثر تبدیل ہو جاتی ہین - اور برقی گھنٹیان خود بخود بجنے لگتی ہین -

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱۵ ۳۸

فرہنگ

[illegible]